

فتاوی محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

کتاب الدعویٰ والتحکیم

باب الدعویٰ

(دعویٰ کا بیان)

باب التحکیم

(حَکَم مقرر کرنے کا بیان)

کتاب الهبة

(ہبہ کا بیان)

کتاب الضمان والودیعة

باب في الضمان

(ضمان کا بیان)

باب في الودیعة

(امانت کا بیان)

کتاب الرهن

(رہن کا بیان)

کتاب الصید والذبائح

باب الصید

(شکار کرنے کا بیان)

باب الذبائح

الفصل الأول في من يصح ذبحه ومن لايصح

(ذبح کرنے والے کا بیان)

الفصل الثاني في سنن الذبح وآدابه ومكروهاته

(ذبح کی سنتیں، آداب اور مکروہات کا بیان)

الفصل الثالث في مايصح ذبحه ومالايصح

(ذبح صحیح اور غیر صحیح کا بیان)

الفصل الرابع في مايصح أكله من اللحوم ومالا يصح

(حلال اور حرام گوشت کا بیان)

کتاب الأضحیة

باب من یجب علیه الأضحیة ومن لا یجب

(قربانی کے وجوب وعدمِ وجوب کا بیان)

باب فیما یجوز من الأضحیة ومالا یجوز

(قربانی کے لئے افضل اور جائز اور ناجائز جانور کا بیان)

باب مایکون عیبا في الأضحیة ومالا یکون

(قربانی میں عیب کا بیان)

باب الشركة في الأضحية

(قربانی میں شرکت کا بیان)

باب في قسمة اللحم ومصرفه وبيعه

(قربانی کے گوشت کی تقسیم، مصرف اور بیع کا بیان)

باب في مصرف جلد الأضحية

(قربانی کی کھال کے مصرف کا بیان)

باب المتفرقات

كتاب العقيقة

(عقیقہ کا بیان)

كتاب الحظر والإباحة

باب الأكل والشرب

الفصل الأول في الأكل مع الكفار

(کفار کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

الفصل الثاني في سنن الأكل وآدابه

(کھانے کی سنتوں اور آداب کا بیان)

باب الضيافات والهدايا

الفصل الأول في ثبوت الدعوة وقبوله

(دعوت کے ثبوت اور قبول کرنے کا بیان)

الفصل الثاني في الهدايا

(ہدیہ دینے کا بیان)

باب الأشياء المحرمة وغيرها

الفصل الأول في المسكرات

(نشہ آور اشیاء کا بیان)

الفصل الثاني في الطيب

(خوشبو کا بیان)

الفصل الثالث في المأكولات وغيرها

(کھانے کی اشیاء وغیرہ کا بیان)

باب الانتفاع بالحيوانات

الفصل الأول في الطيور

(پرندوں کا بیان)

الفصل الثاني في المواشي

(مویشیوں کا بیان)

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اور اس کے مصرف کا بیان)

باب الرشوة

(رشوت کا بیان)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول في الكذب والنميمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

الفصل الثاني في الغيبة والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

الفصل الثالث في نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

الفصل الرابع في ترك الموالات

(قطعِ تعلق کا بیان)

الفصل الخامس في إيذاء المسلم

(مسلمان کواذیت پہنچانے کا بیان)

باب المعاصي والتوبة

(گناہ اورتوبہ کا بیان)

باب أحكام الزوجين

(میاں بیوی کے حقوق کا بیان)

فصل في الجماع و متعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)

باب حقوق الوالدين وغيرها

(والدین کے حقوق کا بیان)

باب السلام والقيام والمصافحة

الفصل الأول في السلام وإجابته

(سلام اوراس کے جواب کا بیان)

الفصل الثاني في المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

الفصل الثالث في القيام والتقبيل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

باب الترضي والترحم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

باب الحجاب

الفصل الأول في ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

فصل في مايتعلق بصوت المرأة

(عورت کی آواز کا بیان)

الفصل الثاني فيمن يجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)

الفصل الثالث في الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی، میل جول اور مس کا بیان)

الفصل الرابع في النظر إلى العورة وإفشائها
(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار
(قمیص اور شلوار کا بیان)

الفصل الثاني في لبس البنطلون والصُدرة وغيرهما
(پینٹ، کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

الفصل الثالث في العمامة والقلنسوة
(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

الفصل الرابع في لباس النساء
(عورتوں کے لباس کا بیان)

الفصل الثالث في الحلية للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

باب خصال الفطرة

الفصل الأول في اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

الفصل الثاني في الشعر

(بالوں کا بیان)

الفصل الثالث في تقليم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

الفصل الرابع في الختان

(ختنہ کا بیان)

باب الصورة والملاهي

الفصل الأول في الصورة

(تصویر کا بیان)

الفصل الثاني في الملهي والتلفزيون

(سینما اور ٹی وی کا بیان)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

باب الموالات مع الکفار والفسقة

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

الفصل الأول في الشركة في أعياد الكفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

الفصل الثالث في إعانة الكفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

باب مایتعلق بالجنّات

(جنّات کا بیان)

باب مایتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول في السحر

(سحر کا بیان)

الفصل الثاني في العوذة

(تعویذ کا بیان)

الفصل الثالث في العمليات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

باب الأشتات

کتاب الفرائض

الفصل الأول في التركة وتصرف الميت فيها

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

الفصل الثاني في مايتعلق بدين الميت وأمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

الفصل الثالث في وصية الميت وإقراره

(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

الفصل الرابع في ذوي الفروض

(ذوی الفروض کا بیان)

الفصل الخامس في استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدمِ استحقاق وراثت کا بیان)

الفصل السادس في موانع الإرث

(موانعِ ارث کا بیان)

الفصل السابع في التصرف في التركة

(ترکہ میں تصرف کا بیان)

الفصل الثامن في إرث المال الحرام

(مالِ حرام میں وراثت کا بیان)

باب المتفرقات



باب القرض

(قرض کا بیان)

قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا

سوال[۱۱۱۲۶]: جلال پور فیض آباد میں اکثر وعموماً مالی حیثیت سے پسماندہ بنکر (پارچہ باف)(۱) لوگ بستے ہیں، مال فروخت کرنے میں ان کو دشواری یہ ہوتی ہے کہ یہاں کوئی ایسی آڑھت (۲) نہیں، کہ جس کے ہاتھ نقد مال فروخت کرسکیں، اس لئے وہ مجبوراً کسی آڑھت پر ادھار مال فروخت کرتے ہیں۔

دوسری پریشانی یہ ہوتی ہے کہ انہیں نقد دام اگر نہیں ملتے، تو مال کی قیمت از سکہ رائج الوقت ملنا چاہیے، مگر مال کی جگہ سوت (۳) دیتے ہیں، بلکہ سوت ہی لینے پر مجبور کرتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ حسب مرضی ایک گھر دو گھر بازار کی قیمت سے بڑھا کر دیتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ معاملہ کے وقت مدت کا تعین نہیں ہوتا، خریدار کو اختیار ہوتا ہے اور اختیار اس کا خود وضعی ہوتا ہے، آڑھت والوں کا کہنا ہے کہ آمدنی کی کمی کی وجہ سے اپنے دو روپے سوت بڑھا کر دیتے ہیں، ٹال مٹول سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کاریگروں ہی کے روپیہ سے پھیر پھار (۴) کر کے گویا کمائی کرتا ہے، کاریگر بھی مذکورہ حالات کے پیش نظر ایک دو آنہ عام طور سے تیز دیتا ہے، لیکن یہ تیز وستا دینا تو معاملہ کے وقت ہی کی بات ہے، دونوں کے اعذار میں سے کس کا عذر کہاں تک قابل قبول ہے؟ نیز مذکورہ صورت کے پیش نظر آڑھت والوں کی کمائی

---

(۱) ''پارچہ باف: کپڑا بننے والا، جولاہا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''آڑھت: دکان یا کوٹھی جہاں سوداگروں کا مال کمیشن لے کر بیچا جاتا ہے، دلالی دستوری ایجنسی، کمیشن''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۷، فیروز سنز لاہور)

(۳) ''سوت: تاگا، دھاگا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۶۳، فیروز سنز لاہور)

(۴) ''پھیر پھار: ہیرا پھیری، الٹ پلٹ، پیچ، چال، فریب''۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۴۳، فیروز سنز لاہور)

مشتبہ تو نہیں؟ اور ایسی صورت میں کیا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کا دَین واجب الادا ہو اور ادا کرنے کے لئے پاس موجود ہو، پھر ٹال مٹول کرنا اور نہ دینا ظلم ہے(۱)، نیز نقد کے بجائے سوت لینے پر مجبور کرنا بھی ظلم ہے۔

"لي الواجد ظلم يحل عرضه" (الحديث) "أو كما قال عليه الصلوة والسلام"(۲).

اس کے باوجود جب صاحب حق مجبور ہو کر ہی سہی، اپنا حق بصورت سوت لینا منظور کر لیتا ہے اور لے لیتا ہے، تو مدیون بری ہو جاتا ہے اور اس کی آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا(۳)۔ حق تلفی یا ٹال مٹول کا مواخذہ

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: مطل الغني ظلم، وإذا أتبع أحدكم على ملي فليتبع". (جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في مطل الغني ظلم: ۱/۲۴۴، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصدقات، باب الحوالة، ص: ۱۷۴، قديمى)

(وسنن النسائي، كتاب البيوع، باب الحوالة: ۲/۲۳۳، قديمى)

(۲) (فتح الباري، كتاب الاستقراض، باب: لصاحب الحق مقال: ۵/۷۹، قديمى)

"ويذكر عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لي الواجد يحل عرضه وعقوبته" قال سفيان: عرضه يقول: مطلتني، وعقوبته: الحبس". (صحيح البخاري، كتاب الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال: ۱/۳۲۳، قديمى)

(وسنن النسائي، كتاب البيوع، مطل الغني: ۲/۲۳۲، ۲۳۳، قديمى)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصدقات، باب الحبس في الدين والملازمة، ص: ۱۷۵، قديمى)

(۳) "وجد دنانير مديونه وله عليه دراهم، له أن يأخذه لاتحادهما جنساً في الثمنية ...... قال الحموي في شرح الكنز نقلاً عن العلامة المقدسي، عن جده الأشقر، عن شرح القدوري للأخصب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق". (ردالمحتار، كتاب الحجر: ۶/۱۵۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحجر: ۴/۸۶، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب السرقة: ۷/۵۴۵۱، رشيديه)

ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹/۸۹ھ۔

قرض کی واپسی کے لئے اقساط مقرر کرنا

سوال [۱۱۱۲۷]: ۱..... زید بکر کو ۳۰/ ہزار روپے میں اپنا مکان قسط پر فروخت کرتا ہے اور ہر ہفتہ دو ہزار روپے ادا کرتا ہے، بعدہ ہر سال ایک ایک ہزار روپیہ ادا کرنے کا متعین کرتا ہے، تو یہ طریقہ شرعی درست ہے؟

۲..... میں یہ مخصوص شرط عائد کرنی ہوتی ہے کہ زید کی مماتی (۲) کے بعد زید کا کفن دفن اور قرضہ وغیرہ ان قسطوں میں سے ادا کر کے بقایا رقم میرے ورثاء، یعنی زید کے وارث داروں کو از روئے شریعت تقسیم کردی جائے اور زید کے ورثاء لوگ پاکستان میں رہتے ہیں اور وہاں پیسے حصہ دار کو پہونچانے کا یہاں کی گورنمنٹ کا قانون نہیں ہے، تو یہ نظام جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مکان کی مجموعی قیمت طرفین کی رضامندی سے مقرر ہوگئی اور اس کی ادائیگی کے لئے قسطیں طرفین نے منظور کرلی اور ان قسطوں میں کچھ تفاوت بھی رکھا کہ پہلی قسط اتنے روپے کی ہوگی، دوسری اتنے کی، تو شرعاً یہ طریقہ درست ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں (۳)، یہ شرط عائد کرنا بھی درست ہے کہ انتقال بائع کے بعد بقیہ قسطوں میں تجہیز وتکفین کر کے ورثاء پر تقسیم کردیں (۴)، پھر جو ورثاء دیگر ممالک میں ہیں، ان سے دریافت کرلیا

(۱) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۳۳

(۲) ''مماتی: موت، مرگ، مرنا، مرن''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۴۸، فیروز سنز لاہور)

(۳) ''وقد فسر بعض أهل العلم قالوا: بيعتين في بيعة أن يقول: أبيعک هذا الثوب بنقد بعشرة وبنسيئة بعشرين، ولا يفارقه على أحد البيعين، فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس إذا كانت العقد على واحد منهما''. (جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في النهي عن بيعتين في بيعة: ۱/۲۳۳، سعيد)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۹/۱۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) ''إما إن كان شرطاً يقتضيه العقد ومعناه أن يجب بالعقد من غير شرط فإنه لايوجب فساد العقد''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب العاشر في الشروط التي تفسد البيع والتي لاتفسده: ۳/۱۳۳، رشيديه) =

جائے کہ آپ کے روپے کو کیا کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۱۱/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۵/۱۱/ ۸۷ھ۔

حج کے لئے پراویڈنٹ فنڈ سے قرضہ لینا

سوال[۱۱۱۲۸]: کیا فرماتے ہیں سیدی ومولائی حضرت مفتی صاحب مدظلہ مسئلہ ذیل میں:

زید کسی فرم کا ملازم ہے، وہ عازم تبلیغ اور عازم حج بیت اللہ ہو کر ایک سال کے لئے حجاز مقدس کا سفر کرنا چاہتا ہے، زادِ سفر کے لئے اسے اپنے پرویڈنٹ فنڈ سے قرض لینا ہوگا، پرویڈنٹ فنڈ یا دیگر فنڈ سے قرض لینے کی شرط یہ ہے کہ وہ قرض یا تو مکان بنانے کے لئے یا لڑکی یا بہن کی شادی وغیرہ ہی کے نام پر مل سکتا ہے، اس کے بعد اس کی تنخواہ سے بینک کے سود کے ساتھ ہر ماہ رقم وضع ہوتی رہے گی، اب مسئلہ یہ ہے کہ:

الف..... پرویڈنٹ والے قرض سے زید کے مذکورہ بالا ہر دو مقاصد کی تکمیل میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں ہے؟

ب..... کیا شرط کے مطابق شادی یا مکان کا جھوٹا بہانہ بنا کر پرویڈنٹ فنڈ سے لیا ہوا قرضہ کا مذکورہ بالا مقاصد پر خرچ کیا جانا جائز ہے یا نہیں؟

فی الحال دوسرے سے قرض لے کر زید نے ٹکٹ بنالیا ہے اور پرویڈنٹ فنڈ والی رقم ہی سے اس قرضہ کی ادائیگی کا خواہاں ہے، براہِ کرم مذکورہ بالا احوال کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لے کر اپنی مدلل رائے عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اس سال بھر کی جدوجہد کے ذریعہ جنت میں مکان بنانا چاہتا ہے، جس کی ضرورت کا اس کو یہاں کے مکان کی ضرورت سے زیادہ احساس ہے، اس مقصد کے لئے اس کو روپیہ لینے کی زیادہ ضرورت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۷/ ۱۳۹۹ھ۔

= (وكذا في الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۸۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۴۰، رشيديه)

(۱) لہٰذا مذکورہ ضرورت کے لئے پرویڈنٹ فنڈ سے قرض لینے کی جائز تدبیر اختیار کر سکتا ہے۔

"﴿فقال إني سقيم﴾ (الصافات: ۸۹) وقال الضحاک: معنی "سقيم" سأسقم سقم الموت؛ =

ادائے قرض کے لئے میعاد مقرر کرنا

سوال[۱۱۱۲۹]: اس مسئلہ میں وضاحت فرمادیجئے کہ قرضہ کی میعاد مقرر کرنا وصول یابی کی ناجائز ہے؟ کیا قرضہ کا اور ادھار شیٔ کا وصول کرنا دونوں برابر ہیں؟ مجہول وغیرہ ہو تو کیا جائز ہے؟ جیسے کہ ہفتہ عشرہ میں دے دوں گا، ذرا اس کو تفصیل سے بیان کردیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرضہ کی میعاد وصول یابی کے لئے مقرر کرنے سے وہ میعاد لازم نہیں ہوتی ہے(۱)، بلکہ اس سے پہلے بھی مطالبہ کرنے کا حق رہتا ہے، شرعاً قرضہ تو یہ ہے کہ مثلاً: دس روپیہ لے اور وعدہ کیا کہ پندرہ روز میں واپس کردوں گا(۲)، اگر کوئی چیز خریدی اور شرط یہ کرلی کہ اس کی قیمت پندرہ روز میں دے گا، تو میعاد سے پہلے قیمت

= لأن من كتب عليه الموت يسقم في الغالب ثم يموت، وهذا تورية وتعريض، كما قال للملك لما سأله عن سارة: هي أختي". (أحكام القرآن للجصاص، الجزء الخامس عشر: ۸/۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"الكذب مباح لإحياء حقه، ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۷، سعيد)

(۱) "والسابع (القرض) فلا يلزم تأجيله". (الدرالمختار). "قوله: (فلا يلزم تأجيله) أي: أنه يصح تأجيله مع كونه غير لازم، فللمقرض الرجوع عنه، لكن قال في الهداية: فإن تأجيله لا يصح؛ لأنه إعارة وصلة في الابتداء، حتى يصح بلفظة الإعارة". (ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض والزيادة، مطلب في تأجيل الدين: ۵/۱۵۸، سعيد)

"قوله (وتأجيل كل دين إلا القرض) أي: صح؛ لأن الدين حقه فله أن يؤخره ..... وإنما لا يؤجل القرض لكونه إعارة وصلة في الابتداء، حتى يصح بلفظ الإعارة ..... فعلى اعتبار الابتداء لا يلزم التأجيل فيه كما في الإعارة إذ لا جبر في التبرع ..... ومرادهم من الصحة اللزوم، ومن عدم صحته في القرض عدم اللزوم". (البحر الرائق، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية: ۶/۲۰۲، رشيديه)

"وفي التجريد: لو أقرض مؤجلاً أو شرط التأجيل بعد القرض فالأجل باطل والمال حال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب التاسع عشر في القرض والاستقراض والاستصناع: ۳/۲۰۳، رشيديه)

(۲) "(هو) لغة: ما تعطيه لتتقاضاه، وشرعاً: ما تعطيه من مثلي لتتقاضاه". (الدرالمختار، كتاب البيوع،=

دینے پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں (١)، یہ قیمت شرعاً دین ہے (٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ٤/٧/٨٥ھ۔

قرض کو بیوی کے رخصت نہ کرنے کی وجہ سے روکنا

سوال [١١١٣٠]: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، بہت دن تک زید کے متعلقین اور ہندہ کے متعلقین کے درمیان تعلقات استوار رہے، پھر بعض وجوہ سے دونوں کے متعلقین کے درمیان کچھ شکر رنجی (٣) ہوگئی، اس اثناء میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اب اگر ہندہ اپنے میکے میں گئی، تو میکے والے اس کو پھر رخصت نہ کریں گے، اس بات کے معلوم ہونے کے بعد بار بار ہندہ کے میکے والے آتے رہے، مگر زید کے متعلقین ہندہ کو رخصت کرنے پر تیار نہ ہوئے، بالآخر ہندہ کے میکے والوں کی طرف سے ایک آدمی نمائندہ بن کر آئے اور انہوں نے کہا

= فصل في القرض: ٥/ ١٦١، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع، فصل في القرض: ٣/ ١٠٤، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في قواعد الفقه، القاف، ص: ٤٢٧، الصدف پبلشرز)

(١) "(ولزم تأجيل كل دين) إن قبل المديون". (الدرالمختار). "(قوله: ولزم تأجيل كل دين) الدين ما وجب في الذمة بعقد أو استهلاك". (ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض والزيادة: ٥/ ١٥٧، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب المرابحة والتولية: ٦/ ٢٠٢، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب التولية: ٤/ ٤٤٥، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) "الدين: بالفتح عبارة عن مال حكمي في الذمة ببيع أو استهلاك وغيرهما كذا في الأشباه". (قواعد الفقه، الدال، ص: ٢٩٦، الصدف پبلشرز)

"الدين: ما وجب في الذمة بعقد أو استهلاك". (ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع والثمن الخ، مطلب: في تأجيل الدين: ٥/ ١٥٧، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع الخ: ٣/ ١٠٣، دار المعرفة بيروت)

(٣) "شکر رنجی: معمولی سی رنجش"۔ (فیروز اللغات، ص: ٨٩٣، فیروز سنز لاہور)

کہ میں اس کے رخصت کرانے کی ذمہ داری لیتا ہوں، آپ لوگ اس کو جانے دیجئے، زید کی طرف کے نمائندے نے کہا، کہ آپ ضمانت دیں تو میں رخصت کرادوں اور وہ ضمانت یہ ہے کہ آپ کا (نمائندہ ہندہ کا) سلسلۂ کاروبار میرے (نمائندہ زید) کے ذمہ باقی ہے، اس کو ضمانت میں دیجئے یعنی آپ اور جا کر پھر رخصت نہ کرائیں گے، تو میں آپ کو روپیہ نہ دوں گا، انہوں نے اس ضمانت کو منظور کرلیا اور رخصت کروا کر لے گئے، مگر وہی ہوا، جس کا خدشہ تھا کہ پھر رخصت نہ کرا سکے اور اب طلاق کا مطالبہ کررہے ہیں، دریافت ہے کہ جو روپیہ انہوں نے ضمانت دینا منظور کیا تھا، اس کا روک لینا، یعنی اس کو نہ دینا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بظاہر تو یہ ضمانت ہے، لیکن یہ حقیقۃً ابراء عن الدین ہے، جس کو معلق بالشرط کیا گیا ہے، ابراء کو معلق بالشرط کرنا صحیح نہیں۔

"كما لا يصح تعليق الإبراء عن الدين بشرط محض كقوله لمديونه إذا جاء غد، أو إن مت بفتح التاء، فأنت بريء من الدين، أو إن مت من مرضك هذا، أو إن مت من مرضي هذا فأنت في حل من مهر، فهو باطل؛ لأنه مخاطرة وتعليق اهـ" درمختار (۱).

جو روپیہ بطور دین پہلے سے واجب الادا ہے، رخصت نہ کرانے کی وجہ سے اس کو روکنا جائز

(۱) (الدر المختار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة: ۵/۷۰۷، سعيد)

"قوله: (والإبراء عن الدين) قال العيني: بأن قيل: أبرأتك عن ديني على أن تخدمني شهراً أو إن قدم فلان اهـ، وقال بعضهم: صورة فساد الإبراء عن الدين بالشرط الفاسد، بأن قال لمديونه: أبرأت ذمتك عن ديني بشرط أن لي الخيار في رد الإبراء في أي وقت شئت، وصورة تعليقه بالشرط: بأن قال لمديونه أو كفيله إذا أديت كذا أو متى أديت أو إن أديت إلي خمسمائة، فأنت بريء عن الباقي فهو باطل ولا يبرأ، وإن أدى إليه خمسمائة سواء، ذكر لفظ الصلح أو لم يذكر؛ لأنه صرح بالتعليق فيبطل به" (تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب المتفرقات ۴/۵۴۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، فصل: ۷/۵۰۳، ۵۰۴، رشيديه)

نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۵ھ۔

قرض خواہ کا مقروض کو رسوا کرنا

سوال[۱۱۱۳۱]: زید نے اپنے لڑکے کی شادی میں بکر سے کچھ قرضہ اور غلہ وغیرہ قرض لیا، شادی کے بعد زید کسی مجبوری کی وجہ سے قرضۂ غلہ ادا نہ کر سکا، بکر نے ادھر ادھر رسوا کرنا شروع کر دیا، برادری اور غیر برادری ہر جگہ پر رسوا کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ تقریب اور شادی میں بھی بدنام کیا اور بے ایمان اور خدا جانے کیا کیا کہا، زید بہت شرمندہ ہوا اور پریشان ہوا کہ اب وہ قرضہ اور غلہ وغیرہ کچھ نہیں دیتا اور کہتا ہے ہماری عزت گئی اور رسوائی ہوئی اور بے ایمان ہیں تو کچھ نہیں دیں گے، عزت بھی کوئی چیز ہے، ہماری بدنامی و بے عزتی ہوئی، عزت گئی اور قرضہ گیا۔ اس میں حضرت کا کیا حکم ہے؟ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اللہ تعالیٰ کے یہاں ضرور معاملہ ہوگا، بکر کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا حق تھا اور ہے(۲)۔ زید کے ذمہ لازم ہے، قرض ادا کرے، یا معاف کرائے، ورنہ سخت پکڑ ہوگی اور دنیا میں بھی اس کے ترکہ سے وصول کرنے کا حق ہوگا(۳)، بکر نے اگر اپنا قرض وصول کرنے میں حدودِ شرع سے تجاوز کیا ہے یعنی ذلیل کیا ہے، تو اس کا ذمہ

---

(۱) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۲) "إن الديون تقضى بأمثالها على معنى أن المقبوض مضمون على القابض؛ لأن قبضه بنفسه على وجه التملك، ولرب الدين على المديون مثله، فالتقى الدينان قصاصاً". (ردالمحتار، كتاب الأيمان، مطلب الديون تقضى بأمثالها: ۸۴۸/۳، سعيد)

"إن الواجب في باب القرض رد مثل المقبوض". (بدائع الصنائع، كتاب القرض: ۵۱۸/۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل: ۲۲۳/۴، رشيديه)

(۳) "إن علم الوارث دين مورثه، والدين غصب، أو غيره فعليه أن يقضيه من التركة، وإن لم يقض فهو مؤاخذ به في الآخرة". (ردالمحتار، كتاب اللقطة، مطلب فيمن مات عليه ديون: ۲۸۳/۴، سعيد) =

دار وہ خود ہوگا (۱)، مگر اس کی وجہ سے قرضہ معاف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۹/۱/۸۹ھ۔



= (وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ٦/٧٠٢، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب اللقطة: ٢/٥٠٠، دارالمعرفة بيروت)

(١) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: صعد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "المنبر، فنادى بصوت رفيع، قال: "يا معشر من أسلم بلسانه، ولم يفض الإيمان إلى قلبه! لا تؤذوا المسلمين، ولا تعيروهم، ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من يتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته يفضحه، ولو في جوف رحله" رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر: ٢/٢٢٤، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لما عرج بي ربي مررت بقوم لهم أظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم. فقلت: من هؤلاء ياجبريل؟ قال: هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس، ويقعون في أعراضهم". رواه أبوداود. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر: ٢/٢٢٤، دارالكتب العلمية بيروت)

باب القمار

(جوئے کا بیان)

بلاتعین قیمت قسطوں پر سامان بیچنا

سوال[۱۱۱۳۲]: ہم نے اقساط پر گھڑیوں کی دکان کھولی ہے، جس میں سو افراد طے کئے ہیں اور ہر فرد روزمرہ دو روپیہ داخل کرے اور اس گھڑی کی قیمت ایک سو اسی روپے ہے، خواہ وہ اقساط سے خریدے یا ایک وقت قیمت دے کر خریدے اور ہم نے اس کی مدت تین ماہ مقرر کر رکھی ہے، جس میں ہم روز ضرور اس سے دو روپیہ وصول کرتے ہیں اور پندرہویں دن کے بعد قرع اندازی کرتے ہیں اور جس کا بھی نام نکلے گا، اس کو وہ گھڑی دی جاتی ہے اور اس شخص کے پیسے پھر نہیں لئے جاتے، اسی طرح پورے تین ماہ کے عرصہ میں پانچ مرتبہ قرع اندازی کی جاتی ہے، پہلے قرع میں جو گھڑی ملے گی، وہ تیس روپے میں اور اخیر میں جو گھڑی نکلے گی، وہ ڈیڑھ سو روپے میں پڑتی ہے اور چھٹی مرتبہ جو قرع ہوگا، اس میں باقی افراد کو ایک سو اسی میں دی جاتی ہے، اس کے بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صورت ایک قسم کا قمار (جوا) ہے(۱) اور گھڑی کی قیمت مجہول ہے، نہیں معلوم کس کی گھڑی کی قیمت

---

(۱) "لأن القمار من القمر الذي يزداد تارة، وينقص أخرى، وسمي القمار قماراً؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص".

(ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۳/۶، سعيد)

"ثم عرفوه بأنه تعليق الملك على الخطر، والمال من الجانبين". (التعريفات الفقهية، حرف القاف، ص: ۴۳۴، مير محمد كتب خانه كراچى)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، المائدة: ۹۰: ۴۶۵/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

کتنی ہوگی، اس لئے شرعاً یہ معاملہ درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۱۳۹۹ھ۔

جانبین سے شرط لگانے کا حکم

سوال[۱۱۱۳۳]: ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم سے فرمایا کہ اگر میری بات سچی نکلی تو تم مجھے پیٹ بھر کر مٹھائی کھلانا اور تمہاری بات سچی نکلی تو میں پیٹ بھر کر مٹھائی کھلاؤں گا، اس طرح یہ شرط دونوں کے درمیان لگی، اتفاق سے ایک کی بات صحیح نکلی، تو کیا دوسرے طالب علم پر پیٹ بھر مٹھائی کھلانا ضروری ہے؟

نوٹ: جس طالب علم کی بات صحیح نکلی ہے، اس طالب علم کو پکا یقین تھا کہ میری بات صحیح نکلے گی، کیونکہ وہ ایک مرتبہ دیکھ چکا تھا تو ایسی صورت میں ان صاحب پر مٹھائی واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس شرط کا معاملہ شرعاً درست نہیں اور اس صورت میں مٹھائی کھلانا واجب نہیں۔ كما في ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "يشترط أن يكون المبيع معلوماً عند المشتري؛ لأن بيع المجهول فاسد". (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۹۷، رقم المادة: ۲۰۰، مكتبه حنفيه كوئته)

"يلزم أن يكون الثمن معلوماً، فلو جهل الثمن فسد البيع". (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۱۳۲، رقم المادة: ۲۳۸، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع: ۵۲۹/۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع: ۴۵۶/۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب البيوع: ۲۸۰/۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(حرم لو شرط فيها من الجانبين؛ لأنه يصير قماراً) بأن يقول: إن سبق فرسك فلك علي كذا، وإن سبق فرسي فلي عليك كذا". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۳/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة: ۳۲۴/۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲۱۶/۴، مكتبه غفاريه كوئته)

کتاب الدعویٰ والتحکیم

باب الدعویٰ

(دعویٰ کا بیان)

خرچۂ مقدمہ کس کے ذمہ ہے؟

سوال[۱۱۱۴۴]: ایک مقدمہ ۱۹/ مارچ ۱۹۵۰ء کو جوڈیشل افسر اعظم گڑھ کے اجلاس میں شروع ہوا، ۱۶/ جولائی ۱۹۵۴ء کو ختم ہوا، زید رشتہ میں بکر کا بھتیجہ ہے، زید نے ابتدائی مقدمہ دو تین بار علی الحساب خرچ دیا، مگر آئندہ روئیداد مقدمہ سے اندازہ ہزیمت تصور کر کے اخراجات کا جب زید سے مطالبہ کیا تو زید خاموش رہا اور کسی طرح کی دل چسپی نہیں لی، بکر مجبور ہوا اور مکمل پیروی واخراجات کرتا رہا، بالآخر ۱۶/ جولائی ۱۹۵۴ء کو مقدمہ نامکمل فیصل بکر کو اس فیصلہ سے تسلی نہیں ہوئی۔

۱۱/ اگست ۱۹۵۴ء میں بکر نے بحیثیت مدعی دعویٰ نمبر ۱۱۴۰، ۵۴ء بعدالت منصفی محمد آباد گوہنہ اعظم گڑھ میں داخل کیا اور زید کو بھی مشورہ دیا کہ مقدمہ میں کافی نقص ہے، لہٰذا تم ساتھ دو، تاکہ اس کو لڑ کر صاف کر لیا جائے، مگر زید نے کوئی جواب نہیں دیا اور نہ خرچہ دیا، بکر نے پوری جانفشانی سے ہرجہ خرچہ کر کے مقدمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، بفضلہ تعالیٰ مقدمہ بھی فیصل ہوگیا۔

فریقِ مخالف نے بخلافِ فیصلہ اپیل بعدالت جج اعظم گڑھ داخل کر دیا۔ جس کی پیروی بکر نے تنہا ہرجہ خرچہ کے ساتھ کی، اپیل بھی مورخہ ۳۰/ اپریل ۱۹۵۸ء کو بحق بکر فیصلہ ہوئی، اب آج زید جائیداد بقدر حصہ طلب کر رہا ہے، بکر کا مقدمات میں خرچ بتیس سو اکاون روپے نو آنہ ہو چکا ہے، علاوہ بریں ہرجہ اتنے دنوں کا کس حد تک تعین کیا جائے، نیز جائیداد و مالیت ۵۱ء سے آج ۸۷ء تک چار گنا بڑھ گئی ہے، زید کا مطالبہ کس حد

سے متعین ہوا؟

واضح ہو یہ کاغذات کے اندراجات ومقدمات کے تکملہ میں ابتداء سے لے کر انتہا تک زید یا زید کے باپ کا وجود نہیں، اس لئے فیصلہ مقدمات میں ان کے حقوق کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے، لہٰذا ایسی صورت اس مسئلہ میں مندرجہ بالا وجوہ کی روشنی میں شرعی حیثیت واضح فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ جائیداد بکر کی خود بذریعہ بیع وغیرہ حاصل کردہ نہیں، بلکہ بطور میراث والد سے ملی ہے اور والد بکر کے انتقال کے وقت بکر کے بھائی (زید کے بھائی) بھی زندہ تھے، تو یہ دونوں بھائی (بکر اور والد زید) اس جائیداد میں برابر کے شریک ہیں (۱)، اگر کوئی مقدمہ نہ ہوا اور اس میں چچا بھتیجے نے کوئی معاملہ طے کیا کہ مقدمہ لڑ کر جائیداد حاصل کی جائے، اس میں جو کچھ خرچ ہوگا، وہ ہر شریک پر بقدر حصہ آئے گا۔ تب وہ خرچہ دونوں پر بقدر حصہ لازم ہوگا (۲)۔ اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ابتداء میں تو دونوں نے خرچ کیا اور بھتیجے کو اندازہ ہوگیا کہ کامیابی

---

(۱) "وهم كل من ليس له سهم مقدر ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض ،وإذا انفرد أخذ جميع المال كذا في الاختيار شرح المختار ...... وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده ...... وإذا اجتمع جماعة من العصبة في درجة واحدة يقسم المال عليهم باعتبار أبدانهم لا باعتبار أصولهم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات: ۶/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية السراجي للعلامة كيرانوي رحمه الله تعالىٰ ، باب العصبات، ص: ۳۸، مكتبه البشرى)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۸۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (الاسراء: ۳۴)

"﴿أوفوا بالعهد﴾ ما عاهدتم الله تعالىٰ عليه من التزام تكاليفه، وما عاهدتم عليه غيركم من العباد، ويدخل في ذلك العقود ...... وقد جاء عن علي كرم الله وجهه أنه عد من الكبائر نكث الصفقة، أي: الغدر بالمعاهد، بل صرح شيخ الإسلام العلائي: بأنه جاء في الحديث عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه سماه كبيرة". (روح المعاني: ۱۵/۷۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"﴿أوفوا بالعهد﴾ أي: الذي تعاهدون عليه الناس، والعقود التي تعاملونهم بها، فإن العهد والعقد كل منهما يسأل صاحبه عنه". (تفسير ابن كثير، الإسراء: ۳۴: ۳/۵۶، مكتبه دارالسلام)

نہیں ہوگی، اس لئے مایوس ہوکر خرچ نہیں دیا، مگر چچا نے اپنے پاس سے خرچ کیا، تو ضابطہ میں چچا کو وہ زائد خرچہ بھتیجہ سے وصول کرنے کا حق نہیں۔

لیکن جب بھتیجہ کو جائیداد بھی مل رہی ہے اور وہ بذریعہ مقدمہ روپیہ خرچ کرکے حاصل کی گئی ہے، تو اس کو خود خیال چاہیے کہ اگر چچا مقدمہ نہ لڑتے تو سب جائیداد ہاتھ سے نکل جاتی، اگر وہ صرف اپنے حصہ کے بقدر جائیداد کے لئے مقدمہ کرتے تو ان کا حصہ ان کو مل جاتا اور بھتیجہ کا حصہ نہ ملتا، اس لئے اس کو چاہیے کہ اپنے حصے کے بعد خرچ شدہ روپیہ میں شریک ہوکر، یعنی اتنا روپیہ چچا کو دے دے اور چچا بھتیجہ کے حصہ کی جائیداد بھتیجہ کو دے دیں (۱)۔

اگرچہ یہ جائیداد میراث میں نہیں ملی، بلکہ بکر نے خود حاصل کی ہے، اس میں زید کا کچھ روپیہ خرچ نہیں ہوا، لیکن مقدمہ میں زید نے بطور چچا کی امداد کے روپیہ دیا ہے، پھر بعد میں نہیں دیا، تو ضابطہ میں اب چچا سے جائیداد کا حصہ مانگنے کا حق نہیں، لیکن بکر کو خود چاہیے کہ زید کے احسان واعانت کے عوض یا تو اس کو خرچ شدہ روپیہ دے دے یا کچھ جائیداد دے دے، یہ بات محض اخلاق کے طور پر ہے، قانون ضابطہ کے ماتحت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۳/۲۵ھ۔

قاضی کو ایک فریق پر اختیار حاصل نہ ہونا

سوال[۱۱۱۳۵]: کسی ایسے قضیہ میں کہ جس کے دوفریق ہونے کی وجہ سے ایک پر قاضی عدالت

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ (الرحمن: ۲۰)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحسن كما أحسن اللہ إليک﴾ (القصص: ۷۷)

"﴿وأحسن) إلى عباد اللہ عزوجل: ﴿كما أحسن اللہ إليک﴾ أي: مثل إحسانه تعالیٰ إليک فيما أنعم به عليک، والتشبيه في مطلق الإحسان أو لأجل إحسانه سبحانه إليک على أن الكاف للتعليل". (تفسير روح المعاني، القصص: ۷۷: ۲۰/۱۳۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، القصص: ۷۷: ۵۲۹/۳، دارالسلام رياض)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

کو اپنے فیصلۂ منفذہ کے لئے اختیار نفاذ حاصل ہو اور دوسرے فریق پر اختیار نفاذ حاصل نہ ہو، قاضی عدالت قضیہ مندرجہ بالا میں فیصلہ صادر فرمانے کے مجاز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قاضی اگر شرعی قاضی ہے، تو ایک فریق پر حکم نافذ ہونے کی قدرت ہونا اور دوسرے فریق پر قدرت نہ ہونا یہ کیسے ہوگا، اس کو واضح کریں یا قاضی شرعی قاضی نہیں، جس کے پاس قوت منفذہ ہو، بلکہ ایک فریق نے اس کو قاضی بنایا ہے، دوسرے نے نہیں بنایا تو وہ شرعی قاضی کہاں ہوا، اس کو حَکَم کی صورت دی جاسکتی ہے، وہ بھی جب کہ فریقین متفق ہوں، ورنہ اس کی حیثیت حَکَم کی بھی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مقدمہ کے خلاف اپیل کے لئے تین ماہ کی تحدید ہے؟

سوال[۱۱۱۳۶]: حضور مجھ پر دارالقضاء میں مقدمہ کیا گیا تھا، میں مقدمہ میں مدعا علیہ کی حیثیت سے تھا، قاضی شریعت صاحب نے مقدمہ کا فیصلہ بھی کردیا، فیصلہ کئے ہوئے قریب ایک سال کی مدت ہورہی ہے، میں نے اس فیصلہ کو شریعت کے جاننے والوں کو دکھلایا، لہٰذا اس میں شرعی خامیاں موجود ہیں۔

---

(۱) "وأما في الاصطلاح: فهو تولية الخصمين حاكماً، يحكم بينهما". (البحر الرائق، كتاب الحوالة، باب التحكيم: ۷/۴۱، رشيديه)

"من حيث أن حكم هذا الحكم: إنما ينفذ في حق الخصمين، ومن رضي بحكمه، ولا يتعدى إلى من لم يرض بحكمه، بخلاف القاضي المولى". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب أدب القاضي، الباب الرابع والعشرون في التحكيم: ۳/۳۹۷، رشيديه)

"فإن القاضي يقضي فيما لايقضي المحكم، لاقتصار حكمه على من رضي بحكمه، وعموم ولاية القاضي". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۳/۲۰۶، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم، كتاب القضاء، الباب الرابع في المسائل المتعلقة بالتحكيم: ۲/۱۱۹۳، رقم المادة: ۱۸۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

اب میں امیر شریعت مدظلہ کے یہاں اپیل کرنا چاہتا ہوں، اسی دوران ایک مولوی نے مجھے کہا کہ امیر شریعت کے یہاں اپیل تین ماہ کے اندر کیا جاسکتا ہے، لیکن تمہارا فیصلہ کئے ہوئے ایک سال کی مدت گزر رہی ہے، اس لئے اب تمہاری اپیل بالکل نہیں لی جائے گی۔

حضور میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا اپیل کرنے کی مدت صرف تین ہی مہینہ کے اندر ہے؟ کیا اب ہماری اپیل پر سماعت دوبارہ امیر شریعت مدظلہ کے آفس میں نہ ہوگی؟ اگر ہوگی، تو صاف لکھیں کہ اپیل شرعاً کر سکتے ہیں یا اگر شریعت نے منع کیا ہے، صرف تین ماہ کا ہی وقت دیا ہے، تو لکھیں:

۱..... قرآن میں کہاں ہے، کہ صرف تین ماہ کے اندر ہی اپیل کی جائے گی؟

۲..... اس کے متعلق حدیث ہو تو بیان کریں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف تین ماہ ہی اپیل کا وقت دیا ہے؟

۳..... ائمہ اربعہ نے کہاں لکھا ہے کہ صرف تین ماہ کے اندر ہی اپیل کی جائے گی؟

۴..... یا پھر کہاں اجماع کیا گیا ہے کہ تین ماہ کے اندر ہی اپیل کی جائے گی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اپیل امیر شریعت مدظلہ کے یہاں ہی کرنا ہے، تو آپ مقدمہ اور فیصلہ کے کاغذات وہاں داخل کردیں، اگر وہاں سے یہ جواب ملے کہ اپیل صرف تین ماہ کے اندر میں ممکن ہے، بعد میں نہیں تب اپنے مذکورہ سوالات ان سے ہی کریں اور جوابات مع دلائل لے کر قلب کو منور کریں، یہ طریقہ کہ مقدمہ کسی صاحب سے فیصل کرایا، اپیل کا ارادہ امیر شریعت مدظلہ کے یہاں کیا، یہ بات کس مولوی نے بتائی کہ وہاں اپیل تین ماہ کے بعد نہیں؟ اس کے دلائل کے لئے یہاں خط تحریر فرمادیا، یہ ہرگز مناسب نہیں، اس سے سکون میسر ہونا دشوار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

دارالقضاء کا قیام، ایک قاضی کے ہوتے ہوئے دوسرے کا تقرر کرنا

سوال [۱۱۱۳۷]: خداتعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله

والرسول ﷺ(۱) میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے خصومات کا فیصلہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق کرائیں، مگر بعض مخصوص مسائل مثلاً: خیار بلوغ، حرمت مصاہرت وغیرہ ایسے ہیں، جن کا فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق قاضی شریعت سے کرنا شرط ہے، اس لئے ان مخصوص خصومات کا فیصلہ قاضی کے علاوہ کوئی دوسرا کرے گا تو وہ فیصلہ شرعاً معتبر اور نافذ نہ ہوگا۔

ہم مانتے ہیں کہ قاضی سے مراد مسلم جج ہے، لیکن ہندوستان میں حکومت کی قائم کردہ عدالتوں میں اولاً مسلم جج خال خال ہی ہوتا ہے، یا کم از کم ہر دیار ہر زمانہ میں مسلمان عموماً نہیں ملتے، اس لحاظ سے پبلک طور پر قاضی اور دار القضاء قائم کرنا نہ صرف یہ کہ ایک دینی خدمت ہے، بلکہ بسا اوقات ضروری بھی ہے، اس بنیاد پر سوال یہ ہے کہ دار القضاء کا قیام اور قاضی کا تقرر کیسے عمل میں آئے گا، شرعاً کیا طریقہ ہوگا؟

مغلیہ دور میں مغل بادشاہوں کی طرف سے ہر قسم کے فیصل خصومات کے لئے قاضی شریعت مقرر ہوتے تھے، ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد محکمہ قضاء توڑ دیا گیا، پھر بھی مسلم جج عدالتوں میں ہوا کرتے تھے، آہستہ آہستہ عدالتوں میں مسلم جج کم ہوتے گئے، بالآخر آج سے پچاس سال قبل اس وقت کے چوٹی کے علماء کرام نے بالخصوص ان مقدمات کے فیصلہ کے لئے جن کا فیصلہ شرعاً معتبر ہونے کے لئے قضاء قاضی شرط ہے، قیام دار القضاء کی ضرورت شدت سے محسوس کی، مگر حالات کی مجبوری کے تحت پورے ہندوستان میں قاضی شریعت اور محکمۂ قضاء قائم نہ کر سکے۔

تاہم اولاً صوبہ بہار میں محکمۂ قضاء قائم کرنا تجویز پایا، اس کے لئے اس وقت اصحاب الرائے ملت اور علماء کرام نے متفقہ طور پر امارت شرعیہ بہار کی بنیاد رکھی، ضروری صفات کے ساتھ متصف ایک شخص کو اپنا امیر شریعت منتخب کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، جس پر امیر شریعت کو ادارہ امارت شرعیہ کا سربراہ تسلیم کیا، پھر منتخب امیر شریعت نے اولاً امارت شرعیہ کے مختلف شعبوں میں ایک شعبہ دار القضاء اور اس کے سربراہ کو قاضی شریعت نامزد کیا، تو کیا قاضی کے تقرر میں پہلے رائے عامہ میں سے کسی ایک کو امیر یا والی منتخب کرنا شرعاً ضروری تھا؟ پھر والی یا امیر شخصی طور پر کسی کو قاضی مقرر کرے گا؟

آج سے ۱۵، ۲۰ سال قبل موجودہ امیر شریعت رابع نے دار القضاء کی توسیع فرمائی، چنانچہ اس وقت

(۱) (النساء: ۵۹)

ماشاء اللہ بہار کے مختلف اضلاع میں ۱۵/ دار القضاء موجود ہیں، موجودہ امیر شریعت نے ذیلی دار القضاء کے لئے حسب ذیل چند باتیں ضروری قرار دیں:

۱- ہونے والے قاضی کے لئے ٹریننگ۔

۲- قیام دار القضاء کے موقع پر اطراف وجوار کے متعدد علماء ومعززین کا اجتماع۔

۳- اسی اجتماع میں سند قضاء دے کر قاضی کا اعلان کرنا۔

۴- تمام ذیلی دار القضاء کے لئے مرکزی دار القضاء کے تحت رہنا، تاکہ بوقت ضرورت فریقین میں سے کوئی بھی مرافعہ کر سکے۔

۵- ہر ایک قاضی کے لئے حدود دار القضاء مقرر کرنا، تاکہ کسی امیر کا کوئی مدعی، مدعا علیہ دوسرے امیر کے پاس مدعی بن کر دعوی پیش نہ کر سکے۔

۶- ان تمام پابندیوں اور سند قضا دینے کے باوجود اکثر وبیشتر قاضی کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ مقدمات اور خصومات کی ضروری کارروائی مکمل کر کے اپنی رپورٹ کے ساتھ مرکزی دار القضاء کو بھیج دے، اس کا فیصلہ صرف مرکز کرے گا۔

ان تمام پابندیوں کے ساتھ اسی کٹیہار میں ایک دار القضاء امارت شرعیہ بہار دس سال سے قائم ہے، تو کیا کسی بھی قیام دار القضاء کے لئے علاوہ امیر یا والی ہونے کی یہ مذکورہ پابندی بھی شرعی لازم ہیں؟ کٹیہار بہار ایک ضلع ہے، یہاں سے بنگال کی سرحد ۲۰، ۲۵ میل پر واقع ہے، اسی کٹیہار میں ایک مدرسہ ۴۰ سال سے دار العلوم لطیفی ہے۔ اب تک مدرسہ میں دوسرے مدارس کی طرح صرف تعلیم اور افتاء کا کام ہوتا آیا ہے، باوجود ۸، ۱۰ سال سے ہاں دار القضاء امارت شرعیہ بہار کی جملہ پابندیوں کے ساتھ قائم ہے۔

دار العلوم لطیفی کے ناظم صاحب نے دار القضاء امارت شرعیہ کے مقابل دوسرا دار القضاء محکمۂ شرعیہ کے نام سے قائم کیا ہے اور ایک مدرس کو محکمہ شرعیہ کا ذمہ دار قاضی نامزد کیا ہے، قاضی انہیں مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں، جن میں قضاء قاضی شرط ہے، ناظم صاحب نے ان کے لئے حدود واختیار کچھ مقرر نہیں کیا، اس لئے یہ بہار بنگال دونوں کے مقدمات لیتے ہیں، ناظم صاحب مدرسہ کے ناظم ہیں اور رائے عامہ کے ذریعہ منتخب امیر ہے نہ والی۔ اندریں صورت:

۱..... منتخب امیر یا والی کے بجائے کسی ناظم مدرسہ کا قائم کردہ محکمہ شرعیہ شرعاً جائز ہے؟

۲..... منتخب امیر یا والی کے قائم کردہ دارالقضاء کے مقابل میں دوسرا محکمہ شرعاً جائز ہوا یا نہیں؟

۳..... ایسے قاضی محکمہ شرعیہ کا نکاح فسخ کردہ لڑکی نے دوسرے سے نکاح کرلیا، تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

۴..... کسی ایک مقام میں بیک وقت دو دارالقضاء شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۵..... اگر محکمہ شرعیہ بنگال کے لئے قائم کیا جائے، اس کا دفتر کٹیہار بہار میں قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۶..... نیز بہار کے مقدمہ محکمہ شرعیہ کے قائم کردہ برائے بنگال میں لے جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ فقط واللہ اعلم۔

عبدالرزاق غفرلہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

قاضی کے لئے سلطان کی طرف سے منتخب ہونا ضروری ہے(۱)، سلطان کا منشور اس کے لئے ہدایت نامہ ہوگا اور اسی وجہ سے اس کو قوۃ منفذہ حاصل ہوگی، تاکہ وہ قاضی کے فیصلہ سے انحراف نہ کرسکے، انحراف کرنے پر مستحق تعزیر قرار دیا جائے، یہ صورت اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے یہاں نہ اب موجود ہے، نہ پچاس یا ساٹھ سال پہلے تھی، زعمائے ملت نے انگریز کے شر اقتدار سے نکالنے کے لئے امارات شرعیہ قائم کی تھی کہ اہل اسلام اپنے مقدمات انگریز کی عدالت میں نہ لے جائیں اور فسخ نکاح کے مقدمات امارات شرعیہ میں لائیں اور شرعی فیصلہ حاصل کریں۔

---

(۱) "ولايملك نصب القضاة، وعزلهم إلا السلطان، أو من أذن له السلطان؛ إذ هو صاحب الولاية العظمى فلا يستفاد القضاء والعزل إلا منه، والله أعلم". (الفتاوى الخيرية على هامش تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب أدب القاضي ومطالبه: ۲/۷، إمداديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب القضاء والشهادات والدعاوي: ۲/۲۳۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في جامع الفصولين، الفصل الأول في القضاء الخ: ۱/۱۸، اسلامی کتب خانه کراچی)

توقع تھی کہ اس ادارہ کو آئندہ چل کر استحکام ہوگا اور صوبے وار ایسے ادارے قائم کر کے ان کا ایک مرکز بنالیا جائے گا اور انگریز کا کلیۃً مقاطعہ کر دیا جائے گا، جس سے اس کا اقتدار ختم ہو کر مرکز کو اقتدار ہو جائے گا، پھر وہ مرکز قوۃ قاہرہ حاصل کر لے گا اور مستقلاً اسلامی حکومت کی صورت پیدا ہو جائے گی، تو یہ ایک ابتدائی تشکیل تھی، اس کو فی الجملہ ترقی تو ضرور ہوئی، مگر خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی، مجبوراً ایسے مسائل میں کہ جن میں قضاء قاضی ضروری ہے، مالکیہ کا مسلک اختیار کرنا پڑا (۱)، تاکہ معاصی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو حتی الوسع روکا جائے، کیونکہ معاصی اپنے حد سے تجاوز ہو کر الحاد اور ارتداد تک پہنچ رہے تھے، مالکیہ کے یہاں شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین (پنچایت یا شرعی کمیٹی) فسخ نکاح وغیرہ میں قاضی کا کام دے سکتی ہے (۲)۔

کہیں کہیں ایسی ہی پنچایت ہیں، کسی ایک کو قاضی تجویز کرلیا جاتا ہے، جب کہ مقدمہ کی پوری کارروائی میں شرعی کمیٹی میں جملہ ارکان کا حاضر ہونا دشوار ہو، ایسے قاضی کے لئے نہ کسی مرکز کی حاجت ہے، نہ تمام مسلمین کا اتفاق ضروری ہے، بلکہ ارکان کمیٹی کا قاضی تجویز کر لینا کافی ہے (۳)، جو لوگ اپنا مقدمہ فیصلہ کروانا چاہیں، ان کو اختیار ہے، اس قاضی کے لئے کچھ حدود کی تعیین بھی لازم نہیں، جہاں کے آدمی بھی اپنا مقدمہ لے کر آئیں، شرعی قانون کے تحت اس کو فیصلہ کرنے کا حق ہے۔

ایک شہر میں اگر ایسا قاضی موجود ہے اور اس کے فیصلے شرعی طور پر قابل اطمینان ہیں تو محض مقابلہ کے

---

(۱) "(قوله: خلافاً لمالک) فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين ..... لكنه اعترض على الناظم بأنه لا للحنفي إلى ذلک، أي: لأن ذلک خلاف مذهبنا، فحذفه أولى، وقال في الدر المنتقى: ليس بأولى، لقول القهستاني: لو أفتى به في موضع الضرورة لا بأس به على ما أظن".

(ردالمحتار، كتاب المفقود، مطلب: في الإفتاء بمذهب مالک في زوجة المفقود: ۴/۲۹۵، سعيد)

(وكذا في حيلة ناجزه، عنوان: ضرورت شدیدہ میں امام مالک کے مذہب پر فتوی، ص: ۲۰، دارالاشاعت)

(۲) (حيلة ناجزة، عنوان: حكم زوجة متعنت، ص: ۴۳، ۴۷، دار الاشاعت)

(۳) "وأما في بلاد عليها ولاة الكفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد، ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، فصل في استيمان الكافر: ۴/۱۷۵، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين، مسائل القضاء: ۱/۱۴، اسلامی كتب خانه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/۲۶۱، رشيديه)

لئے دوسرا دارالقضاء قائم کرنا نہیں چاہئے، کہ اس سے خلفشار بڑھتا ہے اور نزاعات رفع ہونے کے بجائے ترقی کرتے ہیں کہ ایک قاضی کے فیصلے سے ناخوشی ہوئی، تو دوسرے قاضی کے پاس اپیل کردیا، جب فیصلہ شرعی قانون کے موافق ہوا تو اس کو ماننا لازم ہے(۱)، اگر تفریق کی گئی ہے تو وہ بھی شرعاً معتبر ہوگی اور حسب قواعد شرع نکاح ثانی کا اختیار ہوگا، امید ہے کہ تحریر بالا میں جملہ امور کا جواب واضح ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۱۳۹۹ھ۔

ثبوت دین کے لئے مدعیٰ علیہ سے حلف لینا

سوال[۱۱۱۳۸]: ایک تاجر کے پینتالیس روپے دوسرے تاجر کے سرمایہ میں جس سے کہ اس کا لین دین تھا، خرد برد ہوگیا۔ دوئم اس کا روپے کی تعین کے بارے میں تاجروں سے ہی اٹھوانا یا قسم لینا چاہتا ہے، تاجروں کا اس کے علاوہ بھی کچھ روپیہ تاجر دوئم کے ذمہ ہے، مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسی صورت میں تاجروں کو اس جھگڑے والے روپے کے لئے قسم کھانا یا نامہ تحریر کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تاجر دوئم مدعی ہے اور تاجروں سے روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے اور تاجر اُن سے کہتے ہیں کہ روپیہ ضائع ہوگیا، تاجر دوئم اس کا یقین نہیں کرتا، بلکہ حلف لینا چاہتا ہے اور تاجر اپنے قول میں صادق ہے، اس کو قسم کھانا خواہ زبانی ہو، خواہ تحریری ہو، شرعاً درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "فإن حكم لزمهما، ولا يبطل حكمه بعزلهما، لصدوره عن ولاية شرعية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۵/۴۲۹، سعيد)

"ولكن ليس لأحدهما أن يرجع عن الحكم بعد صدوره؛ لأنه صدر عن ولاية عليهما". (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۱۸۴۷: ۲/۱۹۸، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۷/۴۵، رشيديه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما مرفوعاً: لكن البينة على المدعي واليمين على من أنكر" هذا الحديث الشريف قاعدة شريفة من قواعد أحكام الشرع، ففيه أنه لايقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة، أو تصديق المدعى عليه، فإن طلب يمين المدعى عليه فله ذلك". =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۸۵ھ۔



= (مرقاة المفاتيح، كتاب القضاء والإمارة: ۷/۲۶۳، رشيديه)

"قال عليه السلام: "ذبوا عن أعراضكم بأموالكم" وذكر الصدر الشهيد أن الاحتراز عن اليمين الصادقة واجب، ومراده ثابت بدليل جواز الحلف صادقاً". (البحر الرائق، كتاب الدعوى: ۷/۳۷۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الدعوى: ۵/۵۵۸، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الدعوى: ۳/۳۰۲، دار المعرفة بيروت)

باب التحکیم

(حَکَم مقرر کرنے کا بیان)

تحکیم کا طریقہ

سوال[۱۱۱۳۹]: ہمارے یہاں قصبہ میں ایک عالم ہیں، جوکہ سیاست سے بھی شغل رکھتے ہیں، ان کو ہم نے اپنے اور پڑوسی کے درمیان ایک نزاع میں کچھ لوگوں کے اصرار سے فیصلہ کرنے کی درخواست اس طرح کی تھی، جو بعینہٖ نقل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اپنے جناب رعایت اللہ صاحب کے معاملات مقدمات وغیرہ میں آپ کو بحیثیت قاضیٔ شرعی مقرر کرتا ہوں، آپ جو شرعی طور سے فیصلہ ہم لوگوں کے دعوے جات پر کریں گے، ہمیں منظور ہوگا، جس وقت آپ حکم دیں گے، ہم اپنے دعوے آپ کے سامنے علیحدہ علیحدہ پیش کردیں گے، اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس پر عالم صاحب نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تحریر سے ایک عالم دین کی توہین ہوتی ہے، اگر آپ اس طرح کی تحریر دیں تو میں یہ فیصلہ کروں گا، میرے اور جناب رعایت اللہ صاحب کے درمیان جو اختلاف ہے اور جس پر مقدمات چل رہے ہیں، اس پر فیصلہ کرنے کے لئے میں عالم صاحب کو حَکَم مقرر کرتا ہوں، مجھے ان کا فیصلہ منظور ہوگا اور فریق ثانی سوائے ان عالم صاحب کے کسی دوسرے عالم سے فیصلہ کرانے کو تیار نہیں ہے اور ان مقدمات سے قبل اور اب بھی کچھ ایسی باتیں ہیں کہ جس کی وجہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ فریق ثانی کے طرف دار ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میری تحریر میں کوئی شرعی نقص ہے؟ جو عالم لفظ شرعی فیصلہ بڑھا دینے سے فیصلہ کرنے سے گریز کرے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا میں اس کا مجاز ہوں کہ اب بدرجہ مجبوری اپنا شرعی حق حاصل کرنے کے لئے عدالت مجاز سے چارہ جوئی کروں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عالم صاحب کو جب فیصلہ نزاع کے لئے تجویز کیا جاتا ہے، تو اس اعتماد پر تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ شرعی فیصلہ کریں گے، خواہ لفظ شرعی درخواست میں ہو یا نہ ہو، اس سوءظن سے احتراز کیا جائے کہ وہ شرعی فیصلہ نہیں کریں گے، اس خیال کو بھی نکال دیا جائے کہ وہ فریق ثانی کے طرف دار ہونے کی وجہ سے غیر شرعی فیصلہ کردیں گے(۱)، ان عالم صاحب سے ہی توہین کا پہلو دریافت کر لیتے تو بہتر ہوتا۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ لفظ شرعی فیصلہ میں توہین نہیں، بلکہ ان کو قاضی مقرر کرنے سے ان کا ذہن اس طرف گیا ہوگا کہ قاضی مقرر کرنا سلطان وقت کا کام ہے(۲)، آپ نے ان کو قاضی مقرر کیا، تو آپ بمنزلہ سلطان کے ہوگئے اور وہ آپ کے ماتحت ہوگئے اور حَکَم مقرر کرنا فریقین کا کام ہے کہ خود ماتحت ومحکوم ہوکر حَکَم کے حُکم کو

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضاً﴾ (الحجرات: ۱۲)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إياكم والظن فإن بعض الظن أكذب الحديث" إلى آخر الحديث. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن الخ: ۲/۲۱۶، سعيد)

(وجامع الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في ظن السوء: ۲/۱۹، سعيد)

(۲) "ولا يملك نصب القضاة وعزلهم إلا السلطان أو من أذن له السلطان؛ إذ هو صاحب الولاية العظمى، فلا يستفاد والقضاء والعزل، إلا منه، والله أعلم". (الفتاویٰ الخيرية على هامش تنقيح الفتاویٰ الحامدية، كتاب أدب القاضي ومطالبه: ۲/۷، إمداديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب القضاء والشهادات والدعاوي: ۲/۲۳۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في جامع الفصولين، الفصل الأول في القضاء الخ: ۱/۱۸، إسلامي كتب خانه كراچی)

اپنے اوپر نافذ کرتے ہیں(۱)۔

اگر ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر درخواست کرنے سے وہ فیصلہ کردیں تو آپ کو انکار نہیں کرنا چاہیے(۲)، لیکن اگر خدانخواستہ فریقین میں سے کسی ایک کو ان پر اعتماد نہ ہو، کہ وہ شرعی فیصلہ کریں گے، تو پھر مجبوراً اپنا حق واجب دوسری طرح بھی حاصل کرسکتے ہیں(۳)، شرعی فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا بڑی بدقسمتی اور محرومی ہے، جس کا انجام دنیا و آخرت میں مہلک بھی ہوسکتا ہے(۴)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وأما في الاصطلاح: فهو تولية الخصمين حاكماً يحكم بينهما، وركنه لفظ الدال عليه مع قبول الآخر". (الدرالمختار، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۴۲۸/۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۲۰۷/۳، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "ولكن ليس لأحدهما أن يرجع عن الحكم بعد صدوره؛ لأنه صدر عن ولاية عليهما". (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۱۸۴۷، ص: ۱۱۹۸، مكتبه حنفيه كوئته)

"فإن حكم لزمهما، ولا يبطل حكمه بعزلهما، لصدوره عن ولاية شرعية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۴۲۹/۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۴۵/۷، رشيديه)

(۳) "قال: أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رجل يتقاضاه، فاغلظ له فهَم به أصحابه فقال: دعوه فإن لصاحب الحق مقالاً". (صحيح البخاري، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس، باب لصاحب الحق مقالاً: ۳۲۲/۱، قديمي)

"ويذكر عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لي الواجد يحل عرضه وعقوبته". (صحيح البخاري، كتاب في الاستقراض وأداء الديون الخ: ۳۲۲/۱، قديمي)

"والفتوى: اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لاسيما في ديارنا لمداومتهم العقوق". (ردالمحتار، كتاب الحجر: ۲۵۵/۹، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحجر: ۸۶/۴، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۵۱۵۶/۷، رشيديه)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن أعرض عن ذكري فإنه له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيمة أعمى﴾ (طه: ۱۲۴)

کتاب الهبة

(ہبہ کا بیان)

چھوٹی بچی کو زمین ہبہ کرکے اس کا قبضہ نہ دینا

سوال[۱۱۱۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مسماۃ روفن نے اپنی زمین اپنی سگی بہن کی لڑکی صمیدہ کو بیع نامہ رجسٹری کرایا بطور ہبہ، جس وقت صمیدہ پانچ سال کی تھی، روفن لاولد ہے، اب صمیدہ بالغ ہے، تقریباً ۲۵/ سال کی ہے، اس نے اپنی خالہ سے مطالبہ کیا کہ اب مجھے زمین پر قبضہ دو، روفن نے کہا ابھی نہیں دوں گی، جب میرا انتقال ہوجائے گا، پھر تم اس زمین کی مالک ہوگی، میں نے اسی نیت سے تم کو زمین دی تھی، اس پر صمیدہ نے وکیل سے مشورہ کرکے دوسرے شخص ''مطلوب'' کے ہاتھ اس زمین کو بیع کردیا اور اسی زمین کو صمیدہ کے باپ ''شفاعت'' نے صمیدہ کی اس حرکت سے ناراض ہوکر اپنی بیوی کے نام بیع کروادیا بحثیت ولی ہونے کے، کہ صمیدہ نے نابالغی میں اس زمین کو کہاں سے روپیہ لاکر خریدا، لہٰذا یہ زمین میری ہوئی، اس لئے بتایا جائے کہ اب یہ زمین کس کی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیع اور ہبہ دونوں الگ الگ ہیں (۱)، روفن نے اگر بطور ہبہ یہ زمین صمیدہ کے نام کی ہے اور قبضہ

(۱) "وشرعاً: (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) ...... (على وجه) مفيد (مخصوص) أي: بإيجاب أو تعاط، فخرج التبرع من الجانبين والهبة بشرط العوض". (الدر المختار، كتاب البيوع: ۵/۵۰۲، ۵۰۳، سعيد)

"أما تعريفه: فمبادلة المال بالمال بالتراضي، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيوع وركنه وشرطه الخ: ۳/۲، رشيديه)

"وشرعاً: (تمليك العين مجاناً) أي: بلاعوض......". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعيد)

"أما تفسيرها شرعاً: فهي تمليك عين بلا عوض، كذا في الكنز". (الفتاوىٰ العالمكيرية، =

نہیں دیا، تو ہبہ تام نہیں ہوا(۱)، روشن کی ملک باقی ہے، حمیدہ کا اس کو مطلوب کے ہاتھ فروخت کرنا غلط ہے(۲)، اسی طرح حمیدہ کے والد کا اس پر دعویٔ ملکیت بھی غلط ہے ہبہ کرکے، یعنی بلا قیمت دے کر اس کا نام قانونی طور پر بیع رکھنا شرعاً بے سود ہے(۳) اور ظاہر یہی ہے کہ پانچ سال کی بچی سے بیع کا معاملہ نہیں کیا جاتا، اس کو ہبہ ہی کیا جاتا ہے، جو کہ قبضہ نہ دینے کی وجہ سے معتبر نہیں(۴)، ورنہ بیع کی صورت میں مطالبۂ قبضہ کے جواب میں کہنا کہ میرے انتقال کے بعد قبضہ دیا جائے گا، پھر تم اس زمین کی مالک ہوگی، لغو اور مہمل بات ہے(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

= كتاب الهبة، الباب الأول في تفسير الهبة وركنها الخ: ۴/۳۷۴، رشيديه)

(۱) "وشرائطا صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً غير مشاع". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۸، سعيد)

"ومنها أن يكون الموهوب مقبوضا حتى لايثبت الملك للموهوب له قبل القبض". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول في تفسير الهبة وركنها الخ: ۴/۳۷۴، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الهبة: ۷/۴۸۳، رشيديه)

(۲) "ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي، كتاب الغصب: ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في القواعد الكلية الملحقة بآخر مجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۶، مير محمد كتب خانه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمى)

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۷

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱

(۵) "(و) لا (بيع بشرط) ...... يعني الأصل الجامع في فساد العقد بسبب شرط (لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لأحدهما ...)". (الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۸۴، ۸۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب العاشر في الشروط التي تفسد البيع والتي لاتفسده: ۳/۱۳۴، رشيديه)

مشترک مکان کو تقسیم کے بغیر ہبہ کرنا

سوال[۱۱۱۴۱]: ایک قطعہ کھانا میں ہے، ۷/۲ سہام عبدالوہاب اور ۷/۵ سہام حاجی عبدالرزاق کا حق وحصہ ہے اور ان لوگوں کے مابین مکان کی تقسیم نہیں ہوئی ہے اور تاحیات ان لوگوں کے مکان مشترک رہ گئے، علاوہ ازیں ایک قطعہ مکان مملوکہ ومقبوضہ حاجی عبدالرزاق وحاجی صاحب کے تین لڑکے عبدالرب، عبدالحفیظ، عبدالمجید باحیات ہیں، ایک لڑکا عبدالعزیز حاجی صاحب کی حیات میں انتقال کرگیا، عبدالعزیز کے دولڑکے ممتاز احمد وشبیر احمد ہیں، حاجی عبدالرزاق وعبدالوہاب کے ورثاء میں تقسیم مکان کے بارے میں نزاع پڑ گئی۔

شبیر احمد ایک ہبہ نامہ کے ذریعہ ہر دو مکانات میں سے ۴/۱ حصہ پر استحقاق ظاہر کررہا ہے، ہبہ نامہ مذکور کے اندر مکان مشترک نہیں کیا گیا، بلکہ مسلم مکان کا مالک حاجی عبدالرزاق کو دکھلایا گیا ہے اور جزء موہوبہ کو علیحدہ ہی کیا گیا ہے اور نہ حاجی صاحب نے ہی اپنی زندگی میں کوئی جزا الگ کرکے کسی کو دیا ہے۔

صورت مسئولہ میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ مشترک مکان میں سے بلاتقسیم کئے ہوئے ہبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور کیا ورثاء شرعی ہی ضروری ہے کہ مذکورہ ہبہ نامہ کی رو سے شبیر احمد کو مکانات میں سے ۴/۱ حصہ کرکے دے دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی کوٹھڑی جو تقسیم ہوکر قابلِ انتفاع نہ رہے، اس کے جز کو بلاتقسیم بھی ہبہ کرنا درست ہے، بڑا مکان جو تقسیم ہونے کے بعد قابلِ انتفاع باقی رہتا ہے، اس جز کو بلاتقسیم کے ہبہ کرنا درست نہیں، غیر کی ملک کو ہبہ کرنا بھی بے محل ہے(۱)۔

---

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواه البیهقي في شعب الإیمان. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قدیمی)

"ولا یجوز التصرف في مال غیره بغیر إذنه". (شرح الحموي علی الأشباه، کتاب الغصب: ۳۴۴/۲، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في القواعد الکلیة، الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۶، میر محمد کتب خانه)

"(وتصح هبة مشاع لايحتمل القسمة) أي: ليس من شأنه أن يقسم بمعنى لايبقى منتفعاً به بعد القسمة أصلاً كعبد ودابة، ولا يبقى منتفعاً به بعد القسمة من جنس الانتفاع الذي كان قبل القسمة كالبيت الصغير والحمام ...... لا تصح هبة (ما) أي: مشاع (يحتملها) أي: القسمة على وجه ينتفع بعد القسمة كما قبلها كالأرض، والثوب، والدار، ونحو ذلك". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الهبة: ۲/۳٤۲)(۱).

جب کہ واہب نے موہوب لہ کا فیصلہ جز موہوب پرنہیں کرایا اور تقسیم کر کے اپنی ملک سے ممتاز نہیں کیا تو یہ ہبہ قابل عمل نہیں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دار العلوم دیوبند، ۸٦/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، صدر مفتی دار العلوم دیوبند، ۸٦/۱/۲ھ۔

اپنی جائیداد نواسے کے نام کرنا

سوال [۱۱۱٤۲]: زید کے نانا بکر نے زید کو بچپن میں گود لے لیا تھا اور اپنی اولاد کی طرح پرورش کی، اس لئے بکر کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے تمام جائیداد کا مالک زید کو ہی بنائیں، اس طرح وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد زید کے نام ہبہ کر چکے تھے، لیکن بکر اپنی بعض غفلت کی بناء پر اس کو قانونی کارروائی میں نہ لا سکے اور انتقال فرما گئے، اس لئے قانونی طور پر ان کی صحرائی جائیداد ان کی بیوہ کے نام منتقل ہوگئی، اب بیوہ نے اس صحرائی جائیداد کا نصف زید کے نام بیع بذریعہ رجسٹری کر دیا ہے، باقی نصف جائیداد کا بھی وہ زید کو ہی مالک بنانا چاہتی ہے، بکر کی بیوہ کی پانچ لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک اپنے والد کے انتقال کے بعد انتقال کر گئی اور ایک لڑکا جو اپنے والد کے انتقال سے پہلے ہی انتقال کر چکا ہے، کیا مجھ کو اپنے نواسے زید کے لئے

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الهبة: ۳/٤۹٤، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني فيما يجوز من الهبة الخ: ٤/۳۷٦، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/٤۸٦، ٤۸۷، رشيديه)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

شرعی گنجائش ہے کہ میں اس کو منتقل کردوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قانونی حیثیت سے وہ زمین ملکیت سرکار تھی اور آپ کے شوہر کو صرف حق کاشت حاصل تھا اور انتقال شوہر کے بعد وہ بیوہ ہی کو قانوناً ملنی چاہیے اور اس کا نصف حصہ آپ نے زید کے نام بیع رجسٹری کردیا، تو وہ بیع صحیح ہوگئی، بقیہ کو بھی آپ نواسہ (زید) کو ہی دینا چاہیں، تو آپ کو فروخت کرنے کا حق حاصل ہے(۱)، یہ اسی صورت میں ہے کہ زید کے نانا نے ہبہ کے بعد اس پر زید کا قبضہ دخل نہیں کرایا، بلکہ اپنا ہی قبضہ رکھا ہے(۲)، اگر زید کا قبضہ کرادیا تھا، اپنا قبضہ ہٹالیا تھا اور ہبہ مرض الموت سے پہلے کیا تھا، وہ زمین جب ہی زید کی ہوگئی تھی (۳)، بشرطیکہ زید کے نانا اس زمین کے مالک ہوں، صرف حق کاشت ان کو حاصل نہ ہو (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) اس صورت میں جب حکومت نے یہ زمین قانونی طور پر بکر کی بیوی کے نام منتقل کردی، تو بکر کی بیوی اس کی مالک ہوگئی، اب اس کو اس زمین میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے۔

"وکل یتصرف في ملکه کیف شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحیطان والجیران: ۱/۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

"لایمنع أحد من التصرف في ملکه أبداً، إلا إذا أضر بغیره ضرراً فاحشاً". (شرح المجلة لسلیم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحیطان والجیران: ۱/۶۵۷، رقم المادة: ۱۱۹۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في ردالمحتار، باب کتاب القاضي إلی القاضي: ۵/۴۴۸، سعید)

(۲) "یملک الموهوب له بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک، لا لصحة الهبة". (شرح المجلة لسلیم رستم باز، کتاب الهبة، الباب الثالث في أحکام الهبة: ۱/۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱، مکتبه حنفیه کوئٹه)

"ولا یتم حکم الهبة إلا مقبوضة، ویستوي فیه الأجنبي والولد إذا کان بالغاً". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الهبة، الباب الثاني فیما یجوز والهبة الخ: ۴/۳۷۷، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الهبة: ۷/۴۸۳، رشیدیه)

(۳) راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً

(۴) "وشرائط صحتها في الواهب، العقل والبلوغ والملک". (ردالمحتار، کتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعید) =

وارثوں کو ہبہ کرنا

سوال[۱۱۱۴۳]: زید نے اپنی زندگی میں جائیداد، دولڑکیوں اور تین لڑکوں کے درمیان اس طور پر تقسیم کی کہ سب سے عمدہ زمین دولڑکیوں کو دوڈھائی بیگھہ دی اور یہ کہا کہ تم کو کم تو ضرور دی، مگر سب سے عمدہ زمین دی اور تین لڑکوں میں بقیہ زمین تقسیم کردی، تینوں کو علیحدہ علیحدہ گیارہ، گیارہ بیگھہ زمین دی، زید نے لڑکوں سے کہہ دیا کہ اس سے زائد نہیں ملے گا، بقیہ زمین اپنے خرچ کے لئے رکھ لی، اخیر عمر میں لڑکوں کے حوالہ کی، باضابطہ قانونی رجسٹری نہیں کرایا، زبانی ہبہ انہوں نے کردیا، اس ہبہ کو شریعت مانتی ہے کہ نہیں؟ اب بہن وغیرہ زید کی موت کے بعد بھائیوں سے حصہ طلب کرتی ہیں، اب ان لوگوں کا حصہ کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

والد اپنی صحت تندرستی کی حالت میں اپنی اولاد، لڑکے اور لڑکی کو جو چیز دے دے، یعنی ہبہ کردے اور اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کرادے، وہ چیز اس کی ملک ہوجاتی ہے(۱)، چاہے زبانی ہبہ کیا ہو یا تحریر بھی لکھ دی ہو، وہ چیز ترکہ نہیں بنے گی اور دوسروں کو تقسیم کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا، کسی کو کم دے یا زیادہ دے، البتہ کسی وارث کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی اگر والد نے نیت کی ہو، تو اس سے والد کو گناہ ہوگا، اس لئے والد کو چاہیے کہ سب

= "يلزم أن يكون الموهوب مال الواهب، فلو وهب واحد مال غيره بلا إذنه، لا تصح الهبة أي: لا تنعقد، لاستحالة تمليك ماليس بمملوك للواهب". (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۸۵۷: ۱/۴۷۱، مكتبه حنفيه كوئثه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول الخ: ۴/۳۷۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳/۴۹۰، مكتبه غفاريه كوئثه)

(۱) "يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك، لالصحة الهبة". (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الثالث في أحكام الهبة: ۱/۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱، مكتبه حنفيه كوئثه)

"(وتتم) الهبة (بالقبض) الكامل". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول الخ: ۴/۳۷۴، رشيديه)

اولاد کو برابر دے(۱)۔ لڑکے اور لڑکی ہر دو کا حصہ برابر رکھے، ایسا نہ کرے کہ لڑکے کو لڑکی سے دوہرا حصہ دے، یہ حکم میراث کا ہے۔

"وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده يسوي بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوى. ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز، وأثم" (درمختار: ٤/٥١٣)(٢).

اگر مرض الموت میں رہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت بحق وارث درست نہیں۔

"وكونه غير وارث وقت الموت" (درمختار مع هامش الشامي نعمانيه: ٥/٣١٦)(٣).

---

(١) "ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض ..... عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كان سواءً يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: أنه لابأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الابنة ما يعطي للابن وعليه الفتوىٰ. هكذا في فتاوىٰ قاضي خان، وهو المختار، كذا في الظهيرية، رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء، ويكون آثماً فيما صنع، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ٤/٣٩١، رشيديه)

"وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصد فسوى بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوىٰ، ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز وأثم فيها". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ٥/٦٩٦، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الهبة: ٣/٣٩٩، ٤٠٠، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان علي هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده، والهبة للصغير: ٣/٢٧٩، رشيديه)

(٢) (الدرالمختار، كتاب الهبة: ٥/٦٩٦، سعيد)

(٣) (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ٦/٦٤٩، سعيد)

"عن عمرو بن خارجة رضي الله تعالىٰ عنه قال: خطب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم =

پس اگر والد نے تندرستی کی حالت میں مرض الموت سے پہلے دولڑکیوں اور تین لڑکوں کو زمین طریقۂ مذکورہ پر دی ہے اور ہر ایک کا قبضہ اس کے حصہ پر کرایا ہے، تو وہ ہبہ صحیح معتبر ہوگیا (۱)۔ اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، جس کو کم ملا ہے، اس کو مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر والد کا مقصود لڑکیوں کو نقصان پہونچانا تھا، تو اس سے گناہ ہوا (۲)، اگر زبانی ہبہ تو کیا، مگر بطریق معروف قبضہ نہیں کرایا، تو وہ ہبہ تام نہ ہوا (۳)، اس میں وراثت جاری ہوگی۔

اور وراثت میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوہرا ہوگا، مثلاً: اگر ورثاء صرف یہی دولڑکی اور تین لڑکے ہوں، بیوی اور والدین کا پہلے انتقال ہو چکا ہے، تو مرحوم کا ترکہ جس میں وہ زمین بھی داخل ہے، جس پر ہبہ کے بعد قبضہ کرایا، مرض الموت میں ہبہ کیا ہے، آٹھ حصے بنا کر دو، دو حصے تینوں لڑکیوں کو ملیں گے، ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۵ھ۔

زندگی میں اولاد کو جائیداد ہبہ کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال [۱۱۱۴۴]: زید نے دو نکاح کئے، پہلی بیوی سے دولڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری بیوی

= فقال: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، ولا وصية لوارث" الحديث. (سنن النسائي، كتاب الهبة، باب إبطال الوصية للوارث: ۲/ ۱۳۱، قديمي)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، رقم المادة: ۸۷۹: ۱/ ۴۸۳، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۶۳

(۲) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۶۳

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۶۳

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"قال رحمه الله تعالىٰ: (وعصبهما الابن وله مثل حظهما) معناه إذا اختلط البنون والبنات عصب البنات، فيكون للابن مثل حظهما". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۷۵، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۹، سعيد)

سے ایک لڑکا ہے، زید کے دو مکان ہیں، ایک نیا ایک پرانا ہے۔ زید نے پرانے مکان کا تمام سامان اپنی پہلی بیوی کی اولاد میں تقسیم کردیا تھا اور مکان پر خود قابض رہے تھے اور مکان میں خود تصرف کرتے رہے، پہلی بیوی کے دولڑکوں کو کچھ حصہ رہنے کے لئے دیا، اس کا کرایہ بھی ان سے وصول کرتے رہے، کچھ حصہ جو دوسرے کرایہ داروں کو دیا تھا، اس کا کرایہ بھی خود ہی وصول کرتے رہے۔

پھر پرانے حصہ کا کچھ دوسری بیوی کے لڑکے کو اس کی شادی کے دو تین سال بعد ہبہ کردیا اور ہبہ کئے ہوئے حصہ پر بھی قبضہ دے دیا، وہ دوسری بیوی سے پیدا شدہ زید کا لڑکا زید کے دیئے ہوئے پرانے مکان کے حصے میں اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور کچھ اس میں کا حصہ کرایہ پر دے دیا، کرایہ خود لڑکا وصول کرتا ہے، زید نے کرایہ داروں سے کہہ بھی دیا کہ اس حصہ کا مالک یہ دوسری بیوی والا لڑکا ہے، اس کو کرایہ دیا کرو، البتہ باقی حصے پر خود تا زندگی قابض اور متصرف رہا۔

دوسرے نئے مکان کو زید نے حج سے واپسی کے بعد دوسری بیوی کے نام سرکاری طور پر باقاعدہ رجسٹری بھی کرادیا اور بیوی کی اجازت سے کچھ حصہ کرایہ پر اٹھادیا، وہ کرایہ بیوی کے پاس آتا رہا۔

زید کے انتقال سے چند ماہ قبل اس کی دوسری بیوی مرگئی، اس کے مرنے کے بعد زید نے یہ تحریر دوسری بیوی کے لڑکے سے لکھوائی اور پڑھنے کے بعد دستخط کردیئے، تحریر میں لکھا ہے کہ میں اپنا حق شوہری اپنی دوسری بیوی کی اولاد کو دیتا ہوں، زید کے انتقال کے کئی سال بعد مکان کی تقسیم کا مسئلہ اٹھا، اب زید کی پہلی بیوی کے لڑکے نے ایک سادہ کاغذ پر لکھی ہوئی ایک تحریر پیش کی ہے اور کہنے پر کہ دوسری بیوی کے جب کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اور نہ زید حج کے لئے گیا تھا، اس وقت کی یہ تحریر ہے، جس میں یہ لکھا ہے کہ (میں اپنا پرانا مکان پہلی بیوی کی اولاد کو دیتا ہوں اور دوسرا مکان دوسری بیوی کو دیتا ہوں اور جو گرہستی از سر نو باقی ہے، یہ آئندہ بٹے گی، اس کی مالک دوسری بیوی ہوگی)۔

پس پہلی بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں رہے گا، زید کی اس تحریر کا کوئی علم اس کی زندگی میں دوسری بیوی کے لڑکے کو نہیں تھا، اب دریافت طلب یہ امور ہیں، زید کی طرف منسوب یہ قدیم تحریر معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس کے مطابق یہ ہبہ صحیح ہوا یا نہیں؟

۲..... زید کے مکان جدید قدیم میں سے کس کا ہبہ صحیح مانا جائے گا؟ اور کون سے مکان کو جائیداد متروکہ مان کر ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا؟

۳...... زید کے انتقال پر یہ ورثاء ہیں، پہلی بیوی کے دولڑکے اور چار لڑکیاں، دوسری بیوی کا ایک لڑکا ہے، ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قدیم تحریر کے تسلیم کرنے میں تامل ہے، وہ یہ کہ جن پرانے مکان کے متعلق پہلی بیوی کے لڑکوں کو دینا تحریر ہے، زید کا عمل اس سے انکار کرتا ہے، کیونکہ زندگی بھر اس مکان پر خود قابض ومتصرف رہا اور کرایہ وصول کرتا رہا حتیٰ کہ اپنے لڑکوں کو جو حصہ دینے کے لئے دیا، ان سے بھی کرایہ وصول کیا جیسا کہ دوسرے کرایہ داروں سے، اگر واقعۃً یہ تحریر زید کی ہو اور اس نے ہبہ کر بھی دیا ہو، تب بھی موہوب لہ کا قبضہ وتصرف نہ ہونے کی وجہ سے ہبہ تام نہیں ہوا(۱)، پس یہ مکان زید کا ترکہ ہے۔

۲...... جن مکان کے ہبہ کے بعد قبضہ بھی کرادیا اور اپنا قبضہ ہٹالیا، وہ ہبہ صحیح ہے (۲)۔

۳...... زید کا کل ترکہ جس میں مکان، دکان، جائیداد، گھر کا سامان اور نقد سب شامل ہیں، بعد ادائے دین مہر وغیرہ ۸۰/ حصے بنا کر ۱۰ حصے مذکورہ بیوہ کو ملیں گے (۳)، سات سات حصے چاروں لڑکیوں کو ملیں گے، چودہ چودہ حصے پہلی بیوی کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور چودہ حصے دوسری بیوی کے لڑکے کو ملیں گے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني فيما يجوز والهبة الخ: ۴/۳۷۷، رشيديه)

"وتتم الهبة بالقبض الكامل". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۳/۲۸۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱

(۳) "(وللزوجة الربع) أي: للزوجة نصف ما للزوج فيكون لها الربع حيث لاولد، ومع الولد، أو ولد الابن وإن سفل الثمن" (البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۴، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۷۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(۴) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الانثيين﴾ (النساء: ۱۱) .... =

مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ

سوال[١١١٤٥]: زید کا انتقال ہوا، زید کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے، دوسری بیوی ہندہ جس سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ہندہ کے بڑے لڑکے نے خفیہ طور پر ایک کھیت اپنے چھوٹے بھائی کے نام مرتے وقت ہبہ کرالیا، تاکہ پہلی بیوی کا لڑکا محروم رہ جائے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس کھیت میں پہلی بیوی کا لڑکا وارث ہے یا نہیں؟ یہ لڑکا بھی زید کا ہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرض الموت میں جو ہبہ کیا جائے، وہ وصیت کے حکم میں ہے، جو شخص شرعی وراثت کا مستحق ہو، اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں، جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیں(١)، لہٰذا یہ وصیت معتبر نہیں، سب ترکہ کی طرح اس کھیت میں بھی سب لڑکے چاہے کسی بیوی سے ہوں برابر کے شریک ہیں، باپ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اگر کسی لڑکے کو کچھ جائیداد جدا گانہ دینا چاہے، تو دے سکتا ہے، بشرطیکہ دوسرے ورثاء کو نقصان پہونچانا مقصود نہ ہو، ورنہ گنہگار رہوگا، ایسی حالت میں سب کو برابر دے، حتیٰ کہ لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر دے(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٩/٢/٨٧ھ۔

= "وإذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات: ٦/٤٤٧، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ٧/٤٨٠، دارالكتب العلمية بيروت)

(١) "إذا وهب واحد في مرض موته شيئاً لأحد ورثته وبعد وفاته لم يجز سائر الورثة لاتصح تلك الهبة أصلاً". (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، رقم المادة: ٨٧٩: ١/٤٨٣، مكتبه حنفيه كوئٹه)

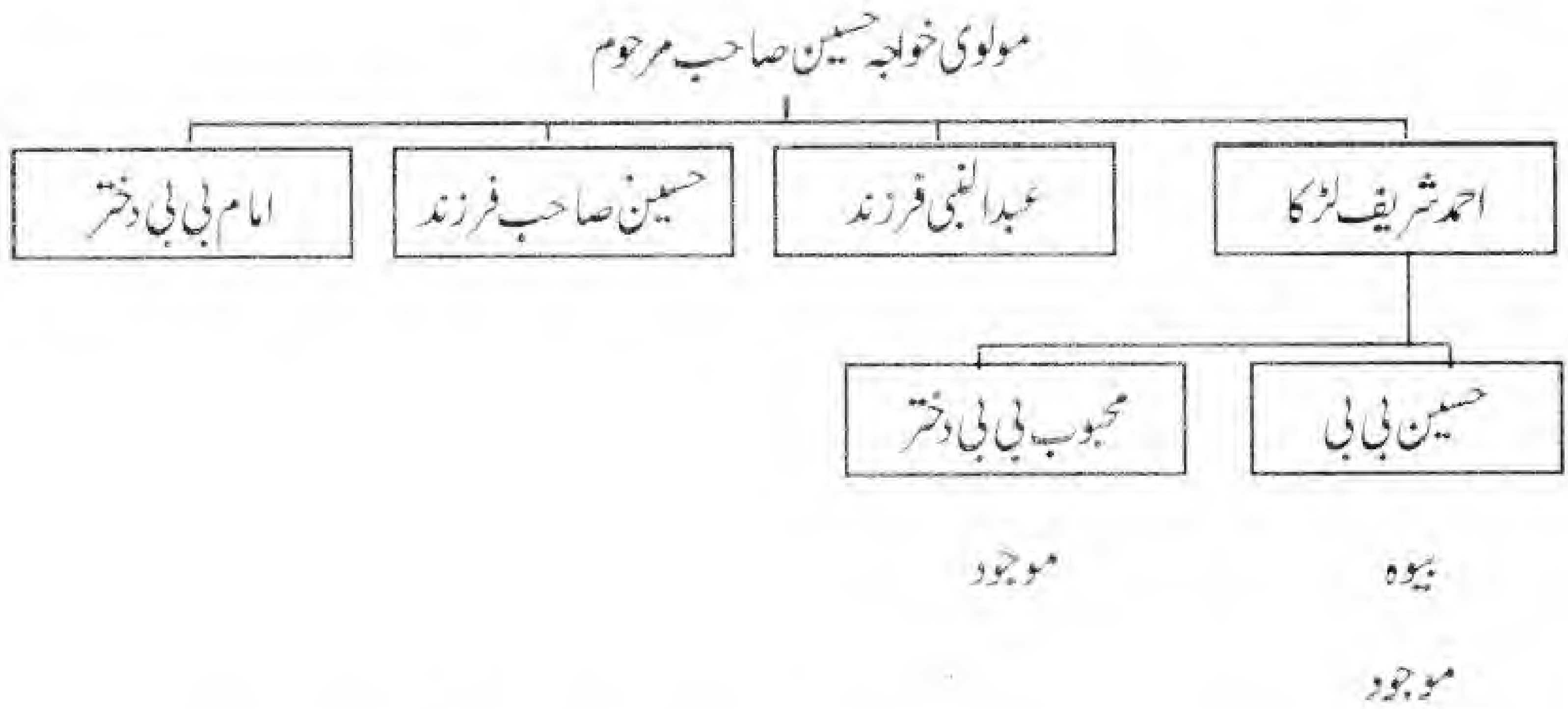
"(ولا لوارثه وقاتله مباشرة) ..... (إلا بإجازة ورثته) لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة". (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ٦/٦٥٥، ٦٥٦، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ٦/٩٠، رشيديه)

(٢) "ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض ..... عن أبي حنيفة =

ہبہ میں واپسی کی شرط

سوال[۱۱۱۴۶]: ذیل میں ایک مسئلہ درج کیا جاتا ہے، اس کا شرعی طور پر جواب دیا جائے، تو باعث شکر ہوگا۔



اس مسئلہ کے واقعات یہ ہیں کہ مولوی خواجہ حسین نے اپنے لڑکے احمد شریف کے انتقال کے بعد اپنی بیوی کے نام تیس ایکڑ زمین کردی، اس شرط پر کہ بہو تاحیات اس سے منتفع ہو اور بعد وفات اراضی واپس کردے، اب خواجہ حسین کا انتقال ہوگیا، تو بہو ہبہ شدہ زمین اپنی لڑکی محبوب بی بی کے نام منتقل کرنا چاہتی ہے، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ خواجہ حسین کی پوتی محبوب بی بی وارث ہے یا نہیں؟ خواجہ حسین کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

= رحمه الله تعالى: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كان سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم، يعطي الابنة ما يعطي للابن، وعليه الفتوى. هكذا في فتاوى قاضي خان، وهو المختار، كذا في الظهيرية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۳۹۱/۴، رشيديه)

"وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصد فسوى بينهم، يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوى". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۶۹۶/۵، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده والهبة للصغير: ۲۷۹/۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولوی خواجہ حسین صاحب نے بیس ایکڑ زمین جو اپنی بہو (بڑے لڑکے احمد شریف مرحوم کی زوجہ) کے نام ہبہ کرکے اس کا پورا قبضہ کرادیا ہے، یہ ہبہ شرعاً صحیح ہوگیا بیوہ اس کی مالک ہوگئی (۱)، یہ شرط کہ بعد وفات زمین واپس کردی جائے، شرعاً معتبر نہیں (۲)، ابھی تو بیوہ حیات ہے اور وہ خود مالک ہے، اس سے واپس لینے کا حق نہیں (۳)، وہ جس کو چاہے، دے سکتی ہے، کسی کو روکنے کا اختیار نہیں (۴)، بیوہ کی وفات کے بعد بھی کسی کو

---

(۱) "يملك الموهوب له بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك، لا لصحة الهبة". (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الثالث في أحكام الهبة: ۱/۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"لايجوز الهبة، إلا مقبوضاً، والمراد نفي الملك؛ لأن الجواز بدونه ثابت". (الهداية، كتاب الهبة: ۳/۲۸۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳/۴۹۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "قال أصحابنا جميعاً: إذا وهب وشرط فيها شرطاً فاسداً فالهبة جائزة، والشرط باطل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثامن الخ: ۴/۳۹۶، رشيديه)

"وحكمها: أنها لاتبطل بالشروط الفاسدة، فهبة عبد على أن يعتقه تصح، ويبطل الشرط". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب المتفرقات: ۶/۳۱۲، رشيديه)

(۳) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمی)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي، كتاب الغصب: ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في القواعد الكلية الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۶، مير محمد كتب خانه)

(۴) "وكل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران: ۱/۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"لايمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً، إلا إذا أضر بغيره ضرراً فاحشاً". (شرح المجلة =

واپس لینے کا اختیار نہیں۔

"جاز العمری للمعمر له، ولورثته بعده لبطلان الشرط" (درمختار)

العمری هي أن يجعل وراثه عمره، فإذا مات ترد عليه اه" شامی: ۵/۵۲۰(۱)۔

البتہ خواجہ حسین صاحب کے ترکہ سے ان کی پوتی محبوب بی بی کو میراث نہیں ملے گی (۲)، اگر خواجہ حسین کے والدین اور بیوی پہلے وفات پاچکے ہیں، تو ان کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا، کہ پانچ حصے بنا کر دو، دو حصے دونوں لڑکوں کو (عبدالنبی وحسین احمد) کو ملیں گے اور ایک حصہ ان کی لڑکی (امام بی بی) کو ملے گا (۳)، اگر

= لسليم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران: ۱/۶۵۷، رقم المادة: ۱۱۹۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، باب كتاب القاضي إلى القاضي: ۵/۴۳۸، سعيد)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة: ۵/۷۰۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة: ۳/۴۰۸، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول الخ: ۴/۳۷۵، رشيديه)

(۲) قال رحمه الله تعالى: (ويحجب بالابن أي: ولد الابن يحجب بالابن، ذكورهم وإناثهم فيه سواء؛ لأن الابن أقرب، وهم عصبة فلا يرثون معه بالعصوبة، وكذا بالفرض؛ لأن بنات الابن يدلين به فلا يرثن مع الابن". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۵، رشيديه)

"ولبنت الابن السدس سهمان، ولو كان مع بنت الابن ابن ابن عصبها، سقطت". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب: ۶/۴۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض، فصل في العصبات: ۶/۷۸۳، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"وإذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات: ۶/۴۴۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/۴۸۰، دارالكتب العلمية بيروت)

ان کے ذمہ کوئی قرضہ ہو، تو اس کی ادائیگی مقدم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۳/۸۷ھ۔

عمریٰ

سوال[۱۱۱۴۷]: ہندہ کے بطن سے زید کے تین بچے (دولڑکے ایک لڑکی پیدا ہوئی) اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، تو زید نے دوسری شادی کی، اس سے چار لڑکے ہوئے، زید نے دوسری بیوی کو کچھ زمین دی اور کہا کہ جب تک تم زندہ رہوگی، اس زمین سے کھاؤ گی اور بعد میں یہ زمین میری اولاد کی ہوجائے گی، اس کے بعد زید کا انتقال ہوا، پھر دوسری بیوی کا انتقال ہوا، تو اس زمین کی مستحق زید کی دونوں بیویوں کی اولاد ہوگی یا صرف دوسری بیوی کی اولاد؟ اول بیوی کی اولاد کو کوئی زمین نہیں دی جائے گی یا کوئی تیسرا اس زمین کا مستحق ہوگا؟ مدلل مفصل تحریر فرمائیں۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس زمین پر دوسری بیوی کا قبضہ کرادیا اور اپنا قبضہ اٹھالیا، تو وہ زمین اس دوسری بیوی کی ہوگئی (۲)،

---

(۱) "قال رحمه الله تعالیٰ: (يبدأ من تركة الميت بتجهيزه) ...... (ثم بدينه) لقوله تعالیٰ: ﴿من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (النساء: ۱۲) ...... ولأن الدين واجب ابتداء والوصية تبرع، والبداءة بالواجب أولیٰ". (البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، ۳۶۶، رشيديه)

"يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير ......) ...... (بتجهيزه) ...... (ثم) تقدم (ديونه التي لها مطالب من جهة العباد)". (الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۰، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول الخ: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "يملک الموهوب له بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک، لالصحة الهبة". (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الثالث في أحكام الهبة: ۱/۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل". (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الأول، رقم المادة: ۸۳۷: ۱/۴۶۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد) .... =

اس کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی، اگر اس کے وارث صرف چار لڑکے ہیں، تو وہ چاروں اس میں برابر کے حصہ دار ہوں گے (۱)، پہلی بیوی ہندہ کے بطن سے جو تین بچے ہیں، ان کو اس میں حصہ نہیں ملے گا (۲)۔

"وأعمرتك هذا الشيء؛ لأن العمرى تمليك للحال فتثبت الهبة، ويبطل ما اقتضاه من شرط الرجوع، وكذلك لو شرط الرجوع صريحاً يبطل شرطه أيضاً، كما لو قال: وهبتك هذا العبد حياتك وحياته، أو أعمرتك داري هذه حياتك أو أعطيتها حياتك، أو وهبت هذا العبد حياتك فإذا مت فهولي،

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/۴۸۳، رشيديه)

(۱) "والعصبة أربعة أصناف: عصبة بنفسه، وهو جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده الأقرب". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۸۱، رشيديه)

"فالنسبية ثلاثة أنواع: عصبة بنفسه، وهو كل ذكر لايدخل في نسبته إلى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده، كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات: ۶/۴۵۱، رشيديه)

"إذا اجتمع جماعة من العصبة في درجة واحدة، يقسم المال عليهم باعتبار أبدانهم ... لكل واحد سهم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض، فصل في العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۸۲، رشيديه)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب الفرائض، باب العصبات: ۴/۵۶۳، مكتبه حقانيه كوئٹه)

(۲) ان بچوں میں چونکہ استحقاق ارث کے اسباب ثلاثہ نہیں پائے جاتے، اس وجہ سے محروم ہیں۔

"ويستحق الإرث بأحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب الفرائض: ۴/۵۵۵، حقانيه پشاور)

أو إذا مت فهو لورثتي، هذا تمليك صحيح وشرط باطل" بحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/۲۸۵، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۰ھ۔



(۱) (البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/۴۸۴، رشيديه)

"(جاز العمرى) للمعمر له، ولورثته بعده، لبطلان الشرط". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۷۰۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة: ۳/۴۰۸، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۴/۳۷۵، رشيديه)

كتاب الضمان والوديعة

باب في الضمان

(ضمان کا بیان)

ہوٹل کے برتن اپنے کمرہ سے گم ہونے پر ضمان کا حکم

سوال[۱۱۱۴۸]: ہمارے ہوٹل سے ایک صاحب چائے لے گئے اور چائے کا دور چلنے کے بعد پیالیاں اور پرچیں کمرہ کے باہر رکھ دیئے، جسے کوئی شخص اٹھا لے گیا، کیا اس طرح غیر ذمہ دار جگہ پر رکھنے سے چائے پینے والوں پر ضمان لازم آئے گا یا نہیں؟ براہِ کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر چائے اپنے کمرہ پر ہوٹل سے کہیں الگ منگا کر پی اور پھر اپنے کمرہ کے باہر پیالیاں رکھ دیں، جو کہ غائب ہوگئیں تو ان صاحب پر ضمان لازم ہوگا، اگر ہوٹل میں ہی پی ہے اور ایسی جگہ رکھ دیں کہ ہوٹل کے ملازم اٹھا لے اور اطلاع کردے، پھر غائب ہوگئیں، تو ان پر ضمان لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۶/ ۹۵ھ۔

---

(۱) مذکورہ صورت بظاہر عاریت کی ہے اور عاریت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ خود بخود ہلاک ہوجائے تو اس پر ضمان نہیں، البتہ اگر عاریۃً لینے والا اس کو ضائع کردے، تو اس پر ضمان لازم آئے گا۔

"(وتصح بأعرتك)؛ لأنه صريح (وأطعمتك أرضي) ...... (ومنحتك) ...... (و) داري لك (عمرى) ...... (ولا تضمن بالهلاك من غير تعد)". (الدرالمختار). "(قوله (بالهلاك) هذا إذا كانت مطلقة، فلو مقيدة كأن يعيره يوماً فلو لم يردها بعد مضيه، ضمن إذا هلكت، كما في شرح المجمع، وهو المختار، كما في العمادية". (ردالمحتار، كتاب العارية: ۵/ ۶۷۸، ۶۷۹ سعيد) .... =

بیمار لڑکی کی شادی کی، مرگئی تو ذمہ دار کون ہوگا؟

سوال[۱۱۱۴۹]: ۱..... زید نے اپنی لڑکی کا مورخہ ۱۸/ دسمبر ۱۹۷۷ء کو عمر کے ساتھ نکاح پڑھادیا تھا، جو صرف تین مہینے ۱۸/ دن زندہ رہ کر یکم اپریل ۱۹۷۸ء کو ٹی بی دواخانہ میں انتقال کرگئی۔

۲..... زید کو یہ معلوم تھا کہ اس کی لڑکی ٹی بی کی مریضہ ہے، تیسرے درجہ میں بیمار ہے، یہ سب جانتے ہوئے شادی کرادی، اس بچی کے موت کا ذمہ دار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲..... جب کہ اس لڑکی کو کسی نے قتل نہیں کیا، تو اس کی موت کا کوئی ذمہ دار نہیں، علاج کی کوشش کے باوجود نہیں بچی، تو کسی کا کیا قصور۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۹ھ۔

چمڑے کے وزن کے دوران کان اور دم وغیرہ کو تولنے کا حکم

سوال[۱۱۱۵۰]: ایک شخص نے ۶۰/ روپے فی من کے حساب سے چمڑا خریدا، دستور یہ ہے کہ چمڑے میں کان اور دم اور گوشت جو کہ چمڑہ میں رہ جاتا ہے، وہ صاف کرکے جب تولا جاتا ہے، لیکن فروخت کرنے والے نے بغیر صاف کئے ہی تول شروع کردیا، خریدنے والے نے کہا بھی، کہ صاف کرا کر تولو، تو یہ جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں، دوکلو فی من اوپر تول دیں گے، حالانکہ ایک چمڑا میں سے آلائش اور دم کان وغیرہ سب چار کلو کے قریب نکلتے ہیں۔

اس اعتبار سے ایک من پر تقریباً ۱۲/ کلو آلائش ہوئے، کیونکہ ایک من میں تین چمڑے چڑھتے ہیں، حالانکہ وہ بیچنے والا صرف دوکلو زائد تولتا ہے، خریدنے والے اس کاروبار سے ناواقف تھا، سوال یہ ہے کہ اس خسارہ کی ذمہ داری خریدنے والے پر آتی ہے یا فروخت کرنے والے پر؟

= "رجل استعار قلادة ذهب فقلدها صبيا فسرقت، فإن كان الصبي يضبط حفظ ماعليه لايضمن وإلا يضمن، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوی العالمكيرية، كتاب العارية، الباب الخامس في تضييع العارية الخ: ۴/۳۶۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب العارية: ۷/۴۷۸، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ نقصان بیچنے اور تولنے والے سے وصول کیا جائے کہ اس نے نقصان پہنچایا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۸۶ھ۔

نابالغ نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی، اس کے تاوان کا حکم

سوال[۱۱۱۵۱]: زید کے پاس ایک گھوڑی تھی، جس پر سوار ہو کر نماز جمعہ پڑھانے جا رہا تھا، ایک روز وہ گھوڑی بکر کے دروازے پر چلی گئی، بکر موجود نہیں تھا، اس کا نابالغ لڑکا کھیل رہا تھا، اس نے ایک ڈھیلا مار دیا، جو اس کی آنکھ پر جا لگا اور آنکھ پھوٹ گئی، زید کہتا ہے کہ ہم کو تاوان دے، بکر کہتا ہے کہ طفلِ صغیر نے مار دیا ہے، تاوان کیوں دوں، میرا کوئی اشارہ بھی نہیں تھا اور نہ ہی موجود تھا، پھر کس طرح ہم پر تاوان عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر نابالغ لڑکے نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی ہے تو بھی اس کا ضمان لازم ہوگا، ضمان کی مقدار گھوڑی کی چوتھائی قیمت ہے۔

"الصبي المحجور مؤاخذ بأفعاله فيضمن ما أتلفه من المال للحال" (درمختار مع هامش الشامي، كتاب الحجر، وضمن في فق عين ...... حمار و بغل وفرس ربع القيمة: ۵/۹۲(۲) (درمختار مع

---

(۱) "إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضيف الحكم إلى المباشر، قوله: "إذا اجتمع المباشر والمتسبب الخ، حد المباشر أن يحصل التلف بفعله من غير أن يتخلل بين فعله، والتلف فعل مختار". (شرح الحموي على الأشباه، القاعدة التاسعة عشر: ۱/۴۰۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الإجارة، مسائل شتى: ۶/۸۹، سعيد)

(وكذا في القواعد الفقهية، ص: ۱۱۴، رقم القاعدة: ۱۰۳، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحجر: ۶/۱۴۶، سعيد) .... =

الشامي: ۵/ ۳۹۱)(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۱/ ۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۱/ ۸۶ھ۔

سامان کی حفاظت کی ذمہ داری لے کر بے احتیاطی کرنا

سوال[۱۱۱۵۲]: فریق نمبر ۱ کا ایک جگہ سامان رکھا ہوا ہے، فریق نمبر ۲ نے اس سے آکر دریافت کیا کہ تمہارا سامان کہاں رکھا ہے، میں بھی وہیں آکر اپنا سامان رکھ دوں، فریق نمبر ۱ نے بتایا، فریق نمبر ۲ نے اپنا سامان بھی وہیں رکھ دیا اور فریق نمبر ۱ کو اپنا سامان دکھلا دیا، پھر اس سے اجازت چاہی کہ میں کھانا کھانے جارہا ہوں، تم اپنے سامان کے ساتھ میرے سامان کی بھی حفاظت کرنا، کہیں چھوڑ کر مت جانا، فریق نمبر ۱ نے اجازت دے دی کہ جاؤ! ہم سامان دیکھیں گے، اس کے بعد فریق نمبر ۲ چلا گیا، آکر دیکھا کہ فریقین نمبر ۱ سامان سے کچھ فاصلہ پر بیٹھا ہوا ہے، کہ جہاں سے سامان نظر نہیں آتا تھا، پھر سامان کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فریق نمبر ۲ کا سامان غائب ہے اور فریق نمبر ۱ کا سامان موجود ہے، اس صورت میں کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اپنے سامان کی طرح فریق نمبر ۱ نے باوجود وعدہ کرنے اور ذمہ داری لینے کے حفاظت نہیں کی

(وكذا في درر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الحجر: ۲/ ۲۷۴، مير محمد كتب خانه كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر: ۸/ ۱۴۳، رشيديه)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الديات، باب جناية البهيمة: ۶/ ۶۱۰، سعيد)

"في عين بدنة الجزار، والحمار، والفرس ربع القيمة". (البحر الرائق، كتاب الديات، باب جناية البهيمة: ۹/ ۱۳۹، رشيديه)

"وضمن (في عين بقر جزار وجزروه) أي: إبله (والحمار، والبغل، والفرس ربع القيمة)". (درر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الديات، باب جناية البهيمة: ۲/ ۱۱۴، مير محمد كتب خانه كراچي)

اورسامان ضائع ہوگیا،تو ضمان لازم ہوگا (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

دھوبی نے کپڑا گم کردیا

سوال [۱۱۱۵۳]: دھوبی کو کپڑا دھونے کے لئے دیا، اس نے گم کردیا اس پر تاوان ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی کیا کیا صورتیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دھوبی کی بے پرواہی سے کپڑا گم ہوگیا تو اس کا ضمان لینا درست ہے، لیکن اگر دھوبی بے اختیار تھا، مثلاً: ایک دم پانی زیادہ آگیا اور کوشش کے باوجود وہ حفاظت نہ کرسکا، تو اس پر ضمان نہیں (۲)۔فقط واللہ

---

(۱) "ولو قال المودع: وضعت الوديعة بين يدي، فقمت، ونسيتها، فضاعت ضمن، وبه يفتى".

(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الرابع فيما يكون تضييعا للوديعة: ۴/۳۴۲، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، فصل فيما يضمن المودع: ۳/۳۷۷، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوديعة، الفصل الثاني فيما يكون إضاعة: ۶/۲۰، رشيديه)

(۲) "ولا يضمن ما هلك في يده، وإن شرط عليه الضمان، وبه يفتى، كما في عامة المعتبرات، وبه جزم أصحاب المتون، فكان هو المذهب ..... وأفتى المتأخرون بالصلح على نصف القيمة ..... ويضمن ما هلك بعمله كتخريق الثوب من دقه.

(قوله: ولا يضمن) اعلم أن الهلاك إما بفعل الأجير أولا، والأول إما بالتعدي أولا، والثاني إما أن يمكن الاحتراز عنه أولا، ففي الأول بقسميه يضمن اتفاقاً، وفي ثاني الثاني لا يضمن اتفاقاً، وفي أوله لايضمن عند الإمام مطلقاً، ويضمن عندهما مطلقاً". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۶/۶۵، سعيد)

"والمتاع في يده غيره مضمون بالهلاك سواء هلك بسبب يمكن التحرز عنه كالسرقة أو بمالايمكن كالحريق الغالب، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وهو القياس، وقالا: يضمن إلا إذا هلك بأمر لا يمكن التحرز عنه ..... وبقولهما يفتى اليوم لتغير أحوال الناس، وبه تحصل صيانة أموالهم". =

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/ ۸۹ھ۔



= (تبيين الحقائق، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۱۳۷/٦ - ۱۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"المأجور أمانة في يد المستأجر ..... لايلزم الضمان إذا تلف المأجور في يد المستأجر مالم يكن بتقصيره أو تعديه أو مخالفته لمأذونيته". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الإجارة، الفصل الثاني في ضمان الأجير: ۲/٧٠٣، رقم المادة: ٦٠٠، ٦٠١، رشيديه)

(وكذا في الهدايه، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۳/٣١٠، ٣١١، رحمانيه لاهور)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الإجارة، الجنس الثاني في القصار: ۳/۱۳۲، امجد اكيڈمی لاهور)

باب في الوديعة

(امانت کا بیان)

بچوں کی امانت خود ان پر صرف کرنا

سوال [۱۱۱۵۴]: نابالغ بچوں وبچیوں کا جو مال ہے، اس میں تایا و چچا شرعاً تصرف کر سکتے ہیں بحیثیت ولی؟ نیز نابالغ بچوں وبچیوں کی جو امانت دادا یا تایا وچچا کے پاس ہو اور بعد از بلوغ مطالبہ پر وہ یہ کہیں کہ وہ امانت ہم نے تم ہی لوگوں پر خرچ کر دی ہے، تو اس جواب سے یہ لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے، یا پھر امانت واجب الاداء ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان بچوں کی ضروریات، کھانا، کپڑے وغیرہ پر ان کا پیسہ خرچ کیا جا سکتا ہے، اسی طرح جو ان کی امانت ہے، اس کو بھی خرچ کیا جا سکتا ہے اور اس پر کوئی پکڑ نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۴۰۰ھ۔

بالغ ہونے پر بچوں کی امانت، ان کی شادی میں خرچ کرنا

سوال [۱۱۱۵۵]: یتیم پوتے و پوتیوں یا بھتیجے و بھتیجیوں کی شادی کرانا بھی دادا یا تایا و چچا کے ذمہ

---

(۱) "وإن كان للصغير عقار، أو أردية، أو ثياب، واحتيج إلى ذلك للنفقة، كان للأب أن يبيع ذلك كله، وينفق عليه كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۳، رشيديه)

"وقيد بالفقير؛ لأن الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۴۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۶۱۲، سعيد)

ہے، بعد از بلوغ دادایا تایا وچچانے اپنی یتیم پوتیوں وبھتیجوں کی شادی میں انہیں یتیم بچوں کا مال خرچ کیا ہے، بعد میں مطالبہ پر اس خرچ کا حوالہ دے دیا، جب کہ اس خرچ کے وقت ان یتیم بچوں کی اجازت بھی نہیں لی تھی، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالغ ہونے پر ان کا مال بغیر ان کی اجازت شادی وغیرہ میں دادا خرچ کرے نہ تایا وچچا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۰ھ۔

لاوارث غیر مسلم کی امانت کا حکم

سوال[۱۱۱۵۶]: زید کے پاس ایک غیر مسلم کی امانت رکھی تھی، غیر مسلم مر گیا، کوئی وارث بھی

---

(۱) یتیم بچہ جب عاقل بالغ ہو جائے، تو شرعاً ان کا مال ان کو واپس کیا جائے گا، اب اس کے مال میں کسی کو بھی کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وابتلوا الیتمیٰ حتی إذا بلغوا النکاح فإن اٰنستم منهم رشداً فادفعوا إلیهم أموالهم﴾ (النساء: ۶)

"﴿فإن اٰنستم﴾ أي: أحسستم ..... ﴿منهم رشداً﴾ أي: اهتداءا إلی ضبط الأموال، وحسن التصرف فیها، قیل: صلاحاً في دینهم، وحفظاً لأموالهم ..... ﴿فادفعوا إلیهم أموالهم﴾ أي: من غیر تأخیر عن حد البلوغ کما تدل علیه الفاء". (روح المعاني، النساء: ۶: ۴/۲۰۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في تفسیر ابن کثیر، النساء: ۶: ۱/۲۰۰-۲۰۲، دار السلام ریاض)

"عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواه البیهقي في شعب الإیمان. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني: ۱/۲۵۵، قدیمی)

"ولا یجوز التصرف في مال غیره بغیر إذنه". (شرح الحموي علی الأشباه، کتاب الغصب: ۲/۳۴۴، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في القواعد الکلیة، الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۲، میر محمد کتب خانه)

نہیں، اب اس امانت کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب امانت رکھنے والا مرگیا، کوئی وارث بھی نہیں، تو اس امانت کی رقم کو غریبوں پر صدقہ کردیا جائے (۱)، دینی مدرسہ کے طالب علم بھی اس کا مصرف ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "للمودع صرف وديعة مات ربها ولا وارث لنفسه أو غيره من المصارف". (الدرالمختار). "إذا كان عنده وديعة فمات المودع بلا وارث، له أن يصرف الوديعة إلى نفسه في زماننا هذا؛ لأنه لو أعطاها لبيت المال لضاع؛ لأنهم لايصرفون مصارفه، فإذا كان من أهله صرفه إلى نفسه، وإن لم يكن من المصارف صرفه إلى المصرف". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب العشر، مطلب هل يجب العشر على المزارعين الخ: ۲/۳۳۶، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثاني في المصرف: ۴/۸۸، ۸۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب العشر: ۱/۴۲۲، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "قلت: ورأيته في جامع الفتاوى ونصه في المبسوط: لايجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج، لقوله عليه السلام: "يجوز دفع الزكاة لطالب العلم، وإن كان له نفقه أربعين سنة" ... قلت: وهو كذلك، والأوجه تقييده بالفقير". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۰، سعيد)

"قوله: (ومنقطع الغزاة) وهو المراد بقوله تعالى: ﴿وفي سبيل الله﴾ ... وقيل: طلبة العلم واقتصر عليه في الفتاوى الظهيرية، وفسره في البدائع بجميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله تعالى وسبيل الخيرات إذا كان محتاجاً". (البحرالرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۲۲، رشيديه)

(وكذا في النهرالفائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۱/۴۶۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف: ۱/۳۲۸-۳۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

شئ مستعار کا عوض ادا کرچکنے کے بعد وہ ملی تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۱۵۷]: شئ مستعار اگر باوجود پوری حفاظت کے غائب ہوگئی، غائب ہوجانے کی وجہ سے غائب شدہ چیز کا عوض دے دیا گیا، لیکن عوض دینے کے بعد اصل چیز دستیاب ہوگئی، اب اصل چیز کو دے کر عوض واپس لینا چاہے، کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہی ہے کہ عوض لے کر وہ چیز واپس دے دی جائے (۱)، اگر اس پر سمجھوتہ نہ ہوسکے، تو عوض کے مقابلہ میں شئ مستعار پر مستعیر کی ملک ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۹۴ھ۔

---

(۱) عاریت کا حکم امانت کا ہوتا ہے اور امانت میں وہ چیز جو امانت رکھی گئی ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہوتا ہے۔

"وحكمها كونها أمانة". (البحر الرائق، كتاب العارية: ۷/۴۷۲، رشيديه)

"والعارية أمانة إن هلكت من غير تعد لم يضمنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب العارية، الباب الثاني: ۴/۳۶۳، رشيديه)

قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ (النساء: ۵۸)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أد الأمانة إلى من ائتمنك، ولا تخن من خانك". (سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في الرجل يأخذ حقه: ۲/۱۴۲، إمداديه ملتان)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۳۰۸: ۱/۲۲۶، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز مكه)

(۲) اس صورت میں گویا کہ معیر نے مستعیر کو وہ چیز بیچ دی، لہٰذا معیر بائع اور مستعیر مشتری ہوگا اور بیع میں مبیع پر مشتری کی ملک ثابت ہوجاتی ہے۔

"وأما حكمه: فثبوت الملك في المبيع للمشتري، وفي الثمن للبائع، إذا كان البيع باتاً".

(حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع: ۳/۴، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع الخ: ۳/۲، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة: ۴/۵۰۴، سعيد)

عیدگاہ کا روپیہ کاروبار میں لگانا

سوال[۱۱۱۵۸]: زاہد علی نے چار ہزار روپیہ عیدگاہ کے لئے چندہ کیا تھا، ابھی یہ روپیہ ان کے پاس تھا کہ انہوں نے اس کو کاروبار میں لگادیا، عیدگاہ کا کچھ کام شروع ہوا تھا، کچھ بند ہوا کچھ ہوا، اب لوگوں نے ان کو کہا کہ تم حساب دو، مگر انہوں نے حساب نہیں دیا، ایسی صورت میں اب شرعاً کیا حکم ہے؟ کہ ان کا بائیکاٹ کرنا کیسا ہے، اگر ان کے پاس فوری طور پر روپیہ نہ ہو، تو کیا کچھ حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عیدگاہ کے لئے جو روپیہ بطور چندہ جمع کرکے ایک شخص کے حوالہ کیا گیا تھا، وہ روپیہ امانت تھا اور وہ شخص امین تھا(۱)، اس کو وہ روپیہ کاروبار میں لگانا جائز نہیں تھا، یہ خیانت ہے اور ایسا کرنے سے وہ شخص خائن ہوا، اس کے ذمہ روپیہ اور اس کا حساب دینا ضروری ہے(۲)، اگر ترک تعلقات (حقہ، پانی بند) کرنے سے وصول کرسکتا ہو، تو اس کی اجازت ہے(۳)، لیکن اگر وہ غریب ہے، یکدم سب روپیہ نہیں دے سکتا، تو حسب

(۱) "أما تفسيرها شرعاً، فالإيداع هو تسليط الغير على حفظ ماله، والوديعة ما يترك عند الأمين، كذا في الكنز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول في تفسير الإيداع والوديعة وركنها وشرائطها وحكمها: ۴/۳۳۸، رشيديه)

"(هو) لغة: من الودع، أي: الترك، وشرعاً: (تسليط الغير على حفظ ماله صريحاً أو دلالة) ...... (والوديعة: ما يترك عند الأمين)". (الدرالمختار، كتاب الإيداع: ۵/۶۶۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوديعة: ۷/۴۶۴، رشيديه)

(۲) "وأما حكمها: فوجوب الحفظ على المودع، وصيرورة المال أمانة في يده، ووجوب أدائه عند طلب مالكه، كذا في الشمني". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول في تفسير الإيداع الخ: ۴/۳۳۸، رشيديه)

"(وهي أمانة) هذا حكمها مع وجوب الحفظ والأداء عند الطلب". (الدرالمختار، كتاب الإيداع: ۵/۶۶۳، ۶۶۴، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوديعة: ۷/۴۶۵، رشيديه)

(۳) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: =

مصالح اس کو کچھ مہلت دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۶/۸۸ھ۔



="لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال.

قوله: (فوق ثلاث ليال) أي: بأيامها ... ولايجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلک". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب مايهنى من التهاجر والتقاطع وإتباع العورات: ۹/۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الأدب، باب مايجوز من الهجران لمن عصى: ۱۰/۶۰۹، ۶۱۰، قديمى)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب مايهنى من التحاسد والتدابر الخ: ۲۲/۱۳۷، مطبعة منيرية بيروت)

کتاب الرھن

(رہن کا بیان)

صاف لفظوں میں امانت کہنا اور معاملہ گروی کا کرنا

سوال[۱۱۱۵۹]: ایک شخص مسمی حسن بھائی فاضل بھائی نے اپنی حیات میں چند مکانات مسمی عبدالرسول محمد عمر کے پاس رکھے اور لکھا کہ یہ مکانات تمہارے پاس امانت رکھتا ہوں اور عبدالرسول کا قرضہ حسن بھائی کے ذمہ تھا، اول حسن بھائی کے ذمہ تھا، اول حسن بھائی نے انتقال کیا، اس وقت ان کے حقیقی بھائی یلیین بھائی کا لڑکا عمر بھائی اور بیوی عظیم بو چھوڑے۔ بعد میں عظیم بو نے انتقال کیا، انہوں نے ایک ابن ابی العم عمر بھائی مذکورالصدر اور دو علاتی بہن کی لڑکیاں بنت الاخت لاب عابدہ، زاہدہ چھوڑ دیں۔ بعد میں عابدہ نے انتقال کیا، اس نے ایک لڑکا غلام نبی اور دو لڑکیاں مسماۃ سلطان بو اور مریم چھوڑے۔ بعد میں زاہدہ نے انتقال کیا، اس نے بھی ایک لڑکا محمد صدیق اور دو لڑکیاں مریم اور غفور بو چھوڑے۔ بعد میں سلطان بو بنت عابدہ نے انتقال کیا، ایک بھائی غلام نبی اور بہن مریم چھوڑے۔

بعد میں غلام نبی نے انتقال کیا، بہن مریم چھوڑے۔ مریم نے انتقال کیا، دو لڑکے غلام رسول اور افضل بھائی چھوڑے۔ بعد میں غلام رسول نے انتقال کیا، ایک بیوی سلطان بو اور دو لڑکے علی میاں اور نبی میاں چھوڑے۔ مریم کے دوسرے لڑکے افضل بھائی نے انتقال کیا، بیوی عائشہ اور چار لڑکے حسن اور عبدالقادر، عبدالرحمٰن، فاضل اور ایک لڑکی مریم چھوڑے۔

زاہدہ جو میت ثانی عظیم بو کی بنت الاخت تھی نے انتقال کیا، ایک لڑکا محمد صدیق اور دو لڑکیاں مریم اور غفور بو چھوڑے۔ مریم نے انتقال کیا، ایک لڑکی حلیم بو اور دو لڑکے فاضل بھائی اور رحیم بھائی چھوڑے۔ بعد میں فاضل بھائی نے انتقال کیا، بیوی وزیر بو اور لڑکا غلام حسین اور عبدالرحمٰن چھوڑے۔ محمد صدیق نے انتقال کیا، اس

وقت ایک لڑکی زینت بی اور بہن غفور بو تھے۔ بعد میں غفور بو گزری، دولڑکے محمد عمر اور چاند بھائی اور تین لڑکیاں آمنہ، بی سلام، بی مریم چھوڑیں۔ بی مریم گزری شوہر عبدالنبی دو بھائی محمد عمر اور چاند بھائی اور دو بہنیں آمنہ، بی سلام چھوڑے۔ عبدالنبی شوہر بی مریم نے انتقال کیا، دو بھتیجے اور دو بھتیجی اور دو نواسی چھوڑے۔ بی سلام گزری، لڑکا رسول میاں اور لڑکی مریم چھوڑے، عمر بھائی اور یاسین بھائی جو میت اول کا ابن الاخ ہے اور میت ثانی عظیم بو زوجہ میت اول کا ابن ابی العم ہے، جس نے عظیم بو جو میت ثانی ہے، ان کی بھانجیاں عابدہ اور زاہدہ اور ان کی اولاد عابدہ کی اولاد سلطان بو، مریم، غلام نبی اور زاہدہ کی اولاد مریم اور محمد صدیق کے بعد انتقال کیا۔

سوائے زاہدہ کی لڑکی غفور بو کے وہ حیات تھی، عمر بھائی نے انتقال کیا، اس وقت ان کی دو لڑکیاں آمنہ اور خدیجہ اور ایک ابن الاخ عثمان عرف نور محمد حیات تھے۔ اول آمنہ نے انتقال کیا، اس نے شوہر محمد طاہر اور علاتی بہن خدیجہ چھوڑے۔ بعد میں خدیجہ گزری اس نے تین لڑکے عبداللہ اور عبدالقادر اور محمد جو دیوانہ ہے، چھوڑے۔ بعد میں خدیجہ کے لڑکے عبدالقادر نے انتقال کیا، بیوی، ایک حقیقی بھائی عبداللہ بعد اخیافی محمد چھوڑے۔

اس کے بعد عمر بھائی کا ابن الاخ عثمان عرف نور محمد نے انتقال کیا، اس نے عورت قمر النساء، ماں حفیظہ اور چار لڑکے جن میں تین نابالغ ہیں اور چار لڑکیاں جن میں دو نابالغ ہیں، چھوڑے۔

اس میں وضاحت طلب امور یہ ہے کہ یہ مکانات حسن بھائی مرحوم کے جو عبدالرسول اور بعد میں ان کی اولاد کے قبضہ میں امانت ہیں، یا رہن گروی اور قانون سرکاری جو ایک مدت بعد مالک یا ورثاء مالک کو رہن والی چیز واپس نہیں ملتی یا رہن رکھنے والا واپس نہیں کرتا، یہ شرعاً کیسا ہے؟ ان مکانات کی آمدنی اور مرمت کا کیا حکم ہے؟

۲...... ورثاء عبدالرسول کو یہ مکانات ہبہ یا فروخت کرنے کا حق ہے؟

۳...... ورثاء عبدالرسول مرحوم کو مکانات کی تخمینا قیمت ورثاء حسن بھائی کو دینی چاہیے یا مکانات واپس کرنے چاہئیں، کیونکہ ورثاء حسن بھائی میں نابالغ اور دیوانہ بھی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... صاف صاف لفظوں میں تو امانت کہا ہے، لیکن قرضہ ذمہ میں ہونا رہن کا قرینہ ہے، اس کے باوجود واپس نہ دینے کا اختیار نہیں۔ قرضہ کل ادائیگی اور مکانات کی واپسی لازم ہے، قانونی آڑ لے کر گروی

مکانات کی واپسی سے مدت متعینہ گزر جانے پر آدمی سبکدوش نہیں ہوجاتا (۱)۔

۲..... آمدنی بھی مالک کی ہے، مرمت بھی مالک کے ذمہ ہے (۲)، جس کے پاس کہہ کر گروی رکھا ہے، نہ اس کو انتفاع کا حق ہے نہ آمدنی کا (۳)، نہ اس کے ذمہ مرمت لازم ہے (۴)۔

۳..... ان کو حق نہیں، اس لئے کہ وہ مالک نہیں (۵)۔

---

(۱) "ويؤمر المرتهن بإحضار دينه، والراهن بأداء دينه أولاً". (البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۴۲۷، رشيديه)

"وإذا طلب دينه، أمر بإحضار الرهن، فإذا أحضره أمر الراهن بتسليم كل دينه أولاً، ثم أمر المرتهن بتسليم الرهن". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۴۷، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الهداية، كتاب الرهن: ۴/۵۱۷، شركت علميه ملتان)

(۲) "والأصل فيه: أن مايحتاج إليه لمصلحة الرهن بنفسه وتبقيته فعلى الراهن، سواء كان في الرهن فضل أو لم يكن؛ لأن العين باقية على ملكه، وكذا منافعه مملوكة له، فيكون إصلاحه وتبقيته عليه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرهن، الباب الرابع: ۵/۴۵۴، رشيديه)

"(ونفقة الرهن والخراج) والعشر (على الراهن) والأصل فيه: أن كل مايحتاج إليه لمصلحة الرهن بنفسه وتبقيته فعلى الراهن؛ لأنه ملكه". (الدرالمختار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الرهن: ۴/۲۳۸، ۲۳۹، دارالمعرفة بيروت)

(۳) "لايحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (الدرالمختار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، رقم المادة: ۷۵۰: ۳/۱۹۶، ۱۹۷، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، كتاب الرهن، ص: ۲۴۴، حقانيه پشاور)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۲

(۵) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي على الأشباه، كتاب الغصب: ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچي)

۴...... اپنے مورث کا دیا ہوا قرضہ وصول کرلینا چاہیے اور مکانات واپس کردیں۔ اس مسئلہ میں نابالغ، دیوانہ اور عقلمند بالغ سب کا یہی حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

زمین رہن رکھ کر معاوضہ وصول کرنا

سوال[۱۱۱۶۰]: ۱...... روپیہ قرض دے کر زمین میں رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا کرتے رہنا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲...... بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر پھر اس قرض خواہ کو زمین کھیتی کرنے کے لئے ۵، ۱۰ من کے بدلہ لکھ دیتے ہیں، خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو، یہ کیسا ہے؟

۳۔ بعض لوگ رہن رکھ کر استفادہ حاصل کرنے کی وجہ سے کچھ عدد سالانہ اس روپیہ سے کاٹ دیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ صورت جائز نہیں (۲)۔

= (وكذا في القواعد الكلية، الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۲، مير محمد كتب خانه)

(۱) "لا يبطل الرهن بموت الراهن، ولا بموت المرتهن، ولا بموتهما، ويبقى الرهن رهنا عند الورثة". (الدر المختار، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن الخ: ۶/۵۲۰، سعيد)

"أما حكمه فملك العين المرهونة في حق الحبس، حتى يكون أحق بإمساكه إلى وقت إيفاء الدين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرهن، الفصل الأول: ۵/۴۳۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ الكاملية، كتاب الرهن، ص: ۲۴۴، حقانيه پشاور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۴۶۷، رشيديه)

(۲) "وعن عبدالله محمد بن أسلم السمرقندي، وكان من كبار علماء سمرقند: أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا". (ردالمحتار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد) .... =

۲...... یہ پانچ دس من غلہ اگر صحیح حساب سے محسوب کرلیں، تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غلہ وصول کرتے وقت جو نرخ ہو، اسی نرخ سے قیمت لگا کر یہ سمجھیں کہ گویا کہ ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کرلیا ہے(۱)۔

۳...... ایسی زمین کا جو سالانہ کرایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کاٹ دیں، تو جائز ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۹ھ۔

شئ مرہون سے نفع اٹھانا

سوال[۱۱۱۶۱]: اگر تیس روپے میں گھڑی رہن رکھی، تو اس گھڑی کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

= "وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن، ولا إجارته، ولا إعارته". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۴۳۸، رشيديه)

(۱) "وجد دنانير مديونه وله عليه درهم، له أن يأخذه لاتحادهما جنسا في الثمنية، قال الحموي ...... إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوىٰ اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق". (ردالمحتار، كتاب الحجر: ۶/۱۵۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحجر: ۴/۸۶، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب السرقة: ۷/۱۵۴۵، رشيديه)

(۲) "وتصح إجارة أرض للزراعة مع بيان ما يزرع فيها، أو قال: على أن أزرع فيها ما أشاء، كي لا تقع المنازعة". (الدرالمختار، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة ومايكون خلافاً فيها: ۶/۲۹، سعيد)

"قوله: (والأراضي للزراعة أن بين ما يزرع فيها، أو قال: على أن أزرع فيها ما أشاء) أي: صح ذلك للإجماع العملي عليه". (البحر الرائق، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة ومايكون خلافاً فيها: ۷/۵۱۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة ومالايجوز: ۳/۳۷۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

جب کہ آئندہ واپسی کی امید نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تیس روپے دے کر جو گھڑی رہن رکھی ہے، اس کو استعمال کرنے کا حق نہیں (۱)، مالک سے معاملہ کرلیا جائے، جب وہ تیس روپیہ کے عوض یا جس نرخ پر فروخت کردے، تب خریدار کو استعمال کرنا درست ہوگا (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

رہن پر نفع

سوال [۱۱۱۶۲]: اگر کسی نے کوئی چیز سو روپے کی زید کو دے کر زید سے پچاس روپے اس شرط پر

---

(۱) "أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن إذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا". (الدرالمختار، كتاب الرهن: ۶/ ۴۸۲، سعيد)

"وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا إجارته ولا إعارته". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/ ۲۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الرهن: ۸/ ۴۳۸، رشيديه)

(۲) جب انہوں نے وہ گھڑی تیس روپے کے عوض خرید لی، تو اس پر اُن کی ملکیت ثابت ہوئی، لہٰذا اب وہ جس طرح چاہے، استعمال کرسکتا ہے۔

"وحكمه: ثبوت الملك للمشتري في المبيع، وللبائع في الثمن، إذا كان البيع باتاً". (حاشية الشلبي على التبيين، كتاب البيوع: ۴/ ۲۷۶، دارالكتب العلمية بيروت)

"وحكمه ثبوت الملك أي: في البدلين لكل منهما في بدل". (ردالمحتار، كتاب البيوع: ۴/ ۵۰۲، سعيد)

"وكل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران: ۱/ ۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران: ۱/ ۶۵۷، رقم المادة: ۱۱۹۷، دارالكتب العلمية بيروت)

لئے ہیں کہ اگر ایک سال کے اندر اندر پچاس روپے نہ لوٹائے، تو وہ سو روپے کی چیز زید کے لئے ہو جائے گی یا ایسا کہیں کہ ایک سال کے لئے گروی رکھا، تو اب سال ختم ہو جاتا ہے، لیکن روپیہ واپس نہیں کیا، تو کیا کرنا پڑے گا اور صاحب مقروض کو اتنی ہمت نہیں، جس سے وہ پچاس روپیہ ادا کر کے اپنی چیز لے لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح تو یہ معاملہ درست نہیں ہوا، اب جب کہ قرض واپس کرنے کا وقت آیا اور اس کے پاس روپیہ دینے کو نہیں ہے، تو اب معاملہ کر لے کہ ہماری فلاں چیز جو آپ کے پاس ہے، اس کی قیمت یہ ہے، آپ کا قرض اتنا ہے، وہ چیز آپ خرید لیں تا کہ آپ کا قرض ادا ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/ ۲/ ۱۴۰۰ھ۔

ناریل رہن رکھ کر اس کی آمدنی کھانا

سوال[۱۱۱۶۳]: زید نے ناریل کا درخت گروی رکھ کر پانچ سال کی مدت پر پانچ سو روپیہ لیا، مدت گزرنے کے بعد پانچ سو روپیہ دیا، اب درمیانی سال کی آمدنی، یعنی ناریل کی آمد بلا قیمت بکر کھاتا رہا، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناریل گروی رکھ کر اس کی آمدنی کھانا جائز نہیں، یہ سود کے حکم میں ہے۔

وفي الأشباه: "كل قرض جر نفعا، حرام" درمختار مع هامشه،

---

(۱) "وجد دنانير مديونه وله عليه دراهم، له أن يأخذه لا تحادهما جنساً في الثمنية، قال الحموي ...... إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق". (ردالمحتار، كتاب الحجر: ۱۵۱/۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحجر: ۸۶/۴، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب السرقة: ۵۴۵۱/۷، رشيديه)

ص: ۱۹٤، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ پاکستان(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فک رہن کی تاریخ مقرر کرنا اوراس میں توسیع کرنا

سوال[۱۱۱٦۴]: زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس رہن باقبضہ مبلغ تین سوروپیہ پر دوسال کے لئے رکھ دیا اور فسخ رہن کی تاریخ مقرر کرکے دستاویز پر تحریر کردیا، اگر متعینہ وقت پر نہ دے سکا، تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا، جب مدت رہن ختم ہونے لگی تو زید نے مزید تین سوروپیہ بکر سے لے کر فسخ رہن کی تاریخ میں اضافہ کرلیا اور جب مزید توسیع قریب الختم ہونے کو آئی، تو پھر مبلغ دوسوروپیہ بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کردی کہ اگر میں ۱۹٦۴ء تک زمین فسخ نہ کراسکوں، تو یہی رہن بیع نامہ ہوگا۔

چنانچہ ٦۴ء شروع ہوگیا اور اب ۷۰ء شروع ہوگیا ہے، اب چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لے لے، تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟ اور یہ مکان بکر کی ملکیت میں آیا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر رہن کی تاریخ معینہ گزر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں (۲)،

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل في القرض: ۵/۱٦٦، سعید)

"کل قرض جر منفعة، فهو وجه من وجوه الربا". (تکملة فتح الملهم، کتاب المساقاة والمزارعة: ۱/۵۷۵، دارالعلوم کراچی)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الحوالة، باب: كل قرض جر منفعة فهو ربا: ۱۴/۴۹۹، إدارة القرآن كراچی)

"وعن عبدالله محمد بن أسلم السمرقندي، وكان من كبار علماء سمرقند: أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا". (ردالمحتار، کتاب الرهن: ٦/۴۸۲، سعید)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۴۳۸، رشيديه)

(۲) بیع کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماضی یا حال کے صیغے کے ساتھ ہو اور بیع حتمی ہو، یہ نہیں کہ اگر یوں ہے تو بیع ہے، ورنہ نہیں۔=

زید قرض واپس کر کے بکر سے مکان بصورت فک رہن واپس لے سکتا ہے، بکر نے اس مدتِ رہن میں مکان سے نفع حاصل کیا، تو وہ ناجائز ہوا، سود ہوا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



= "قال أصحابنا رحمه الله تعالى: كل لفظين ينبئان عن التمليك والتملك على صيغة الماضي أو الحال ينعقد بهما البيع، كذا في المحيط: ..... وأما تمحض للاستقبال كالمقرون بالسين وسوف أو الأمر فلا ينعقد به، إلا إذا دل الأمر على المعنى المذكور". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الثاني في ما يرجع إلى انعقاد البيع الخ: ۳/۳، رشيديه)

"لانعقاده بكل لفظين ينبئان عن معنى التمليك والمتلك ما ضيين أو حالين كما في الخانية ..... وإنما قيده به في الهداية لإخراج المستقبل فقط أمراً أو مضارعاً مبدو بالسين أو سوف كما في الخانية، مالم يؤد معناهما". (البحر الرائق، كتاب البيع: ۵/۴۴۲، ۴۴۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب البيوع: ۴/۵۱۰، ۵۱۱، سعيد)

(۱) "وعن عبدالله محمد بن أسلم السمرقندي، وكان من كبار علماء سمرقند: أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا". (ردالمحتار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد)

"وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا إجارته ولا إعارته" (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۷۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۴۳۸، رشيديه)

کتاب الصید والذبائح

باب الصید

(شکار کرنے کا بیان)

بندوق سے کئے ہوئے شکار کا حکم

سوال[۱۱۱۶۵]: ایک شخص نے مرغ کا شکار کیا اور شکار کیا بندوق سے اور بغیر تکبیر کے مرغ پر بندوق چلائی اور مرغ ایک فائر سے مرگیا، بندوق سے گولی لگنے کے بعد کچھ دیر کے لئے مرغا گم ہوگیا، تلاش کرنے کے بعد مرغا مرا ہوا ملا، اس مرے ہوئے مرغے کو ذبح کیا اور کچھ لوگوں نے کھایا، ذبح کے وقت مرغ میں سے قدرے کچھ گرم گرم خون بھی نکلا ہے، بغیر تکبیر کے بندوق چلانا اور مرغ کا مرا ہوا ملنا، پھر ذبح کرنا، کیا یہ مرغا حرام ہے؟

کیا بندوق تیر کے حکم میں ہے یا بندوق اور تیر آپس میں شرعی اعتبار سے مغائر ہیں؟ قرآن میں تیر سے شکار کیا ہوا اگر مرا مل جائے، تو حلال ہے، کیا یہ صحیح ہے اور کیا بندوق کا بھی یہی حکم ہے؟ جب کہ بندوق سے ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔

جن لوگوں نے یہ مرغا کھایا ہے، حلال کھایا یا حرام؟ اور "حرمت علیکم المیتة" کے حکم میں یہ مرغا ہے یا نہیں؟ اگر یہ حرام ہے، تو پھر جن لوگوں نے کھایا، اس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بندوق میں جو گولی ہوتی ہے، یا چھرے ہوتے ہیں، وہ چاقو یا تیر کی طرح دھار دار نہیں ہوتے، وہ تیر کے حکم میں نہیں، اگر بسم اللہ پڑھ کر بندوق چلائی اور اس سے جانور مر جائے، ذبح کی نوبت نہ آئے، تو وہ جانور

حلال نہیں (۱)، اگر اس کو زندہ پالیا اور شرعی طریقہ پر ذبح کرلیا، تو وہ حلال ہوگا (۲)، اگر وہ مر چکا تھا، پھر ملا، تو ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا (۳)۔

اس صورت میں اس کے غائب ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ذبح کرنے سے پہلے اگر اس کی موت و حیات مشکوک ہو اور ذبح کرنے پر اس میں کوئی حرکت نہ ہو، جیسے زندہ جانور کو ذبح کرتے وقت حرکت ہوتی ہے اور نہ اس طرح اس میں سے خون نکلے، تو وہ حلال نہیں، محض خون نکلنا علامت حیات نہیں، مگر خون اگر اس طرح جوش کے ساتھ نکلے، جس طرح زندہ سے نکلتا ہے، تو وہ علامت حیات ہے۔

---

(۱) " (أو قتله معراض بعرضه) وهو سهم لا ريش له ..... (أو ببندقة ثقيلة ذات حدة) حرم لقتلها بالثقل لا بالحد". (الدرالمختار). "(قوله: أو بندقة) ..... قال قاضي خان: لا يحل صيد البندقة، والحجر، والمعراض، والعصا، وما أشبه ذلك، وإن جرح؛ لأنه لا يخرق". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصيد: ۶/۴۷۱، سعيد)

"ولا يؤكل ما أصابته البندقة فمات بها، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصيد، الباب الرابع في بيان شرائط الصيد: ۵/۴۲۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصيد والذبائح: ۳/۳۶۰، رشيديه)

(۲) "وإن أدرك المرسل الصيد حيا، وجب عليه أن يزكيه. وإن ترك تذكيته حتى مات حرم أكله. وكذا البازي والسهم: لأنه ترك زكاة الاختيار مع القدرة عليها ..... وكذا المتردية والنطيحة والموقوذة والذي بقر الذئب بطنه وفيه حياة خفية أو بينة يحل إذا زكاه وعليه الفتوى، كذا في الكافي" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصيد، الباب الخامس فيما لايقبل الزكاة من الحيوان وفيما يقبل: ۵/۴۲۷، ۴۲۸، رشيديه)

"ويخالف جميع ذلك ما في الزيلعي حيث قال ما حاصله: إذا أدركه حيا ولم يزكه حرم، إن تمكن من ذبحه ..... ثم قال: فلا يحل إلا بالزكاة سواء كانت خفية أو بينة بجرح المعلم أو غيره من السباع، وعليه الفتوى لقوله تعالى: ﴿إلا ما ذكيتم﴾ فيتناول كل حي مطلقا، وكذا قوله عليه السلام: "فإن أدركته حيا فاذبحه. مطلق، والحديث صحيح، رواه البخاري ومسلم وأحمد". (ردالمحتار، كتاب الصيد: ۶/۴۷۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصيد: ۸/۴۱۲، رشيديه)

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱

قال في البزازية: "وفي شرح الطحطاوي خروج الدم لايدل عليه الحياة، إلا إذا كـان يخرج كما يخرج من الحي عند الإمام، وهو ظاهر الرواية اهـ" شامي: ١٩٦/٥(١). قلت: وفي الصيد بالبندقة مذكورة فيها في: ٣٠٤/٥(٢).

اس تفصیل پر آپ اپنے مرغے کا مسئلہ منطبق کرلیں، اگر دیدۂ ودانستہ حرام جانور کا گوشت کھائے، تو توبہ لازم ہے(٣)۔ کوئی مالی کفارہ لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے، تو اس کا مالک کون ہے؟

سوال[١١١٢٦]: وارثت علی نے اپنے روپیہ سے گرام سماج کے گڑھے میں سبھاپتی (٤) پردھان یا صدر مجلس کی رائے سے اوران کے بار بار اصرار اور کہنے پر چھ ہزار مچھلی، چار روپیہ فی ہزار کی در (٥) سے سبھاپتی ہی کے ذریعہ خرید کر جلایا (٦) تھا، پتی نے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھیک لگان (٧) پر گرام سماج کے سرکاری کاغذات میں

---

(١) (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ٣٠٨/٦، سعيد)

"وإن ذبح شاة أو بقرة فخرج منها دم، ولم تتحرك، وخروجه مثل ما يخرج من الحي أكلت عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وبه نأخذ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول في ركنه وشرائطه وحكمه وأنواعه: ٢٨٦/٥، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، باب في الزكاة: ٣٢٧/٣، رشيديه)

(٢) راجع رقم الحاشية: ١، ص: ٩٦

(٣) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (التحريم: ٨)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (روح المعاني: ١٥٩/٢٨، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"التوبة واجبة من كل ذنب". (رياض الصالحين، باب التوبة، ص: ٢٥، قديمي)

(٤) "سبھاپتی: میرمحفل، میرمجلس، صدرجلسہ، سرپنچ"۔ (فیروز اللغات، ص: ٨٢٠، فیروز سنز لاہور)

(٥) "در: شرح، نرخ، بھاؤ"۔ (فیروز اللغات، ص: ٦٥٥، فیروز سنز لاہور)

(٦) "جلانا: زندہ کرنا، جان ڈالنا، تازگی بخشنا، موت سے بچانا"۔ (فیروز اللغات، ص: ٤٩٥، فیروز سنز لاہور)

(٧) "لگان: معاملہ، زمین کا خراج، باج، کر، سرکاری محصول"۔ (فیروز اللغات، ص: ١٢٢١، فیروز سنز لاہور)

اس گڑھے کی مچھلی وراثت علی کے نام درج کردیا جائے، مچھلی جلانے کے لئے اور پہلے ہی سے وراثت علی اس گڑھے کی جل کھمبی اور پانی کے روک تھام کا بندوبست کرلیا تھا اور مچھلی چھوڑنے کے بعد بھی اس گڑھے کی جل کھمبی نکالنا اور دیکھ ریکھ برابر کرتا چلا آیا۔

کچھ دنوں کے بعد سبھا پتی رائے (۱) علی سے ناراض ہوگئے اور گڑھے کا ٹھیکہ پٹہ یا لگان گرام سماج کے کاغذات میں وراثت علی کے نام درج کرنے سے انکار کردیا، تب بھی گڑھے کی مچھلی کے دیکھ ریکھ وراثت علی کرتا رہا، ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ سبھا ریت نے دو سال کی ڈالی ہوئی مچھلیوں کو گاؤں والوں کو ابھار کر اور خود کھڑے ہوکر تمام مچھلیوں کو پکڑوالیا اور ڈھائی روپیہ فی کلو کے حساب سے فروخت کرکے تمام روپے گرام سماج میں جمع کرالیا، یہ روپیہ گرام سماج میں خرچ کرنا جائز ہے یا کہ وراثت علی کو پانے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ مچھلی وراثت علی نے خرید کر گڑھے میں ڈالی اور اس کی حفاظت کی، وہ اس کی ہی ملک ہے، دوسرے کی ملک نہیں، اس کی قیمت کا حق دار بھی وراثت علی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/ ۸۹ھ۔

مچھلیوں کے شکار کے لئے تالاب خریدنا

سوال [۱۱۱۶۷]: ۱..... بستی یا گاؤں کے تالاب کو مچھلیوں کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

۲..... تالاب خریدنے کے بعد مچھلیاں کس طرح پکڑیں؟

---

(۱) "رائے: راجا، شہزادہ، سردار"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۴۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) "وأما حكمه: فثبوت الملك في المبيع للمشتري، وفي الثمن للبائع، إذا كان البيع باتاً". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع: ۴/۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع الخ: ۲/۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة: ۵۰۴/۴، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مچھلیوں کے لئے تالاب کی خریداری کا جو بعض جگہ رواج ہے، وہ درست نہیں ہے۔

۲......مچھلیاں پکڑنا ہر شخص کو درست ہے(۱)، خواہ تالاب ٹھیکہ پر لیا ہو یا نہ لیا ہو، ہاں! اگر کسی نے اپنے ذاتی تالاب میں مچھلیاں لا کر ڈالی ہوں، اس طرح پر کہ جب دل چاہے ان کو پکڑ لے، کوئی دشواری پیش نہ آئے، جیسے اپنے مکان میں گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر کر اس میں مچھلیاں ڈال دی جائیں، تو ایسی مچھلیوں کو بغیر مالک کی اجازت کے پکڑنا درست نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۶ھ۔

کانٹے میں مچھلی پکڑنا

سوال[۱۱۱۶۸]: بعض جگہ لوگ اپنی ذاتی تالاب میں سے شوق سے مچھلی پکڑتے ہیں اور جب

---

(۱) دریا، تالاب یا نہر سے مچھلیاں پکڑنا ہر کسی کے لئے درست ہے۔ اس لئے کہ یہ مباح الاصل ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعاً لكم وللسيارة﴾ (المائدة: ۹۶)

"أي: مايصاد في الماء، بحراً كان أو نهراً أو غيراً، أو هو مايكون توالده ومثواه في الماء مأكولاً كان أو غيره، كما في البدائع" (روح المعاني: ۳۰/۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"حفر حفيرة فوقع فيها صيد فإن كان اتخذها للصيد ملكه، وليس لأحد أخذه، وإن لم يتخذها له فهو لمن أخذه". (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۱۲۰/۲، رشيديه)

(۲) "والحاصل كما في الفتح: أنه إذا دخل السمک في حظيرة، فإما أن يعدها لذلک أولا، ففي الأول يملک، وليس لأحد أخذه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶۱/۵، سعيد)

"بيع السمک في البحر أو البئر لايجوز، فإن كانت له حظيرة فدخلها السمک، فإما أن يكون أعدها لذلک أولا، فإن كان أعدها لذلک فما دخلها ملكه، وليس لأحد أن يأخذه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالايجوز، الفصل الرابع في بيع الحيوانات: ۱۱۳/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳۷۴/۶، ۳۷۵، رشيديه)

بڑی مچھلی کانٹے میں لگ جاتی ہےتو اس کوفوراً پانی سے اوپر اٹھانا مشکل ہے، اس لئے جب وہ مچھلی بھاگتی ہے، تو ڈور کو ڈھیل دینا پڑتا ہے، بعدہ اس کو آہستہ آہستہ کھینچنا پڑتا ہے، اس طرح کافی دیر تک ہوتا رہتا ہے، جب وہ مچھلی تھک جاتی ہے، تو اس کو پانی سے اٹھانا پڑتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے، وہ لوگ یہ علت بیان کرتے ہیں کہ اس کو تکلیف ہوتی ہے، اس لئے تحریر فرمائیں، کہ کیا اس طرح مچھلی پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ بڑی مچھلی کانٹے میں پھنستی ہےتو فوراً اس کو ڈور سے کھینچنا دشوار ہے، اس لئے ڈھیل دیتے ہیں، جب وہ تھک جاتی ہے، اس کو کھینچ لیتے ہیں، شرعاً اس میں مضائقہ نہیں، یہ ایسا ہے جیسا کہ خشکی کے جانور کو بھگاتے ہیں، جب وہ بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہے اور گر جاتا ہے، تو اس کو پکڑ لیتے ہیں، ہاں! بلاوجہ تکلیف دینا غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۸/۱۲/۶ھ۔

معلَّم کتے کا شکار کھانا

سوال[۱۱۱۶۹]: معلوم ہوا کہ معلَّم کتا (جو شکار پر چھوڑے جانے کے باوجود مالک کے واپس بلانے پر لوٹ آئے اور شکار کو نہ کھائے، بلکہ مالک کو لا کر دے) ایسا سدھا ہوا کتا اگر شکار پکڑ کر لا دے، مثلاً: خرگوش اور اس کتے کو "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر چھوڑا گیا ہو اور کتے کے پکڑنے سے خرگوش زخمی ہو جائے اور خون بہنے لگے، اللہ دے صاحب کہتے ہیں، اگر وہ خرگوش زندہ ہے، تو مالک کو ذبح کرنا چاہیے اور اگر مر گیا ہے، تب بھی

(۱) "وكره كل تعذيب بلا فائدة، مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد". (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۲۹۶/۶، سعيد)

"وكل طريق أدى الحيوان إلى تعذيب أكثر من اللازم لإزهاق روحه، فهو داخل في النهي، ومأمور بالاجتناب عنه". (تكملة فتح الملهم، كتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح، القتل، وتحديد الشفرة: ۵۴۰/۳، مكتبه دارالعلوم ديوبند)

"ويكره تعليم البازي بالطير الحي لتعذيبه". (الدرالمختار، كتاب الصيد: ۴۷۴/۶، سعيد)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول: ۲۸۸/۵، رشيديه)

وہ حلال ہے۔ اس کا کھانا جائز ہے۔

سوال یہ ہے کہ اللہ دے صاحب کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے؟ اور قرآن کی کون سی آیت سے یہ ثابت ہے، اس کا حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ دے صاحب نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا، وہ صحیح ہے۔ سورہ مائدۃ میں ہے:

﴿يسئلونك ماذا أحل لهم قل أحل لكم الطيبت وما علمتم من الجوارح

...... فكلوا مما أمسكن عليكم واذكروا اسم الله عليه﴾ (الاية: ٤: ١٠٨/٦)(١).

اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہے، احکام القرآن نیز کتب فقہ، شامی وغیرہ میں بصراحت یہ مذکور ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۱۳۹۹ھ۔



---

(۱) (المائدة: ۴)

(۲) "عن عدي بن حاتم رضي الله تعالىٰ عنه قال: قلت: يا رسول الله! إنا نرسل كلاباً لنا معلّمة، قال: كل ما أمسكن عليك، قلت: يا رسول الله! وإن قتلن؟ قال: "وإن قتلن". (جامع الترمذي، أبواب الصيد، باب ماجاء مايؤكل من صيد الكلب ومالا يؤكل: ۱/۲۷۱، سعيد)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، المائدة: ۴: ۲/۴۴۲-۴۵۲، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصيد: ۶/۴۶۳-۴۶۵، سعيد)

(وكذا في كتاب الآثار، باب صيد الكلب، ص: ۱۸۱، إدارة القرآن كراچي)

باب الذبائح

الفصل الأول في من يصح ذبحه ومن لايصح

(ذبح کرنے والے کابیان)

بے وضوانڈرویئر پہن کرذبح کرنا

سوال[۱۱۱۷۰]: ایک شخص بلاوضو ہے، انڈرویئر(۱) پہنے ہوئے ہے، ایک بکری کوذبح کرتا ہے، جب کہ وضو کے لئے پانی، پہننے کے لئے پاجامہ موجود ہے، ذبح جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مسلمان جب"بسم الله الله أكبر" پڑھ کربکری کوذبح کرے، تواس کاذبیحہ مذکورہ سوالی حالت کے ساتھ بھی حلال ہے، حرام نہیں (۲)۔فقط۔

نشہ بازقصاب کاذبیحہ

سوال[۱۱۱۷۱]: جاہل قصاب نشہ بازاگرمویشی ذبح کرے اورخریدارانجان گوشت خریدلے،تو

---

(۱)"انڈرویئر: زیرجامہ، پتلون وغیرہ کے نیچے پہننے کا کپڑا"۔(فیروزاللغات، ص:۱۳۶، فیروزسنز لاہور)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فكلوا مما ذكر اسم الله عليه إن كنتم بآيٰته مؤمنين○ ومالكم ألا تأكلوا مما ذكر اسم الله عليه وقد فصّل لكم ما حرم عليكم إلا ما اضطررتم إليه، وإن كثيراً ليضلون بأهوائهم بغير علم، إن ربک هو أعلم بالمعتدين﴾ (الأنعام: ۱۱۹، ۱۲۰)

"وتحل ذبيحة مسلم". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الذبائح: ۵۳/۴ ۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الذبائح: ۴۴۹/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النتف في الفتاوى، كتاب الذبائح، ص: ۱۴۷، سعيد)

ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نشہ بازی گناہ ہے(۱)، تاہم اگر ہوش وحواس درست رہتے ہوئے شریعت کے مطابق ذبح کیا ہوتو وہ جانور حلال ہے، اس کا گوشت لینا اور کھانا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۱۱/۷ھ۔

دیوبندیوں کو خارج از اسلام کہنے والے کا ذبیحہ وقربانی

سوال[۱۱۱۷۲]: ایک بریلوی عقائد کا آدمی، جو کہ دیوبندیوں کو خارج از اسلام سمجھتا ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز ہے کہ ناجائز؟ اور اس کو قربانی کے حصوں میں شریک کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماءِ دیوبند کو جو شخص خارج از اسلام سمجھتا ہے، نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا جائے، نہ اس کو قربانی کے

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (المائده: ۹۰)

"كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب: ۹۰۴/۲، قديمى)

"قال عليه السلام: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (مشكاة المصابيح، باب بيان الخمر ووعيد شاربها: ۳۱۷/۲، قديمى)

"الشراب مايسكر، والمحرم منها أربعة: الخمر ...... والطلاء ...... والسكر ...... ونقيع الذبيب". (البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۸، رشيديه)

(۲) "فإن ذبح كل مسلم وكل كتابي حلال، رجلاً كان أو أنثى ...... براً كان أو فاجراً". (النتف في الفتاوىٰ، كتاب الذبائح، ص: ۱۴۷، سعيد)

"وتحل ذبيحة مسلم وكتابي، ذمي أو حربي ولو أمراة أو صبياً أو مجنوناً يعقلان". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الذبائح: ۱۵۳/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الذبائح: ۳۰۶/۸، رشيديه)

حصوں میں شریک کیا جائے، ورنہ خود اس کی قربانی تو خراب ومردار ہو ہی جائے گی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۰/۲۶ھ۔

مجہول الاسلام کا ذبیحہ

سوال[۱۱۱۷۳]: اگر کسی مسلمان شخص کی بکری کوئی آدمی ذبح کرتا ہو، وہ مسلمان اس کو دیکھ لے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ ذبح کرنے والا مسلمان تھا یا نہیں یا کہ کسی اور مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور وہ ذبح کرتے ہی بھاگ گیا تھا، آیا اس آدمی کا ذبیحہ اس کے لئے کھانا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دل گواہی دے، کہ وہ مسلمان تھا اور شریعت کے مطابق ذبح کیا ہے تو کھانا درست ہے(۲) (غیر مسلم عام طور سے ذبح نہیں کرتے ہیں)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۷/۶ھ۔

---

(۱) "﴿وأما شرائط الذكاة فأنواع﴾ ..... (ومنها) أن يكون مسلماً أو كتابياً، فلا تؤكل ذبيحة أهل الشرک والمرتد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول في ركنه وشرائطه الخ: ۲۸۵/۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۲۹۶/۲، ۲۹۷، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الذبائح: ۳۰۶/۸، ۳۰۷، رشيديه)

(۲) "اليقين لا يزول بالشک". (القواعد الفقهية، الرسالة الثالثه، ص: ۱۴۳، رقم القاعدة: ۴۲۱، مير محمد كتب خانه كراچی)

"قوله: اليقين لايزول بالشک، قيل: لا شک مع اليقين فكيف يرتفع مالا وجود له، ويمكن أن يقال، الأصل المتيقن لايزيله شک طارئ عليه ..... فالأول مثل أن يجد شاة مذبوحة في بلد فيها مسلمون ومجوس فلا تحل، حتى يعلم أنها ذكاة مسلم؛ لأنها أصلها حرام، وشككنا في الذكاة المبيحة، فلو كان الغالب فيها المسلمون، جاز الأكل عملاً بالغالب المفيد للطهورية". (الأشباه والنظائر: ۱۹۳/۱، إدارة القرآن كراچی)

اہلِ کتاب کا ذبیحہ

سوال[۱۱۱۷۴]: امریکہ میں حلال گوشت نہیں ملتا، بلکہ مشین کے ذریعہ کاٹا جاتا ہے اور تیار کیا جاتا ہے، میرا گزارہ پھل وغیرہ پر ہے، کافی احتیاط کرتا ہوں بلکہ بھوکا رہ جاتا ہے، امریکہ میں یہودی کافی تعداد میں آباد ہیں، یہ لوگ سُور بھی نہیں کھاتے، ان کے نزدیک ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے مطابق کچھ پڑھ کر مشین کے اندر دے دیتے ہیں اور وہ مشین جانور کو ذبح کر دیتی ہے، اس حالت میں یہ ذبیحہ کھا سکتا ہوں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی مجبوری کی حالت میں آپ کے لئے وہاں گنجائش ہے کہ اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) کا ذبیحہ استعمال کرلیں (۱)، بشرطیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور یہ ثابت ہو کہ مشین کو حرکت دینے سے ذبح کی رگیں دھاردار آلہ سے کٹ جاتی ہے، تب جان نکلتی ہے، نیز مشین کو حرکت دیتے وقت وہ اللہ کا نام لیتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

اہلِ کتاب کے ذبیحہ کا حکم

سوال[۱۱۱۷۵]: اہل کتاب کے ذبیحہ کا کھانا مسلمان کے لئے مغربی ممالک میں جائز ہے، بعض اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اس لئے کہ یہ اپنے ادیان صحیحہ پر نہیں ہیں، لیکن یہ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم﴾ (البقرة: ۱۷۳)

"الضرورات تبيح المحظورات". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، رقم المادة: ۲۱: ۱/۵۵، رشيديه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الخامسة، ص: ۸۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) اس بارے میں فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۷، کتاب الذبائح، عنوان: مشین اور یہودی کا ذبیحہ، کے تحت مفصل بحث کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ محمودیہ، باب الذبائح، عنوان: مشین اور یہودی کا ذبیحہ: ۲۳۲/۱۷، ۲۳۳، ادارہ الفاروق کراچی)

زمانہ میں بھی ادیان صحیح پرنہیں تھے اوراس وقت اس کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا گیا تھا۔ بعض اس لئے ناجائز کہتے ہیں کہ ان کے ذبح کرنے کا طریقہ وہ نہیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا، لیکن قرآن میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ بعض اس لئے ناجائز سمجھتے ہیں کہ آج کل یہ لوگ اس طرح ذبح کرتے ہیں کہ اس سے خون نہیں بہنے دیتے، اس لئے یہ مخنوقہ یا موقوذہ ہے، نہ کہ ذبیحہ۔

یورپ اورامریکہ میں بے شمار مسلمان ایسے ہیں، جو گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، ناجائز سمجھ کر یا احتیاط کے طور پر، لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے، جو اُن علماء کے فتوؤں پر عمل کرکے کھاتے ہیں، جو اُسے حلال سمجھتے ہیں اوراس کو رخصت کا درجہ دیتے ہیں، بعض وہ ہے، جو یہود کا ذبح کیا ہوا گوشت کھاتے ہیں، اس لئے کہ وہ اب تک اپنے پرانے طریقے پر ذبح کررہے ہیں، لیکن ان کا گوشت ویسے بھی مہنگا ہوتا ہے اور کبھی تو ایسے قصائی ہوتے ہیں کہ جب وہ جان لیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے، تو اسے اور مہنگا دیتے ہیں۔

یہ خلاصہ ہے اس استفتاء کا جو جنیوا وسوئزرلینڈ کے اسلامک سینٹر سے شائع ہونے والے رسالے ''اسلون'' میں عربی میں چھپا ہے، جلد نمبر ۸، عدد ۹، ۱۰، جلد و عدد ۱ تا ۳، اس کے جواب میں کئی حضرات نے تفصیلات لکھی ہیں، ان کا ملخص، درج ذیل ہے:

۱- الأستاذ الشيخ عبدالله القليل مفتى الأردن:

انہوں نے جائز قرار دیا ہے، دلائل یہ ہیں:

اہلِ کتاب سے وہ اہلِ کتاب مراد ہیں جو ادیان صحیح پر تھے، اس لئے کہ نزول آیت ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم﴾ (۱) کے وقت کوئی بھی اہلِ کتاب میں سے اپنے دین صحیح پرنہیں تھا، تو پھر یہ آیت کیوں نازل ہوئی اوراگر مراد یہ لیا جائے کہ وہ جو دین صحیح پر ہوں تو وہ تو مسلمان ہوجائیں گے، اس لئے کہ اس کا دین صحیح تو یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اوراسی آیت میں ﴿والمحصنت من الذين أوتوا الكتاب﴾ (۲) ہے اوراس کے متعلق علماء کا متفقہ فتویٰ ہے، کہ ان کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

---

(۱) (المائدة: ۵)

(۲) (المائدة: ۳)

اب اس طرح چونکہ آیت میں طعام مطلق ہے، اس لئے خاص قسم کے ذبح کی قید لگانی بھی درست نہیں، اس لئے جو بھی ان کا طعام ہے، وہ جائز ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو علم تھا کہ ایک زمانہ میں ان کے ذبح کا طریقہ بدل جائے گا، اگر خاص ذبح مراد ہوتا، تو اس کی تصریح ہوتی (خلاصہ اسلون سوم صفر ۱۳۸۴ھ، جولائی ص: ۹۶۲ تا ۸۹۶۷)۔

۲- الشیخ أبي بکر محمو غمو قاضي القضاۃ نائجریا:

جائز قرار دیتے ہیں۔ دلائل:

۱- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے چند چیزیں حرام قرار دیں۔

﴿حرمت علیکم المیتة ...... فإن اللہ غفور رحیم﴾(۱)۔ ﴿الیوم أحل لکم الطیبات وطعام الذین أوتو الکتاب حل لکم﴾(۲)

پہلی آیت کی رو سے چند اقسام کا گوشت ہم پر حرام کیا گیا، اس کی حرمت کو نظر انداز کرنا بلاضرورت جائز نہیں ہے۔

دوسری آیت میں ہمارے لئے طیبات کو حلال قرار دیا گیا ہے اور اس پر ﴿وطعام الذین أوتو الکتاب﴾(۳) حکم کو عطف کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا طعام یوں تو طیبات میں سے نہیں، لیکن آسانی پیدا کرنے کے لئے اسے ہمارے لئے حلال قرار دیا گیا، اس لئے ضروری نہیں ہے کہ توہمات کی وجہ سے ہم اس کی تحقیق وتفتیش کریں اور اللہ کی دی ہوئی آسانی میں اپنے لئے مشکلات پیدا کریں۔

۲- یہ قرآن کے معجزات میں سے ہے کہ اس نے مسلمانوں کے آئندہ مشکلات کو سامنے رکھا ہے، اس وجہ سے جہاں کفار سے ہمیں متنبہ کیا ہے، وہاں ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات اور ان کے طعام کو ہمارے لئے جائز قرار دیا گیا ہے، مسلمان مجبور ہوں گے، اس

(۱) (المائدۃ: ۳)

(۲) (المائدۃ: ۵)

(۳) (المائدۃ: ۵)

لئے طعام کو دونوں جانب سے حلال قرار دیا گیا ہے۔

﴿وطعام الذين أوتو الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم﴾(۱) لیکن عورتوں کا سفر کرنا ضروری نہیں تھا، اس لئے اس کے نکاح کو کافر شوہر کے ساتھ ناجائز قرار دیا ہے۔

آخر میں وہ کہتے ہیں:

"وعلى الجملة فقد ظهر منها تقدم أن طعام أهل الكتاب أحل للمسلين للضرورة التي منهم في عدم تناوله، توسيعاً ورحمةً بهم من الله الكريم؛ لأنه من الطيبات، ولأنه يوافق الشركاة الشرعية في الإسلام حجة الخ".

۳- الأستاذ الشيخ محمد جواد العقيلي رئيس المجلس العلمي وعميد كلية الشرعية بجامعة القرويين:

ان کی ابتداء یہ ہے کہ:

"أكل المسلم كان في ديار الغرب أو غيرها ذبائح أهل الكتاب الموجودين الآن يهوداً كانوا أو نصارى، هو حلال طيب".

دلائل:

﴿وطعام الذين أوتو الكتاب حل لكم﴾.

"روى ابن جرير وابن المنذر وابن أبي الحاكم والنحاس والبيهقي في سننه عن ابن عباس في قوله: ﴿وطعام الذين أوتو الكتاب حل لكم﴾ أي: ...... وأكل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من الشاة المسمومة التي احلاتها اليهودية.

آخر میں وہ لکھتے ہیں:

"نعم! ما أكلوه على غير وجه الزكوة كالخنق ...... فإنه لايحل للمسلمين أكله إذهو ميتة المسلمين".

اور بھی کئی علماء سے دریافت کیا ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری رہے گا، میں آپ کے فتویٰ کی نقل بھی عربی

(۱) (المائدة: ۵)

میں ان کو ان شاء اللہ اور اگر آپ نے اس کا جواب عربی میں ہی دے دیا، تو اس کی نقل، بلکہ اس کی فوٹو کاپی ان کو بھیج دوں گا، جو اُن مسلمانوں کی رہنمائی کردے گا، جو امام ابوحنیفہ کے پیرو ہیں، یہاں ان ممالک میں جانور ذبح کرتے ہیں، عیسائی اگر بجلی کی مشینوں سے بھی گردن کاٹ لیتے ہیں، کبھی سر پر ٹوکا مار کر قتل کر دیتے ہیں، ہر صورت میں خون بہانے کو وہ شرط قرار نہیں دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

(سئل): في ذبيحة الذمي الكتابي هل تحل مطلقاً أم لا؟

(الجواب): تحل ذبيحة الكتابي؛ لأن من شرطها كون الذابح صاحب ملة التوحيد حقيقة كالمسلم، أو دعوى كالكتابي، ولأنه مؤمن بكتاب من كتب الله تعالى، وتحل مناكحته، فصار كالمسلم في ذلك، ولا فرق في الكتابي بين أن يكون ذميا يهوديا أو نصرانيا، حربيا أو عربيا أو تغلبيا، لإطلاق قوله تعالى: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم﴾ والمراد بطعامهم مذكاهم.

قال البخاري رحمه الله تعالى في صحيحه:

"قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: طعامهم ذبائحهم"(١).

. ولأن مطلق الطعام غير المزكي يحل أيّ كافر كان بالإجماع، فوجب تخصيصه بالمزكي، وهذا إذا لم يسمع من الكتاب أنه سمى غير الله تعالى كالمسيح، والعزير. وأما لو سمع فلا تحل ذبيحته؛ لقوله تعالى: ﴿وما أهل لغير الله به﴾.

وهو كالمسلم في ذلك. وهل يشترط في اليهودي أن يكون إسرائيليا، وفي النصراني أن لايعتقد أن المسيح إله؟ مقتضى إطلاق الهداية وغيرها عدم الاشتراط، وبه أفتى الجد في الإسرائيلي، وشرط في المستصفى لحل مناكحتهم عدم اعتقاد النصراني ذلك، وكذلك في المبسوط، فإنه قال: ويجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إن اعتقدوا أن المسيح إله، وأن عزيراً إله، ولا يتزوجوا نساءهم.

لكن في مبسوط شمس الأيمة:

"وتحل ذبيحة النصراني مطلقاً سواء قالت ثالث ثلاثة أولا، ومقتضى

---

(١) (كتاب الذبائح والصيد، باب ذبائح أهل الكتاب وشحومها من أهل الحرب وغيرهم: ٨٢٨/٢، قديمی)

الدلائل وإطلاق الآية الجواز كما ذكره التمرتاشي في فتاواه، والأولى أن لا يأكل ذبيحتهم ولا يتزوج منهم إلا لضرورة كما حققه الكمال ابن الهمام. والله ولي الإنعام، والحمد لله على دين الإسلام، والصلاة والسلام على محمد سيد الأنام اهـ". (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۲/۲۳۸)(۱).

وأيضاً صرح بحل ذبيحة أهل الكتاب فقيه الحنفية أبوبكر ابن مسعود الكاساني في بدائع الصنائع: ۵/۴۳(۲).

"ومن اللازم أن يذبح بحيث تقطع عروق الذبح، وهو المرئ، والحلقوم،

---

(۱) (تنقيح الفتاویٰ الحامدية، كتاب الذبائح: ۲/۲۳۱، ۲۳۲، حقانيه پشاور)

"(ومنها) أن يكون مسلماً أو كتابياً ..... وتؤكل ذبيحة أهل الكتاب ويستوي فيه أهل الحرب منهم وغيرهم، وكذا يستوي فيه نصارى بني تغلب وغيرهم؛ لأنهم على دين نصارى العرب ..... ثم إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه، ولم يسمع منه شيء أو شهد وسمع منه تسمية الله تعالى وحده؛ لأنه إذا لم يسمع منه شيئاً يحمل على أنه قد سمى الله تعالى تحسيناً للظن به كما بالمسلم، ولو سمع منه ذكر اسم الله تعالى لكنه عنى بالله عزوجل المسيح عليه السلام، قالوا: تؤكل إلا إذا نص، فقال: بسم الله الذي، هو ثالث ثلاثة فلا يحل. فأما إذا سمع منه أنه سمى المسيح عليه السلام وحده أو سمى الله سبحانه وسمى المسيح لا تؤكل ذبيحته". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول الخ: ۵/۲۸۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۶/۲۹۷، سعيد)

(۲) "وتؤكل ذبيحة أهل الكتاب لقوله تعالى: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم﴾ والمراد منه ذبائحهم؛ إذ لو لم يكن المراد ذلك لم يكن للتخصيص بأهل الكتاب معنى؛ لأن غير الذبائح من أطعمة الكفرة مأكول ..... وكذا يستوي فيه نصارى بني تغلب وغيرهم؛ لأنهم على دين النصارى، إلا أنهم نصارى العرب فيتناولهم عموم الآية الشريفة ..... ثم إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه ولم يسمع منه شيء أو شهد وسمع منه تسمية الله تعالى وحده؛ لأنه إذا لم يسمع منه شيئاً يحمل على أنه قد سمى الله تبارك وتعالى، وجرد التسمية تحسيناً للظن به كما بالمسلم، ولو سمع منه ذكر اسم الله تعالى، لكنه عنى بالله عزوجل المسيح عليه السلام، قالوا: تؤكل لأنه أظهر تسمية هي تسمية المسلمين، إلا إذا نص فقال: بسم الله الذي هو ثالث ثلاثة فلا يحل". (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح، ذبائح النصارى: ۴/۱۶۴، ۱۶۵، رشيديه)

والودجان. وأما إذا مات الحيوان قبل قطع العروق فلا سبيل إلى حله".

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود عفا اللّٰہ عنہ، الافتاء بدارالعلوم دیوبند.

ذبیحہ یہود

سوال[۱۱۱۷۲]: لندن میں انگریزی دکانوں پر بغیر ذبح کئے ہوئے گوشت بکتا ہے، میں نے سنا ہے کہ امریکہ اور خصوصاً شکاگو اور نیو یارک میں یہودی اپنے طریقہ پر جانور کو ذبح کرتے ہیں اور اسی قسم کے گوشت کو "کوثر میٹ" کہتے ہیں، کیا یہ "کوثر میٹ" مسلمان کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میرا تعلق اہلِ سنت والجماعت سے ہے۔ براہِ کرم میرے لئے حکم صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر صورت یہ ہے کہ آپ خود مرغ وغیرہ ذبح کرکے پکوالیا کریں، اگر یہ صورت ممکن نہ ہو اور تحقیق ہوجائے، یہودی ذبح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام نہیں لیتے، تو ان کا ذبیحہ بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۴ھ۔

---

(۱) "قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم﴾ قال الزهري: لا بأس بذبيحة نصارىٰ العرب، وإن سمعته سمى لغير الله، فلا تأكل، وإن لم تسمعه، فقد أحله الله، وعلم كفرهم ...... وقال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه: طعامهم ذبائحهم". (صحيح البخاري، باب ذبائح أهل الكتاب: ۸۲۸/۲، قديمي)

"ثم إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه ولم يسمع منه شيء، أو شهد وسمع منه تسمية الله تعالىٰ وحده ...... إلا إذا نص فقال: بسم الله الذي هو ثالث ثلاثة فلا يحل. فأما إذا سمع منه أنه سمى المسيح عليه السلام وحده، أو سمى الله سبحانه وسمى المسيح لا تؤكل ذبيحته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول في ركنه وشرائطه وحكمه وأنواعه: ۲۸۵/۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۱۴۹/۴، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۲۹۷/۶، سعيد)

الفصل الثاني في سنن الذبح وآدابه ومكروهاته

(ذبح کی سنتیں، آداب اور مکروہات کا بیان)

بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا

سوال[۱۱۱۷۷]: ایک عالم ہیں کہ وہ داہنے ہاتھ میں چھری پکڑ کر ذبح نہیں کر سکتے، بایاں ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں، کیا ایسا ذبیحہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے ہاتھ سے ذبح کرنا واجب نہیں، صرف بہتر ہے (۱)، لہٰذا بائیں ہاتھ سے ذبح کیا ہوا بھی حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۴/۳/۲۹ھ۔

ذبح فوق العقدہ کا حکم

سوال[۱۱۱۷۸]: بکر نے ایک مرغ کو ذبح کیا اور اس کا حلقوم منہ کی جانب نہ رہا، بلکہ پیچھے ہٹ گیا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ مرغ حلال ہے یا مکروہ ہے یا حرام ہے؟ اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حلقوم کے

---

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها، قالت: كان النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: يحبّ التيمّن ما استطاع في شأنه كله، في طهوره وترجله وتنعله". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التيمن في دخول المسجد وغيره: ۱/۶۱، قديمی)

"لأن عرف الشرع البداءة باليمين". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱/۱۱۲، سعيد)

(وصحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين: ۱/۱۳۲، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب سنن الوضوء، الفصل الأول، ص: ۴۶، قديمی)

آگے کوکٹ جانے، پیچھے کوکٹ جانے کی کیا وجہ ہیں کہ اس کا اعتبار کیا جاتا ہے، نیز ذبح کے شرائط وواجبات بھی تحریر فرمادیں اور مسئلہ کو مدلل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حلقوم، مری اور ودجان اگر کٹ جائیں اور ذابح اہل دین ہو اور عمداً بسم اللہ ترک نہ کریں، تو شرعاً ذبیحہ درست ہوتا ہے(۱)، اگر حلقوم نہ کٹے تو درست نہیں (۲)، اگر ذبیحہ فوق العقدہ یا تحت العقدہ ہو اور مذکورہ رگیں کٹ جائیں، تو ذبح میں کوئی اشکال نہیں (۳)، بعض فقہاء کی رائے ہے کہ کٹ جاتی ہیں، بعض کی رائے ہے کہ نہیں کٹتیں۔ زیلعی کے حاشیہ میں غایۃ التحقیق شرح ہدایہ سے اس کے متعلق بحث منقول ہے(۴)۔

---

(۱) "ذكاة (الاختيار ذبح بين الحلق واللبة) ..... (وعروقه الحلقوم) كله ..... (والمرئ) هو مجرى الطعام والشراب (والودجان) مجرى الدم ..... (وشرط كون الذابح مسلماً حلالاً .....) ..... (وتارك تسمية عمداً) ..... (فإن تركها ناسيا حل)". (الدر المختار، كتاب الذبائح: ۲۹۳/۶-۲۹۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۱۵۰/۴-۱۵۲، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الذبائح: ۳۰۶/۸-۳۰۸، رشيديه)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۳) "فأما في البقر أسفل الحلق وأعلاه ..... والمقصود تسييل الدم، والعروق من أسفل الحلق إلى أعلاه، فالمقصود يحصل بالقطع في أي موضع كان منه، فلهذا حل، وهو معنى قوله عليه الصلاة والسلام: "الذكاة ما بين اللبة واللحيين". (المبسوط للسرخسي، كتاب الذبائح: ۵/۶، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وفي فوائد الرستغفني: لو ذبح وبقيت عقدة الحلقوم بما يلي الصدر تؤكل. وكذا إذا بقيت العقدة بما يلي الرأس، والقول بالحرمة قول العوام، وليس بمعتبر؛ لأن الشرط قطع أكثر الأوداج وقد وجد، ألا يرى إلى قوله في الجامع الصغير، لابأس بالذبح في الحلق كله، أسفله وأعلاه وأوسطه". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الفصل الأول في مسائله: ۳۰۱/۶، رشيديه)

(۴) "قال الإتقاني رحمه الله تعالى: بعد حكاية قول الرستغفني، ويجوز أكلها سواء بقيت العقدة مما يلي الرأس أو مما يلي الصدر، وإنما المعتبر عندنا قطع أكثر الأوداج مانصه: وهذا صحيح؛ لأنه لا اعتبار لكون العقدة فوق أو من تحت، ألا ترى إلى قوله محمد بن الحسن في الجامع الصغير، لابأس بالذبح في الحلق كله أسفل الحلق أو أوسطه أو أعلاه، فإذا ذبح في الأعلى لا بد أن تبقى العقدة من =

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف نقل کرکے فیصلہ ارباب بصیرت کی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ کٹ جاتی ہیں، تو ذبیحہ درست ہے، ورنہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

گائے کو ذبح کرنے سے پہلے کھال چیرنا

سوال[۱۱۱۷۹]: اگر ذبح کرتے وقت گائے کے پہلے حلق میں سے چمڑے کو چیر دیا، پھر اندر سے

= تحت، ولم يلتفت إلى العقدة لا في كلام الله ولا في كلام رسوله، بل الزكاة بين اللبة واللحيين بالحديث، وقد حصلت لا سيما على مذهب أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه، فإنه يكتفي بالثلاث من الأربع، أي: ثلاث كانت، ويجوز ترك الحلقوم أصلاً. فبالطريق الأولىٰ أن يحل الذبيح إذا قطع الحلقوم وبقيت العقدة إلى أسفل الحلقوم. وبلغنا أن واحد ممن يتسمي فقيها في زعم العوام، وقد كان مشتهراً بينهم أمر برمي الذبيح إلى الكلاب حيث بقيت العقدة إلى الصدر، لا إلى ما يلي الرأس، فياليت شعري! ممن أخذ هذا أمن كتاب الله ولا أثر له فيه؟ أو من حديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولم يسمع له فيه نبأ؟ أو من إجماع الأمة ولم يقل به أحد من الصحابة والتابعين؟ أو من إمامه الذي هو أبو حنيفة ولم ينقل عنه ذلك أصلاً؟ بل المنقول عنه وعن أصحابه ما ذكرناه أو ارتكب الرجل هواه، فضل وأضل، قال الله: ﴿ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾ واستحى عن الرجوع عن الباطل إلى الحق ...... وهو صريح في مخالفة ما ذهب إليه الشارح الزيلعي رحمه الله تعالىٰ". (حاشية الشلبي على هامش تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الذبائح: ۲/۶۵۴، عباس أحمد الباز)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصيد والذبائح: ۳/۱۷۱، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الذبائح، الفصل الأول في مسائله: ۶/۳۰۲، رشيديه)

(۱) "أقول: والتحرير للمقام أن يقال: إن كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق، فالحق ما قاله شراح الهداية تبعاً للرستغفني، وإلا فالحق خلافه، إذا لم يوجد شرط الحل باتفاق أهل المذهب، ويظهر ذلك بالمشاهدة أو سؤال أهل الخبرة، فاغتنم هذ المقال ودع عنك الجدال". (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۶/۲۹۵، سعيد)

ذبح کیا تو یہ ذبیحہ کیسا ہے؟ چونکہ ہمارے ملک ہندوستان میں گائے ممنوع ہے، اس وجہ سے ایسا نہ کیا جائے، تو چمڑا دیکھ کر اور پکڑ کر مقدمہ چل سکتا ہے اور اگر چیر دیا تو پھر زیادہ خطرہ نہیں ہے، نیز اس طریقے سے گائے کو قربانی کے واسطے ذبح کرنا کیسا ہے؟ کیا وہ قربانی قبول ہوگی یا نہیں؟ مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذبیحہ درست ہے، مگر یہ فعل مکروہ ہے، اس طریقہ میں جانور کو قدرِ ضرورت سے زیادہ اپنی غرض سے تکلیف دی جاتی ہے(۱)، جس جانور کے ذبح پر پابندی اور قانونی خطرہ ہے، اس خطرہ کو رکھنا دانش مندی نہیں، قربانی حلال ہو ہی جائے گی۔

شعائر وہ احکام ہیں، جن کو علی الاعلان اظہارِ شوکت کے طور پر کیا جائے، نہ مقدمہ کے ڈر سے چھپ کر غلط طریقہ پر(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وكره كل تعذيب بلا فائدة، مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد". (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۲۹۶/۶، سعيد)

"ويكره أن يجر ما يريد ذبحه، وأن يسلخ قبل أن يبرد، ويؤكل في جميع ذلك؛ لأن الكراهة لمعنى زائد، وهو زيادة الألم فلا يوجب الحرمة". (البحرالرائق، كتاب الذبائح: ۳۱۱/۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول الخ: ۲۸۸/۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والبدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير﴾ (الحج: ۳۶)

وقال الله تعالى: ﴿ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾ (الحج: ۳۲)

اس بارے میں تفصیلی بحث امداد الاحکام میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں (إمداد الأحكام، كتاب الصيد والذبائح والأضحية، عنوان: گائے کا ذبیحہ ہندوستان میں اسلامی شعار ہے: ۱۹۱/۴-۱۹۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(وكذا في كفايت المفتي، كتاب الأضحية والذبح: ۱۸۸/۸، دارالاشاعت كراچی)

(وكذا في مكتوبات امام رباني حضرت مجدد ألف ثاني، مكتوبة: هشتادويكم، ذبح بقرة در هندوستان از أعظم شعار اسلام است، حصه دوم، دفتر اول: ۷۵/۱، ۷۶، گارڈن ایسٹ کراچی)

کیا ذبح کرنے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے؟

سوال[۱۱۱۸۰]: ہم ایک جانور کو ذبح کرتے ہیں، پھر اس کو کھاتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ اس کو کھاؤ، تمہارے لئے جائز ہے، لیکن یہ ایک جانور کو تکلیف دینا کیوں ہے؟ ہمیں امید ہے کہ اطمینان بخش جواب سے نوازیں گے۔

سعید احمد بھٹ ماجری گارڈن سہارنپور

الجواب حامداً و مصلیاً:

جانور کو ہل میں جوتتے ہیں، اس کی ناک میں سوراخ کرتے ہیں، اس سے بھی اس کو تکلیف ہوتی ہے، ایسا کیوں کرتے ہیں؟ بچہ پیدا ہونے سے بھی تو عورت کو تکلیف ہوتی ہے، اس کے اسباب سے بھی پرہیز کرنا چاہیے اور بھی ہزار قسم کی چیزیں زندگی میں پھیلی ہوئی ہیں، جن سے تکلیف ہوتی ہے، ان سب کو بھی ترک کردینا چاہیے۔ ایک ذبح کردینے سے ہی کیوں جذبۂ رحم جوش میں آتا ہے، حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیز چھری سے جانور کو ذبح کرنے سے تکلیف بہت کم ہوتی ہے، جھٹکہ کرنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۱۲ھ۔



الفصل الثالث في مایصح ذبحه ومالایصح
(ذبح صحیح اور غیر صحیح کا بیان)

دیوار کے نیچے دب کر مرنے والی بکری کا ذبح کرنا

سوال[۱۱۱۸۱]: اگر بکری پر دیوار گر گئی، بدن دب گیا، صرف پیر نظر آرہے ہیں، اگر اینٹ وغیرہ اٹھائی جائے تو بکری کے مر جانے کا اندیشہ ہے، اگر پیر پر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا، تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ بکری ابھی زندہ ہے، تو بسم اللہ پڑھ کر بھالا (۱) مار کر اس کو ذبح کیا جاسکتا ہے، اگر اس کی موت کنویں میں ڈوب کر یا دیوار کے نیچے دب کر واقع ہو، تو اس کے پیر پر مارنے سے وہ حلال نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''بھالا: برچھا، نیزہ''۔ (فیروز اللغات، ص:۲۴۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) "المتردية، والمنخنقة، والموقوذة، والشاة المريضة، والنطيحة، ومشقوقة البطن إذا ذبحت، ينظر: إن فيها حياة مستقرة، حلت بالذبح بالإجماع، وإن لم تكن الحياة فيها مستقرة، تحل بالذبح، سواء عاش أو لا يعيش عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وهو الصحيح، وعليه الفتوىٰ، كذا في محيط السرخسي. وأما خروج الدم بعد الذبح فيما لايحل إلا بالذبح، فهل هو من شرائط الحل فلا رواية فيه عن أصحابنا، وذكر في بعض الفتاوىٰ أنه لا بد من أحد الشيئين، إما التحرك وإما خروج الدم، فإن لم يوجد، لا تحل، كذا في البدائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول الخ: ۲۸۶/۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الذبائح: ۳۰۸/۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الذبائح: ۱۵۸/۴، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود، الزكاة الاضطرارية: ۱۷۳/۴، ۱۷۴، رشيديه)

الفصل الرابع في مایصح أكله من اللحوم ومالا يصح

(حلال اور حرام گوشت کا بیان)

چوری شدہ بھیڑ کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا

سوال[۱۱۱۸۲]: ایک شخص نے ایک بھیڑ چوری کیا اور گھر لایا، جس شخص نے چوری کی، اس نے اس بھیڑ کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت شخص مذکور نے "بسم اللہ، اللہ اکبر" پڑھا، اس پڑھنے سے شخص مذکور کافر ہوجائے گا یا گنہ گار، اگر اس نے تکبیر نہیں پڑھی، تو مذبوحہ حلال ہے یا مردار؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چوری کی بھیڑ کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوا(۱)، لیکن ادائے ضمان سے پہلے یا اذن مالک سے پہلے اس کا کھانا ملک غیر ہونے کی وجہ سے جائز نہیں (۲)۔ چوری حرام ہے،

---

(۱) "(قوله: لكفره بتسميته على الحرام القطعي) المعتمد أنه لايكفر بذلك، إلا إذا استحل، ولايلزم من تسميته على الحرام اعتقاد الحل". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصيد: ۴/۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

"سئل أيضاً عمن غصب طعاماً فقال عند أكله "بسم الله" لايكفر، ولو ذكر عند شرب الخمر؟ قال: إن كان على وجه الاستخفاف يكفر، وكذا عند الزنا". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالأذكار: ۵/۳۳۹، قديمي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، مقدمة، ص: ۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي على الأشباه، كتاب الغصب: =

اس کی وجہ سے سارق مرتکب کبیرہ ہوا(۱) فعل معصیت پر بسم اللہ پڑھنا جرم ہے، کفر نہیں، حرام قطعی بعینہ کوحلال اعتقاد کرنا کفر ہے(۲)۔

"وتارةً يكون الإتيان بها (أي: بالتسمية) حراماً كما عند الزنا، ووطي الحائض، وشرب الخمر، وأكل المغصوب، أو مسروق قبل الاستحلال، أو أداء الضمان، والصحيح أنه إن استحل ذلك عند فعل المعصية كفر، وإلا لا، وتلزمه التوبة إلا إذا كان على وجه الاستخفاف. فيكفر أيضاً. ومما فرع على القول الضعيف في آخر كتاب الصيد من الدرالمختار: أن السارق لو ذبح شاة المسروقة، ووجدها صاحبها لا تؤكل، لكفر السارق بتسميته على المحرم القطعي بلا تملك، ولا إذن شرعي. واعلم أن المستحل لايكفر إلا إذا كان المحرم حراماً لعينه، وثبتت حرمته

= ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في القواعد الكلية الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۲، مير محمد كتب خانه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لا يزني الزاني وهو مؤمن ولايسرق السارق وهو مؤمن ...... متفق عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، الفصل الأول: ۱/۱۷، قديمي)

"تنبيه: عد السرقة هو ما اتفقوا عليه وهو صريح هذه الأحاديث، والظاهر أنه لا فرق في كونها كبيرة بين الموجبة للقطع وعدم الموجبة له". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الحدود، الكبيرة التاسعة والستون بعد الثلاثمائة، السرقة: ۲/۲۳۷، دار الفكر بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب السرقة: ۴/۸۲، سعيد)

(۲) "والأصل: أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره، كمال الغير لايكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعياً كفر، وإلا فلا". (شرح العقائد النسفية، ص: ۸۲، ۸۳، المطبع اليوسفي لكنو)

"من اعتقد الحرام حلالاً، أو على القلب يكفر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر الخ: ۲/۲۷۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۲، رشيديه)

بدليل قطعي، وإلا فلا، صرح به في الدرر عن الفتاوىٰ في آخر كتاب الحظر، فينبغي أن تؤكل هذه الشاة، ويؤيده قولهم تصح التضحية بشاة الغصب، لكنه لا يحل له التناول، والانتفاع على المفتى به، وإن ملكها قبل أداء الضمان، أو رضا مالكها بأدائه، أو إبرائه، أو تضمين القاضي؛ لأن الحل قضية أخرىٰ غير الملك"(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۹۱ھ۔

بذریعہ انجکشن پیدا ہونے والے جانور کو کھانے کا حکم

سوال[۱۱۱۸۳]: نسل کی تبدیلی جانوروں کی بغیر نر ومادہ کی صحبت کے اس طریقہ سے کی جائے کہ نر کا مادۂ تولید اگر انسان نکال کر مادہ کی بچہ دانی میں ڈال دے، اس ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ پھر اس بچہ کا کیا حکم ہے؟ لبن ولحم کھاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ خلافِ فطرت ہے، مگر جب کہ نر مادہ دونوں حلال ہیں، تو ان کے مادۂ منویہ سے پیدا شدہ بچہ حلال ہوگا اور دونوں کا لبن ولحم بھی حلال ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلال". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۵۶، سعيد)

"واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج، الإباحة ..... إنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي، فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة، فهي على الإباحة". (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأشربة: ۲/۵۶۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة. قال الله تعالىٰ: ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا﴾ وقال تعالىٰ: ﴿كلوا مما في الأرض حلالا طيبا﴾ وإنما تثبت الحرمة بعارض نص =

امریکن گائے کا حکم

سوال[۱۱۱۸۴]: خچر حرام ہے یا حلال؟ اس کے حرام ہونے کی علت کیا ہے، امریکن گائے کے لئے مشہور ہے کہ وہ گائے اور خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانوروں میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، یعنی اگر ماں حلال ہو، تو بچہ بھی حلال ہے، اگر ماں حرام ہو، تو بچہ بھی حرام ہے(۱)۔ اگر گدھی کے ساتھ گھوڑا وطی کرے، اس سے خچر پیدا ہو، تو وہ ماں کے تابع ہو کر حرام ہوگا(۲)، اگر گائے کے ساتھ گدھا وطی کرے، اس سے خچر پیدا ہو، تو وہ ماں کے تابع ہو کر حلال ہوگا(۳)، اب امید ہے کہ امریکن گائے کا سوال اور اس پر اشکال بھی حل ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۶/۱۴۰۱ھ۔



= مطلق، أو خبر مروي فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الأشربة: ۴/۲۲۱، دار المعرفة بيروت)

(۱) "والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم". (الدر المختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۲، سعيد)

"فإن متولداً من الوحشي والإنسي، فالعبرة للأم، فإن كانت أهلية تجوز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس: ۵/۲۹۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۸/۳۲۴، رشيديه)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱

كتاب الأضحية

باب من يجب عليه الأضحية ومن لايجب

(قربانی کے وجوب وعدمِ وجوب کا بیان)

قرآن وحدیث سے قربانی کا ثبوت

سوال[۱۱۱۸۵]: قربانی کا مسئلہ آج کل عام دلچسپی کا موضوع بنا ہوا ہے، کچھ لوگ سرے سے اس کا انکار کررہے ہیں، تو کچھ لوگ اسے قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، اس سلسلہ میں خاصا تفریط سے کام لیا جارہا ہے، عوام اس مسئلہ کی صحیح شرعی حیثیت سے آگاہ نہیں، جہاں تک میرا خیال ہے، قرآن مجید میں قطعیت کے ساتھ یہ حکم ہی نہیں آیا، نہ حج کے دنوں میں مکہ شریف کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی ان تمام مسلمانوں کے لئے قربانی کرنا لازم ہے، سورہ الحج ملاحظہ ہو: ﴿ذلك ومن يعظم شعائر الله﴾(۱) ...... "قربانی دلوں کی پرہیز گاری میں داخل ہے، ان (چار پایوں میں) ایک قربت خاص تک تم لوگوں کے لئے فائدے ہیں، تم خانہ کعبہ کے پاس جاکران کو حلال کرو، ہم نے قربانی قراردی ہے، تاکہ خدا نے جوان کو مویشی چوپائے دے رکھے ہیں، قربانی کرنے کے وقت خدا کا نام لیں"۔ قرآن مجید کے اس مطلب کو اگر سامنے رکھا جائے، تو قربانی ان لوگوں پر ہے جو چوپائے پال رکھے ہیں، قرآن کریم کی آیات بتاتی ہیں کہ قربانی خانہ کعبہ کے پاس جاکر کرو، اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو شخص حج کرے اس پر قربانی واجب ہے، غیر حاجیوں پر قربانی واجب نہیں، قرآن میں قربانی کا ذکر حج کے ساتھ آیا ہے۔

ا...... اب بتایئے کہ کیا قربانی ان لوگوں پر بھی واجب ہے جو مویشی پالتے ہیں۔

---

(۱) (الحج: ۳۲)

۲..... خانہ کعبہ میں قربانی جائز ہے دوسری جگہ میں نہیں؟

۳..... اگر قربانی کا روپیہ قومی فلاح وبہبودی اور غریب پروری پر صرف کریں تو کیا خلاف دانش مندی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسائل کے واسطے ماخذ قرآن کریم ہے، یہ تو اصل سرچشمہ ہے اور حدیث سے بھی مسائل ثابت ہوتے ہیں (۱)، قرآن کریم میں حکم ہے کہ جو حکم تم کو رسول دیں، اس کو عمل کے لئے قبول کرو اور جس چیز سے منع کریں، اس سے باز رہو (۲)، نیز قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے جس رسول کو بھیجا، اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے (۳)۔

نیز ارشاد ہے، جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اس نے اللہ کی اطاعت کی (۴)، اس واسطے حدیث شریف سے قطع نظر کرلینا اور یہ مطالبہ کرنا کہ ہر چیز قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ہی ثابت کی جائے، یہ مطالبہ غلط ہے اور نہایت خطرناک ہے (۵)، نمازوں کی رکعات فجر کی دو، ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین،

(۱) "اعلم أن أصول الشرع ثلثة...... الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة بدل من ثلاثة أو بيان له، والمراد من الكتاب بعض الكتاب، وهو مقدار خمس مائة اية؛ لأنه أصل الشرع والباقي قصص ونحوها". (نور الأنوار، ص: ۱۰، ۱۱، مكتبه رحمانيه)

"وبعد فإن أصول الفقه أربعة: كتاب الله تعالىٰ، وسنة رسوله، وإجماع الأمة، والقياس". (أصول الشاشي، ص: ۵، مكتبه الحرم)

(وكذا في كشف الأسرار شرح أصول البزدوي: ۱/۳۳، قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾ (الحشر: ۷)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله﴾ (النساء: ۶۴)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿من يطع الرسول فقد أطاع الله﴾ (النساء: ۸۰)

(۵) "عن عبيدالله بن أبي رافع، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الأمر مما أمرت به، أو نهيت عنه فيقول: لا أدري، ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه". (سنن ابن ماجة، باب: اتباع سنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۳، قديمى)

"(ألا): في تكرير كلمة التنبيه توبيخ وتقريع نشأ من غضب عظيم على من ترك السنة والعمل بالحديث استغناء بالكتاب". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، الفصل الثاني: ۱/۴۰۱، رشيديه) =

عشاء کی چار کو قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ پانچ وقت کی نماز کو بھی کیا قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ بیت اللہ کا طواف کیا اس کے سات شوط کو قرآن کریم سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟

قرآن کریم کا مطلب وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سمجھا اور اس پر عمل کیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سمجھایا اور اس پر عمل کرایا، سورہ کوثر میں مذکور ہے:

﴿فصل لربك﴾ الخ الآية(۱).

حضرت حسن اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"صلوة يوم النحر ونحر البدن"(۲)، یعنی اس جگہ صلوۃ سے صلوۃ عید الاضحیٰ اور نحر سے قربانی مراد ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

"خرج علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الأضحى إلى البقيع، فبدأ فصلى ركعتين، ثم أقبل علينا بوجهه، وقال: إن أول نسكنا في يومنا هذا أن نبدأ بالصلوة، ثم نرجع فننحر"(۳) الخ.

= (وجامع الترمذي، كتاب العلم، باب: ما نهي عنه أن يقال عند حديث النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، رقم: ۲۶۶۳: ۳/۲۶۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الكوثر: ۲)

(۲) (أحكام القرآن، الكوثر: ۵/۴۱۳، إدارة القرآن كراچی)

"﴿فصل لربك وانحر﴾ ...... قال ابن عباس وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن: يعني بذلك نحر البدن ونحوها". (تفسير ابن كثير، الكوثر: ۴/۵۵۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في تفسير الماوردي، الكوثر: ۴/۵۳۱، التراث الإسلامي)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب استقبال الإمام الناس الخ: ۱/۱۳۳، قديمی)

(وكذا في شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي، ص: ۳۲۹، سعيد)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث البراء بن عازب (رضي الله تعالىٰ عنه): ۴/۳۹۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

یعنی: ''حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الاضحیٰ میں بقیع کی طرف تشریف لائے، پس دو رکعت نماز پڑھی، پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے اس دن میں ہمارا پہلا نسک یہ ہے کہ نماز پڑھیں، پھر لوٹیں اور قربانی کریں''۔

یہ واقعہ حج کا نہیں ہے، بلکہ مدینہ طیبہ کا واقعہ ہے، بقیع مدینہ طیبہ کے قبرستان کا نام ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام ترمذی نے روایت کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں دس سال قیام کیا اور قربانی فرمایا کرتے تھے (۱)، پس یہ کہنا کہ بغیر حج کے قربانی کا ثبوت نہیں، غلط ہے (۲)۔

۱......قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے، چاہے مویشی پال رکھا ہو یا نہیں (۳)۔

۲......یہ حکم ہر جگہ کے لئے مسلمانوں کے لئے ہے، مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص نہیں (۴)۔

۳......اس سے قربانی کا واجب ادا نہیں ہوگا، اگرچہ غریبوں کی امداد ہو جائے گی (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) ''عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما قال: أقام رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بالمدينة عشر سنين يضحي، هذا حديث حسن''. (جامع الترمذي، كتاب الأضاحي، باب: ۱/۲۷۷، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب في الأضحية: ۳/۵۲۲، رشيديه)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب (رضي الله تعالیٰ عنهما)، رقم الحديث: ۴۹۳۵: ۲/۱۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۳) ''(فتجب) التضحية أي: إراقة الدم ...... (على حر مسلم مقيم) ...... (موسر) يسار الفطرة'' (الدر المختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۱۲-۳۱۵، سعيد)

''قال رحمه الله تعالیٰ: (تجب على حر مسلم مقيم......) ...... دليل الوجوب قوله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ''من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا) رواه أحمد وابن ماجة ...... وباليسار: لأنها لا تجب إلا على القادر وهو الغني دون الفقير''. (البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۸/۳۱۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول الخ: ۵/۲۹۲، رشيديه)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱۲

(۵) ''وهي في الشرع اسم لحيوان مخصوص بسن مخصوص يذبح بنية القربة في يوم مخصوص عند =

کتنے نوٹ پر قربانی واجب ہے؟

سوال[۱۱۱۸۶]: ۱..... آج کل ہندی نوٹوں کے اعتبار سے کتنے نوٹوں کی ملکیت پر قربانی کا وجوب ہوگا؟

ملازم کی تنخواہ پر قربانی کا وجوب

سوال[۱۱۱۸۷]: ۲..... بعض ملازمین جن کی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں، قربانی کے ایام تنخواہ کی وصول یابی پر صاحبِ نصاب ہوجاتے ہیں، لیکن آخر ماہ تک ان کے پاس کچھ نہیں بچتا، اگر یہ لوگ قربانی کردیں، تو آخر ماہ تنگی اور قرض کی صورت پیش آئے گی، سونے چاندی کے قسم کے بھی صاحب نصاب کرنے والی چیزیں ان کے پاس نہیں ہے، ایسے حضرات کے لئے قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جب نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کی مقدار میں ہوں، تو ان کو صاحبِ نصاب کہا جائے گا اور قربانی لازم ہوگی، بشرطیکہ یہ نصاب حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو، اس نصاب پر سال بھی گزرنا لازم نہیں (۱)۔

= وجود شرائطها وسببها، كذا في التبيين. (وأما ركنها) فذبح مايجوز ذبحه في الأضحية، بنية الأضحية في أيامها؛ لأن ركن الشيء ما يقوم به ذلك الشيء، والأضحية إنما تقوم بهذا الفعل، فكان ركنا، كذا في النهاية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول الخ: ۵/۲۹۱، رشيديه)

"وعند الفقهاء كما في النهاية: اسم لحيوان مخصوص، وهي الشاة فصاعداً من هذا الأنواع الأربعة، والجذع من الضأن تذبح بنية القربة في يوم مخصوص" ...... وفي الأضحية اجتمع المعنيان، فإنه يتصرف بإراقة الدم". (البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۸/۳۱۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۱۱، ۳۱۲، سعيد)

(۱) "أما شرائط الوجوب: منها اليسار وهو مايتعلق به وجوب صدقة الفطر دون مايتعلق به وجوب الزكاة ...... والموسر في ظاهر الرواية: من له مأتادرهم، أو عشرون ديناراً، أو شيء يبلغ ذلك، سوى مسكنه، ومتاع مسكنه. ومركوبه، وخادمه في حاجته التي لايستغنى عنها". (الفتاوى العالمكيرية، =

۲......اگر گزارہ اس تنخواہ پر ہے اور قربانی کرنے سے مہینہ ختم ہونے تک گزارہ دشوار ہوجائے گا، تو قربانی لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔

قربانی کے جانور کی قیمت زیادہ ہو اور مقدار نصاب کم ہو، تو کیا کیا جائے؟

سوال[۱۱۱۸۸]: غیر مقلد کے ایک اخبار میں یوں لکھا ہوا پایا کہ حنفی مذہب میں قربانی اس پر واجب ہے جو نصابِ زکوۃ کا مالک ہو، فرق اتنا ہے کہ زکوۃ سال بھر تک صاحبِ نصاب ہونے پر ہے، قربانی کے واسطے نہیں، اگر کوئی شخص ساٹھ ستر روپیوں کا مالک ہے، صاحبِ نصاب ہونے کے باعث اس پر قربانی واجب ہے، لیکن کسی سے اتنے داموں پر قربانی کا جانور ملنا محال ہے، قربانی کرے، تو کل سرمایہ ہاتھ سے جاتا ہے، نہ کرے تو ترکِ واجب کے گناہ کا مرتکب، اس لئے حدیث میں ہے "من وجد سعة" الحدیث اس پر عمل کرنا بہتر نہیں کہ جو قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، مہربانی کرکے مسئلہ کی اہمیت سے مطلع فرمائیں اور ان کے اس حدیث کے پیش کرنے کا کیا جواب ہے؟

= کتاب الأضحیة، الباب الأول: ۵/۲۹۲، رشیدیه)

"(تجب) ...... (علی کل) حر (مسلم) ولو صغیراً مجنونا ...... (ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلیة) کدینه وحوائج عیاله (وإن لم ینم) کما مر (وبه) أي: بهذا النصاب (تحرم الصدقة) کما مر، وتجب الأضحیة". (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر: ۲/۳۵۸-۳۶۰، رشیدیه)

"(قوله وشرائطها) أي: شرائط وجوبها ...... قوله والیسار، ولا العقل، والبلوغ؛ لما فیها من خلاف کما یأتي، والمعتبر وجود هذه الشرائط آخر الوقت، وإن لم تکن في أوله کما سیأتي".

(ردالمحتار، کتاب الأضحیة: ۶/۳۱۲، سعید)

(وکذا في خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثاني، نصاب الأضحیة: ۴/۳۰۹، امجد اکیڈمی لاهور)

(۱) راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، اگر حاجت اصلیہ سے زائد کسی کے پاس قربانی کے ایام میں ہو، تو اس پر قربانی واجب ہے(۱)، ۵۰، ۶۰، ۷۰ روپیہ میں کبرا (قربانی کے قابل بھینس نر) آتا ہے، جس میں سات آدمی شریک ہوکر قربانی کرلیتے ہیں، نصاب کی قیمت تو اس سے بہت زیادہ ہے، اتنے میں ہی سات آدمی اپنا واجب ادا کرلیتے ہیں(۲)۔ اور کسی کا سرمایہ ختم نہیں ہوتا ہے، یہی "من وجد سعة" الحدیث(۳) کا مصداق ہے، ورنہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس حج کی گنجائش نہیں

---

(۱) "أما شرائط الوجوب: منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة .... والموسر في ظاهر الرواية: من له مائتا درهم، أو عشرون ديناراً، أو شيء يبلغ ذلك، سوى مسكنه، ومتاع مسكنه، ومركوبه، وخادمه في حاجته التي لايستغني عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول: ۵/۲۹۲، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني، نصاب الأضحية: ۴/۳۰۹، امجد اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۳۵۸-۳۶۰، سعيد)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: البقرة عن سبعة، والجزور عن سبعة". (مشكاة المصابيح، باب في الأضحية، الفصل الأول: ۱/۱۲۷، قديمي)

"وأما وجه ذلك من طريق النظر، فإنا قد رأيناهم قد أجمعوا أن البقرة لاتجزئ في الأضحية عن الأكثر من سبعة، وهي من البدن باتفاقهم، فالنظر على ذلك أن تكون الناقة مثلها، لا تجزئ عن أكثر من سبعة اهـ". (شرح معاني الآثار، باب البدنة عن كم تجزئ في الضحايا والهدايا: ۲/۳۳۱، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل في محل إقامة الواجب: ۶/۳۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في إعلاء السنن، باب أن البدنة على سبعة: ۱۷/۲۰۲، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من وجد سعة فلم يضح، فلا يقربن مصلانا". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۸۰۷۴: ۲/۷۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هي أم لا، ص: ۲۲۶، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۸/۳۱۸، رشيديه)

ہوتی، زکوۃ، فطرہ، قربانی کی گنجائش نہیں ہوتی، اس لئے کہ نفس کا بخل روکتا ہے۔

لہٰذا شریعت نے "من وجد سعة" الحدیث (۱) کی حد مقرر کردی ہے اور وہ وہی ہے جس کو احناف نے اختیار کیا ہے، محض گوشت خوری کی نیت سے قربانی کے جانور میں اگر کوئی شریک ہوگا تو اس سے دوسرے شرکاء کی قربانی بھی خراب ہو جاوے گی (۲)۔ اگر ثواب کی نیت سے شریک ہو اور قیمت بعد میں دے دے تو مضائقہ نہیں ہے، مگر قیمت دینے کی صورت مسئولہ درست نہیں ہے۔

قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کی نیت سے بھی شرکت درست ہے (۳)، عقیقہ کے دن کی تعیین مستحب ہے، لازم نہیں (۴)، اگر ایام قربانی میں وہ دن آئے، تب بھی گنجائش ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۲/ ۸۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۲/ ۸۲ھ۔

---

(۱) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۲) "وإن كان شريك الستة نصرانياً ومريد اللحم لم تجز عن واحد منهم". (البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۸/ ۳۲۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۶/ ۳۲۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن الخ: ۵/ ۳۰۴، رشيديه)

(۳) "ولو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب أجزأهم ..... وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت، بأن أراد بعضهم الأضحية وبعضهم جزاء الصيد ..... وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد، ولد له من قبل، كذا ذكر محمد رحمه الله تعالىٰ في نوادر الضحايا". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن الخ: ۵/ ۳۰۴، رشيديه)

"ولو نوى بعض الشركاء الأضحية، وبعضهم هدي المتعة ..... وبعضهم دم العقيقة لولادة ولد، ولد له في عامه ذلك جاز عن الكل في ظاهر الرواية". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، فصل فيما يجوز في الضحايا ومالايجوز: ۳/ ۳۵۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الأضحية، فصل في شروط جواز إقامة الواجب: ۶/ ۳۰۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) "عن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: الغلام مرتهن بعقيقته، =

دوسرے کی طرف سے بلا اجازت قربانی کرنا

سوال[۱۱۱۸۹]: مشترک کاروبار اور مشترک آمدنی اور مشترک اخراجات کی بناء پر قربانی اور زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کی یہ شکل ہوتی ہے، حساب جانچ کر مشترک زکوٰۃ ادا کردیتا ہے، قربانی کی شکل یہ ہوتی ہے، خاندان میں کوئی ایک فرد قربانی کے حصوں کا حساب لگا کر مشترک طور پر قربانی کے لئے بیل بکرے وغیرہ خرید لیتا ہے، جن کے خریدنے میں اہلِ حصص کی رضامندی ہوتی ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صاحب حصہ سفر میں ہوتے ہیں اور ان کی طرف سے مکان پر اعزاء قربانی کردیتے ہیں، تو یہ قربانی درست ہوتی ہے یا نہیں؟

بہشتی زیور، حصہ سوم کی اس عبارت کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص یہاں پر موجود نہیں ہے اور کسی دوسرے شخص نے بغیر اس کے امر کے قربانی کردی، تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ بدون اس کے امر کے تجویز کردیا، تو ان حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوئی (۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب سب کی اجازت اور رضامندی سے ایسا ہوتا ہے تو زکوٰۃ اور قربانی سب درست ہے(۲)، بہشتی

= يذبح عنه يوم السابع، ويسمى، ويحلق رأسه". قال الإمام الترمذي: والعمل على هذا عند أهل العلم، يستحبون أن يذبح عن الغلام العقيقة يوم السابع، فإن لم يتهيأ يوم السابع فيوم الرابع عشر، فإن لم يتهيأ عقّ عنه إحدى وعشرين". (جامع الترمذي، أبواب الأضاحي، باب ماجاء في العقيقة: ۱/۲۷۸، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ۱۷/۱۱۵، إدارة القرآن كراچی)

(۵) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۱۲۹

(۱) (بہشتی زیور، حصہ سوم، قربانی کا بیان، ص:۲۳۴، ۲۳۵، دارالاشاعت)

(۲) "ولو ضحى ببدنة عن نفسه وعرسه وأولاده ليس هذا في ظاهر الرواية، وقال الحسن بن زياد في كتاب الأضحية: إن كان أولاده صغاراً، جاز عنه وعنهم جميعاً في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، وإن كانوا كباراً، إن فعل بأمرهم جاز عن الكل في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، وإن فعل بغير أمرهم أو بغير أمر بعضهم، لا تجوز عنه ولا عنهم في قولهم جميعاً؛ لأن نصيب من لم يأمر صار لحماً، فصار الكل لحماً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب السابع في التضحية عن الغير وفي التضحية بشاة الغير عن نفسه: ۵/۳۰۲، رشيديه)

زیور کی عبارت منقولہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کی طرف سے بغیر اس کے امر کے قربانی کردیتا ہے، تو اس کے ذمہ سے واجب ادانہیں ہوگا اور اگر کسی قربانی میں حصہ اس کی طرف سے دیتا ہے کہ گوشت دے کر پیسے وصول کردے گا تو یہ درحقیقت اس کی طرف سے قربانی نہیں ہوئی، بلکہ اس کے ساتھ گوشت کی بیع ہوئی، جس سے دوسرے شرکاء کی قربانی بھی خراب ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔

کسی کے کہنے سے اپنا جانور اس کی طرف سے مفت قربان کرنا

سوال[۱۱۱۹۰]: ایک شخص پردیس میں ہے اور صاحب نصاب ہے، اپنے رشتہ دار کے یہاں خط لکھ دیتا ہے کہ آپ کے یہاں جو بکرا ہے، اس کو میری طرف سے قربانی کردیں اور رشتہ دار بلاعوض شخص مذکور کی طرف سے قربانی کردیتا ہے، اب یہ قربانی درست ہے یا نہیں؟ وجہ جواز توازن ہے جو کہ فرائض و واجبات قربانی کے لئے کافی ہے، لیکن اشکال یہ ہے کہ جب رشتہ دار بلاعوض کے دے رہے ہیں، تو ہبہ ہوگیا اور بکرا تو منقولات میں سے ہے اور شیٔ منقولات میں قبضہ شرط ہے، جو یہاں مفقود ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آمر نے مامور کو وکیل بنادیا، اقتضاءً وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۱۲/۷ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة: ۵۲۴/۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، فصل فيما يجوز في الضحايا ومالايجوز: ۳۵۰/۳، رشيديه)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۲) "يعني: أن المؤكل صار قابضاً بقبض الوكيل، بدليل أن هلاكه في يد الوكيل كهلاكه في يد المؤكل". (فتح القدير، كتاب الوكالة، باب الوكالة في البيع والشراء: ۱۴۳/۸، رشيديه) ....=

کیا حرام مال ملک میں ہو تب بھی قربانی واجب ہوگی؟

سوال[۱۱۱۹۱]: اگر کسی کی ملک میں ایامِ نحر میں اتنا مال آجائے کہ جس پر قربانی واجب ہوتی ہے، اگرچہ حرام ہی طریقہ سے ہو تو کیا قربانی اس پر واجب ہوگی؟ کیا وظائف مالیہ میں حرام حلال دونوں کا یکساں حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے طریقہ پر مال آیا ہے کہ ملک ہی ثابت نہیں ہوتی، جیسے سرقہ، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی (۱)، اگر ایسے طریقہ پر آیا ہے کہ ملک ثابت ہوتی ہے، جیسے بیوع فاسدہ، تو قربانی واجب ہوجائے گی۔

"لأن البيع الفاسد يفيد الملك وإن كان يجب فسخه اهـ"(۲).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "لأن المؤكل صار قابضاً بقبض وكيله، فكان هلاكه في يد الوكيل كهلاكه في يد المؤكل".
(المبسوط للسرخسي، كتاب الوكالة، باب الوكالة في الدم والصلح (الجزء: ۱۹): ۱۰/۱۲۸، حبيبيه كوئٹه)

"وقال محمد: على المؤكل؛ لأن قبض الوكيل كقبضه، فوقع القبض أولاً للمؤكل".
(ردالمحتار، كتاب الإجارة: ۶/۱۳، سعيد)

(۱) "وفي القنية: لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه". اهـ. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۹۱، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الثاني في المصرف: ۴/۸۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، مايمنع وجوب الزكاة: ۲/۲۹۸، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وأيضاً حكم الفاسد، أنه يفيد الملك بالقبض". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۴۹، سعيد)

"وحكم الفاسد: مالايفيده بمجرده، بل بالقبض". (البحرالرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۱۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الحادي عشر في أحكام البيع الغير الجائز: ۳/۱۴۶، ۱۴۷، رشيديه)

باب فیما یجوز من الأضحیة ومالایجوز

(قربانی کے لئے أفضل اور جائز اور ناجائز جانور کا بیان)

بکری، ہرن کے جوڑ سے پیدا شدہ بچہ کی قربانی کرنا

سوال[۱۱۱۹۲]: بکری جو کہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے، اس بچہ کی قربانی کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اور وہ بکری کے حکم میں ہوگا یا ہرن کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانوروں کے متعلق ایک ضابطہ ''الأشباہ والنظائر'' میں لکھا ہے: ''الولد یتبع الأم'' یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، جو حکم ماں کا وہی بچہ کا (۱)، اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن، اس کی قربانی درست ہوگی۔

مگر ایک دوسرا قاعدہ بھی لکھتے ہیں:

''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام''(۲). یعنی: ''جب حرام

(۱) في شرح الحموي "وعبارة الهداية في الأضحية والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم؛ لأن الأصل في التبعية الأم". (شرح الحموي على الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الفن الأول في القواعد الكلية: ۱/۳۰۳، إدارة القرآن كراچی)

"والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم". (الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس الخ: ۵/۲۹۷، رشيديه)

(۲) (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، الفن الأول، ص: ۱۲۱، دارالفكر بيروت)

"وقال عليه السلام: "ما اجتمع الحلال والحرام إلا وقد غلب الحرام على الحلال".

(المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۱/۲۸۲، مكتبه حبيبيه كوئٹه) .... =

وحلال مخلوط ہوجائیں، تو حرام کا اثر غالب رہے گا''۔

بکری کی قربانی درست، ہرن کی نادرست، ان کے اختلاط کے نتیجہ میں قربانی نادرست ہونی چاہیے۔قول اول راجح ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۴/ ۹/ ۱۳۹۹ھ۔

دیوانہ جانور کی قربانی

سوال[۱۱۱۹۳]: کیا دیوانہ جانور کی قربانی جائز ہے،دیوانہ کے معنی بالکل پاگل کے ہیں، یا کچھ اور بھی معنی آتے ہیں؟ ہمارے یہاں دیوانہ کے معنی بالکل (پاگل) کے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دیوانہ و پاگل قربانی سے مانع نہیں، جب کہ وہ پاگل جانور چرتا ہو، اگر نہ چرتا ہو،تو اس کی قربانی درست نہیں۔

"ويضحى بالجماء والخصي والثولاء أي: المجنونة إذا لم يمنعها من السوم والرعي، وإن منعها لاتجوز التضحية بها" (درمختار، شامي نعمانيه: ۲۰۵/۵)(۲).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۶/۱۲/۹۴ھ۔

= (وكذا في الدرالمختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱۴۶/۱، سعيد)

(۱) "ولو نزا ظبي على شاة، قال عامة المشائخ: يجوز". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الأضحية: ۴۸۳/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۳۲۲/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس الخ: ۲۹۷/۵، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۳۲۳/۶، سعيد)

"وتجوز الثولاء، وهي المجنونة، إلا إذا كان ذلك يمنع الرعي والاعتلاف فلا تجوز".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب: ۲۹۸/۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۳۲۳/۸، رشيديه)

کیا انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے؟

سوال[۱۱۱۹۴]: بعض آدمی کہتے ہیں کہ انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ مسائل کی کتابیں بھی تحریر کردیں، تاکہ ان سے معلومات حاصل کیا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انڈے کی قربانی سے واجب ادا نہیں ہوتا اور نہ اس کی قربانی واجب ہوتی ہے(۱)، البتہ اونٹ، بکری، مرغی، انڈا ان چاروں میں جو فرق ہے، بعض اعمال صالحہ کے متعلق اس فرق کو بتلایا گیا ہے، کہ فلاں عمل کا ثواب اونٹ کی قربانی کے برابر ہے اور فلاں کا بکری کی قربانی کے برابر، فلاں کا مرغی کی قربانی کے برابر، فلاں کا انڈے کی قربانی کے برابر(۲) اور جس طرح کے لفظ قربانی اردو میں بولا جاتا ہے کہ کچھ قربانی دینی چاہیے، چند ہی پیسے کی ہوں، اس سے سمجھ لیجئے۔

---

(۱) "﴿أما جنسه﴾ فهو أن يكون من الأجناس الثلاثة: الغنم أو الإبل أو البقر، ويدخل في كل جنس نوعه ......". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس الخ: ۲۹۷/۵، رشيديه)

"(و) صح (الثني) فصاعداً من الثلاثة". (الدر المختار). "(قوله: من الثلاثة) أي: الآتية، وهي الإبل والبقر بنوعيه، والشاة بنوعيه ...... (قوله: والجاموس) نوع من البقر، وكذا المعز نوع من الغنم بدليل ضمها في الزكاة، بدائع". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۳۲۲/۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الأضحية: ۱۶۴/۴، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرني أبوعبدالله الأغر، أنه سمع أبا هريرة رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا كان يوم الجمعة كان على كل باب من أبواب المسجد ملئكة يكتبون الأول فالأول ...... ومثل المهجر كمثل الذي يهدي بدنة ثم كالذي يهدي بقرةً ثم كالذي يهدي الكبش، ثم كالذي يهدي الدجاجة، ثم كالذي يهدي البيضة". (صحيح مسلم، كتاب الجمعة، فصل تكتب الملائكة على أبواب المساجد الخ: ۲۸۲/۱، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه يبلغ به النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا كان يوم الجمعة ...... فالمهجر إلى الصلاة كالمهدي بدنة، ثم الذي يليه كالمهدي بقرة، ثم الذي يليه كالمهدي كبشا، حتى ذكر الدجاج والبيضة". (سنن النسائي، كتاب الجمعة، باب التكبير إلى الجمعة: ۲۰۶/۱، قديمي) =

مسائل کی کتابیں بے شمار ہیں، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، امداد الفتاویٰ، ان دونوں میں بے شمار مسائل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔



= (ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، باب التنظيف والتكبير، ص: ۱۲۲، قديمي)

باب مایکون عیبا في الأضحية ومالایکون

(قربانی میں عیب کا بیان)

جس بکرے کے دانت گھس گئے ہوں، اس کی قربانی کا حکم

سوال[۱۱۱۹۵]: ایک بکرا قربانی کے لئے خریدا گیا، لیکن اس کے دانت چرنے کی وجہ سے گھس کر بہت چھوٹے چھوٹے رہ گئے ہیں اور مسوڑوں کے برابر ہوگئے ہیں، منہ کھولنے پر سارے دانت اچھی طرح نظر آتے ہیں، ٹوٹے ہوئے نہیں ہیں، کیا اس بکرے کا شمار ہتماء(۱) میں ہوگا، جب کہ ہتماء میں دانتوں کا جڑ سے اکھڑنا مراد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ وہ ان دانتوں سے چرتا اور اپنی روزی حاصل کرتا ہے، تو اس کا حکم ایسے بکرے کی طرح نہیں ہوگا، جس کے دانت اکھڑ گئے ہوں اور چرنے سے معذور ہوگیا ہو، لہٰذا اس کی قربانی میں کوئی شبہ نہ کریں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ہتما: اس جانور کو کہتے ہیں جس کے دانت نہ ہوں"۔

"الهتماء: هي التي لا أسنان لها من الإبل والبقر والشاة". (مجموعة قواعد الفقه، الرسالة الرابعة، التعريفات الفقهية: ص ۱۵۵، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۲) "وأما الهتماء: وهي التي لا أسنان لها، فإن كانت ترعى وتعتلف، جازت وإلا فلا كذا في البدائع" وهو الصحيح، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب: ۲۹۸/۵، رشيديه)

"ولا يجوز بالهتماء التي لا أسنان لها إن كانت لا تعتلف، وإن كانت تعتلف جاز، وهو الصحيح". (البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۲۲۳/۸، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الأضحية: ۳۲۰/۴، رشيديه)

باب الشرکة في الأضحیة

(قربانی میں شرکت کا بیان)

ایک گائے کی قربانی میں ساتواں حصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکھنا

سوال[۱۱۱۹۶]: اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ایک گائے قربان کرے اور اسی گائے میں اور چھ آدمیوں کے نام شامل کردے، تو اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخی تو نہیں ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی درست ہے(۱)، اس میں گستاخی نہیں، بلکہ توقع ہے کہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے سب قربانی قبول ہوجائے گی، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام امت کی طرف سے قربانی کی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن الحکم عن حنش قال: رأیت علیاً رضي الله تعالیٰ عنه، یضحي بکبشین، فقلت له: ماهذا؟ فقال: إن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أوصاني أن نضحي عنه، فأنا أضحي عنه". (سنن أبي داود، باب الأضحیة عن المیت: ۳۷/۲، مکتبه رحمانیه لاهور)

"من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع في أضحیة نفسه من التصدق، والأکل. والأجر للمیت والملک للذابح". (ردالمحتار، کتاب الأضحیة: ۳۲۶/۶، سعید)

(وکذا في إعلاء السنن، کتاب الأضاحي، باب التضحیة عن المیت: ۲۶۸/۱۷، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه: أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان إذا أراد أن یضحي، اشتری کبشین عظیمین سمینین أقرنین أملحین موجوأین، فذبح أحدهما عن أمته لمن شهد لله بالتوحید وشهد له بالبلاغ، وذبح الآخر عن محمد وعن آل محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". (سنن =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۹ھ۔



= ابن ماجة، أبواب الأضاحي، باب أضاحي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۲۲۵، قديمی)

(وكذا في شرح معاني الآثار للطحاوي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي، باب الشاة عن كم تجزئ أن يضحى بها: ۲/۳۳۲، سعيد)

"وقد صح أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضحى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم يذبح من أمته". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۶، سعيد)

باب في قسمة اللحم ومصرفه وبيعه

(قربانی کے گوشت کی تقسیم، مصرف اور بیع کا بیان)

قربانی کا گوشت ہندو کو دینا

سوال[۱۱۱۹۷]: قربانی کا گوشت ہندو کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب نہیں، وہ گوشت ہندو کو دینا جائز ہے(۱)، بشرطیکہ کسی معاوضہ میں نہ ہو(۲)، لیکن بہتر یہ ہے کہ دین دار آدمی کو دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ويهب منها ماشاء للغني والفقير والمسلم والذمي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب: ۵/۳۰۰، رشيديه)

"وللمضحي أن يهب كل ذلك، أو يتصدق، أو يهديه لغني، أو فقير مسلم، أو كافر". (إعلاء السنن، باب بيع جلد الأضحية: ۱۷/۲۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۴/۱۶۶، سعيد)

(۲) "ولا يعطي أجر الجزار منها؛ لأنه كبيع". (الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۸، سعيد)

"(قوله: لأنه كبيع) أي: من الجزار بأجرة؛ ولقوله عليه السلام لعلي رضي الله تعالىٰ عنه، تصدق بجلالها وخطامها، ولا تعط الجزار شيئاً منها ...... والمعنى: أنه لا أضحية له كاملة". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۴/۱۶۶، دارالمعرفة بيروت)

"ولا يعطي الجازر بأجرته منها شيئاً ...... ولأن ما يدفعه إلى الجزار أجرة عوض عن عمله وجزارته، ولا تجوز المعاوضة بشيء منها". (إعلاء السنن، كتاب الأضاحي، باب التصدق بلحوم الأضاحي وغيرها: ۱۷/۲۶۷، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الأضحية: ۶/۴۸۷، دارالكتب العلمية بيروت)

باب في مصرف جلد الأضحية

(قربانی کی کھال کے مصرف کا بیان)

چرمِ قربانی کی قیمت کنواں بنوانے میں استعمال کرنا

سوال[۱۱۱۹۸]: کیا چرمِ قربانی کی قیمت کسی پبلک کنویں کی تعمیر میں صَرف کیا جاسکتا ہے؟ مسلمانوں کے محلّہ میں کنواں ہے، جو کہ گر چکا ہے، محلّہ کے مسلمان غریب ونادار ہیں، جو چندہ کرکے نہیں بنواسکتے، پانی کی سخت قلت ہے، اس کنویں کا پانی مسجد میں بھی استعمال ہوتا تھا، ایک صاحب قربانی کے چمڑوں کی قیمت سے کنواں منہدم کرکے بنوانا چاہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قربانی کرنے والا چمڑا اگر فروخت کردے تو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے(۱)، جس غریب کو وہ قیمت دی جائے، اگر وہ مالک ہونے اور قبضہ کرنے کے بعد کنواں بنانے کے لئے دے دے تو تعمیر میں خرچ کرنا درست ہے(۲)،

---

(۱) "فإن بيع اللحم أو الجلد أي: بمستهلك أو بدراهم، تصدق بثمنه". (الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۸، سعيد)

"فإن بدل اللحم أو الجلد، يتصدق به". (مجمع الأنهر، كتاب الأضحية: ۴/۱۷۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الدرالمنتقى في شرح الملتقى، كتاب الأضحية: ۴/۱۷۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) "فإن أراد الحيلة، فالحيلة: أن يتصدق به المتولي على الفقراء يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذلك". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباط والمقابر: ۲/۴۷۳، رشيديه)

"وإنما يصرف إلى الفقراء لاغير، ولو صرف إلى المحتاجين، ثم إنهم أنفقوا في عمارة الرباط =

بدون غریب کو مالک بنائے، براہِ راست کنواں بنوانے میں خرچ کرنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔



= جاز، ویکون ذلک حسناً" (فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، فصل في المقابر والرباطات: ۳/۳۱۵، رشیدیه)

(وکذا في الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۳۴۵، سعید)

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۱۴۱

باب المتفرقات

جس چھری سے قربانی کی جائے، کیااس میں تین سوراخ کا ہونا ضروری ہے؟

سوال[۱۱۱۹۹]: جس چھری میں تین سوراخ نہیں ہیں، اس سے قربانی جائز نہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات کہ جس چھری میں تین سوراخ نہ ہوں، اس سے قربانی نہیں ہوتی، شرعاً بے اصل ہے، غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خطرۂ جان کے وقت قربانی نہ کرنا

سوال[۱۱۲۰۰]: آپ خوب واقف ہیں کہ ہندوقوم کومسلمانوں کے ذبیحہ کے معاملہ میں سخت نفرت اور دشمنی ہے اور یہ بہت بڑا اختلافی مسئلہ ہے۔ پس ایسے حالات میں جب کہ شہر کی فضا حد درجہ مکدر و پرآشوب ہے، قربانی (جانور ذبح کرنے) کے بجائے اپنی حیثیت کے مطابق جانور یا نقد یا حصہ کی قیمت بقدر نقد رقم مساکین، غرباء، مدارس وغیرہ میں دی جاسکتی ہے یا کسی اور قومی فلاح وبہبود کی مد میں صَرف کی جاسکتی ہے یا مقامی طور پر تباہ حال مظلوم مستحق مسلمانوں کو دی جاسکتی ہے، جیسا کہ یہاں کے حالات کا تقاضا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قربانی کرنے میں جان کی قربانی دینی پڑے، بغیر اس کے قربانی نہ کی جاسکے، تو قربانی ترک کرکے ایام قربانی کے بعد ہر شخص مقدار واجب کی قیمت مستحقین غرباء کوصدقہ کردے، خواہ تباہ حال مسلمان ہوں یا دیگر

اقرباء، فقراء طلبہ مستحق ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

خنزیر کے بال سے برش بنانے والے کارخانہ میں ملازم کی تنخواہ سے قربانی کا حکم

سوال [۱۱۲۰۱]: ایک شخص کا ایک لڑکا ہے، جو ایک کارخانہ میں کام کرتا ہے اور اس کارخانہ میں خنزیر کے بالوں کے برش تیار ہوتے ہیں اور اس کو معلوم بھی ہے کہ یہ بال خنزیر کے ہیں اور وہ خود اس کے بالوں کا برش تیار کرتا ہے، اس کے بعد اس نے اپنے گھر کو روپیہ بھیجے، کہ ان روپیوں کا قربانی میں حصہ کریں اور جس جانور میں یہ روپیہ ڈالے، ایسی چھ شریک قربانی میں اور بھی ہیں، ان کو معلوم نہیں کہ اس شخص کی کمائی کیسی ہے اور جس نے جانور خریدا، ان پیسوں کو اور پیسوں میں ملا لیا، اس صورت میں اس شخص کی قربانی ہوئی اور جو چھ شریک تھے ان کی بھی قربانی ہوئی یا نہیں؟ اور اگر کسی کی بھی نہیں ہوئی، تو بتائیں اس قربانی کے جانور کا اب کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

خنزیر کے تمام اعضاء نجس العین ہیں، ان کی بیع جائز نہیں (۲)، لیکن کارخانہ میں ملازمت کرنے سے

---

(۱) "المشقة تجلب التيسير" والأصل فيها قوله تعالى: ﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ وقوله تعالى: ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ ...... قال العلماء: يتخرج على هذه القاعدة جميع رخص الشرع وتخفيفاته، واعلم أن أسباب التخفيف في العبادات وغيرها سبعة ...... الثاني: المرض؛ ورخصه كثيرة: التيمم عند الخوف على نفسه، أو على عضوه، أو من زيادة المرض، أو بطئه، والقعود في صلاة الفرض ......، والتخلف عن الجماعة مع حصول الفضيلة ......، وإباحة محظورات الإحرام مع الفدية، والتداوي بالنجاسات وبالخمر مع أحد القولين ...... وإباحة النظر للطبيب حتى العورة والسوأتين". (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد، القاعدة الرابعة، ص: ۸۴، دار الفكر بيروت)

"ولو تركت التضحية ومضت أيامها، تصدق بها حية ناذر وفقير، وبقيمتها غني، شراها أو لا".

(الدر المختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الأضحية: ۴/۱۶۴، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب السادس الخ: ۵/۳۰۲، رشيديه)

(۲) "بخلاف الخنزير؛ لأنه نجس العين، إذ الهاء في قوله تعالى: ﴿فإنه رجس﴾ منصرف إليه لقربه". =

جو روپیہ حاصل ہوا اور بذریعہ ڈاک روپیہ بھیجا اور موصول شدہ روپیہ سے جو قربانی کے جانور میں حصہ لیا، اس کی وجہ سے اس کی قربانی ناجائز نہیں ہوئی اور نہ دوسرے شریکوں کی قربانی ناجائز ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۱۴۰۰ھ۔

قربانی کے جانور سے اتاری ہوئی اون کا حکم

سوال[۱۱۴۰۲]: قربانی کے جانور کی اون جو کہ سال کے دوران مونڈ لی جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ درست ہے، جو دل چاہے کریں، ایام نحر میں مونڈی ہو، تو صدقہ کردیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۹۵ھ۔



= (الهداية، كتاب الطهارات، باب الماء الذي يجوز به الوضوء ومالايجوز به: ۱/۴۱، شركت علمية ملتان)

"وشعر الخنزير، ينتفع به للخرز، أي: لايجوز بيع شعره، ويجوز الانتفاع به للخرز؛ لأنه نجس العين (كنز الدقائق) قوله: (وشعر الخنزير) أي: لم يجز بيعه إهانة له، لكونه نجس العين كأصله". (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۳۲، رشيديه)

"وشعر الخنزير لنجاسة عينه، أي: عين الخنزير بجميع أجزائه، فيبطل بيعه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۷۱، سعيد)

(۱) "(وكره جز صوفها قبل الذبح) لينتفع به، فإن جزه تصدق به، ولا يركبها، ولا يحمل عليها شيئاً، ولا يؤجرها، فإن فعل تصدق بالأجرة. حاوي الفتاوى؛ لأنه التزم إقامة القربة بجميع أجزائها". (الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۹، سعيد)

"إذا أخذ شيئاً من الصوف من طرف من أطراف الأضحية للعلامة في أيام النحر لايجوز له أن يطرح ذلك الصوف، ولا أن يهب لأحد، بل يتصدق بذلك الصوف على الفقراء، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب السادس: ۵/۳۰۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۴/۱۶۶، ۱۶۷، دارالمعرفة بيروت)

کتاب العقیقة

(عقیقہ کا بیان)

عقیقہ کا دن

سوال[۱۱۲۰۳]: عقیقہ بچہ کی پیدائش کے کتنے روز کے بعد سنت ہے؟ اگر خام گوشت تقسیم کردیا جائے، تو عقیقہ ہوجائے گا یا اس کا کھانا پکا کر کھلانا چاہیے اور کون لوگ کھانے میں شریک ہوسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقیقہ بچہ کے پیدائش کے ساتویں روز کرنا چاہیے۔

"یستحب لمن ولد له ولد أن یسمیه یوم أسبوعه، ویحلق رأسه، ویتصدق عند الأئمة الثلثة بزنة شعره فضةً، أو ذهباً. ثم یعق عند الحلق"

شامي نعمانيه: ٥/٢١٣(١).

اگر ساتویں روز نہ کرسکے، تو چودھویں روز، ورنہ اکیسویں روز (۲)، علی ہذا القیاس پیدائش سے ایک

(١) (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ٦/٣٣٦، سعيد)

(٢) "عن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الغلام مرتهن بعقيقته، يذبح عنه يوم السابع، ويسمى، ويحلق رأسه. قال الإمام الترمذي: والعمل على هذا عند أهل العلم، يستحبون أن يذبح عن الغلام العقيقة يوم السابع، فإن لم يتهيأ يوم السابع فيوم الرابع عشر فإن لم يتهيأ عق عنه يوم إحدى وعشرين". (جامع الترمذي، أبواب الأضاحي، باب ماجاء في العقيقة: ١/٢٧٨، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ١٧/١١٥، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الذبائح: ٢/٢٣٣، مكتبه ميمنيه مصر)

روز پہلے، پھر ساتویں ماہ میں، پھر ساتویں سال میں غرضیکہ عدد کی رعایت بہتر ہے۔ کذا في مالا بدمنه(۱).

اور جو بالغ ہو جائے اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو، تو وہ خود اپنا عقیقہ کرے۔

"ویسن أن یعق عن نفسه من بلغ ولم یعق عنه" فتاویٰ حامدیة: ٤/٢٣٣(٢).

خام گوشت تقسیم کرنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے اور پکا کر کھلانے سے بھی۔

"سواء فرق لحماً نیئا وطبخه بحموضة الخ". شامي نعمانیه(۳).

کھانے میں امیر غریب سب شریک ہو سکتے ہیں۔

"ویأکل، ویطعم، ویتصدق" فتاویٰ حامدیة(٤).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۱۱/۱۴۰۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۱ھ۔

شادی میں عقیقہ کرنا

سوال[۱۱۲۰۴]: سائل کا بیان ہے کہ یہاں لڑکیوں کی شادی ہے اور ہیں ان کی شادیوں میں

---

(۱) "بعد ولادت ہفتم روز یا چہاردہم یا بست و یکم ہمیں حساب یا بعد ہفت ماہ یا ہفت سال عقیقہ باید کرد، الغرض رعایت عدد ہفت بہتر است"۔ (مالا بدمنہ فارسی، رسالہ احکام عقیقہ، ص: ۱۴۰، قدیمی)

(۲) (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الذبائح: ۲/۲۳۳، إمدادیه)

"عن الحسن البصري: إذا لم یعق عنک، فعق عن نفسک وإن کنت رجلاً". (إعلاء السنن، کتاب الذبائح، باب أفضلیة ذبح الشاة في العقیقة: ۱۷/۱۲۱، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في فتح الباري، کتاب العقیقة، باب إماتة الأذی عن الصبي في العقیقة: ۹/۵۹۴، دار المعرفة بیروت)

(۳) (ردالمحتار، کتاب الأضحیة: ۶/۳۳۶، سعید)

(وکذا في تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الذبائح: ۲/۲۳۳، إمدادیه کوئٹه)

(۴) "ویأکل أهلها من لحمها ویتصدقون منها". (موطأ الإمام مالک، کتاب العقیقة، ص: ۴۹۴، ۴۹۵، قدیمی)

(وکذا في أوجز المسالک، کتاب العقیقة: ۴/۲۱۲، ۲۱۳، إمدادیه ملتان)

بچوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہوں، میرا خیال ہے کہ ایک جانور لے کر اس شادی میں شامل کروں اور اپنے عزیزوں اور بارات والوں کو سب ہی کھلا دوں گا، اگر ایسا جائز ہو، تو مطلع فرمائیں۔ میں عقیقہ کے لئے بھینس یا اس کی نسل کا جانور لینا چاہتا ہوں اور عقیقہ میں وہ ایک لڑکی شامل ہے، جس کی بارات آرہی ہے اور تین لڑکے، تین اس طریقے سے کہ ایک جانور میں تین لڑکوں اور ایک لڑکی کا عقیقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بوضاحت جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ ایک بھینس یا اس نسل کا جانور جس کی قربانی درست ہو، ذبح کریں اور تین لڑکوں اور لڑکی کے عقیقہ کی نیت اس میں کرلیں اور شادی میں جو مہمان آئیں، ان کو بھی اس کا گوشت کھلا دیں، تو شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۹ھ۔

عقیقے میں گائے، بھینس کو ذبح کرنا

سوال[۱۱۲۰۵]: ایام قربانی کے علاوہ بچوں کے عقیقہ میں بھینس وغیرہ، نیز صرف ایک بچے کے عقیقہ میں پورے بڑے جانور سے عقیقہ درست ہو جائے گا یا نہیں؟

---

(۱) "قد علم أن الشرط قصد القربة من الكل، ...... وشمل ما لو كانت القربة واجبة على الكل أو البعض، اتفقت جهاتها أولا، كالأضحية وإحصار ...... وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد من قبل ...... ولم يذكر الوليمة، وينبغي أن تجوز لها؛ لأنها تقام شكراً لله تعالىٰ على نعمة النكاح". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۶، سعيد)

"وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد ...... ولم يذكر ما إذا أراد أحدهم الوليمة، وهي ضيافة التزويج، وينبغي أن يجوز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن: ۵/۳۰۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل في شروط جواز إقامة الواجب: ۶/۳۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۵ھ۔

عقیقہ میں لڑکے کا ایک حصہ رکھنا

سوال [۱۱۲۰۶]: زید اپنے بچوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، جن میں دولڑکے اور ایک لڑکی ہے، تو کیا ان بچوں کے لئے ایک بھینس کافی ہوسکتی ہے؟ یا ہر ایک لڑکے کی جانب سے دو، دو حصہ لگانا ضروری ہے اور پھر اس کے عقیقہ نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک روایت میں لڑکے کی طرف سے ایک بکرے کے عقیقہ کو کافی قرار دیا ہے (۲)، اگرچہ لڑکوں کی

---

(۱) "من ولد له غلام، فليعق عنه من الإبل، أو البقر، أو الغنم، دليل على جواز العقيقة ببقرة كاملة أو ببدنة كذلک". (فتح الباري، باب العقيقة: ۹/۵۹۳، دارالمعرفة بيروت)

"عن قتادة عن أنس بن مالک رضي الله تعالیٰ عنه أنه كان يعق عن بنيه بالجزور". (تحفة المودود بأحكام المولود، الفصل السادس عشر، ص: ۶۵، دارالكتب العلمية بيروت)

"وفي قوله: "من ولد له غلام فليعق عنه من الإبل أو البقر أو الغنم" دليل على جواز العقيقة ببقرة كاملة أو ببدنة كذلک". (إعلاء السنن، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ۱۷/۱۱۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وروى عن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: أنه عق عن الحسن بن علي بشاة". (جامع الترمذي، باب الأذان في أذن المولود: ۱/۲۷۸، سعيد)

"قوله عق عن الحسن بن علي بشاة، شیخ عبدالحق در ترجمہ مشکاۃ گفتہ: ازیں حدیث معلوم شد کہ عقیقہ بیک گو سفند ہم می باشد..... وصاحب سفر السعادت گفتہ کہ حدیث شاۃ واحدۃ صحیح است، ولیکن حدیث "عن الغلام شاتان" اقوی واصح است، زیرا کہ جماعت از صحابہ آنرا روایت کردہ اند"۔ (العرف الشذي على جامع الترمذي، باب الأذان في المولود: ۱/۲۷۸، سعيد)

"عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالیٰ عنه قال: عق رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم عن=

طرف سے ایک ایک حصہ ہوں اور ایک لڑکی کی طرف سے ہو اور ایک بھینس اس مقصد کے لئے ذبح کردی جائے، تب بھی اس کا عقیقہ ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۶/ ۹۷ھ۔

کیا ماں باپ عقیقہ کا کھانا کھا سکتے ہیں؟

سوال [۱۱۲۰۷]: عقیقہ کے کھانے کو ماں باپ کھا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقیقہ کے کھانے میں ماں باپ سب شریک ہو سکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= الحسن بشاة الخ". (مشكاة المصابيح، باب العقيقة، ص: ٣٦٢، قديمي)

(١) "ولو ذبح بدنة أو بقرة من سبعة أولاد، أو اشترک فيها جماعة، جاز، سواء أرادوا كلهم العقيقة، أو أراد بعضهم العقيقة، وبعضهم اللحم". (إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ١١٩/١٧، إدارة القرآن كراچی)

"ولو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب، أجزأهم، سواء كانت القربة واجبة أو تطوعاً ...... وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت، بأن أراد بعضهم الأضحية، وبعضهم جزاء الصيد، وبعضهم هدي الإحصار ...... وكذلک إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا: ٣٠٤/٥، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأضحية: ٣٢٦/٦، سعيد)

(٢) "فائدة: في حديث عائشة رضي الله تعالىٰ عنها الذي أودعناه في المتن دلالة على استحباب أن لايكسر للعقيقة عظم، وأنه يستحب الأكل منها، والإطعام، والتصدق كما في الأضحية، فما اشتهر على ألسنة العوام أن أصول المولود لايأكلون منها، لا أصل له". (إعلاء السنن، كتاب العقيقة، باب أفضلية ذبح شاة في العقيقة: ١١٨/١٧، إدارة القرآن كراچی)

"ويأكل أهلها من لحمها ويتصدقون منها". (موطأ الإمام مالک، كتاب العقيقة، ص: ٤٩٤، ٤٩٥، قديمي) ...... =

ایضاً

سوال[۱۱۲۰۸]: عقیقہ کے گوشت میں سے بچے کے والدین اور تمام اصول وفروع کھا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو مخالفت کس درجہ کی ہے اور اگر کھا سکتے ہیں تو کیا کسی کراہت کے ساتھ بلا کراہت کے اور رسالہ عقیقہ مصنفہ حضرت مولانا نظام الدین میں صفحہ ۷ اپر لکھا ہوا ہے:

''اور یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتی پوتا، نہ کھاویں، سو مسلمانوں کی رسم ہے۔''ما رأه المؤمنون حسناً فهو عندالله حسن''(۱)۔ بلکہ خاتم المحدثین نے حدیث ''كل غلام مرتهن بعقيقته''(۲) سے نکالا کہ اس حدیث میں ''رهن'' کا لفظ گروی کے معنی میں ہے، فدیہ دینے پر دلالت کرتی ہے، اس واسطے ماں باپ وغیرہ تو اس کی طرف سے فدیہ دینے والے کا ارادہ رکھتے ہیں، جس کا کھانا مکروہ ہے، چنانچہ اس سبب مسلمان کی عادت جاری ہے کہ ماں باپ اس گوشت کو نہیں کھاتے اور فقہاء کے فہم کے بموجب اس حدیث میں اس معنی کی طرف لطیف اشارہ ہے''۔

چنانچہ یہ تقریر ''تحفة المشتاق فی بیان النكاح والصداق'' میں موجود ہے، جس رسالہ کا حوالہ دیا ہے، اس میں یہ مضمون ص: ۱۴، بتغیر معناہ موجود ہے، لہٰذا ان تصریحات کی بناء پر کراہت ہوگی یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو ان عبارات کا کیا مطلب ہے؟ اور دیگر فقہاء کرام کی عبارت بھی تحریر فرمائیں اور یہ عبارت اگر حدیث وفقہ کی رو سے صحیح نہ ہو، تو بالتفصیل اس پر رد کریں کیونکہ محدثین کا قاعدہ ہے، کہ جرح مبہم بالخصوص مواقع نزاع میں غیر مسموع ہوتی ہے، اس لئے جس طرح اس میں تفصیل سے کراہت کو ثابت کیا ہے، اسی

= ''قال الموفق: وسبيلها في الأكل والهدية والصدقة سبيل الأضحية، ولكن يأكل أهل البيت والجيران''. (أوجز المسالك، كتاب العقيقة: ۴/۲۱۲، ۲۱۳، إمداديه ملتان)

(۱) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۳۵۸۹: ۱/۶۲۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث سمرة بن جندب رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۱۹۶۷۶: ۵/۷۳۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

طرح رد کریں یا کہ تائید فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے ائمہ ثلاثہؒ سے اس مسئلہ کے متعلق کوئی صراحت منقول نہیں ہے، عموماً کتبِ فقہ اس سے خالی ہیں، حدیث شریف میں بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے، جس بنیاد پر مکروہ کہا گیا ہے اس کی حیثیت دلیل شرعی کی نہیں، بلکہ محض نکتہ اور لطیفہ کی ہے، اس سے زائد نہیں۔ ثبوت کراہت کے لئے شرعی دلیل درکار ہے اور ادلہ شرعیہ چار ہیں (۱)۔

رہا مسلمانوں کی عادت کا حال، سو وہ دونوں قسم کی ہے، کسی ایک چیز پر اجماع یا توارث نہیں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قریب حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"ویأكل أهلها من لحمها ويتصدقون منها اه" موطأ مالك، ص: ١٨٦، العمل في العقيقة(٢).

اوجز میں ہے: "قال الموفق: وسبيلها في الأكل والهدية والصدقة سبيل الأضحية اه" أوجز المسالك: ٢٢١/٨(٣)

جب عقیقہ اس باب میں بمنزلہ اضحیہ کے ہے، حالانکہ اضحیہ واجب ہے، اس کا تقاضا تھا کہ پوری اضحیہ کو صدقہ کرنا واجب ہوتا، جس طرح کہ نذرِ واجب کا حال ہوتا ہے (۴)۔ لیکن صاحبِ اضحیہ کو خود کھانا شرعاً درست

---

(١) "وبعد فإن أصول الفقه أربعة، كتاب الله تعالى، وسنة رسوله، وإجماع الأمة، والقياس". (أصول الشاشي، ص: ٦، مكتبه الحرم)

(وكذا في نور الأنوار، ص: ١٠، ١١، مكتبه رحمانيه)

(وكذا في كشف الأسرار شرح أصول البزدوي: ٣٣/١-٣٥، قديمى)

(٢) (موطأ الإمام مالک، كتاب العقيقة، ص: ٣٩٣، ٣٩٥، قديمى)

"وأنه يستحب الأكل منها والإطعام والتصدق كما في الأضحية. فما اشتهر على ألسنة العوام أن أصول المولود لا يأكلون منها، لا أصل له". (إعلاء السنن، باب أفضلية ذبح شاة في العقيقة: ١١٨/١٧، إدارة القرآن كراچی)

(٣) (أوجز المسالک، كتاب العقيقة: ٢١٢/٤، ٢١٣، إمداديه ملتان)

(٤) "والنذر لله عز وجل، وذكر الشيخ: إنما هو بيان لمحل صرف النذر لمستحقيه...... إذ مصرف =

ہے(۱)، تو پھر عقیقہ تو واجب ہی نہیں، اس کے کھانے میں بظاہر کوئی اشکال نہیں کا تقاضا یہ تھا کہ عقیقہ واجب ہوتا مگر وہ واجب نہیں تو پھر کروہی قرار دے کر کھانے کی ممانعت محض درجۂ لطائف میں ہے، درجۂ مسائل میں نہیں۔

عقیقہ ساتویں روز کیا جاتا ہے، ترمذی کی روایت میں اکیسویں روز تک کا بھی ثبوت ملتا ہے(۲)۔ پھر سوال میں یہ دریافت کرنا کہ عقیقہ کا گوشت ہی سے بچہ کے والدین اور تمام اصول وفروع کھا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ بہت غور طلب ہے، غالباً اصول کے ساتھ فروع کو طرداً ذکر کردیا گیا، ورنہ سات روز کے بچہ کے فروع کہاں سے پیدا ہوجائیں گے!!! یا ممکن ہے کہ سوال اس صورت میں ہو، جب کہ بچہ صاحب اولاد ہو کر خود اپنا عقیقہ اپنے بچے کے ساتھ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۸۶ھ۔



= النذر الفقراء، وقد وجد، ولا يجوز أن يصرف ذلك إلى غني غير محتاج إليه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب في النذر: ۲/۵۲۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

(۱) "ويأكل من لحم أضحيته، ويطعم من شاء من غني وفقير". (مجمع الأنهر، كتاب الأضحية: ۴/۱۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"ويستحب أن يأكل من أضحيته ويطعم منها غيره ..... ولو تصدق بالكل، جاز، ولو حبس الكل لنفسه، جاز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس الخ: ۵/۳۰۰، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۸، سعيد)

(۲) "عن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغلام مرتهن بعقيقته، يذبح عنه يوم السابع، ويسمى، ويحلق رأسه. قال الإمام الترمذي: والعمل على هذا عند أهل العلم، يستحبون أن يذبح عن الغلام العقيقة يوم السابع، فإن لم يتهيأ يوم السابع فيوم الرابع عشر، فإن لم يتهيأ عق عنه يوم إحدى وعشرين". (جامع الترمذي، أبواب الأضاحي، باب ماجاء في العقيقة: ۱/۲۷۸، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ۱۷/۱۱۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الذبائح: ۲/۲۳۳، مكتبه ميمنيه مصر)

کتاب الحظر والإباحة

باب الأکل والشرب

الفصل الأول في الأکل مع الکفار

(کفار کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا

سوال[۱۱۲۰۹]: ۱...... میرے کمرے میں تین اشخاص ہیں، جس میں میں اکیلا مسلم ہوں اور دونوں ساتھی غیر مسلم ہیں، جس میں سے ایک ہریجن چمار (سیوڈل کاسٹ) ہے، دوسرا بیک وارڈ ہے، میری طبیعت ان کے ساتھ کھانا کھانے وغیرہ کی بالکل نہیں کرتی اور میں اپنا سب کچھ الگ کرتا ہوں، مگر پھر بھی وہ میرے برتن وغیرہ استعمال کرتے رہتے ہیں، اس بارے میں کیا کروں، کیا مسئلہ ہے، الگ رہنے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔

۲...... اگر میں کہیں کام وغیرہ سے ڈاک پتھر وغیرہ جاتا ہوں یا کوئی دعوت دیتا ہے اور S.C کا آدمی ہے تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ بس اس کشمکش میں بہت رہتا ہوں اس لئے آپ سے یہ مشورہ اور مسئلہ معلوم کر رہا ہوں اگر غیر مسلم مہمان آجائے تو کیا کیا جائے؟

۳...... کھانا بنانے والا اگر غیر مسلم ہو، تو کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۳،۲،۱...... کوئی شخص اپنی ذات اور پیشہ کے اعتبار سے چمار ہو یا کچھ اور، جب وہ نجاست میں سے

ملوث نہیں، بدن اور کپڑے صاف ہیں، ہاتھ دھوکر کھانا پکاتا ہے یا کھاتا ہے اور اس کھانے میں کوئی حرام چیز نہیں ہے، تو اس کو نجس نہیں کہا جائے گا (۱)۔ وہ اگر برتن استعمال کرتا ہے پھر آپ دھو لیتے ہیں، یا وہی دھوکر دے دیتا ہے تو وہ برتن بھی قابل استعمال ہے، مجبوراً کبھی موقع ہو جائے تو کھانا بھی ساتھ کھا سکتے ہیں، بس اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ کوئی نجس وحرام چیز کھانے پینے کی نوبت نہ آئے، علیحدہ رہنے کے لئے آپ کی طبیعت خود ہی فکر مند ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔



(۱) "والأظهر أن يكون المراد الذبائح خاصة؛ لأن سائر طعامهم من الخبز والزيت، وسائر الأدهان لايختلف حكمها بمن يتولاه، ولا شبهة في ذلك على أحد، سواء كان المتولي لصنعه واتخاذه مجوسياً أو كتابياً، ولا خلاف فيه بين المسلمين". (أحكام القرآن للجصاص، المائدة، مطلب في أكله عليه الصلاة والسلام من الشاة التي أهدتها إليه اليهودية: ۲/ ۴۵۲، قديمي)

"ونجاسة الشرك في اعتقاده لا في ظاهره". (الهداية، كتاب أدب القاضي: ۳/ ۱۲۵، مكتبه شركت علمية ملتان)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب القضاء: ۵/ ۳۷۲، سعيد)

الفصل الثاني في سنن الأكل وآدابه

(کھانے کی سنتوں اورآداب کا بیان)

انڈا توڑتے ہوئے کیا پڑھے؟

سوال[۱۱۲۱۰]: انڈا کھانے کے وقت پھوڑتے ہوئے دعا یا کچھ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بسم اللہ پڑھ کر کھالیا جائے (۱)، اس کا کھانا جائز ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کچی پیاز کھانے میں ملاکر کھانا

سوال[۱۱۲۱۱]: ہمارے یہاں پیاز چٹنی میں ملاکر کھایا کرتے ہیں، کیا اس طرح سے کچی پیاز چٹنی میں ملاکر کھانا درست ہے یا پکا کر ہی کھانا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کھانا بھی حرام نہیں (۲)، لیکن یہ کہ اس سے صفائی ضروری ہے، مسجد میں اسی حالت میں جانا

---

(۱) "سنة الأكل البسملة أوله والحمد لة آخره". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/ ۳۴۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل: ۵/۳۳۷، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۴/ ۱۷۰، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا أتي بطعام، أكل منه وبعث بفضلة إليّ، وإنه بعث إليّ يوماً بفضلة لم يأكل منها؛ لأن فيها ثوماً فسألته أحرام هو؟ قال: "لا، ولكني أكرهه من أجل ريحه". (صحيح مسلم، كتاب الأطعمة، باب إباحة أكل =

کہ پیاز وغیرہ کی بدبو ساتھ ہومنع ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۵ھ۔

عقیقہ کا کھانا چماروں کے ہاتھوں سے کھلوانا

سوال[۱۱۲۱۲]: ۱...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں ایک مسلمان نے عقیقے میں

= الثوم، ص: ۱۱۹۶، دار السلام)

"فأفاد هذا الحديث أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يجتنب الثوم من أجل كراهته الطبيعية، ومن أجل أنه عليه الصلاة والسلام كان يكره أن يناجي ربه، أو يخاطب ملائكته وفي فمه رائحة ثوم أو بصل". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأطعمة، باب إباحة أكل الثوم: ۶۳/۴، مكتبه دار العلوم ديوبند)

"اختلف العلماء في أكل البصل والثوم وماله رائحة كريهة من سائر البقول. فذهب جمهور العلماء إلى إباحة ذلك للأحاديث الثابتة في ذلك، وذهبت طائفة من أهل الظاهر -القائلين بوجوب الصلاة في الجماعة فرضاً- إلى المنع، وقالوا: ما منع من إتيان الفرض والقيام به فحرام عمله والتشاغل به، واحتجوا بأن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سماها خبيثة، والله عزوجل قد وصف نبيه عليه الصلاة والسلام بأنه يحرم الخبائث. ومن الحجة للجمهور ماثبت عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتى ببدر فيه خضروات من البقول فوجد لها ريحها ...... قال: "كل فإني أناجي من لا تناجي". (أحكام القرآن للقرطبي: ۳۹۴/۱، ۳۹۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الأنس". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

"(قوله: وأكل نحو ثوم) أي: البصل ونحوه مماله رائحة كريهة، للحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد، قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري: قلت: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه الصلاة والسلام بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد: ۶۶۱/۱، سعيد)

"ويجب أن تصان عن إدخال الرائحة الكريهة لقوله عليه السلام "من أكل الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو ادم". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۰، سهيل اكيدمي لاهور)

کھانا پکوایا اور وہ کھانا مسلمانوں کو چماروں کے ہاتھوں سے کھلوایا، اس کا پتہ بعد میں چلا یعنی یہ بعد میں معلوم ہوا کہ چماروں کے ہاتھوں سے کھانا کھلوایا گیا ہے۔

۲…… ایک چمار نے اپنے یہاں کھانا تیار کیا ہے اور اسے چند مسلمانوں نے کھایا، اس میں سے کچھ نے شراب بھی پی، تو اس بارے میں ایمان کے مسئلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱…… ہمارے اطراف میں عام طور پر چمار پاکیزہ خیال نہیں رکھتے، بلکہ ناپاکی میں ملوث رہتے ہیں (۱)، ان سے مسلمانوں کو دعوت میں کھانا کھلانے کا کام نہ لیا جانا چاہیے، اس سے طبائع سلیمہ میں کراہت معلوم ہوتی ہے، تاہم اگر ان کے ہاتھ پاک صاف کرا کے پوری احتیاط سے یہ کام لیا گیا ہے، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ کھانا ناپاک ہوگیا اور کھانے والوں نے ناپاک کھانا کھایا ہے، آئندہ ایسا نہ کیا جائے (۲)۔

۲…… چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا اگر گوشت تھا، تو اس کی اجازت نہیں (۳) اور کچھ اور تھا تب بھی

---

(۱) "الجمهور على أن المعنى إنما المشركون ذو نجس؛ لأن النجس بفتحتين عين النجاسة، ولأنهم لا يتطهرون، ولا يغتسلون، ولا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم". (التفسيرات الأحمدية، التوبة، ص: ۴۵۵، حقانيه)

(وكذا في روح المعاني، التوبة: ۱/۳۷۵، رشيديه)

(وكذا في تفسير المدارك، التوبة: ۱/۴۹۲، قديمي)

(۲) "ونجاسة المشرك في اعتقاده لا في ظاهره". (الهداية، كتاب أدب القاضي: ۳/۱۳۵، مكتبه شركت علميه)

"وأما كون المشرك يدخله للقضاء وهو نجس فلا يمنع؛ لأن نجاسته نجاسة الاعتقاد على معنى التشبيه". (البحر الرائق، كتاب القضاء، فصل في التقليد: ۶/۴۶۷، رشيديه)

"وأما نجاسة المشرك ففي الاعتقاد على معنى التشبيه". (ردالمحتار، كتاب أدب القاضي، مطلب في العمل بالسجلات: ۵/۳۷۲، سعيد)

(۳) "لا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم وفي الأكل معهم". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث: ۴/۳۴۶، رشيديه) =

ناپاکی کا گمان غالب ہے، شراب تو بہر حال نجس اور حرام ہے، حرام اور نجس چیز کھانے سے سخت گناہ ہوتا ہے(۱) اور ایمان بہت کمزور ہو جاتا ہے، تاہم اس کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہا جائے گا(۲)، ہاں! توبہ واستغفار اور آئندہ کو پورا پرہیز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۱ھ۔

کیا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیے

سوال[۱۱۲۱۴]: وضو سے بچا ہوا پانی اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو کھڑے ہو کر پینا چاہیے، کیا یہ مستحب ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آبِ زمزم ہو جاتا ہے، کیا یہ خیال صحیح ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً وباللّٰہ التوفیق:

وضو کا بچا ہوا پانی آبِ زمزم تو نہیں بن جاتا، البتہ جس طرح زمزم شریف کو کھڑے ہو کر پیتے ہیں اور

= "لا یأکلون من أطعمة الکفار ثلاثة أشیاء: اللحم والشحم والمرق". (النتف في الفتاویٰ، کتاب الجهاد، مالایؤکل من أطعمة الکفار، ص: ۴۳۵، حقانیه)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۳۴۷/۵، رشیدیه)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾ (المائدة: ۹۰)

"عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة: عاصرها، ومعتصرها، وشاربها، وحاملها، والمحمولة إلیها، وساقیها، وبائعها، وآکل ثمنها، والمشتري لها، والمشتری لها". رواه الترمذي وابن ماجة. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال: ۵۱۶/۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وأبوداود، کتاب الأشربة، باب العصیر للخمر: ۱۶۲/۲، مکتبة رحمانیه)

(۲) "الکبیرة لا تخرج العبد المؤمن من الإیمان ولا تدخله الکفر". (شرح العقائد النسفیة، ص: ۸۳، سعید)

(وکذا في شرح الفقه الأکبر للملا علی القاري، ص: ۷۱، ۷۲، قدیمی)

(وکذا في شرح العقیدة الطحطاویة للمیداني، ص: ۱۰۶، زمزم)

اس کوبھی کھڑے ہوکر پی لیں تو مناسب ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۱۳۸۹/۲/۱۷ھ۔

ننگے سر کھانا اور کھانا کھانے کی حالت میں سلام کرنا

سوال[۱۱۲۱۴]: کیا ٹوپی اوڑھ کر کھانا کھانے کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے، نیز کھانے کے وقت سلام کرنا یا جواب دینا کیسا ہے؟ کیا اس کی بھی ممانعت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا بأس بالأكل مكشوف الرأس، وهو المختار" كذا في الخلاصة: ٥/٣٣٧. (فتاویٰ عالمگیری: ٥/١٠٢)(٢).

---

(١) "ومن الآداب أن يشرب فضل وضوئه أو بعضه قائماً أو قاعداً..... ويكره الشرب قائما إلا هذا أي: شرب فضل الوضوء وشرب ماء زمزم". (الحلبي الكبير، مطلب نهي عن الشرب قائما، ص: ٢٢، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وأن يشرب بعده من فضل وضوءه -كماء زمزم- مستقبل القبلة قائماً أو قاعداً. أفاد أنه مخير في هذين الموضعين، وأنه لا كراهة فيهما في الشرب قائماً بخلاف غيرهما، وأن المندوب هنا هو الشرب من فضل الوضوء لا بقيد كونه قائماً". (ردالمحتار، اداب الوضوء: ١/١٢٩، سعيد)

"ومن الأدب أن يشرب فضل وضوئه أو بعضه مستقبل القبلة إن شاء قائماً وإن شاء قاعداً، وذكر الإمام خواهر زاده رحمه الله تعالىٰ: أنه يشرب ذلک الماء قائماً وقال: لا يشرب الماء قائماً إلا في موضعين أحدهما هذا والثاني عند زمزم". (الفتاوىٰ التاتارخانية، نوع منه في بيان سنن الوضوء وآدابه: ١/٨٣، ٨٢، قديمی)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في كراهية في الأكل: ٥/٣٣٧، رشيديه)

"لا بأس بالأكل متكئا أو مكشوف الرأس، هو المختار". (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ٤/٣٥٩، رشيديه)

"ولا بأس بالأكل متكئا أو مكشوف الرأس في المختار". (ردالمحتار، كتاب الحظر =

اس سے معلوم ہوا کہ کھانا کھاتے وقت ٹوپی لازم نہیں، بغیر اس کے مضائقہ نہیں، لیکن اگر کسی جگہ کفار یا فساق کا شعار ہو کہ وہ ننگے سر کھاتے ہوں تو تشبہ سے بچنا لازم ہے(۱)۔

"مر علی قوم یأکلون إن کان محتاجاً، وعرف أنهم یدعونه سلم، وإلا فلا، کذا في الوجیز للکردري" (مراجعت عالمگیری تا: ۵/۳۲۵)(۲)۔

= والإباحة: ۲/۳۴۰، سعید)

(۱) قال الله تعالی: ﴿ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا بعد ما جاء هم البینات﴾ (آل عمران: ۱۰۵)

وقال الله تعالی: ﴿ولا تتبع أهواء الذین لا یعلمون﴾ (الجاثیة: ۱۸)

"وأهواء هم هي ما یهوونه، وما علیه المشرکون من هدیهم الظاهر". (اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۲۷، نزار مصطفی الباز مکه)

"عن قیس بن أبي حازم قال: دخل أبوبکر رضي الله تعالی عنه علی امرأة من احمس یقال لها: زینب بنت المهاجر، فرآها لا تکلم، فقال: ما لها لا تکلم؟ قالوا: حجت مصمتة، قال لها: تکلمي، فإن هذا لا یحل هذا من عمل الجاهلیة". (صحیح البخاري، کتاب مناقب الأنصار، باب أیام الجاهلیة، ص ۶۳۳، دارالسلام)

"عن ابن عمر رضي الله تعالی عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشکاة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قدیمی)

"من شبه نفسه بالکفار مثلاً في اللباس وغیره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء والأبرار "فهو منهم" أي: في الإثم والخیر". (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس: ۸/۱۵۵، رشیدیه)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس في السلام: ۵/۳۲۵، رشیدیه)

في الدر:

"ودع أکلا إلا إذا کنت جائعا ... وتعلم منه أنه لیس یمنع

وفي الرد:

وفي حظر المجتبی ... یکره السلام علی العاجز عن الجواب

حقیقة کالمشغول بالأکل ... ولو سلم لا یستحق الجواب

(ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة: ۱/۶۱۷، سعید)

"إذا مر بقوم یأکلون إن کان محتاجاً، ویعرف أنهم یدعونه یسلم وإلا فلا". (خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة، نوع منه في السلام: ۴/۳۳۳، رشیدیه)

جب کوئی شخص کھانا کھارہا ہو، تو جانے والا اس کو سلام نہ کرے الا یہ کہ بھوکا ہو، کھانے کا خواہش مند ہو اوراندازہ ہو کہ وہ اسے کھانے کے لئے بلالیں، ایسے شخص کے سلام کا جواب لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۶ھ۔

بازار جانا اوردکان پر بضرورت بیٹھنا، چلتے پھرتے کھانے کا حکم

سوال[۱۱۲۱۵]: بازار میں جانا، اپنے مسلمان دوست کی دکان پر بیٹھ کر وقت گزارنا کیا ناجائز ہے؟ اور کیا شارع عام پر فالتو کھانے پینے کے بارے میں بھی تحریر فرمائیں، کیا حکم ہے، علماء، حفاظ کے لئے بھی کوئی حکم اس بارے میں ہو، تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کوئی عالم اہلِ فتویٰ اس لئے جائے کہ کسی کی دکان پر بیٹھ کر دکان دار اور خریدار کے معاملات دیکھے اورغور کرے کہ یہ معاملات حدِ شرعی کے اندر ہیں، یا خارج اور معاملات میں عرف کیا ہے، تاکہ شرعی احکام میں بصیرت ہو، تو شرعاً درست ہے(۱)۔ محض وقت گزاری اور تفریح کے لئے نہیں بیٹھنا چاہیے، بازاروں کو مقاعد الشیاطین فرمایا گیا ہے(۲)۔

(۱) "ومن لم يكن عالماً بأهل زمانه فهو جاهل". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعيد)

"فلا بد للمفتي والقاضي، بل والمجتهد من معرفة أحوال الناس وقد قالوا: "ومن جهل بأهل زمانه فهو جاهل ..... وفي البحر عن مناقب الإمام محمد الكردري: كان محمد يذهب إلى الصباغين ويسأل عن معاملتهم، وما يديرونها فيما بينهم ..... (فقد) ظهر لک أن جمود المفتي أو القاضي على ظاهر المنقول مع ترک العرف والقرائن الواضحة، والجهل بأحوال الناس يلزم منه تضييع حقوق كثيرة، وظلم خلق كثيرين". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۹۸، مير محمد كتب خانه كراچي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب في قضاء العدو على عدوه: ۸/۳۸، دارالمعرفة بيروت)

(۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام جگہوں میں مبغوض ترین جگہیں بازار ہیں، لہٰذا بازاروں میں جانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ تاہم =

اہل علم اورفتویٰ کے لئے زیادہ غیر موزوں ہے، کوئی شخص اگر اپنی دکان پر ایسے طریقہ پر کھانا کھاتا ہے کہ سڑک کی طرف رخ ہو اور عام لوگوں کی نظر نہ پڑے، اس کے ساتھ کبھی کوئی مہمان بھی آجائے اور کھانے میں شریک ہو جائے، تو مضائقہ نہیں، شارع عام پر بیٹھ کر یا چلتے پھرتے کھانا خلاف مروت ہے، اس سے پورا اجتناب کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۸/۱۲/۱۹ھ۔



= ایسا کوئی حوالہ نہیں ملا، جس میں بازاروں کو مقاعد الشیاطین کہا گیا ہو، البتہ (فتح الباری، کتاب الصلوۃ، باب فضل الجماعۃ: ۱۷۲/۲، قدیمی) میں بازار کو موضع الشیاطین کہنا مذکور ہے۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: أحب البلاد إلى الله تعالىٰ مساجدها وأبغض البلاد إلى الله أسواقها". (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح وفضل المساجد: ۱/۲۳۵، قديمي)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أحب البلاد إلى الله مساجدها وأبغض البلاد إلى الله أسواقها، رواه مسلم". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، ص: ۶۸، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب المساجد وموضع الصلاة: ۲/۴۰۰، رشيديه)

(۱) "وكره الأكل والشرب في الطريق والأكل قائماً وماشياً". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الشرب قائماً: ۱/۱۳۰، قديمي)

"عن أنس أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: نهى أن يشرب الرجل قائماً فقيل: الأكل؟ فقال: ذاك أشد، هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، أبواب الأشربة، باب ماجاء في النهي عن الشرب: ۲/۱۰، قديمي)

"الأكل على الطريق مكروه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل الخ: ۳۳۷/۵، رشيديه)

باب الضیافات والهدایا

الفصل الأول في ثبوت الدعوة وقبوله

(دعوت کے ثبوت اور قبول کرنے کا بیان)

دعوت میں کھانا اجازت سے شروع کیا جائے

سوال [۱۱۲۱۶]: چند آدمی کھانا کھانے بیٹھے تو سب کے ساتھ شروع اور سب کا ایک ساتھ اٹھنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا جس کے سامنے آئے، وہ بلا انتظار وغیرہ کھائے اور بعد کھانے کے بلا انتظار اٹھ کر چلا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی نے مدعو کیا ہے، تو اس کی اجازت سے شروع کرنا چاہیے، ورنہ انتظام میں خلل پڑتا ہے اور اس کو پریشانی ہوتی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

کام سیکھنے کے لئے دوست احباب کے اصرار پر مٹھائی کھلانا

سوال [۱۱۲۱۷]: زید درزی کا کام سیکھنا چاہتا ہے، ماسٹر کہتا ہے کہ مٹھائی کھلاؤ، کام سیکھنے کے لئے کچھ مٹھائی یا خورد ونوش عند الشرع کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ یا دوست احباب بعض مرتبہ کہتے ہیں کہ مٹھائی کھلاؤ،

---

(۱) "من آداب الضيف أن يطيع المضيف، فإذا خالف فقد ترك الأدب". (تحفة الأحوذي، أبواب الصوم عن رسول الله، باب ماجاء فيمن نزل بقوم فلا يصوم: ۳/۵۸۱، قديمي)

(وكذا في الأذكار للنووي، كتاب الأذكار الأكل والشرب، باب استحباب قول صاحب الطعام لضيفانه عند تقديم الطعام كلوا، أو ما في معناه، ص: ۲۳۶، دار ابن كثير)

اب وہ بے چارہ قرض کرکے کھلاتا ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس ماسٹر کو کام سیکھانے کے لئے استاد بنایا جاتا ہے، اس کو خوش کرنے کے لئے مٹھائی کھلانا کچھ اور ہدیہ دینا شرعاً درست ہے، کوئی حرج نہیں، جن دوستوں سے بے تکلفی کا تعلق ہوتا ہے، اگر وہ اصرار بھی کریں تو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خوشی سے ان کو کھلا دینا چاہیے، البتہ کھانے والے کو چاہیے کہ یہ حدیث ذہن میں رکھے اور اس پر عمل کرے۔

"لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسه"(۱).

یعنی بغیر خوش دلی کے کسی مسلمان کا مال کھانا حلال نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

گانے، باجہ والی تقریب سے کھانا گھر پر منگوا کر کھانا

سوال[۱۱۲۱۸]: اگر مسلمان کے یہاں شادی لڑکا یا لڑکی کی اور اس کے یہاں شادی میں باجہ وغیرہ ہو یا لاؤڈ اسپیکر بج رہا ہو وغیرہ اور وہ دعوت کھانے کی کرے، تو کیا اس کے یہاں سے کھانا منگا کر اپنے گھر میں کھانا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۱/ ۲۵۵، قديمي)

"﴿يـاأيهـا الـذيـن امـنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ قد انتظم هذا العموم النهي عن أكل مـال الغير بالباطل، وأكل نفسه بالباطل، وذلك لأن قوله تعالى: ﴿أموالكم﴾ يقع على مال الغير بالباطل وأكـل نـفسـه بـالباطل، وذلك الغير قد قيل: فيه وجهان: أحدهما: ما قال السدي: وهو أن يأكل بالربا، والـقـمـار، والنجس، والظلم. وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما والحسن: أن يأكله بغير عوض ...... الـلهـم إلا أن يـكـون الـمـراد الأكـل عنده بغير إذنه". (أحكام القرآن للجصاص، باب التجارات وخيار البيع: ۲/ ۲۴۴، قديمي)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، باب شعب الإيمان، رقم الحديث: ۵۴۹۲: ۳/ ۳۸۷، دار الكتب العملية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں ایسا کرنے سے ناجائز مجلس میں شرکت سے تو حفاظت ہو جائے گی، مگر مقتدی کو اپنے مکان پر بھی نہیں منگانا چاہیے، اس میں اصلاح کی توقع ہے(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٩٢/٣/٨ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ٩٢/٣/٩ھ۔

باجہ والی شادی میں کھانا کھانا

سوال[١١٢١٩]: جس شادی میں باجہ بجتا ہے، وہاں جا کر دعوت کھانا کیسا ہے؟ اگر کھانے سے پہلے باجہ بند کر دیا جائے، تو کیسا ہے؟ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شادی میں پہلے سے علم ہو کہ اس میں لہو ولعب باجہ وغیرہ ہے، تو اس شادی میں شرکت کرنا دعوت کھانا جائز نہیں، اگر پہلے سے علم نہ وہ اور وہاں پہونچ کر معلوم ہو اور کھانے کے وقت باجہ وغیرہ نہ ہو، تو عوام کے

(١) "عن سفينة: أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه، فجاء، فوضع يديه على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت، فرجع. قالت فاطمة: فتبعته، فقلت: يا رسول الله! ما ردك؟ قال: "إنه ليس لي أو لنبيّ أن يدخل بيتا مزوقا" رواه أحمد وابن ماجة". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٣٢٢١: ٢/١٩٥، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال العلامة الملا على القارئ رحمه الله تعالىٰ: "وفيه تصريح بأنه لايجاب دعوة فيما منكر".

(مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الوليمة: ٦/٣٤٧، رشيديه)

"هذا إذا لم يكن مقتدى فإن كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين، وفتح باب المعصية على المسلمين". (الهداية، كتاب الكراهية: ٤/٤٥٥، شركت علميه ملتان)

"ومن دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعبا أو غناء...... وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم فإنه يخرج ولا يقعد". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ٥/٣٤٣، رشيديه)

لئے گنجائش ہے، مقتدا کو بالکل شرکت نہیں کرنی چاہیے (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جہاں عزت کا خطرہ ہو وہاں کھانے کے لئے جانا

سوال [١١٢٢٠]: ایک موقع پر برادری کے لوگ اکھٹے ہوئے اور کھانا وغیرہ سامنے رکھا گیا اور ایک شخص جو چودھری تھا، اس نے کہا محفل سے ''چورڈھور'' نکل جائے، بلکہ بعض آدمی کو تو کھانا چھین کر نکال دیا، ''چورڈھور'' اسے کہتے ہیں جو ایک پارٹی سے نکل کر دوسری پارٹی میں چلا جائے، پھر اس شخص سے سو، پچیس روپیہ لے کر پارٹی میں لیتے ہیں، لہٰذا ایسی محفل میں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس شخص کو عزت کا خطرہ ہو، وہ نہ جائے، جو اس کھانے کا مستحق نہ ہو، وہ نہ جائے (٢)، ایک دو آدمی کی وجہ سے سب سے کھانے کو منع نہیں کیا جائے گا، اس طرح ذلیل کرنا اور ہاتھ سے کھانا لے کر اس کو نکال دینا

---

(١) "من دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعبا أو غناء فلا بأس أن يقعد، ويأكل فإن قدر على المنع، يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر، وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان، ولم يقدر على منعهم فإنه يخرج ولا يقعد، ولو كان ذلك على المائدة لاينبغي أن يقعد، وإن لم يكن مقتدا به، وهذا كله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر؛ لأنه لايلزم حق الدعوة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ٣٤٣/٥، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ٣٤٧/٦، ٣٤٨، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ١٧٥/٤، ١٧٦، دار المعرفة بيروت)

(٢) "ومن الأعذار المستقطة للوجوب، أوالندب أن يكون في الطعام شبهة، أو يخص بها الأغنياء، أو هناك من يتأذى بحضوره، أو لا تليق به مجالسته، أو يدعى لدفع شره......". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الولية: ٣٧١/٦، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، باب الأمر بإجابة الداعي الخ: ٤٦٢/١، قديمى)

(وكذا في فتح الباري، كتاب النكاح، باب حق إجابة الوليمة والدعوة: ٣٠١/٩، قديمى)

نہایت غلط اور کمینہ حرکت ہے(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ٢٠/٩/٩٧ھ۔

قرض کی ادائیگی نہ کرنے والے کی دعوت میں شرکت کا حکم

سوال[١١٢٢١]: ایک شخص نے ایک شخص کا روپیہ مار رکھا تھا، بہت تقاضا کیا، لیکن نہیں دیا، جب روپیہ والے نے یہ سمجھا کہ یہ زبردست آدمی ہے اور روپیہ نہیں دیتا، تو اس کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ بھائی آمد نہیں ہوتا ہے تو اللہ کے واسطے معاف کرالے، لیکن یہ کہنا بھی ایک مجبوری سے تھا، روپیہ بھی اس شخص کی شادی میں دیا تھا۔ روپیہ والے نے مجبوراً وہی لفظوں میں معاف کردیا، کیونکہ روپیہ وصول ہونے سے ناامید تھا اور ایک دوسرے کا روپیہ بھی ہضم کر رکھا ہے بے ایمانی سے۔ اور وہ شخص اپنے لڑکے کا عقیقہ کرتا ہے، اس لئے ایسے شخص کے یہاں عقیقہ کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس پر اپنا روپیہ مجبوری میں وصول نہ ہونے کی وجہ سے معاف کردیا، اس لئے ایسے شخص کا عقیقہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس کے یہاں جن شخصوں کا روپیہ اس پر چاہتا ہے ان شخصوں کا اس کے یہاں کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روپیہ ناامید ہوکر معاف کردیا، وہ معاف ہوگیا(٢)، اب اس کا تذکرہ کرنا یا اس کی وجہ سے دل میں

---

(١) "وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام: دمه وماله وعرضه". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، باب الشفقة والرحمة الخ: ٢/٤٢٢، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم المسلم وخذله الخ: ٢/٣١٧، سعيد)

(وجامع الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم: ٢/١٤، سعيد)

(٢) "وإما خاصة بدين خاص كأبرأته من دين كذا، أو عام كأبرأته من مالي عليه، فيبرأ عن كل دين". (ردالمحتار، كتاب الإقرار، فصل في مسائل شتى: ٥/٦٢٤، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلح: ٣/٤٣٥، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الإقرار، فصل في مسائل شتى: ٣/٣٤٧، دار المعرفة بيروت)

خلش رکھنا اپنے عمل کو ناقص کرنا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا تذکرہ اور خلش کا وبال معاف کرنے کے اجر سے بڑھ جائے اور ترازو میں ادھر کا پلہ جھک جائے، جس کا روپیہ اس نے دبا رکھا ہے، اگر اس روپیہ کی وجہ سے وہ دعوت کرتا ہے، تو اس میں وہ شخص شرکت نہ کرے کہ یہ سود کے حکم میں ہے (۱)، لیکن عقیقہ کے موقع پر عامۃً یہ خیال میں ہوتا ہے، جس کے ذمہ دوسروں کا قرض ہو، اس کو چاہیے کہ پہلے تنگی اور ترشی برداشت کرکے جلد از جلد قرض ادا کرنے کی فکر کرے (۲)، عقیقہ اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

دوسروں کا روپیہ ذمہ میں باقی رہتے ہوئے بے پروائی برت کر عقیقہ میں روپیہ خرچ کرنا اور شاندار طریقہ پر دعوت کرنا عقل ودانش کے بھی خلاف ہے اور شرعاً بھی مذموم وقبیح ہے (۳)۔ حقوق العباد کا معاملہ سخت ہے، اس کے باوجود وہ شخص اگر حلال آمدنی سے کھانا کھلائے، تو وہ کھانا حرام ونجس نہیں ہوگا (۴)۔ اگر اس نے

---

(۱) "كل قرض جر منفعة فهو ربا". (فيض القدير: ۹/۴۲۸۷، نزار مصطفى الباز مكة)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، فصل في القرض: ۵/۱۶۶، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب المداينات، ص: ۳۱۲، دار الفكر بيروت)

(۲) "عن محمد بن عبدالله بن جحش رضي الله تعالى عنه قال: كنا جلوسا بفناء المسجد حيث يوضع الجنائز ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جالس بين ظهرينا، فرفع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بصره قبل السماء، فنظر، ثم طأ طأ بصره، ووضع يده على جبهته، قال: "سبحان الله! سبحان الله! ماذا نزل من التشديد؟!" قال: فسكتنا يومنا وليلتنا، فلم نر إلا خيراً حتى أصبحنا، قال محمد: فسألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ما التشديد الذي نزل؟ قال: "في الدين، والذي نفس محمد بيده لو أن رجلاً قتل في سبيل الله، ثم عاش، ثم قتل في سبيل الله، ثم عاش، ثم قتل في سبيل الله، ثم عاش، وعليه دين ما دخل الجنة حتى يقضى دينه". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الثالث: ۱/۵۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن عبدالله بن عمرو بن العاص (رضي الله تعالى عنه)، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين" (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين، رقم الحديث: ۴۸۸۳، ص: ۸۴۵، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول: ۱/۵۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۴) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس". (الفتاوى العالمكيرية، =

دوسروں کا روپیہ دینے کا بھی انتظام وارادہ کرلیا ہواور اخلاص سے کھلائے تو اس میں قباحت بھی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۹۱ھ۔

دوسرے کی افطاری قبول کرنے سے پرہیز کرنا

سوال[۱۱۲۲۲]: کوئی شخص رمضان المبارک میں اپنے گھر سے افطاری لے کرآتا ہے اور مسجد میں رکھتا ہے اور وہ شخص کسی دوسرے کی افطاری لینے سے انکار کرتا ہے، تو اس شخص کی افطاری دوسرے روزہ دار کو کھالینی چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص دوسرے کی لائی ہوئی افطاری سے بلا وجہ شرعی نفرت کرتا ہے، وہ برا کرتا ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے(۱)۔ اگر دوسرے لوگوں نے اس کی لائی ہوئی افطاری کو قبول نہ کیا، تو مستقل نفرت سب کے دل میں

= كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية: ۶/۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ومايكره أكله ومالا يكره وما يتعلق بالضيافة: ۳/۴۰۰، رشيديه)

(۱) بلا وجہ شرعی کسی کی افطاری کو قبول نہ کرنا، حدیث "حق المسلم على المسلم خمس : ...... وإجابة الدعوة" الخ کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔

البتہ اگر کسی کے مال کے بارے میں حرام ہونے کا یقین یا غلبہ ظن ہو، تو اس کی افطاری قبول نہیں کرنی چاہیے، لیکن اس صورت میں بھی دوسرے مسلمان بھائیوں سے الگ ہوکر نہ بیٹھے، بلکہ ایک ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر اپنا کھانا کھائے، تاکہ اتفاق واتحاد برقرار رہے۔

"وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام ...... وإجابة الدعوة وتشميت العاطس". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، وثواب المريض، الفصل الأول: ۱/۱۳۳، قديمي) ....=

بیٹھ جائے گی، اس لئے مناسب یہ ہے کہ جب وہ اپنی افطاری پیش کرے، تو اس کو قبول کرنے میں عذر نہ کیا جائے، امید ہے کہ وہ خود بھی نرم ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/ ۹۱ھ۔

دعوت عامہ میں طعام کی تقسیم وتفریق

سوال [۱۱۲۲۲]: ایک رسم عرصۂ دراز سے قائم ہے جس رسم کو ''بوجھ'' کے نام سے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی شادی وغیرہ کی تقریب میں دعوت طعام میں یا کوئی شیرنی وغیرہ کی تقسیم کے وقت باہر سے آنے والوں کو پانچ حصہ یا دو حصہ دیئے جاتے ہیں اور دعوت طعام میں باہر سے آنے والے مہمانوں کے پہلے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں اور کھانا بھی سب سے پہلے ہی پیش کیا جاتا ہے اور اگر اس رسم کی ادائیگی میں کوئی لغزش ہو جائے تو پنچائتی نظام شروع ہو جاتا ہے اور جھگڑے فساد برپا ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا کچھ اہل علم حضرات نے اس رقم کے خلاف قدم اٹھایا کہ یہ رسم آپس میں محبت کے بجائے نفرت پیدا کرتی ہے اور یہ رسم خلاف شریعت ہے۔ اہل علم حضرات کا یہ کہنا ہے کہ دسترخوان پر سب کو برابر سمجھا جائے اور سب کو برابر حصے تقسیم کئے جائیں تو یہ لوگ جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ رسم عربوں کے یہاں ہے اور یہ رسم اسلامی اصول کے مطابق ہے، لہٰذا آپ قرآن اور سیرت محمدیہ کی روشنی میں جواب سے مطلع کریں۔

= (وصحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱۶۶/۱، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام: ۲۱۳/۲، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ادفع بالتي هي أحسن السيئة﴾ (المؤمنون: ۹۶)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تستوي الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي أحسن فإذا الذي بينك وبينه عداوة كأنه ولي حميم﴾ (فصلت: ۳۴)

''قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: أمره الله تعالىٰ في هذه الآية بالصبر عند الغضب، والحلم عند الجهل، والعفو عند الإساءة، فإذا فعل الناس ذلك عصمهم الله من الشيطان، وخضع لهم عدوهم''.

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، فصلت: ۳۴: ۲۳۲/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

عام دعوت میں ایک دسترخوان پر یہ تفریق مناسب طریقہ نہیں، دسترخوان اگر جداگانہ ہو، مثلاً: ایک کمرہ میں مخصوص لوگوں کو بلا کر علیحدہ مخصوص کھانا دلا دیا جائے اور عام دسترخوان پر دوسری قسم کا کھانا ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ ثابت ہے (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن غفرلہ۔

الجواب صحیح: مفتی نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۷ھ۔

سودخور عالم کی دعوت کرے اور یہ کہہ دے کہ "یہ کھانا حرام کا ہے" تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۲۲۴]: کوئی سودخور اگر کسی عالم کی دعوت کرے اور اس عالم کے سامنے یہ کہے یہ حرام مال ہے اس سے تمہاری دعوت کررہا ہوں، تم کھانا چاہو، تو کھاؤ، عالم نے کہا یہ تم پر حرام ہے، ہم پر حلال ہے، اگر اس کے حلال کا فتویٰ عالم جاری کرے، تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حرام کے متعلق حلال ہونے کا فتویٰ دینا سخت گناہ ہے (۲)۔ کسی عالم ربانی سے ہرگز اس کی توقع نہیں

---

(۱) "وقد دعا ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما في دعوته الأغنياء والفقراء، فجاءت قريش والمساكين معهم، فقال ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: ههنا اجلسوا لا تفسدوا عليهم ثيابهم، فإنا سنطعمكم مما يأكلون". (عمدة القاري، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله: ۲۲۷/۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله: ۲۸۹/۷، مكتبة الرشد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تحرموا طيبت ما أحل الله لكم ولا تعتدوا﴾ (المائدة: ۸۷)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قاتلوا الذين لايؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولايحرمون ما حرم الله ورسوله﴾ (التوبة: ۲۹)

"من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير لايكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعياً كفر، وإلا فلا". (رد المحتار، باب المرتد: ۲۲۳/۴، سعيد)

کی جاسکتی، ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ایک غیر عالم ایک چیز کو حرام سمجھتا ہے، لیکن ماہر عالم جانتا ہے کہ یہ حرام نہیں، اس لئے کہ وہ اس کی لم اور کنہ سے واقف ہے، غیر عالم کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۲۰ھ۔

جواب درست ہے۔ سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۲/۲۰ھ۔



الفصل الثاني في الهدايا

(ہدیہ دینے کا بیان)

طلبہ کا ہدیہ استاد کے لئے

سوال[۱۱۲۲۵]: طلباء بستی سے کھانا کھاتے ہیں، لیکن ان کے استعمال سے زائد کھانا ہے، انہوں نے اپنے استاد کے گھر دے دیا۔ کھانا استاد کو کھالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کھانا طلباء نے اپنے استاذ کو ہدیہ دیا ہے، اس کا کھانا استاذ صاحب کے لئے درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

حرام کمائی سے دیئے گئے ہدایا وغیرہ کا حکم

سوال[۱۱۲۲۶]: خالد جو بفضلہ تعالیٰ عالم دین ہے اور خدمت دین (تدریس) کے سلسلہ میں ایک ایسے شہر میں رہتا ہے، جہاں کی مسلم اکثریت تجارت پیشہ ہے، ان میں اکثریت سودی کاروبار میں ملوث ہے، حتیٰ کہ بعض ایسے بھی سنے گئے کہ انہوں نے قرض ہی سے تجارت کی ابتداء کی اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ابتداء

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ۵/۳۴۲، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية: ۶/۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۰۰، رشيديه)

تو حلال پیسوں سے کی، لیکن سرمایہ میں کمی کے وقت سودی قرض لیتے ہیں اور بہت ہی کم صحیح طریقہ سے تجارت کررہے ہیں، ان جیسے (مذکورہ) اشخاص کے چندہ سے جمع کردہ رقم سے خالد کی تنخواہ دی جاتی ہے، کیا خالد کے لئے یہ بغیر کراہت درست ہے (جب کہ مقامی دو عالم بھی اس عظیم شہر میں نہیں)۔

اور ایسے مذکورہ حضرات کی جانب سے کھانے وغیرہ کی چیزوں کو ہدیہ قبول کرنا اور ان کی دعوتوں میں خالد کو جانا، کیا مباح ہے؟ عدم اباحت کی صورت میں ان ہدایا کے لینے کا انکار کردیا جائے یا لے کر انہیں غریب مسلمانوں یا کافر کو دے دیا جائے؟ نیز ضیافت کے سلسلہ میں کیا انکار ہی کردیا جائے؟ (اگرچہ مذکورہ صورت یہاں کے عوام کے لئے ناپسند فطرتاً ہوگی) ان ہی میں سے بعض حضرات، یعنی اس وقت سونے وغیرہ کے تاجر اور عظیم ترین مالدار ہیں۔

اس سے پہلے یہاں کے باخبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان کی ابتدائی دولت (سونا) ان کے اور ان کے متعلقین کے حیدرآباد (نظام حیدرآباد) سے لوٹ مار کے ذریعہ حاصل ہوئی اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کچھ بذریعہ شیاطین حاصل کی گئی، لیکن فی الحال ان کے والد وغیرہ کے انتقال کے بعد اب وہ سونے کی تجارت بظاہر جائز طریقہ سے کررہے ہیں، البتہ بینک کے سود (لون) سے نہیں بچتے ہوں گے، کیونکہ وہ گاہے (رمضان وغیرہ میں) نماز پڑھتے ہیں اور اپنی رقم بینک میں ضرور جمع کراتے ہوں گے، جس پر بینک سود دیتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ کہ وہ صاحب ہر رمضان میں مساجد کے مصلیوں کی دعوت کرتے ہیں، کیا اس دعوت میں شریک ہوسکتے ہیں؟ خالد مذکور کو بھی رمضان میں دعوت سے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے قرآن پاک پڑھنے کے لئے بلایا گیا، جب رمضان وغیرہ کے سلسلہ کے حفاظ وعلماء کو بلایا گیا اور افطار ونماز مغرب کے بعد دیگر مصلیان کے ساتھ ان کو بھی طعام کے لئے مدعو کیا گیا تھا، خالد مذکور نے دوسری مشغولی ظاہر کر کے کھانے سے انکار کیا، اس پر انہوں نے ایسے کچھ روپیہ اصراراً دیئے، جس کی خالد کو قطعی توقع نہ تھی، لیکن قرآن پڑھنے کے بعد دیئے جیسا کہ ذکر کیا گیا، کیا خالد کے لئے وہ رقم درست ہے اور اگر نہیں تو اس کا مصرف بتایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روپیہ بطریق سود حاصل کیا گیا ہو، اس کا استعمال کرنا خالد وغیرہ کسی کو بھی درست نہیں، بلکہ جس سے

وہ سود لیا گیا ہے، اس کو واپس کیا جائے یا بلا نیت ثواب غرباء کو صدقہ کردیا جائے (۱)، اگر کسی نے کچھ روپیہ سود پر قرض لیا، تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار رہا (۲)، لیکن اس پیسہ سے جو تجارت کی ہے، وہ درست ہے (۳) اور جو کچھ اس کی آمدنی ہو، شرعی قواعد میں رہ کر وہ بھی درست ہے (۴)۔ ایسی آمدنی سے خالد کو ہدیہ دیا جائے یا کسی اور کو،

---

(۱) "ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

"ويردونه على أربابه إن عرفوهم، وإلا يتصدقوا به؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد". (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۶۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب: ۶/۲۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ البقرة: ۲۷۵)

وقال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا اتقو الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين﴾ (البقرة: ۲۷۸)

"﴿وأخذهم الربوا وقد نهوا عنه﴾ كان الربا محرماً عليهم كما حرم علينا ﴿وأخذهم أموال الناس بالباطل﴾ بالرشوة، وسائر الوجوه المحرمة". (مدارك التنزيل وحقائق التأويل: ۱/۲۰۲، ال عمران: ۱۳۰، قديمي)

"عن علي رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لعن الله اكل الربوا ومؤكله وكاتبه ومانع الصدقة، وكان ينهى عن النوح". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا، الفصل الثالث، ص: ۲۴۶، قديمي)

(۳) "(قوله اكتسب حراماً) توضيح المسئلة ما في التاتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالا من حرام ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع ذلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم اخر ودفع تلك الدراهم، قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لايطيب، والثلاث الأخيرة يطيب، وقال أبوبكر: لا يطيب في الكل، لكن الفتوى الأن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً الخ: ۵/۲۳۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع، باب المتفرقات: ۳/۱۳۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الغصب: ۶/۱۸۹، سعيد)

(۴) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

وہ سب درست ہے(۱)۔

جس نے جائز روپیہ سے تجارت شروع کی، پھر کچھ سودقرض بھی لیا،تو وہ سودی قرض کی وجہ سے گنہگار ہوا(۲)،مگر اس کی وجہ سے نہ وہ تجارت ناجائز ہوگی نہ اس کی آمدنی ناجائز ہوگی (۳)۔جس نے اپنی جائز تجارت میں بطریقۂ سود آیا ہوا روپیہ،یعنی سرکاری بینک میں داخل کردہ روپیہ پر جو سود ملا تھا،اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کرلیا،اس نے برا کیا(۴)۔تاہم اس کی وجہ سے وہ سب تجارت اور اس کی آمدنی ناجائز نہیں ہوگی (۵)،البتہ جتنی مقدار سود کی اس میں شامل کرلی ہے،اتنی مقدار یا تو ٹیکس میں سرکار کو دے دے یا پھر بلانیت ثواب غرباء پر صدقہ کردیں(۶)۔

محض قرآن کی تلاوت پر کھانے یا نقد کی شکل میں ہدیہ دینا اور لینا درست نہیں، یہ صورت اجرت ہے،اس سے خالد کو بھی پرہیز کرنا چاہیے اور ہدیہ دینے والے کو بھی پرہیز کرنا چاہیے اور دوسرے لوگوں کو بھی۔علامہ شامی نے ردالمحتار اور شفاء العلیل میں طویل بحث کی ہے اور متعدد کتب کی عبارات نقل کی ہیں(۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)"أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس". (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر الخ: ۵/ ۳۴۲، رشيديه)

"وفي البزازية: "غالب مال المهدي إن كان حلالاً، لا بأس بقبول هديته، وأكل ماله مالم يتبين أنه من حرام". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الأكل: ۴/ ۲۹ ۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الفن الأول في القواعد الكلية، رقم القاعدة: ۵۵۷: ۱/ ۳۰۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۱۷۶

(۳) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۱۷۶

(۴) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۱۷۶

(۵) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۱۷۶

(۶) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۱۷۶

(۷) "فظهر لک بهذا عدم الصحة ما في الجوهرة من قوله: واختلفوا في الاستئجار على قرأة القرآن =

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۱۳۹۹ھ۔



= مدةً معلومةً، قال بعضهم: لايجوز، وقال بعضهم: يجوز، وهو المختار اهـ" والصواب أن يقال: "على تعليم القرآن" فإن الخلاف فيه كما علمت، لا في القرأة المجردة...... قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب، لا للميت ولا للقارئ، وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل الخ: ۶/۵۶، سعيد)

(وكذا في رسائل ابن عابدين، رسالة شفاء العليل وبل الغليل: ۱/۱۶۷، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإجارة، مطلب: في حكم الاستئجار على التلاوة: ۲/۱۳۸، مكتبه ميمنية، مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۳/۵۳۳، مكتبه غفاريه كوئته)

باب الأشياء المحرمة وغيرها

الفصل الأول في المسكرات

(نشہ آوراشیاء کابیان)

فونٹین پین کی روشنائی

سوال[۱۱۲۲۷]: آج کل فونٹین پین کے اندر جوسیاہی استعمال کی جاتی ہے، سنا جاتا ہے کہ اس میں اسپرٹ ملتی ہے اور یہ شراب ہی کی ایک قسم ہے، تو اس سے آیاتِ قرآنی اور احادیث کا لکھنا اور اسی طرح اس فونٹین پین کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جواز یا عدم جواز کی صورت میں اس سے احتراز کی کیا صورت ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسپرٹ کے متعلق معلوم ہوا کہ شراب کے علاوہ دیگر اشیاء سے بھی لوگ بناتے ہیں، رات دن مختلف طرق سے استعمال کرتے ہیں، اس لئے یقینی طور پر اس کونجس کہہ کر فونٹن پین کی سیاہی کوناجائز کہنا اور اس سے آیات احادیث لکھنے کوممنوع قرار دینا دشوار ہے، احتیاط برتنا أقرب إلی الورع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۸/ ۸۹ھ۔

(۱) "وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Al Cohals) التي عمت بها البلوىٰ اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، ولا يحرم استعماله مركبة مع المواد الأخرى، ولا يحكم بنجاستها أخذا بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما =

کوکا کولا اور شراب ملی ہوئی دوا کا حکم

سوال[۱۱۲۲۸]: آج کل کوکا کولا بوتل پی جارہی ہے، اس میں ۵/ فیصد شراب کا جزء ہوتا ہے، ایسے ہی کچھ دواؤں میں جزء ہوتا ہے، دونوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب خواہ دوا میں خواہ غذا میں یا کوکا کولا وغیرہ میں سب ہی جگہ ناجائز ہے(۱)، مجھے اس کی تحقیق نہیں کہ کس کس چیز میں شراب ملائی جاتی ہے، مجبوری کے احکام جداگانہ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۴/۸۶ھ۔

پوست کا ڈوڈا پینا

سوال[۱۱۲۲۹]: پوستہ کی ڈھونڈی جس میں افیون نکلتی ہے، اس کو تھوڑی مقدار میں بھگو کر کوٹ چھان کر والد صاحب عرصہ سے پیتے ہیں، جس سے نشہ تو بالکل نہیں ہوتا، البتہ بدن میں وہ ایک توانائی محسوس کرتے ہیں، ایک اہلِ حدیث عالم نے فرمایا کہ یہ بھی حرام ہے، تو حنفی مسلک میں اس کا پینا کیسا ہے؟

= تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره ..... وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ عند عموم البلوى". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر: ۶۰۸/۳، دارالعلوم كراچی)

(وكذا في احسن الفتاوىٰ، كتاب الأشربه، بھنگ اور الکحل وغیرہ کے احکام کی تفصیل: ۴۸۴/۸، سعيد)

(وكذا في نظام الفتاوىٰ، كتاب الحظر والإباحة، انگریزی دواؤں کے استعمال کا حکم جن میں شراب، اسپرٹ، افیون وغیرہ کا استعمال ہو: ۳۵۲/۱، رحمانيه)

(۱) "(وحرم قليلها وكثيرها) بالإجماع ..... (وحرم الانتفاع بها) ولو لسقي دواب، أو لطين، أو نظر للتلهي، أو في دواء، أو دهن، أو طعام، أو غير ذلك". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، ۴۴۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الأشربة: ۴۰۰/۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الأشربة: ۲۲۱/۴، دارالمعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس میں شگاف دے کر افیون نکالی جاتی ہے اور وہ بالکل بغیر افیون کے رہ جاتی ہے، تو اس طرح اس کے پینے میں مضائقہ نہیں، لیکن اگر اس میں افیون موجود رہتی ہے، اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، جو لوگ اس کے عادی ہو جاتے ہیں، ان کو نشہ نہیں ہوتا، مگر اس کی وجہ سے ان کو اجازت نہیں دی جاتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی، سعید نائب مفتی، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۷ھ۔

کھجور اور تاڑ کا عرق پینے کا حکم

سوال [۱۱۲۳۰]: کھجور یا تاڑ اگر غروب آفتاب کے بعد اور صبح صادق سے پہلے کورے برتن میں اتار کر استعمال کرے، تو حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس میں نشہ پیدا نہیں تو اس کا استعمال حلال ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) "(قوله: إن البنج مباح) قيل: هذا عندهما. وعند محمد: ما أسكر كثيره قليله حرام، وعليه الفتوىٰ". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۲/۴، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۲۰۲/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۴۰۲/۸، رشيديه)

(۲) "وبه علم أن المراد الأشربة المائعة، وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر، وهو الكثير منه دون القليل، المراد به التداوي ونحوه كالتطيب بالعنبر وجوزة الطيب". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم: ۴۲/۴، سعيد)

"ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة: ۶۰۸/۳، دارالعلوم كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲۰۲/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثاني في الطيب

(خوشبوکا بیان)

سینٹ کا استعمال

سوال[۱۱۲۴۱]: جس طریقہ سے عطر کا استعمال کرنا سنت ہے، تو ایسے ہی بجائے عطر کے سینٹ کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور سینٹ کے استعمال کرنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سینٹ میں اگر کوئی نجس چیز نہیں تو یہ بھی عطر کے حکم میں ہے۔ مطلقاً خوشبو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرغوب ومحبوب تھی (۱)، سینٹ اس زمانہ میں نہیں تھا، اس لئے اس کو سنت نہیں کہا جائے گا۔ سنت تو مخصوص طور پر اس خوشبو کو کہا جائے گا جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۱۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يرد الطيب". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في تعطر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۱۴، قديمي)

"كان لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سكة يطتيب منها". (سنن الترمذي، باب ماجاء في تعطر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۱۴، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب من لم يرد الطيب، ص: ۱۰۴۰، دارالسلام)

(۲) "السنة ..... اصطلاحاً: الطريقة المسلوكة في الدين من غير لزوم على سبيل المواظبة. وهي المؤكدة، إن كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تركها أحياناً، وأما التي لم يواظب عليها فهي المندوبة". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۶۳، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: ۱/۱۰۳، سعيد)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير: ۱/۲۰، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

الفصل الثالث في المأكولات وغيرها

(کھانے کی اشیاء وغیرہ کا بیان)

کتے کا جھوٹا گھی استعمال کرنا

سوال[۱۱۲۳۲]: اگر جمے ہوئے گھی کے برتن کے اوپر سے کتا کچھ گھی کھا جائے اور گھی کئی کلو کے مقدار ہو، تو اوپر سے جھوٹا گھی اٹھا کر ما بقیہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عوام میں یہ مسئلہ بھی مشہور ہے کہ کتے کا سانس ڈھائی گز تک زمین میں جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اسی طرح باقی گھی پاک ہے، عوام کے خیالات کا شرعی دلائل پر مبنی ہونا ضروری نہیں، بہت سی باتیں بے اصل مشہور ہوجاتی ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

---

(۱) "أن فارة وقعت في سمن، فماتت، فسئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "ألقوها وما حولها وكلوه" رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد، باب مايحل أكله: ۸۱/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"الفأرة لو ماتت في السمن إن كان جامداً قور ماحوله ورمي به، والباقي طاهر يؤكل...... وحد الجامد أنه إذا أخذ من ذلك الموضع لايستوي من ساعته، وإن كان يستوي فهو مائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة، الفصل الأول: ۴۵/۱، رشيديه)

"وتقور نحو سمن جامد بأن لايستوي من ساعته..... لأن السمن الجامد لم يتنجس كله، بل ما ألقي منه فقط". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۳۱۴/۱، سعيد)

"ألا ترى أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حكم بطهارة ما جاور السمن الذي جاور الفأرة، وحكم بنجاسة ما جاورا الفأرة". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، في الفأرة تموت في السمن: ۲۳۵/۱، رشيديه)

اسکول میں بچوں کے لئے جو دودھ ملتا ہے، اس کا پینا

سوال[۱۱۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں:

خشک دودھ جو امریکہ سے عطیہ کے طور پر ہندوستان کے بچوں کے لئے بھیجا گیا ہے، وہ ہر ریاست میں تقسیم ہو رہا ہے اور ہر ڈبہ کے اوپر سور کا نام اور اس کا فوٹو ہے، تو کیا وہ دودھ مسلمانوں کے لئے جائز ہے؟

عبدالستار آدم بھائی

الجواب حامداً ومصلياً:

مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں کہ کیا ہے؟ اگر سور کا فوٹو ہونے سے یہ مطلب ہے کہ وہ سور کا دودھ ہے، تو وہ بالکل حرام اور نجس ہے(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بریڈ روٹی کا استعمال

سوال[۱۱۲۳۴]: میں تقریباً چار سال سے اس ملک میں رہ رہا ہوں، بعض آدمی کہتے ہیں کہ بریڈ روٹی کا استعمال درست نہیں ہے، کیونکہ خنزیر کی چربی وغیرہ پڑتی ہے اور غیر مذہب کے لوگ بتاتے ہیں تو یہ مسلمان کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب تک اس میں ناپاک اور حرام چیز ملانے کی تحقیق نہ ہو، اس کا استعمال درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: لنجاسة عينه) أي: عين الخنزير أي: بجميع أجزائه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في التداوي بلبن البنت للرمد قولان: ۵/۷۱، سعيد)

"(كره لبن الأتان)؛ لأن اللبن يتولد من اللحم فصار مثله". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۴/۱۷۱، دار المعرفة بيروت)

(۲) "اليقين لا يزول بالشك، اليقين عند الفقهاء هو جزم القلب بوقوع الشيء، أو عدم وقوعه ...... =

ڈبے کا گوشت

سوال[۱۱۲۳۵]: ابوظبی میں گوشت اور مرغی یورپی ملکوں سے آتے ہیں، جس کے حلال وحرام میں شک کیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس قسم کا گوشت ومرغا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسے گوشت اور مرغ جس کے حلال ہونے میں شک ہے، پرہیز کریں۔

"دع ما يريبك إلى مالا يريبك"(۱) الحديث.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۱۴۰۰ھ۔

ڈبوں میں بند گوشت کا حکم

سوال[۱۱۲۳۶]: سعودی عرب میں کھانے پینے کی زیادہ تر اشیاء باہر ملک سے آتی ہیں، جس میں مثلاً: گوشت، مچھلی، مرغا وغیرہ، لہٰذا ہم گوشت اور مرغا وغیرہ سے مطمئن نہیں کہ نہ معلوم یہ حلال کیا ہوا ہوتا ہے یا اسی طرح کاٹ کر پیکنگ کر دیتے ہیں، یہ بتلائیے کہ یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

= عنى أن الأمر لامتيقن ثبوته لا يرتفع إلا بدليل قاطع، ولايحكم بزواله بمجرد الشك، كذلك المتيقن عدم ثبوته لايحكم بثبوته بمجرد الشك؛ لأن الشك أضعف من اليقين فلا يعارضه ثبوتاً وعدماً". (شرح المجلة للأتاسي، المادة: ۴: ۱/۱۸، رشيديه)

"ما ثبت بيقين لا ترتفع إلا بيقين". (قواعد الفقه، ص: ۱۱۴، الصدف)

(وكذا في الأشباه والنظائر مع شرح الحموي، القاعدة الثالثة: ۱/۱۸۳، إدارة القرآن كراچي)

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني: ۱/۵۱۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب الأشربة، باب الحث على ترك الشبهات، ص: ۷۷۲، دارالسلام)

(وجامع الترمذي، كتاب صفة القيامة، باب: حديث أعقلها وتوكل: ۳/۳۹۰، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

جب آپ مطمئن نہیں، تو آپ نہ کھائیں (۱)، کون آپ کو مجبور کرتا ہے، جو لوگ مطمئن ہیں کہ یہ شرعی ذبیحہ ہے، وہ کھاتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔



(۱) "عن النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الحلال بين، والحرام بين، وبينهما مشتبهات لايعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام ....". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول: ۱/ ۵۱۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن الحسن بن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: حفظت من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك" رواه أحمد والترمذي والنسائي". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني: ۱/ ۵۱۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) لیکن یہ بات واضح رہے کہ آج کل سعودی عرب میں باہر سے آنے والا گوشت عموماً مشینی ذبیحہ ہوتا ہے، جس کا کھانا جائز نہیں، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ گوشت سے پرہیز کیا جائے۔

"ان مايستورد من اللحوم من البلاد غير المسلمة لايجوز أكلها، وإن كانت توجد عليها التصريح بأنها مذبوحة على الطريقة الإسلامية، فإنه ثبت أن هذه الشهادات لايوثق بها، والأصل في أمر اللحوم المنع". (بحوث في قضايا فقهيه، أحكام الذبائح: ۲/ ۹۳، دارالعلوم)

باب الانتفاع بالحیوانات

الفصل الأول في الطيور

(پرندوں کا بیان)

طوطا حلال ہے؟

سوال[۱۱۲۳۷]: حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھانوی طوطے کو حلال کہتے ہیں تو اس سے وہی لال چونچ والا طوطا مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بس طوطا مراد ہے، جو ان اطراف میں ہوتا ہے، جس کو پال بھی لیتے ہیں اور آواز کی نقل اتارنے کی اس میں صلاحیت ہے(۱) اور یہ روٹی پھل عام طور سے کھاتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "لاتحسن مثل الكلام الصادر من جنس الإنس إلا في النادر كما في الببغاء". (شرح الرضي على الكافية، أسماء الأصوات: ۲۰۲/۳، قديمي)

(۲) "مالا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج، والبط، والمتوحش كالحمام، والفاختة، والعصافير، والقبج، والكوكي، والغراب الذي يأكل الحب، والندع، ونحوها حلال بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الثاني في بيان مايؤكل من الحيوان ومالايؤكل: ۲۸۹/۵، رشيديه)

"مالا مخلب له من الطير فالمستأنس منه كالدجاج، والبط، والمتوحش كالحمام، والفاختة والعصافير، والقبج، والكركي، والغراب الذي يأكل الحب، والزرع، والعتق ونحوها حلال بالإجماع". (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح، باب أكل ذي ناب من السباع: ۱۵۳/۴، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصيد، الفصل الأول في بيان مايؤكل من الحيوانات: ۲۳۱/۶، مكتبه غفاريه كوئٹه)

الفصل الثاني في المواشي

(مویشیوں کا بیان)

خرگوش کی حلت

سوال[۱۱۲۳۸]: خرگوش کھانا کیسا ہے؟ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بلی جیسے پیر والا خرگوش کھانا جائز نہیں، اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ کیا دونوں طرح کے خرگوش کھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں قسم کا خرگوش حلال ہے، پیر اگر دو قسم کے ہوں، لیکن غذا سب کی ایک ہی ہو، اسی پر مدار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۷ھ۔

شیر کی زخمی کی ہوئی بکری کو ذبح کر کے کھانا

سوال[۱۱۲۳۹]: شیر کی زخمی کی ہوئی بھیڑ بکری ذبح کرنے کے بعد کھانی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ

(۱) "وحل غراب الزرع الذي يأكل الحب والأرنب". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الذبائح: ۶/۳۰۷، ۳۰۸، سعيد)

"عن هشام بن زيد قال: سمعت أنس رضي الله تعالىٰ عنه يقول: انفجنا أرنبا بمر الظهران فسعى أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خلفها، فأدركتها، فأخذتها، فأتيت بها أبا طلحة، فذبحها بمروة فبعث معي بفخذها أو بوركها إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأكله، فقلت: أكله؟ قال: قبله". (جامع الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ماجاء في أكل الأرنب: ۲/۱، سعيد)

"في الحديثين دليل على حل الأرنب من غير كراهة". (إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب حل الأرنب: ۱۷/۱۹۳، ۱۹۴، إدارة القرآن كراچی)

شرح انواع میں لکھا ہے کہ چالیس دن کے اندر اندر اگر زخمی شدہ جانور ذبح کردیا تو وہ کھانا جائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شیر کی زخمی کی ہوئی زندہ بھیڑ بکری کو ذبح کرکے کھانا شرعاً جائز ہے(۱)۔ چالیس دن کے متعلق شرعاً کوئی پابندی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۳/۱/۱۳ھ۔

امریکن گائے کا استعمال

سوال[۱۱۲۴۰]: امریکن گائے ہے کیا؟ اس کے دودھ پینے میں خرابی ہے یا نہیں؟ اگر امریکہ گائے کو ہندوستانی گائے سے گابھن کرالیتے ہیں یا برعکس تو کیا ایسی صورت میں خرابی ہوگی یا نہیں؟ واضح فرمائیں تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے، اگر بیل ہو امریکی تو کیا اس کو کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی ہل وغیرہ چلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ یہ گائے صورت وغذا وغیرہ کے اعتبار سے گائے ہے، تو اس کا دودھ پینا اور اس کا گوشت کھانا اور اس سے نسل حاصل کرنا اور ہل وغیرہ کے کام میں لانا سب درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "لو بقر الذئب بطنها وهي حية تذكى لبقاء محل الذبح، فيحل لو ذبحت". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الثاني في التسمية: ۳۰۸/۲، رشيديه)

"والتي فقر الذئب بطنها فزكاة هذه الأشياء تحلل، وإن كانت حياتها خفيفة، وعليه الفتوى لقوله تعالى: ﴿إلا ما ذكيتم﴾ من غير فصل". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الذبائح: ۳۰۸/۶، سعيد)

"ومنها قيام أصل الحياة في المستأنس وقت الذبح قلت أو كثرت في قول أبي حنيفة ...... المتردية والمنخنقة والموقوذة والشاة المريضة والنطيحة ومشقوقة البطن إذا ذبحت، ينظر إن كان فيها حياة مستقرة حلت بالذبح بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح: ۲۸۶/۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ومن الإبل اثنين ومن البقر اثنين﴾ (الأنعام: ۱۴۴) .... =

ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑنا

سوال[۱۱۲۴۱]: جانوروں کی نسل تبدیل کرانا کیسا ہے؟ مثلاً: ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑا کھلانا(۱)، ان کے دودھ اور گوشت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکری اور ہرن ملاکر نسل حاصل کرنا بھی درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ۔



= "عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه: نحر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن نسائه في حجة بقرة". (صحیح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الاشتراک في الهدي وأجزاء البدنة: ۱/۴۲۵، قديمي)

"فإن كان متولدا من الوحشي والإنسي فالعبرة بالأمر، فإن كانت أهلية يجوز، وإلا فلا حتى إن البقرة الأهلية إذا نزا عليها ثور وحشي فولدت ولداً فإنه يجوز أن يضحى به، وإن كانت البقرة وحشية والثور أهليا لم يجز؛ لأن الأصل في الولد الأم؛ لأنه ينفصل عن الأم". (بدائع الصنائع، كتاب الأضحية، محل إقامة الواجب: ۴/۲۰۵، رشيديه)

حیوانات میں نسب مادہ سے چلتا ہے، جب یہ گائے (امریکن یا جرمنی) اور گایوں کی طرح کھاتی پیتی ہے اور گائے کی طرح بولتی ہے تو یہ شرعاً گائے ہی شمار ہوگی، خواہ خنزیر سے جفتی کرائی گئی ہو، یا بذریعہ انجکشن یا کسی اور طرح حاملہ کرائی گئی ہو اور حاملہ کرانے کا یہ طریقہ غیر شرعی یا مذموم وغیرہ ہو، اس سے اس کے گائے ہونے میں کوئی شبہ نہ کیا جائے گا، گائے کا ہی حکم رہے گا اور اس کا گوشت کھانا، دودھ پینا اور اس کی قربانی کرنا، یا لناسب درست رہے گا۔ (نظام الفتاوی، کتاب الحظر والاباحۃ: ۱/۳۵۴، ۳۵۵، رحمانیہ)

(۱) "جوڑا لگانا: نر اور مادہ کو ملانا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۱۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ولو نزا ظبي على شاة، قال عامة المشائخ: يجوز". (حاشية الشلبي على هامش تبيين الحقائق، كتاب التضحية: ۶/۴۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال في البدائع: "فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية، فولدت ولداً يضحى به دون العكس؛ لأنه ينفصل عن الأم، وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب التضحية، محل إقامة الواجب: ۴/۲۰۵، رشيديه)

الفصل الثالث في الحيوانات المحرمة و أجزائها

(حرام جانوروں اوران کے اجزاء کا بیان)

خنزیر کا گوشت کھانے والے کا حکم

سوال[۱۱۲۴۲] : اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے، کہ زید نے ایک چمار کے گھر جا کر خنزیر کا گوشت مانگا، چمار نے دینے سے انکار کیا تو زید نے کہا: مجھے دو، ہم تو کئی مرتبہ یہ گوشت کھا چکے ہیں۔ بہر حال چمار نے دیا اور زید نے کھایا، جب چند لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایسا ہوا ہے تو اس کی تفتیش کی گئی، پنچایت مقرر ہوئی، ایک مولوی صاحب نے شرط لگادی کہ اگر گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو گیا تو مبلغ ایک ہزار روپے جرمانہ کیا جائے گا، ورنہ جو کہتا ہے، اس سے مبلغ ایک صد روپیہ لیا جائے گا، اس بناء پر مولوی صاحب موصوف نے طرفین سے سہ خط بنوائے، چنانچہ دو تین گواہوں نے زید کے گوشت کھانے کی شہادت دی، علاوہ اس کے جس چمار نے کھلایا تھا، اس نے بھی گواہی دی کہ ہم نے خود دیا ہے اور میرے سامنے مانگ کر زید نے استعمال کیا۔

اس کے بعد زید نے بھی خود اپنے کھانے کا اقرار کیا حالانکہ کوئی جبر نہ تھا اور یہ عذر شرعی ثبوت لینے پر مولوی صاحب نے اس سے روپے نہیں دلوائے، بلکہ معاملہ کو نظر انداز کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ بازی لگانا یا شرائط باندھنا طرفین سے از روئے شرع کیسا ہے؟ اور زید پر کوئی گناہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جب کہ زید نے خنزیر کا گوشت بغیر کسی شرعی مجبوری کے استعمال کیا تو تحقیق کے لئے عمرو نے تگ و دو کیا اور جب کہ عینی شہادت اور گواہوں سے ثبوت مل گئے، تو عمرو نے کہا کہ یہ سراسر ناجائز کرنے والوں کا ساتھ دینا ہے، اس پر مولوی صاحب نے عمرو کا بائیکاٹ کر دیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ عمرو اسلام سے خارج ہے، بلکہ زید پاک ہے اور عمرو کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے، عمرو نے مکرر پوچھا کہ مولوی صاحب صاحب تحقیق کرنے پر ہم اسلام سے خارج ہو گئے۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! اسلام سے خارج ہو سکتا ہے، مولوی صاحب کا یہ فتویٰ دینا شرعاً کہاں

تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس طرح دونوں طرف سے مالی شرط لگانا شرعاً جائز نہیں (۱)، کسی مجرم پر مالی جرمانہ ہی درست نہیں (۲)، خنزیر کا گوشت قطعاً حرام ہے، اس کا کھانا سخت معصیت اور گناہ کبیرہ ہے (۳)، اس سے توبہ کرنا اور نادم ہونا فرض ہے، مگر اس کا کوئی مالی کفارہ واجب نہیں۔

۲......خنزیر کا گوشت کھانے والا سخت گنہگار ہے، مولوی صاحب کے ذمہ یہی لازم تھا کہ اس کو توبہ کی تلقین کرتے اور خود اس کے ذمہ بھی توبہ کرنا فرض ہے، معاف کرنے کا کسی کو حق نہیں اور کسی کے معاف کرنے سے یہ گناہ معاف بھی نہیں ہوتا، گناہ کرنے والا خود ہی اللہ پاک سے معاف کرائے (۴)۔

---

(۱) "(حرم لو شرط من الجانبين؛ لأنه يصير قمارا) بأن يقول: إن سبق فرسک فلک علي كذا، وإن سبق فرسي فلي عليک كذا". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة: ۵/۳۲۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۱۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "كان (أي: التعزير المالي) في ابتداء الإسلام، ثم نسخ". (الدرالمختار). "والحاصل: أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب: التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

"ولم يذكر محمد التعزير بأخذ المال ... وأفاد في البزازية: أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساک شيء من ماله عند مدة لينزجر، ثم يعيده الحاكم إليه لا أن يأخذه الحاكم لنفسه، أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة؛ إذ لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي".

(البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۳/۱۶۵، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ (البقرة: ۱۷۳)

"وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحرالرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (التحريم: ۸)

"فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالىٰ لايتعلق بحق ادم فلها شروط: أحدها أن يقلع عن =

عمرو کو جب معلوم ہوگیا تھا کہ زید نے ایسا کیا ہے، تو اس کو تگ ودو کی ضرورت نہیں تھی، اس کو چاہیے تھا کہ تنہائی میں زید کو خیر خواہانہ طور پر نصیحت کرتا اور سمجھا دیتا کہ یہ حرام ہے اس سے بچنا واجب ہے، آئندہ ایسا نہ کریں، اس سے اس کی تفتیش کر کے گواہ مہیا کئے یہ برا کیا کسی کی عیب جوئی اور پردہ دری شرعاً بہت معیوب ومذموم ہے، تاہم اس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوا، اس کو اسلام سے خارج قرار دینا جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف اور غلط ہے۔

"ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب، وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان، ونسمية مؤمناً حقيقةً يجوز أن يكون مؤمناً فاسقاً غير كافر الخ" شرح فقه أكبر، ص: ٨٦ (١).

زید نے جب کھانے کا خود اقرار کرلیا تو تفتیش کی اور گواہوں کی کچھ حاجت نہیں رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

= المعصية، والثاني: أن يندم على فعلها، والثالث: أن يعزم أن لايعود إليها أبداً". (رياض الصالحين، باب التوبة، ص: ٢٤، ٢٥، قديمي)

"أركان التوبة ثلاثة: الندامة على المعاصي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في الاستقبال ..... ثم هذا إن كانت التوبة فيما بينه وبين الله كشرب الخمر". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، ص: ١٥٨، قديمي)

(١) (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ٧١، قديمي)

"والكبيرة لاتخرج العبد المؤمن من الإيمان ولا تدخله الكفر ..... نعم إذا كان بطريق الاستحلال والاستخفاف، كان كفرا لكونه علامة للتكذيب". (شرح العقائد النسفية، ص: ٨٣، سعيد)

"أهل الكبائر من أمة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في النار لايخلدون إذا ماتوا وهم موحدون ولا نكفر أحداً من أهل القبلة بذنب مالم يستحله". (شرح العقيدة الطحاوية، العصاة من أهل الكبائر لايخلدون، ص: ٢٩١، ستاريه)

صابن میں مردار جانور کی چربی

سوال[۱۱۲۴۳]: صابن میں مردار جانور کی چربی پڑتی ہے، ہمارے یہاں ایک مشین ہے، جس میں کپڑے کو رکھ دیا جاتا ہے، اس میں کٹ پھٹ کر گوشت ہڈی چربی سب الگ الگ ہوجاتی ہے اور یہ چربی صابن میں پڑتی ہے اوراس صابن سے غسل اور کپڑے دھوئے جاتے ہیں، یہ کپڑے پاک ہیں یا ناپاک؟ صابن کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات محل تامل ہے، کہ صابن بنانے سے چربی کی ماہیت منقلب ہوجاتی ہے یا نہیں، بعض علماء فرماتے ہیں ماہیت بالکل بدل جاتی ہے، جس طرح گدھا نمک کی کان میں گر جائے اور ماہیت بدل کر نمک بن جائے، یا غلیظ کو جلا دیا جائے، جس سے وہ راکھ بن جائے، یہی حال چربی کا ہے، جس سے صابن بنالیا جائے، وہ حضرات ایسے صابن سے دھوئے ہوئے بدن اور کپڑے کو پاک فرماتے ہیں اوراس صابن کو استعمال کرنے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔

دوسرے بعض اہل علم اکابر فرماتے ہیں کہ صابن بن جانے کے بعد چربی چربی ہی رہتی ہے، اس کی ماہیت منقلب نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اس کے خواص اس میں موجود رہتے ہیں، ان حضرات کے نزدیک جس کپڑے میں ایسے صابن کے اجزاء باقی رہیں گے، وہ پاک نہیں ہوگا(۱)۔ والقول الأول أوسع، والثاني أورع. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''ثم هذه المسألة قد فرعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى، واختاره أكثر المشائخ، خلافاً لأبي يوسف، كما في شرح المنية والفتح وغيرهما، وعبارة المجتبى: جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغيير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى ..... وعليه يتفرع ما لو وقع إنسان أو كلب في قدر الصابون فصار صابوناً، يكون طاهراً لتبدل الحقيقة''.

(ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

''وعلى قول محمد فرعوا الحكم بطهارة صابون صنع من زيت نجس، وفي المجتبى: جعل =

خنزیر کی چربی صابن میں ملانا

سوال[۱۱۲۴۴]: ایک مسلم صاحب صابن کے بیوپاری ہیں، یہ خبر ملی ہے کہ تیل کی قیمتیں بڑھ جانے کی بناء پر گورنمنٹ نے مغربی ممالک سے درآمد ہونے والی چربی کا کوٹا صابن بنانے والی کمپنیوں کو دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جس میں ہر قسم کے جانوروں (جس میں سور خنزیر بھی شامل ہے) کی چربی ہوتی ہے، کمپنیاں اس درآمد شدہ چربی کو صابن میں ملاتی ہیں۔ ایک دین دار مسلم ڈاکٹر ہے، اس سے معلوم ہوا ہے کہ چربی کو کیمیائی ردعمل سے نمکیات میں تبدیل کر کے صابن میں ملایا جاتا ہے۔

تفصیل بالا کی روشنی میں براہِ کرم اس مسئلہ کا جواب تحریر فرمادیں کہ خوشبودار نہانے اور کپڑے دھونے کے صابن جو ان کمپنیوں میں تیار کیا جاتا ہے، ان کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردار کی چربی نجس ہے اور خنزیر نجس العین ہے (۱)، جب تک قلبِ ماہیت ہو کر حقیقت اور خواص کی تبدیلی نہ ہو جائے، استعمال جائز نہیں (۲)، بلا تحقیق محض شبہ کی بناء پر صابن کو نجس کہنے کا بھی حق

= "الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغيير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۹۴، ۳۹۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الأول: ۱/۴۵، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ (البقرة: ۱۷۳)

"وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) اور اگر قلبِ ماہیت ہو کر حقیقت اور خواص تبدیل ہو جائیں، تو پاک ہو جائے گا۔

"(قوله: لانقلاب العين) علة للكل ..... وهو المختار؛ لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، وتنتفي الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها فكيف بالكل؟! فإن الملح غير العظم واللحم فإذا صار ملحا ترتب حكم الملح، ونظيره في الشرع النطفة نجسة، وتصير علقة، وهي نجسة، =

نہیں (۱)، اگر نجس کپڑے یا بدن پر استعمال کرکے دھوڈالا اور پاک کرلیا تو نماز درست ہو جائے گی، بدن اور کپڑے کو پاک کہا جائے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= وتصير مضغة فتطهر، والعصير طاهر فيصير خمراً فينجس، ويصير خلاً فيطهر. فعرفنا أن استحالة العين تتبع زوال الوصف المرتب عليها". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۲۳، سعيد)

"ومنها الاستحالة، تخلل الخمر في خابية جديدة طهرت بالاتفاق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة: ۱/۴۴، رشيديه)

"والسابع انقلاب العين فإن كان في الخمر فلا خلاف في الطهارة، وإن كان في غيره كالخنزير والميتة تقع في المملحة فتصير ملحاً تؤكل". (البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۹۴، رشيديه)

(۱) "اليقين لا يزول بالشک، اليقين عند الفقهاء هو جزم القلب بوقوع الشيء، أو عدم وقوعه ..... عنى أن الأمر لامتيقن ثبوته لا يرتفع إلا بدليل قاطع، ولايحكم بزواله بمجرد الشک، كذلک المتيقن عدم ثبوته لايحكم بثبوته بمجرد الشک؛ لأن الشک أضعف من اليقين فلا يعارضه ثبوتاً وعدماً". (شرح المجلة للأتاسي، المادة: ۴: ۱/۱۸، رشيديه)

"ما ثبت بيقين لا ترتفع إلا بيقين". (قواعد الفقه، ص: ۱۱۴، الصدف)

(وكذا في الأشباه والنظائر مع شرح الحموي، القاعدة الثالثة: ۱/۱۸۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ويطهر محل غيرها أي: غير مرئية بغلبة ظن غاسل لو مكلفاً، وإلا فمستعمل". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأنجاس: ۱/۳۳۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب الأنجاس: ۱/۴۱۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السابع في النجاسة: ۱/۴۲، رشيديه)

باب التداوي والمعالجة

الفصل الأول في مايتعلق بحمل المرأة وموانعه

(حمل، اسقاطِ حمل اور موانع حمل کا بیان)

نسبندی کا آپریشن

سوال[۱۱۲۴۵]: میری عورت حالت حمل میں تقریباً آٹھ ماہ تک بیمار رہتی ہے اور پیٹ میں درد رہتا ہے، کھاتی پیتی ہے، وہ سب قے ہوجاتی ہے تو میں آپریشن کرواسکتا ہوں یا نہیں؟ اور میرے چار بچے ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالت حمل میں عامۃً تکلیف زیادہ اور اکثر قے ہوا کرتی ہے، قرآن پاک میں ہے: ﴿حملته أمه كرها ووضعته كرها﴾(۱) بچہ پیدا ہونے کے وقت زیادہ تکلیف رہتی ہے، اس سے بچنے کے لئے آپریشن کی اجازت ہوجائے تو آئندہ پیدائش کا سلسلہ ختم ہوجائے۔

کچھ روز تک ایسا ہوگا کہ نہ حمل ہوگا اور نہ پیدائش، پھر کچھ مدت کے بعد نکاح کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ دنیا انسانوں سے خالی ہوجائے گی، قے اور پیٹ کے درد کے لئے حکیموں کے پاس دوائیں ہیں، ان سے علاج کرایا جائے، نسبندی آپریشن ہرگز نہ کرایا جائے، کہ نسبندی آپریشن احکام شریعت کے خلاف ہے(۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الأحقاف: ۱۵)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (بني إسرائيل: ۳۱)

"تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل =

فیملی پلاننگ یا نسل کشی

سوال[۱۱۲۴۲]: ہماری نظروں سے ایک اشتہار گزرا بنام اسلامی رہنماؤں کے، جو ہو بہو جناب اقدس کی خدمت میں پیش جاتا ہے۔اس کی عبارت دیکھ کر طبیعت تلملائی، برائے مہربانی اس کا جواب لکھ کر ہماری حیرانی دور کرنے کا موقع عنایت فرمائیں۔

اس وقت پنجاب میں مسلمانوں کی کل آبادی ایک لاکھ اٹھائیس ہزار ہے اور غیر مسلم آبادی پنجاب میں تقریباً پونے دو کروڑ پر مشتمل ہے، فتوے میں مسلم آبادی کا لحاظ کریں۔

مالیر کوٹلہ کے مفتی کا فتویٰ: فیملی پلاننگ کا مطلب نسل کشی نہیں، بلکہ اتنی اولاد پیدا کرنا ہے، جس کی پرورش ہم آسانی سے کرسکیں، تاکہ ہماری قوم طاقت ور بنے، فیملی پلاننگ پروگرام اپنا کر ملک کو درپیش بڑے بڑے مسئلوں کو آسانی سے حل کیا جاسکے گا اور قوم کو زیادہ سہولتیں بھی مل جائیں گی، ہمارے اس پروگرام کے ساتھ پوری ہمدردی ہے،ایسا کرکے ہم کسی پر احسان نہیں کرتے، بلکہ خود اپنی قوم کا اور اپنا فائدہ کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

افزائش، پیدائش کی کوشش کا حدیث شریف میں حکم ہے:

"عن معقل بن يسار قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم" (رواه أبوداود، والنسائي، مشكوة شريف، : ص ۲٦٧)(۱).

= الثاني: ۲/۲٦۷، قديمي)

"قال عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه: كنا نغزو امع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وليس لنا شيء فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلك". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قديمي)

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ۲/۲٦۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء: ۲/۳۱۹، رقم الحديث: ۲۰۵۰، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

بغیر نکاح کے زندگی بسر کرنے کو ناپسند فرمایا گیا ہے:

"عن سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه قال: ردّ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل، ولو أذن له لاختصينا" متفق عليه مشكاة، ص: ٢٦٧ (١).

حسب حیثیت ومصلحت چار نکاح تک کی اجازت دی گئی:

﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث وربع﴾ الآية (٢).

ایک صحابی نے قطع نسل کی اجازت چاہی تھی، تو اجازت نہیں دی گئی:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قلت يارسول الله! إني رجل شاب، وأنا أخاف على نفسي العنت، ولا أجد ما أتزوج به النساء، كأنه يستاذنه في الاختصاء، قال: فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "يا أباهريرة جف القلم بما أنت لاق، فاختص على ذلك أو ذر" (رواه البخاري). مشکوۃ شریف، ص: ٢٠ (٣).

= (وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ٢/٦٥، رقم الحديث: ٣٢٢٧، دارالمعرفة بيروت)

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ٢/٢٦٧، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل، ص: ٩٠٨، رقم الحديث: ٥٠٧٣، دار السلام رياض)

(وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، :ص ٥٨٧، رقم الحديث: ٣٤٠٣، دار السلام)

(٢) (النساء: ٣)

(٣) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الأول: ١/٢٠، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل، ص: ٩٠٨، رقم الحديث: ٥٠٧٦، دارالسلام)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب النهي عن التبتل: ٢/٦٠، رقم الحديث: ٣٢١٥، دارالمعرفة بيروت)

"ليس هذا إذنا في الاختصاء، بل توبيخ ولوم على الاستيذان في قطع عضو بلا فائدة اهـ" مرقاة: ١/١٥٩ (١).

عزل (صحبت کرکے منی باہر گرانے کو) "وأد خفي" فرمایا گیا ہے، جس کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے۔

"ثم سئلوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ذلك الوأد الخفي، وهي وإذا المؤودة سئلت" (رواه مسلم مشكوة، ص: ٢٧٦ (٢).

"عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الوائدة والمؤودة في النار" (رواه أبوداود والترمذي مشكاة شريف، ص: ٢٣)(٣).

ان دلائل کی روشنی میں یہ فیملی پلاننگ قطعاً شارع علیہ السلام کے منشاء کے خلاف ہے، تعلیمات اسلام میں ہرگز اس کا جواز نہیں ہے، جس نظریہ کے ماتحت یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے، یعنی اناج کی کمی وہ نہایت خطرناک ہے، اس کا حاصل تو یہ ہے کہ رزاق مطلق اپنی ذات کو تجویز کرلیا ہے کہ ہم ہی روزی رساں ہیں، تمام ملک کی روزی ہم ہی پیدا کرتے ہیں، ہم ہی سب کو دیتے ہیں، اگر اولاد زیادہ ہوگئی، تو کہاں سے کھلائیں گے، یہ تخیل بالکل قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف ہے، اللہ پاک نے خود وعدہ فرمایا ہے۔

﴿وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها﴾ (٤).

---

(١) (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الأول: ١/٢٧٩، رشيديه)

(٢) (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول: ٢/٢٧٦، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة، ص: ٢١٢، رقم الحديث: ٣٥٦٥، دار السلام)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب الغيلة: ٦/١٠٧، رقم الحديث: ٣٣٢٦، دار المعرفة بيروت)

(٣) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثاني: ١/٢٣، قديمى)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في ذراري المشركين: ٤/٣٠٣، رقم الحديث: ٤٧١٧، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند المكيين، حديث سلمة بن يزيد الجعفي: ٤/٥٢٥، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٤) (هود: ٦)

کہ سب کی روزی کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے، زمانۂ جاہلیت میں روزی کے خاطر اولاد کوختم کردیتے تھے، اس کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ باب الکبائر میں حدیث ہے:

"قال ثم أي؟ قال: "أن تقتل ولدك خشية أن يطعم معك" اهـ مشكوة شريف، ص: ١٦(١).

فقر لاحق ہوجانے کے اندیشہ سے یا فقر لاحق ہوجانے کی بناء پر اس اقدام کی قرآن پاک میں سخت ممانعت آئی ہے:

﴿ولا تقتلوا أولادكم من إملاق نحن نرزقكم وإياهم﴾ الآية(٢).

﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ الآية(٣).

جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، تب ہی اس کی روزی متعین ہوجاتی ہے، اس میں کمی زیادتی نہیں ہوسکتی اور جتنی روزی خدا کی طرف سے متعین کردی گئی ہے، وہ ضرور پہونچ کر رہے گی، اس سے پہلے آدمی مرنہیں سکتا، روزی خود تلاش کرتی پھرتی ہے، آدمی اگر اس سے بچ کر بھاگنا چاہے، تو بھاگ نہیں سکتا، جس طرح موت سے آدمی بچ کر بھاگ نہیں سکتا:

"عن ابن مسعود قال: حدثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "وهو الصادق المصدوق أن خلق أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوماً نطفة، ثم يكون علقةً مثل ذلك، ثم يكون مضغة، ثم يبعث الله إليه ملكاً بأربع كلمات،

---

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، الفصل الأول: ١/١٦، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الديات، باب في قوله تعالى: ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا﴾، ص: ١١٨٢، رقم الحديث: ٦٨٦١، دار السلام)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب، ص: ٥٣، رقم الحديث: ١٤٢، دار السلام)

(٢) (الأنعام: ١٥١)

(٣) (بني إسرائيل: ٣١)

فيكتب عمله وأجله ورزقه الخ" متفق عليه مشكاة شريف: ١/٢٠(١).

"أن نفساً لن تموت حتى تستكمل رزقها" مشكوة شريف: ٢/٤٥٢(٢).

"عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الرزق يطلب العبد كما يطلب أجله" رواه أبونعيم في الحلية مشكوة: ٢/٤٥٤(٣).

"ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تطلبوه بمعاصي الله، فإنه لايدرك ما عندالله إلا بطاعته" (رواه في شرح السنة، مشكوة شريف: ٢/٤٥٢)(٤).

جو کچھ خدا پاک کی طرف سے تجویز فرمادیا گیا ہے، اس کے خلاف سب امت مل کر بھی کسی کو ایک دانہ کا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی:

"واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا

---

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر: ١/٢٠، قديمى)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، ص: ٥٣، رقم الحديث: ٣٢٠٨، دارالسلام)

(وصحيح مسلم، كتاب التوحيد، باب قوله تعالى: ﴿ولقد سبقت كلمتنا﴾، ص: ١٢٨٣، رقم الحديث: ٧٤٥٣، دارالسلام)

(٢) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني: ٢/٤٥٢، قديمى)

(وكذا في مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق: ٤/١٢٣، دارالفكر)

(٣) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث: ٢/٤٥٤، قديمى)

(وكذا في مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق: ٤/١٢٥، دارالفكر)

(وكذا في المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، ص: ١٣٧، دارالكتب العلمية بيروت)

(٤) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني: ٢/٤٥٢، قديمى)

(وكذا في مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق: ٤/١٢٣، دارالفكر)

(وكذا في مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الزهد، ماذكر عن نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم في الزهد: ١٩/٦٩، المجلس العلمي)

بشيء قد كتب الله لك" (مشكوة شريف، ص: ٤٥٢)(١).

اناج کی کمی کا اصل علاج یہ نہیں ہے کہ پیدائش پر بندش لگادی جائے، بلکہ علاج یہ ہے کہ جن اسباب ومعاصی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہورہا ہے، ان کو دفع کیا جائے، اسباب تو روز افزوں ہو تہذیب میں داخل ہوجائیں، جزو زندگی بن جائیں، اذہان وقلوب سے ان کی قباحت وشناعت ختم کردی جائے اور ان اسباب پر مرتب ہونے والے نتائج کو بند کرنے کے لئے تدابیر خودساختہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف اختیار کی جائیں، اس کا نتیجہ تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے، جب کہ معاصی پر عذاب آخرت سے پہلے ہی پہلے اس دنیا میں مصائب وبلا کا ترتب ہوتا ہے، ان کی تفصیل احادیث میں موجود ہے، وقت ضرورت ان کی تفصیل لکھی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/ ۸۷ھ۔

خاندانی منصوبہ بندی

سوال[۱۱۲۴۷]: ما الحكم في تقدير الذي قدر من جانب النكاح لا تكاثر الأولاد، وقدر في ثلاثة أم في أقل منه، هل يجوز لنا هكذا التقدير؟

الجواب حامداً ومصلياً:

الاكتفاء في الأولاد بهذا العدد وحصرها فيه ليس له دليل في الشرع، بل الدليل على خلافه عن معقل بن يسار رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم الأمم" (رواه أبوداود والنسائي، مشكوة، ص: ٢٦٧)(٢).

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني: ٢/٤٥٣، قديمى)

(وسنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقاق والورع: ٣/٣٨٨، رقم الحديث: ٢٥١٦، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: ١/٢٩٣، رقم الحديث: ٢٦٦٤، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ٢/٢٦٧، قديمى)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، رقم الحديث: ٢٠٥٠: ٢/٣١٩، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى اللّٰه ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص اللّٰه ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾ الآية(۱). واللّٰه سبحانه تعالیٰ أعلم.

حرره العبد محمود عفي عنه، دار العلوم ديوبند، ۲۹/۶/۸۷ھ(۲).

محکمۂ نسبندی میں ملازمت

سوال[۱۱۲۴۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں محکمۂ نسبندی میں ملازم ہوں، اس محکمہ میں صاحبِ اولاد کو زائد تولد کے سلسلہ کو ختم کرانے کے لئے آپریشن کے کام پر ملازمت کرتا ہوں۔ لہٰذا کیا یہ کام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کی تنخواہ لینا کیسا ہے؟ جو تنخواہ مل چکی ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مجبوراً یہ کام کرنا پڑے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ محکمہ اس بنیاد اور نظریہ پر قائم کیا گیا ہے کہ آدمی زیادہ ہو گئے، غلہ کم پیدا ہوتا ہے، سب کو راشن پورا نہیں ملتا، جو آدمی پیدا ہو چکے ان کو دنیا سے ختم کرانے میں مفاسد بہت ہیں، جن کو برداشت کرنا دشوار ہے، لہٰذا ایسی صورت اختیار کی جائے کہ آدمی کم پیدا ہوں، تاکہ راشن سب کو ملے یہ نظریہ تعلیماتِ اسلام کے بالکل خلاف ہے، زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے، کہ اگر یہ زندہ رہیں، تو اس کو راشن کہاں سے دیں

= (وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ۲/۶۵، رقم الحديث: ۳۲۲۷، دار المعرفة بيروت)

(۱) (الأحزاب: ۳۶)

(۲) **ترجمۂ سوال**: ''کیا حکم ہے اس اندازے اور عدد کا جو خاندانی منصوبہ بندی والوں کی طرف سے مقرر ہے کہ زیادہ اولاد پیدا نہ کرو اور تین یا اس سے کم (اولاد) پیدا کرنے کو اپناؤ، کیا اس طرح (اولاد کے عدد کو) مقرر کرنا ہمارے لئے جائز ہے؟

جواب: اولاد کے پیدا ہونے میں تین یا اس سے کم کے عدد کو مقرر کر لینا اور اسی پر اکتفاء کر لینے کے بارے میں شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس (نظریئے) کے خلاف دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ ''حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد ہے کہ ''تم ایسی عورت سے نکاح کرو، جو خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو، کیونکہ دوسری امتوں کے مقابلے میں، میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا''۔ اور اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾.

گے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ راشن دینے والے ہم ہیں، خدا تک اس معاملہ میں ان کی نظر کم جاتی تھی، ان کے اس نظریہ کو رد کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔

﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ الآية (١)۔

﴿ولا تقتلوا أولادكم من إملاق نحن نرزقكم وإياهم﴾ الآية (٢)۔

یعنی فقر کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، تم کو اور تمہاری اولاد کو ہم روزی دیں گے، اس نظریہ کی بناء پر یہ تدابیر اختیار کرنا خدائے پاک کی ذات اور اس کے وعدوں پر اعتماد کو ختم کرنا ہے، اس لئے ہرگز جائز نہیں، علاوہ ازیں ایک دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکثیرِ اولاد کی ترغیب دی ہے (۳)۔ اور یہ منصوبہ بالکل اس کی ضد ہے، اس منصوبہ بندی میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اگر تین بچے پیدا ہونے پر آپریشن کردیا گیا اور پھر عورت کا انتقال ہوگیا، مرد نے اس کے بعد دوسری شادی کی، تو وہ دوسری عورت اولاد سے قطعاً محروم رہے گی۔

لہٰذا اس مقصد کے لئے آپریشن کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی ملازمت بھی جائز نہیں، اس کی تنخواہ بھی جائز نہیں (۴)۔ اس کے علاوہ دوسرا ذریعہ معاش اختیار کیا جائے اور دوسرا جائز ذریعہ معاش حاصل ہونے تک

---

(١) (بني إسرائيل: ٣١)

(٢) (الأنعام: ١٥١)

(٣) "عن معقل بن يسار رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ٢/٢٦٧، قديمى)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء: ٢/٣١٩، رقم الحديث: ٢٠٥٠، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ٦/٦٥، رقم الحديث: ٣٢٢٧، دار المعرفة بيروت)

(٤) "قال عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه: كنا نغزوا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وليس لنا شيء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلك ... الخ". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل والخصاء: ٢/٧٥٩، قديمى)

"قال الحافظ العسقلاني رحمه الله تعالىٰ: والحجة فيه أنهم اتفقوا على منع الجب والخصاء، =

بحالت مجبوری پوری ناگواری کے ساتھ اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے، انتہائی جدوجہد کے ساتھ تلاش کر کے دوسری صورت ملنے پر اس کوترک کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۸/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن، نائب مفتی۔

آپریشن سے جنس تبدیل کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۴۹]: سیکس تبدیل کرنا (اپنی ہیئت مخلوق تبدیل کرنا، مرد سے عورت بننا اور عورت سے مرد بننا) شریعت مطہرہ کی رو سے سیکس تبدیل کرنے کے لئے آپریشن کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ کیا اس حرکت شنیع سے تغیر خلق لازم نہیں آئے گی، جواز وعدم جواز کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا مفصل ومدلل جواب دیں۔

نوٹ: اس واقعہ کا وقوع ہو چکا ہے، اس لئے آپ کو زحمت دی جارہی ہے، کہ اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

اٹلی کی کہانی منیجر کی زبانی: ''ملانی (اٹلی) کے ایک شراب خانہ کے منیجر کو اس لئے نوکری سے الگ کر دیا گیا، کیونکہ اس کے بارے میں پتہ چل گیا ہے کہ یہ دراصل وہی لڑکی ہے، جو اس بار میں بارمیٹر کا کام کر چکی ہے، جب کہ اس کا کہنا ہے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے، اس نے بتایا کہ چھ سال سے پہلے سیکس تبدیل کرنے کے لئے جو آپریشن کر دیا تھا، وہ کامیاب رہا اور اب وہ نہ صرف یہ کہ مرد دکھائی دیتی ہے، بلکہ مردوں کی طرح محسوس بھی کرتی ہے، اب وہ ایک شادی شدہ مرد ہے، جس کے دو بچے ہیں، منیجر نے یہ تسلیم کیا کہ چند سال پہلے وہ ایک عورت تھی اور اس کے ایک بیٹا بھی تھا، لیکن اب وہ ایک مرد ہے اور ایک کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہا ہے''۔

= فيلحق بذلك ما في معناه من التداوي بالقطع أصلاً". (فتح الباري، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل والخصاء: ۹/ ۹۷، دار المعرفة بيروت)

"كل ما يؤدي إلى مالايجوز، لايجوز". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/ ۳۶۰، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مرد زنانہ ہیئت اختیار کرے یا زنانہ لباس پہنے اس پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانہ ہیئت اختیار کرے یا مردانہ لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے(۱)۔ یہاں تک کہ جو عورت مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہو، اس پر بھی لعنت آئی ہے:

"لعن اللّٰہ الفروج علی السروج"(۲) کذا في فتح القدیر.

نیز"لعن اللّٰہ المتشبهین من الرجال بالنساء".

اور"لعن اللّٰہ المتشبهات من النساء بالرجال"(۳).

پھر مستقلاً صفت ذکورۃ کو انوثت میں تبدیل کرنا اور بالعکس کہاں درست ہوگا کہ اس میں ہر مرد کی تخلیق

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: لعن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحیح البخاري، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء: ۲/۸۷۴، قدیمی)

(ومشکاة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(وکذا في الجامع الصغیر مع فیض القدیر، رقم الحدیث: ۷۲۶۵: ۱۰/۴۹۹۴، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۳/۲۵۲، سعید)

(وکذا في فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق: ۳/۳۵۹، رشیدیه)

(وکذا في حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۲/۱۱۵، دارالمعرفة بیروت)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل: وأما شرائط الرکن فأنواع: ۳/۲۲۵، رشیدیه)

(۳) (مشکاة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: لعن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحیح البخاري، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء: ۲/۸۷۴، قدیمی)

(وکذا في الجامع الصغیر مع فیض القدیر، رقم الحدیث: ۷۲۶۵: ۱۰/۴۹۹۴، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز مکة)

کی مخصوص غایت ہی فوت ہو جاتی ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند،۲/۲/۱۶، ۹۹ھ۔

حاملہ کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالنا

سوال[۱۱۲۵۰]: اگر حاملہ عورت کا انتقال ہو جائے تو بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کر کے نکالنا جائز ہے،اس شبہ پر کہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حاملہ مر جائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو،تو پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیو بند،۱/۲۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح :العبد نظام الدین ،دارالعلوم دیو بند،۲/۲/ ۹۲ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولأضلنهم ولأمنينهم ولأمرنهم فليبتكن اذان الأنعام، ولأمرنهم فليغيرن خلق الله﴾ (النساء: ۱۱۹)

"قوله تعالى: ﴿خلق الله﴾ عن نهجه صورة او صفة، ويندرج فيه ...... وخصاء العبد والوشم والوشر واللواطة والسحاق ونحو ذلك ...... وتغيير فطرة الله تعالى التي هي الاسلام، واستعمال الجوارح والقوى فيما لايعود على النفس كما لا، ولا يوجب لها من الله سبحانه زلفى". (روح المعاني، النساء: ۱۱۹: ۵/۱۹۳، ۱۵۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۱۱۹: ۵/۲۶۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "امرأة حامل ماتت، وعلم أن ما في بطنها حي فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر، وكذلك إذا كان أكبر رأيهم أنه حي يشق بطنها، كذا في المحيط. وحكي أنه فعل ذلك بإذن أبي حنيفة فعاش الولد". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون: ۵/۳۶۰، رشيديه)

"امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها، قال محمد: يشق بطنها ويخرج الولد، لايسع إلا ذلك". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب غسل الميت: ۱/۱۸۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱/۳۹۸، إمداديه)

الفصل الثاني في التداوي بالمحرم وغيره

(حرام وحلال سے دوا کرنے کا بیان)

''بولِ فیل'' برائے علاج

سوال [۱۱۲۵۱]: ایک حکیم صاحب مسلمان ہیں، نماز کے پابند ہیں، لیکن ڈاڑھی نہیں رکھتے ہیں، ایک عورت کا علاج پانچ مہینہ سے کررہے ہیں، عورت کو سترہ سال سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے، بہت علاج کرالیا ہے، ان حکیم صاحب کی دوائی سے حیض میں تھوڑا فائدہ ہے، اب پانچ ماہ علاج کے بعد حکیم صاحب نے اس مرتبہ جو دوائی دی، اس میں بولِ فیل ''ہاتھی نر کا پیشاب'' ہمبستری کے وقت پینے کے لئے دیا تھا، یہ سوچتے ہوئے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ مریضوں کو جو استسقاء کے مرض میں مبتلا تھے، اونٹ کا دودھ اور پیشاب بتلایا تھا اور ٹھیک ہوگئے تھے تو میں یہ سوچتے ہوئے بولِ فیل دو مرتبہ استعمال کرچکا ہوں، لیکن طبیعت میں کچھ پریشانی ہے، براہِ کرم آپ بتلائیں کہ مرض کی صورت میں اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کتنی مقدار میں اور اگر ناجائز اور حرام ہے تو جو استعمال کیا جاچکا ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اولاد کا نہ ہونا، ایسی بیماری نہیں، جس کے لئے بولِ فیل پینے کی اجازت دی جاسکے، جو کچھ اب تک ہوچکا، اس سے توبہ واستغفار کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان، وعليه الفتوىٰ". (الدر المختار مع رد المحتار، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

"(للتداوي) أي: من مرض أو هزال مؤد إليه لا لنفع ظاهر كالتقوي على الجماع كما قدمناه،=

خراطین وخاکستہ دوائی کا استعمال

سوال[۱۱۲۵۲]: امعاءالارض یعنی خراطین ونیز کا خستہ یعنی عروسک کا داخلی استعمال کیسا ہے، نیز خارجی استعمال کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھانا درست نہیں، جس جانور میں خون نہ ہو، اس کے خارجی استعمال کے بعد بغیر دھوئے بھی نماز درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۱۸ھ۔

= ولا للسمن كما في العناية". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۱۹۵/۴، دارالمعرفة بيروت)

"فالحاصل: أن التداوي بالمحرم يجوز مع مراعاة الشرائط، والقيود لدفع المضرة لا لجلب المنفعة، وحصول الولد إنما هو جلب المنفعة فحسب، فإنه لايجوز له شرب بول الفيل". (من المخرّج).

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه كله، ثم ليطرحه؛ فإن في إحدي جناحيه شفاء وفي الآخر داء". رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب مايحل أكله: ۸۱/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا وقع الذباب في الطعام فامقلوه". رواه أبوداود. (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد، باب مايحل أكله: ۸۵/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"وجه الاستدلال به أن الطعام قد يكون حاراً فيموت بالغمس فيه، فلو كان يفسده لما أمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بغمسه ليكون شفاء لنا إذا أكلناه، وإذا ثبت الحكم في الذباب ثبت في غيره مما هو بمعناه كالبق والذنا بير والعقرب ..... إما بدلالة النص وإما بالإجماع ..... كل مالايفسد الماء لايفسد غير الماء وهو الأصح، كذا في المحيط والتحفة". (البحرالرائق، كتاب الطهارة: ۱۶۲/۱، ۱۶۳، رشيديه)

"ويجوز رفع الحدث بما ذكر وإن مات فيه أي: الماء ولو قليلاً غير دموي كزنبور وعقرب وبق". (الدرالمختار). "(قوله: غير دموي) المراد مالا دم له سائل لما في القهستاني: أن المعتبر عدم =

ڈاکٹری دوائی میں شراب کی آمیزش

سوال[۱۱۲۵۳]: ایک مسلمان ڈاکٹر سے سنا ہے کہ انگریزی جتنی بھی پینے کی دوا ہے، سب میں شراب کی آمیزش ضرور ہے، تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو ڈاکٹری علاج اور انگریزی دوا کا استعمال شریعت پاک کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر شرعی ثبوت سے تحقیق ہو جائے کہ حلال دوا میں شراب ہے تو اس کا پینا درست نہیں، بلا تحقیق حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن غفرلہ، ۹۲/۳/۷ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۳/۷ھ۔

خنزیر کی چربی والا تیل دوا کے طور پر استعمال کرنا

سوال[۱۱۲۵۴]: ایک تیل تیار کرنا ہے، جو کہ بہت سی بیماریوں میں کام آئے گا، جس میں پندرہ قسم کی یونانی دوائیاں شامل ہیں، جس میں ہر ایک کلو سرسوں کے تیل میں ڈھائی گرام خنزیر کی چربی ملانا ہے، کیا شرعی حکم سے چربی ملائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بغیر ملائے تیل میں کمزوری باقی رہتی ہے۔

= السيلان لا عدم أصله حتى لو وجد حيوان له دم جامد لاينجس ..... فكل ما لايفسد الماء لايفسد غير الماء". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياة: ۱/۱۸۳، ۱۸۵، سعيد)

(۱) "اليقين لا يزول بالشك، اليقين عند الفقهاء هو جزم القلب بوقوع الشيء، أو عدم وقوعه ..... على أن الأمر لامتيقن ثبوته لا يرتفع إلا بدليل قاطع، ولايحكم بزواله بمجرد الشك، كذلك المتيقن عدم ثبوته لايحكم بثبوته بمجرد الشك؛ لأن الشك أضعف من اليقين فلا يعارضه ثبوتاً وعدماً".

(شرح المجلة للأتاسي، المادة: ۴: ۱/۱۸، رشيديه)

"ما ثبت بيقين لا ترتفع إلا بيقين". (قواعد الفقه، ص: ۱۱۴، الصدف)

(وكذا في الأشباه والنظائر مع شرح الحموي، القاعدة الثالثة: ۱/۱۸۳، إدارة القرآن كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خنزیر نجس العین ہے (۱)، اس کی چربی کا استعمال کرنا بھی حرام ہے (۲)، ایسا تیل بھی نجس ہوگا، اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ تجربہ کار دیندار طبیب کی تشخیص کے مطابق اس کی دوا اور کوئی نہ ہو، بلکہ اس میں شفاء منحصر ہو، تو ایسی مجبوری کی حالت میں استعمال کی گنجائش ہوگی (۳)، مگر ناپاکی کا حکم پھر بھی باقی رہے گا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۶/۱۴۰۱ھ۔



(۱) "بخلاف الخنزير؛ لأنه نجس العين، إذ الهاء في قوله تعالى: ﴿فإنه رجس﴾ منصرف إليه لقربه". (الهداية، كتاب الطهارات، باب الماء الذي يجوز به الوضوء، ومالا يجوز به: ۱/۴۱، شركت علمية ملتان)

"وشعر الخنزير لنجاسة عينه أي: عين الخنزير بجميع أجزائه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۷۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۳۴، رشيديه)

(۲) "وأما الخنزير، فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في الدر المختار، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن البنت: ۵/۷۳، سعيد)

(۳) "وجوّزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱، ۲

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اور اس کے مصرف کا بیان)

مشتبہ مال سے بچنا

سوال[۱۱۲۵۵]: عاجز کو اپنی خوراک کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں بہت تشویش ہے، میرا کھانا پینا ایک ایسے شخص کے پاس ہے، جس کا مال حرام اور مشتبہ ہے، ایک ایسے شخص کے پاس خوراکی دے کر کھانا میرے لئے شرعاً جائز اور حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کا مال بالکل حرام ہے، یا غالب مال حرام ہے، تو اس کا کھانا آپ کے لئے جائز نہیں، اپنا انتظام کہیں اور کریں، اگر اس کا غالب یعنی اکثر وبیشتر مال حلال ہے اور کم مقدار میں حرام بھی ہے اور وہ سب مخلوط ہے تو آپ کے لئے اس کے کھانے کی گنجائش ہے(۱)، اگر محض مشتبہ ہے تو پھر پریشان ہوکر تشویش میں نہ پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۹۲/۱/۱۳ھ۔

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً، أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لايقبل الهدية، ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل كذا في الينابيع، ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال ..... فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ۵/۳۴۲، رشيديه) .... =

مشتبہ مال سے بنے مکان میں رہائش

سوال[۱۱۲۵۶]: کیا مشتبہ مال سے بنے مکان میں بالغ بچوں کے لئے رہنا جائز ہے اور اس طرح کے گھر میں کوئی چیز استعمال میں لانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مال کا حرام ہونا معلوم ہو اس سے کھانا درست نہیں، نہ اس کو بحیثیت میراث لیا جائے، مالک اور اس کے ورثاء کا علم نہ ہو، تو اس کو صدقہ کردیا جائے (۱)، اگر مال مخلوط ہو اور حلال غالب ہو، تو اس کا لینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوری کا مال خریدنا

سوال[۱۱۲۵۷]: مسروقہ شئ مثلاً: جانور کپڑا جوتہ وغیرہ کو دانستہ یا غیر دانستہ خریدنا اور اس کو

= (وكذا في فتح باب العناية لملا علي القاري، كتاب الكراهية: ۳/۳۶، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل السابع عشر في الهدايا: ۶/۱۱۰، حقانيه)

(۱) "ولو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق، أو الظلم، أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً، وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۶۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب: ۶/۲۲۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا كان غالب مال المهدي حلالاً، فلا بأس بقبول هديته، أو أكل ماله مالم يتبين أنه حرام، وإن كان غالب ماله الحرام، لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه". (الأشباه والنظائر: ۱/۳۰۹، إدارة القرآن)

"ولا يجيب دعوة الفاسق المعلن، ليعلم أنك غير راض بفسقه، وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر أنه حلال، وبالعكس يجيب مالم يتبين عنه أنه حرام، كذا في التمرتاشي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الأكل: ۲/۵۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معلوم ہونے پر کہ یہ چوری کی چیز ہے اس کا خریدنا درست نہیں، اس سے اس کی ملک ثابت نہیں ہوگی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنی، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

جو کپڑا درزی بچالے اس کا حکم

سوال[۱۱۲۵۸]: مسئلہ یہ ہے کہ ایک درزی میرا دوست ہے، اس کا لڑکا بھی میرے پاس پڑھتا ہے، وہ درزی یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو ایک جواہر کٹ دوں گا، میرے پاس دس سال کا ایک کپڑا کسی کی شیروانی میں کا بچا ہوا ہے، درزی مسلمان ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، مگر چونکہ درزی کپڑا جو بچاتے ہیں، وہ چوری کا ہی بچاتے ہیں، مجھے یہی شبہ ہے کہ وہ شاید چوری کا ہے۔ درزی سے یہ معلوم کیا تو یہ بتایا کہ بہت دنوں کی بات ہے، معلوم نہیں کہ کس کا کپڑا تھا، اس سے کہہ کر رکھا تھا یا چوری سے بچایا تھا۔

اب مسئلہ کے بارے میں فرمادیں کہ اس درزی سے میں وہ جواہر کٹ انعام میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟ اس کو پہن کر نماز پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اجازت ہو تو میں وہ جواہر کٹ اس درزی سے لڑکے کی پڑھائی میں انعام کے طور پر لے سکتا ہوں یا نہیں؟

---

(۱) "(قوله: الحرمة تتعدد) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني: أنه قال في كتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين، سألت عنه الشهاب بن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً، يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام". (ردالمحتار، باب البيع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد: ۹۸/۵، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني الفوائد، الحظر والإباحة، ص: ۳۴۴، دارالفكر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ عام طور پر درزیوں کی عادت معروف ومشہور ہے کہ وہ کپڑا چوری کر کے رکھ لیتے ہیں اور خود آپ کے درزی صاحب کو بھی یہ یاد نہیں کہ چوری سے رکھا ہے یا اجازت سے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا اپنا خریدا ہوا نہیں ہے اور آپ کا ظن غالب ہے کہ یہ چوری کا ہے، تو اس کو آپ نہ لیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، ۱/ ۹/ ۸۸ھ۔

شراب کی کمائی کا مصرف

سوال [۱۱۲۵۹]: شراب کے پیسہ میں الجھن یہ ہے کہ بعض علماء شراب کی آمدنی کو حرام کہہ کر لین دین سے منع کرتے ہیں، مگر مدرسہ میں چندہ لیتے ہیں اور کھاتے پیتے بھی ہیں اور شراب کے کاروبار کرنے والے کے یہاں کھڑے ہوتے ہیں اور ان ہی پیسے کو یہ کہہ کر بھی لیتے ہیں کہ اس پیسے سے حدیث وتفسیر منگوا کر مدرسہ میں لڑکوں کو دے دیں گے، وہ پڑھیں گے تو ثواب ہوگا اور ان ہی کے یہاں کھاتے پیتے ہیں۔

نیز ہندوستان دارالحرب ہے وغیرہ اور سمجھاتے ہیں کہ ہر طرح یہ پیسہ حرام ہے، یہ کسی طرح مسلمان کے لئے جائز نہیں، اس پر ایسے پیسے والے مطعون کرتے ہیں کہ فلاں فلاں حضرات اس کو لیتے ہیں، میرے یہاں قیام بھی کرتے ہیں، اب آپ فرمایئے کہ آیا اس کو مدرسہ کے کسی مد میں استعمال کیا جائے یا نہیں؟ کوئی حیلہ شرعی بھی ہے۔

---

(۱) "(قوله: الحرمة تتعدد) نقل الحموي عن سيدي عبدالوهاب الشعراني: أنه قال في كتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين، سألت عنه الشهاب بن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام". (ردالمحتار، باب البيع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد: ۵/ ۹۸، سعید)

"جمع عظيم يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم (قوله: وهو غلبة الظن)؛ لأنه العلم الموجب للعمل". (ردالمحتار، كتاب الصوم: ۳/ ۳۸۸، سعید)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، الفوائد، الحظر والإباحة، ص: ۳۴۴، دارالفكر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب بیچنے اور خریدنے والے پر حدیث میں لعنت آئی ہے(۱)، اس کی بیع مسلم کے حق میں بیع باطل ہے، اس سے قیمت پر ملک ثابت نہیں ہوتی (۲)۔ یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کے پاس روپیہ خالص حرام کا ہے، وہ روپیہ لینا اور کھانا ہرگز جائز نہیں (۳)، جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ شخص قرض وغیرہ کے ذریعہ سے حلال

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الخمر عشرة: عاصرها، ومعتصرها، وشاربها، وحاملها، والمحمولة إليه، وساقيها، وبائعها، وآكل ثمنها، والمشتري لها، والمشترى له". رواه الترمذي وابن ماجة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۱/۱۲۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه". (أبو داود، كتاب الأشربة، باب العصير للخمر، رقم الحديث: ۳۶۷۴: ۲/۱۶۲، مكتبه رحمانيه)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الأشربة، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه، رقم الحديث: ۳۳۸۰، ص: ۲۴۲، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الأشربة، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه، ص: ۴۸۹، دار السلام)

(۲) "لم يجز بيع الميتة، والدم، والخنزير، والخمر، والحر، وأم الولد، والمدبر، والمكاتب لعدم ركن البيع، وهو مبادلة المال بالمال وبيع هذه الأشياء باطل". (تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴/۳۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"والبيع الباطل حكمه عدم ملك المشتري إياه إذا قبضه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۵۹، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع: ۳/۹۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "(قوله: الحرمة تتعدد) نقل الحموي عن سيدي عبدالوهاب الشعراني أنه قال في كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين، سألت عنه الشهاب بن الشلبي فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام". (رد المحتار، باب البيع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد: ۵/۹۸، سعيد)

"الحرمة تنتقل مع العلم". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في =

روپیہ دے رہا ہے اور کھلا رہا ہے، ایسا روپیہ واجب التصدق ہے یا اس کا مالک کا واپس کرنا ضروری ہے، اگر مالک اور اس کے ورثاء کا علم نہ ہو، تو غریبوں پر صدقہ کردیا جائے (۱)۔

غریب محتاج طلباء بھی اس کے مستحق ہیں، لیکن مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں اس کو خرچ نہیں کیا جاسکتا ہے (۲)، اگر کسی کا عمل خلاف شرع ہو، تو حسن ظن کی بناء پر اس کی تاویل کی جائے گی، یا اس کو رد کردیا جائے گا، اس کی وجہ سے مسئلہ شرعیہ نہیں بدلا جائے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۷ھ۔

آتش بازی کا سامان رکھنے والے کے لئے بکس بنانے کی کمائی کا حکم

سوال [۱۱۲۶۰]: انعام الحق اور ان کے بڑے بھائی ایک کارڈ بکس کے کارخانہ کے مالک ہیں،

= البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

"الحرمة تتعدى في الأموال مع العلم بها". (الأشباه والنظائر، الفن الثاني الفوائد، الحظر والإباحة، ص: ۳۴۴، دار الفكر)

(۱) "(وهو حرام مطلقاً على الورثة) أي: سواء علموا أربابه أولا، فإن علموا أربابه ردوه عليهم، وإلا تصدقوا به". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۶، سعيد)

"ويردونه على أربابه إن عرفوهم وإلا يتصدقوا به؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۶۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۱۹۳، دار المعرفة بيروت)

(۲) اس لئے کہ مال حرام کے تصدق میں بھی فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے، اس مسئلہ کی مفصل وضاحت ودلائل ملاحظہ فرمائیں: (امداد المفتیین، کتاب الزکوۃ، ص: ۳۸۳، دارالاشاعت)

(۳) چونکہ کسی شخص کا عمل کوئی حجت شرعیہ نہیں، لہٰذا مسئلہ شرعیہ میں اس کی وجہ سے تبدیلی بھی نہیں ہوسکتی۔

"اعلم أن أصول الشرع ثلثة ..... والأصل الرابع هو القياس". (نور الأنوار، ص: ۴، ۵، سعيد)

(وكذا في نسمات الأسحار، ص: ۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في أصول الشاشي، ص: ۱۲، المكتبة الغفورية العاصمية)

انعام الحق دین دار ہے، مگر وہ بڑے بھائی کے تابع اور مرعوب ہے، اس کارخانہ میں قلیل مقدار میں آتش بازی کا سامان رکھنے کے بکس بھی بنائے جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ آیا ان کا پیشہ حرام ہے یا مشتبہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ کی آمدنی حرام نہیں، بلکہ حلال ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۹۷ھ۔



(۱) ''لایکرہ بیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح والدیک المقاتل والحمامة الطیارة؛ لأنه لیس عینها منکراً''. (ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۸، سعید)

''وکره بیع السلاح من أهل الفتنة ..... لأنه إعانة علی المعصیة ..... وعرف بهذا أنه لایکره بیع مالم تقم المعصیة به کبیع الجاریة المغنیة، والکبش النطوح، والحمامة الطیارة، والعصیر، والخشب الذي یتخذ منه المعازف''. (النهر الفائق، کتاب الجهاد، باب البغاة: ۳/۲۶۸، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب السیر، باب البغاة: ۵/۲۳۰، رشیدیه)

باب الرشوة

(رشوت کا بیان)

رشوت اور شراب کی رقم کا حکم

سوال[۱۱۲۶۱]: رشوت دے کر روپیہ کمایا ہو یا شراب فروخت کر کے روپیہ کمایا جائے، کیا دونوں برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رشوت دے کر، مثلاً: پرمٹ حاصل کیا اور پھر حلال مال کی جائز طریقہ پر تجارت کی، تو وہ روپیہ حرام نہیں، البتہ رشوت دینے کا گناہ ہوگا(۱)، مجبوری کی حالت میں اپنا حق وصول کرنے کے لئے رشوت دینا بھی گناہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۰/۸۸ھ۔

---

(۱) "والإسلام يحرم الرشوة في أيّ صورة كانت، وبأي اسم سميت، فتسميتها باسم الهدية لايخرجها عن دائرة الحرام إلى الحلال". (الحلال والحرام، ص: ۲۷۱، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

"أخذ الأمير الهدية سحت، وقبول القاضي الرشوة كفر". (كنز العمال، كتاب الإمارة والقضاء، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية والرشوة، رقم الحديث: ۱۵۰۶۹: ۶/۱۱۲، مكتبه التراث الإسلامي بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة: ۵/۳۶۲، سعيد)

(۲) "ومن كان له حق مضيع لم يجد طريقة للوصول إليه إلا بالرشوة، أو وقع عليه ظلم، فلم يستطع دفعه عنه إلا بالرشوة ...... فإن سلك سبيل الرشوة من أجل ذلك، فالإثم على الآخذ المرتشي، وليس عليه =

سیمنٹ کی تجارت اور پرمٹ حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا

سوال[۱۱۲۶۲]: زمانہ موجودہ میں سیمنٹ کی خریداری وفروخت کی عام اجازت نہیں ہے، بلکہ صرف ان لوگوں کو سیمنٹ فروخت کرنے کی اجازت ہے، جن کے پاس لائسنس اور کوٹہ ہو اور انہیں حکومت معین مقدار میں سیمنٹ دیتی ہے اور اس کے خریدار اور قیمت بھی خود حکومت متعین کرتی ہے، چنانچہ اگر دکاندار متعین خریداروں کے علاوہ کچھ سیمنٹ دوسروں کو دینا چاہے، یا مقررہ قیمت میں اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا چاہے، تو قانوناً اس کی اجازت نہیں اور اگر تمام سیمنٹ مقررہ قیمت پر فروخت کردے تو بجائے نفع کے اسے نقصان ہوگا، اس خسارہ سے بچنے کے لئے دکان دار اپنے یا کسی دوسرے شخص کے نام کچھ سیمنٹ کی پرمٹ (اجازت) حاصل کرلیتے ہیں اور اسے حکومت سے چوری، بازاری نرخ کے مطابق فروخت کرتے ہیں اور چونکہ پرمٹ حاصل کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے کہ عام لوگوں کو رشوت دیئے بغیر پرمٹ نہیں ملتی، لہٰذا اس پریشانی سے بچنے کے لئے لوگ چوری والے سیمنٹ خرید لیتے ہیں۔

۱......اب سوال یہ ہے کہ کیا حکومت کو اس قسم کے قوانین کے نفاذ اور دکانداروں کے اختیاروں کو سلب کرنے کا حق حاصل ہے؟

۲......اور اگر حکومت ایسے جبری قوانین نافذ کرے، تو مسلمانوں پر اس کی پابندی کس حد تک لازم ہے؟ اور قانون کی رعایت نہ کرنے کی صورت میں کیا شرعاً مواخذہ کے مستحق نہ ہوں گے؟

۳......اور اگر پابندی لازم ہے تو کیا دکان دار کو اپنے نام کی پرمٹ لے کر اسے عام نرخ کے مطابق فروخت کرنا درست ہے؟

= إثم الراشي في هذه الحالة مادام قد جرب كل الوسائل الأخرى، فلم تأت بجدوي". (الحلال والحرام في الإسلام، في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لرفع الظلم، ص: ۲۷۲، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲۴۸/۷، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن، البقرة: ۱۸۸: ۲/۳۳۳، دارالكتب العربي بيروت)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة لغةً وشرعاً: ۲۱/۱۵، إدارة القرآن كراچی)

۴..... اور پرمٹ حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا پڑے، تو کیا یہ رشوت دینا جائز ہے؟ اور اگر بغیر رشوت دیئے اجازت نہ ملے، تو حکومت کی چوری سے سیمنٹ لینا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ حکومت نے کہاں اعلان کیا ہے کہ وہ دین اسلام کی پابندی کرے گی اور اس کے مطابق قانون بنائے گی، اگر ایسا ہوتا تو آپ کو دریافت کرنے کا بلکہ اس کو ٹوکنے کا بھی حق ہوتا۔

۲..... جو شخص بھی کسی حکومت میں رہتا ہے، وہ اس کے قوانین کی پابندی کرتا ہے، ورنہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتا ہے، جب تک حکم خدا کی بغاوت نہ ہو، قانون حکومت تسلیم کرنا چاہیے(۱)۔

۳..... ایسا کرنے سے قانونی بچاؤ ہو جائے گا، یا اس پر بھی پکڑ ہوگی، حفاظت عزت لازم ہے، عزت کو خطرے میں ڈالنا دانش مندی نہیں (۲)۔

۴..... چوری بہر حال چوری ہے، اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اگر مجبوراً رشوت دینے کی نوبت آئے، تو امید ہے کہ پکڑ نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۳/۷ھ۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲/۳، ۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد، رقم الحديث: ۷۲۵۷، ص: ۱۲۴۹، دار السلام)

(وكذا في ردالمحتار، باب العيدين، مطلب تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية: ۲/۱۷۲، سعيد)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لاينبغي للمؤمن أن يذل نفسه، قالوا: وكيف يذل نفسه، قال: يتعرض من البلاء لما لا يطيق". (جامع الترمذي، أبواب الفتن عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ماجاء في النهي عن سب الرياح: ۲/۵۱، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الفتن، باب قوله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا عليكم انفسكم﴾، ص: ۵۷۹، دار السلام)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۰/۵۱، مكتبة الرشد)

(۳) رشوت دینے والے پر پکڑ نہیں ہوگی، البتہ لینا پھر بھی حرام ہوگا۔ .... =

سرکاری ہسپتال سے رشوت دے کر دوائیاں لینا

سوال[۱۱۲۶۳]: سرکاری اسپتال میں مفت دوائیں ملتی ہے، لیکن رشوت نہ دی جائے تو ٹال دیتے ہیں اور غریب آدمی باہر کا علاج نہیں کرسکتا، تو رشوت دینا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور مالدار بھی ایسی دوائیں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنا حق وصول کرنے کے لئے مجبوراً رشوت دی جائے، تو گناہ نہیں (۱)، ہسپتال اگر غرباء کے لئے مخصوص نہ ہوتو مالدار بھی اس سے دوائیں لے سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= "لو اضطر إلى دفع رشوة لإحياء حقه جاز له الدفع، وحرم على القابض". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/ ۷۲، سعيد)

"من الرشوة المحرمة على الآخذ دون الدافع ما يأخذه الشاعر، وفي وصايا الخانية قالوا: بذل المال لاستخلاص حق له على اخر رشوة". (البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/ ۴۴۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب القضاء: ۳/ ۱۷۸، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر، أو جلباً لنفع، وهو حرام على الآخذ فقط". (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية: ۵/ ۳۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/ ۴۴۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/ ۴۰۳، رشيديه)

(وكذا في الحلال والحرام في الإسلام، ص: ۲۷۲، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) جب ہسپتال غرباء کے لئے مخصوص نہیں، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس نفلی صدقات کے پیسوں سے علاج کرایا جاتا ہے اور نفلی صدقات کا لینا غنی کے لئے بھی جائز ہے۔

"فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع، فلا بأس به، وكذلك يجوز النفل للغني". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة، من توضع الزكاة فيه: ۲/ ۲۷۵، إدارة القرآن كراچي)

"وقيد بالزكاة؛ لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي ...... لاتحل صدقة لغني خرج النفل منها؛ لأن الصدقة على الغني هبة". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۴۲۷، رشيديه) =

محصول کم کرنے کے لئے رشوت کا مشورہ دینا

سوال[۱۱۲۶۴]: احقر بحیثیت منشی چند کارخانوں میں حسابات کا کام کرتا ہے، حساب کی جانچ کے لئے سرکاری انسپکٹر مقرر ہوتا ہے، چنانچہ جہاں احقر کام کرتا ہے، وہاں پر انسپکٹر آیا اور اس سے بیس ہزار کا بقایا نکال دیا، جانچ کے دوران انسپکٹر نے کہا کہ تم بہت سے کارخانوں میں کام کرتے ہو، کہیں سے ہمیں رشوت نہیں دلائی، میں نے یہ ذکر مالک سے کر دیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ رشوت لینے کے بعد کچھ رقم تخفیف کر دے (حالانکہ تخفیف کا من انسپکٹر کو نہیں ہے) اس پر مالک رشوت دینے کے لئے تیار ہو گئے، رشوت دے دی گئی اور رقم میں کافی تخفیف ہو گئی، اس گناہ میں احقر بھی ملوث رہا۔

رشوت پا کر انسپکٹر صاحب خاص طور سے احقر پر مہربان ہوئے اور اکثر کارخانوں میں احقر کی تعریف کرنے لگے، کوئی جگہ نکلی تو مجھے پہلے بتلا دیتے کہ اُن سے بات کرلو، سوال یہ ہے کہ ان کی معرفت جو کام ملے، اس سے ہونے والی آمدنی میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رشوت لینا، دینا، دلانا سب حرام ہے (۱)، صدق دل سے توبہ کرلیں، انسپکٹر صاحب نے ابھی پتہ

= (وكذا في الدرالمختار، كتاب الهبة: ۶۹۸/۵، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، المتصدق عليه: ۲۰۵۶/۳، رشيديه)

(۱) "لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الراشي والمرتشي، رواه أبوداود وابن ماجة". (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة، الفصل الأول: ۱۷/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من شفع لأحد شفاعة فأهدى له هدية عليها، فقبلها فقد أتى باباً عظيماً من أبواب الربا" رواه أبو داود. (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة: ۱۸/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"الرشوة منها ماهو حرام من الجانبين، وذلك في موضعين: أحدهما: إذا تقلد القضاء بالرشوة حرم على المعطي والأخذ. الثاني: إذا دفع الرشوة إلى القاضي ليقضي له حرم من الجانبين سواء كان القضاء بحق أو بغير حق". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب القضاء: ۱۷۷/۳، دارالمعرفة،بيروت)

بتانے کا معاوضہ آپ سے نہیں لیا ہے، لیکن اس نے یہ ضرور دیکھ لیا کہ آپ اس کو رشوت دلا سکتے ہیں اور اس کے بتانے کے موافق جہاں چاہیں گے، آپ اس کو رشوت دلائیں گے، تو گویا اس نے آپ کو اپنا دلال تجویز کرلیا ہے، پتہ بتانے کا معاوضہ اگر وہ آپ سے لیتا تو بہت قلیل ہوتا اور کارخانے سے وقتاً فوقتاً آپ کے ذریعہ سے بہت کثیر معاوضہ کی توقع قائم ہوگی، اس لئے انسپکٹر صاحب کی اس پتہ بتانے کی مہربانی کا پس منظر دیکھ لیں۔

ایک دفعہ ثالث بن کر رشوت دلانے پر سخت ندامت بھی ہوگئی، آئندہ سخت ندامت بھی نہیں ہوگی اور تیسری دفعہ ندامت بھی نہ ہوگی، حتیٰ کہ اس کی ندامت وقباحت بھی نہیں رہے گی، اگر چہ جہاں بھی آپ کام کریں گے، آپ کام کی اجرت لیں گے اور وہ جائز ہوگی، مگر یہ دلالی اور ثالثی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۷/ ۸۹ھ۔

کیا داخلہ فیس رشوت میں داخل ہے؟

سوال [۱۱۲۶۵]: میں اپنے لڑکے کو جس کی عمر ۳/ سال ہے، اسکول میں داخل کرنا چاہتا ہوں، لیکن کوئی اسکول ایسا نہیں ملتا جہاں بغیر رقم کے داخل ہو، کم از کم ایک ہزار روپیہ دیئے بغیر داخلہ نہیں ہوتا، کیا یہ میرا دینا رشوت شمار ہوگا؟ اگر رشوت دینے میں شمار ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ روپیہ بچہ کے اخراجات کے لئے ہیں، مثلاً: کمرے کا کرایہ، پانی اور روشنی کا معاوضہ کھانے اور ناشتے کی قیمت کپڑوں کے مصارف خدمت گار کی تنخواہ وغیرہ وغیرہ، تو یہ رشوت نہیں، یہ مصارف آپ کے ذمہ ہوں گے اور اگر یہ روپیہ فیس اور حفاظت ونگرانی کے ذیل میں ہے، تب بھی یہ رشوت نہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) اس لئے کہ یہ رقم کھانے، ناشتے یا حفاظت وغیرہ کا عوض ہے، جب کہ رشوت کا معنی اس وقت متحقق ہوگا کہ کوئی کام ذمہ پر واجب تھا اس کے کرنے پر معاوضہ لیا جائے یا جس کام کو چھوڑنا اس کے ذمہ لازم ہے، اس کے کرنے پر معاوضہ لیا جائے۔

"(لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الراشي والمرتشي) أي: معطي الرشوة، وآخذها، وهي الوصلة إلى الحاجة بالمصانعة ...... قيل: الرشوة ما يعطي لإبطال حق، أو لإحقاق باطل". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهدايا هم: ۷/ ۳۲۲، رشيديه) .... =

رشوت دے کر حاصل کی گئی ملازمت کا حکم

سوال[۱۱۲۶۶]: علیم الدین نے بہت رشوت دے کر سرکاری ملازمت حاصل کی، اب اس ملازمت سے جو روپیہ کمایا ہے، وہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ملازمت کا کام جائز ہے، تو اس ملازمت کی آمدنی، تنخواہ بھی جائز ہے(۱)، ابتداءً اگر ملازمت حاصل کرنے کے لئے رشوت دی، تو اس کی وجہ سے ملازمت کی آمدنی، جو کہ درحقیقت خدمت ومحنت کا معاوضہ ہے، ناجائز نہیں، رشوت کا گناہ اس آمدنی تک نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= "الرشوة بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم، وغيره ليحكم له، أو يحمله على ما يريد".

(ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة: ۵/۳۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/۴۴۰، رشيديه)

(۱) بشرطیکہ ملازم میں ملازمت کے شرائط اور وہ صلاحیتیں پائی جاتی ہوں، جس سے وہ ملازمت کا مستحق بھی ہو۔

"ومن كان له حق مضيع لم يجد طريقة للوصول إليه إلا بالرشوة، أو أوقع عليه ظلم، فلم يستطع دفعه عنه إلا بالرشوة ..... فإن سلك سبيل الرشوة من أجل ذلك، فالإثم على الآخذ المرتشي، وليس عليه إثم الراشي في هذه الحالة ..... الخ". (الحلال والحرام في الإسلام في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لدفع الظلم، ص: ۲۷۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۷/۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة ..... الخ: ۱۵/۶۱، إدارة القرآن كراچى)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول في الكذب والنميمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

کسی پر جھوٹا الزام لگانا

سوال[۱۱۲۶۷]: ایک قاضی جو سرکاری مدرس بھی ہیں، چند آدمیوں کی موجودگی میں چند مشہور ذمہ دار حضرات پر اپنا تبادلہ کرانے کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا کر قوم میں نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن بوقتِ صفائی ان ہی آدمیوں کی موجودگی میں، جن سے اس نے یہ بات کہی تھی، حلف کی رو سے انکار کر دیتا ہے اور دوسری طرف وہ چار پانچ مسلمان بھی حلف اٹھا کر بیان کرتے ہیں کہ قاضی نے الگ الگ اوقات میں اور الگ الگ نشستوں میں بات ایسے کہی ہے، ایسی صورت میں شرعی نقطۂ نظر سے کس کی بات بھروسہ کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی غلط خبر یا غلط گمان کی وجہ سے بلاتحقیق الزام لگانا فتنہ کا باعث ہوتا ہے(۱)، اس لئے اس کی صفائی

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين امنوا إن جاء كم فاسق بنبأ فتبينوا أن تصيبوا قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم ندمين﴾ (الحجرات: ٦)

"مقتضى الآية إيجاب التثبت في خبر الفاسق، والنهي عن الإقدام على قبوله، والعمل به إلا بعد التبين، والعلم بصحة مخبره". (أحكام القرآن للجصاص، الحجرات: ۵۳۰/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن الزبير رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: دبّ إليكم داء الأمم قبلكم الحسد والبغضاء هي الحالقة، لا أقول: تحلق الشعر، ولكن تحلق الدين". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى من التهاجر والتقاطع، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۵۰۳۹: ۲۲۳/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

اور تحقیق لازم ہے، جس کے متعلق غلط بات کہی ہو، اس کی صفائی کرلی جائے کہ فلاں وجہ سے اس کی نوبت آئی ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ بات غلط تھی، اس لئے معذرت خواہ ہوں، جھوٹ بولنا اور جھوٹا حلف اٹھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کو شرک کے قریب ذکر کیا گیا ہے(۱)، اس سے پورا پرہیز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۰/۵ھ۔

مسجد میں فاسق کی تعریف کرنا

سوال[۱۱۲۶۸]: جو شخص عقائد فاسدہ رکھتا ہو، سلف صالحین کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہو، فاسق ہے، ایسے شخص کی شان میں مسجد میں تعریفیں وعظ کے درمیان بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹی تعریف کرنا ہر ایک کی ناجائز ہے، فاسق کے فسق کی تعریف کرنے سے عرش اعظم لرزتا ہے، اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں:

"إذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ، واهتزله العرش" (مشكوة: ۲/۴۱٤)(۲).

جو کام مسجد کے باہر منع ہے، مسجد میں اس کی قباحت اور شناعت اور شدید ہوجاتی ہے، جس شخص کو ناجائز کے منع کرنے کی قدرت ہو، اس کو منع کرنا لازم ہے(۳)۔ اچھی صحیح بات کی تعریف کرنا درست ہے، اگرچہ وہ

(۱) "عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "الكبائر: الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس". (صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس، ص: ۱۱۵۲، دارالسلام)

(وسنن النسائي، كتاب المحاربة، باب ذكر الكبائر، ص: ۵٦۰، دارالسلام)

(وسنن الترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب من سورة النساء، رقم الحديث: ۳۰۲۱: ۸۸/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان والغيبة، الفصل الثالث: ۲/۴۱۴، قديمي)

(۳) "قال أبو سعيد: أما هذا فقد قضى ما عليه سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم يقول: "من =

فاسق ہی کیوں نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

بیع میں دھوکہ دینا

سوال[۱۱۲۲۹]: نائلون میں بیل چنٹ دار ہے، وہ ہمیں ۹/ میٹر پرملتی ہے اور ہم اس کو کھینچ کر گیارہ میٹر بڑھادیتے ہیں اور ہم اس کو ناپ کر فروخت کرتے ہیں اور اگر گاہک کہتا ہے کہ یہ کھینچی ہوئی ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ کھینچ رکھی ہے، گاہک کی مرضی ہے کہ لے یا نہ لے، اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ بتلادیتے ہیں کہ ہاں یہ کھینچ رکھی ہے اور دھوکہ نہیں دیتے، تو خریدار کی مرضی ہے، دل چاہے، خریدے، نہ دل چاہے نہ خریدے(۲)، دھوکہ دیں تو ناجائز اور گناہ ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۱ھ۔

= رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، ص: ۴۲، دارالسلام)

"والصواب: أن الواجب على كل من رأى منكراً أن ينكره إذا لم يخف على نفسه عقوبة لا قبل له بها". (شرح ابن بطال، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۰/۵۱، مكتبة الرشد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص: ۵۷۸، دارالسلام)

(۱) "ظاهر الحديث مطلق في التحذير عن مدح الفاسق، وقيل: هذا إذا مدح على وجه عام، ولو مدح بوجه خاص كالسخاوة والتواضع فجائز". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۵/۱۹۲، رشيديه)

(وكذا في شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث: ۴۸۸۶: ۴/۲۳۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "أما تعريفه، فمبادلة المال بالمال بالتراضي، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع وركنه وشرطه الخ: ۳/۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع: ۵/۴۳۰، ۴۳۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع: ۳/۲، دارالمعرفة بيروت)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مر على صبرة من =

بڑے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر فروخت کرنا

سوال[۱۱۲۷۰]: ۱...... ایک شخص یا دو چار لوگ یہ کام کرتے ہیں کہ بکرے کا گوشت فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ بڑے، یعنی بیل بھینس وغیرہ کا قیمہ بکرے کا کہہ کر فروخت کرتے ہیں اور ایسا کرنے کے باوجود وہ لوگ مال زکوۃ یا قربانی یا حج وغیرہ کرتے ہیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

۲...... دو چار لوگ وہ قیمہ تیار کرکے اپنی دکان پر رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو بکرے کا کہہ کر فروخت کریں گے، مندرجہ بالا لوگوں کو واضح کرانے کے باوجود بھی کہ آپ ایسا کرتے ہیں، تو ایسا ہوتا ہے، ان لوگوں کے بارے میں تحریر فرمایئے کہ ان کا حج، زکوۃ، قربانی وغیرہ ادا ہوگا یا نہیں؟ اور کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا حرام ہے(۱)، اس روپے سے زکوۃ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں، تو

= طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللاً، فقال: "يا صاحب الطعام! ما هذا؟" قال: أصابته السماء يا رسول الله!، فقال: "أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس"، ثم قال: "من غش فليس منا". (جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع: ۱/۲۴۵، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ...... ومن غشنا فليس منا". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من غشنا فليس منا: ۱/۷۰، قديمي)

(وكذا في الترغيب والترهيب، كتاب البيوع، الترهيب من الغش والترغيب في النصيحة في البيع وغيره: ۲/۳۵۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اية المنافق ثلاث"، وزاد مسلم: "وإن صام، وصلى، وزعم أنه مسلم" ثم اتفقا: "إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق، الفصل الأول: ۱/۱۷، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: مر على صبرة من طعام ...... ثم قال: "من غش فليس منا". (جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع: ۱/۲۴۵، قديمي) ......=

فریضہ ادا ہو جاتا ہے، جھوٹ اور دھوکہ دینے سے توبہ لازم ہے(۱)۔

۲……اگر وہ خود دھوکہ نہیں دیتے، تو ان سے خرید کر دھوکہ دینے والوں کی ذمہ داری ان پر نہیں؛ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ یہ دھوکہ دیں گے(۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۲/۴/۹۲ھ۔

چنگی کو بچالینا

سوال[۱۱۲۷۱]: اپنے شہر کی چنگی سے مال بلامحصول لے آنا یہ کیسا ہے؟ گویا یہ چنگی کی چوری ہے جب کہ مال اسی طرح بحفاظت آسکتا ہے، یہ ٹیکس کی چوری کرنا کیسا ہے؟

= "عن أبي هريرة (رضي الله تعالیٰ عنه)، أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: …… ومن غشنا فليس منا". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم من غشنا فليس منا: ۱/۷۰، قديمی)

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (روح المعاني، التحريم: ۸: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"قال الفقيه أبو الليث السمرقندي رحمه الله تعالیٰ: فينبغي للعاقل أن يتوب إلى الله في كل وقت، ولا يكون مصراً على الذنب، فإن الراجع من ذنبه لايكون مصراً، وإن عاد في اليوم سبعين مرةً …… وروى عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: والله! إني لأتوب إلى الله تعالىٰ في اليوم مائة مرة".

(تنبيه الغافلين، باب التوبة، ص: ۵۳، حقانيه پشاور)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴ قديمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تزر وازرةٌ وزر أخرى﴾ (فاطر: ۱۸)

"قوله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة﴾ أي: لا تحمل نفس اثمة ﴿وزر أخرى﴾ أي: إثم نفس أخرى بل تحمل كل نفس وزرها". (روح المعاني، فاطر: ۱۸: ۲۲/۱۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، فاطر: ۱۸: ۸/۲۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں مال کی حفاظت کی فکر ہے، وہاں عزت کی حفاظت کا بھی خیال ضروری ہے، قانونی چوری بھی کچھ کم جرم نہیں (۱)، اگر ظلماً کوئی ٹیکس لیا جائے اور اس کو ادا کر کے عزت محفوظ رہ سکے، تو یہ بھی غنیمت ہے، ٹیکس سے بچنے کی صورت میں عزت کو خطرہ میں ڈالنا نہیں چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۸/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۹/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

اچھے علاج کے حصول کے لئے حیلہ کرنا

سوال[۱۱۲۷۲]: ہمارے دفتر میں طبی سہولیات اس قسم کی دی جاتی ہیں کہ چند نامزد ڈاکٹروں کے بغیر کسی اور ڈاکٹر کا علاج نہیں کرواسکتے ہیں اور صرف چند مخصوص دوائیاں دی جاتی ہیں جو کہ ہم پر سراسر ظلم ہے، مگر جب کبھی ہم یا ہمارے گھر کے افراد بیمار پڑتے ہیں، تو کسی بڑے ڈاکٹر کو ۲۰/ روپیہ فیس دے کر علاج کروانا پڑتا ہے اور وہ بہت سے اقسام کی دوائیاں تجویز کرتے ہیں، تو ان نامزد ڈاکٹروں کو دس روپیہ دے کر رسیدات جو کہ اپنی دکان سے دیتے ہیں، ان سے ہی تصدیق کرا کے دفتر میں داخل کرنے پڑتے ہیں، وہ ایسی دوائیاں ان رسیدوں پر لکھ دیتے ہیں جس کا پیسہ ہمیں دفتر سے ملتا ہے، چاہے وہ دوائی ہم نے کھائی ہو یا نہیں۔ ہم یہ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں خرچ کیا ہوا پیسہ اس طریقہ سے واپس ملتا ہے۔

---

(۱) اگر حکومت کا حکم، حکمِ شرعی کے مخالف نہ ہو اور نہ اس میں کوئی دینی یا دنیاوی مفسدہ ہو، تو حکومت کا حکم ماننا واجب ہے۔

"(قوله: أمر السلطان إنما ينفذ) أي: يتبع ولا تجوز مخالفته ...... عن الحموي أن صاحب البحر ذكر ناقلاً عن أيمتنا: أن طاعة الإمام في غير معصية واجبة". (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة: ۵/ ۴۲۲، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه، القاعدة الخامسة، تصرف الإمام منوط بالمصلحة: ۱/ ۳۳۲، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في القواعد الفقهيه، الفن الأول، القواعد الكلية، ص: ۱۰۸، مير محمد كتب خانه)

دوسری بات یہ کہ بڑے ڈاکٹر جس کا ہم علاج کرتے ہیں، وہ رسید اور بل پر دستخط کرنے کو اپنی شان کے خلاف تصور کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ جو مذکورہ بالا طبی سہولیات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ہمیں اپنی ذات اور خاندان کے لئے ملتا ہے، جس میں خاندان کے لئے صرف سال بھر کے لئے سو روپیہ ملتا ہے، جب کہ اپنی ذات کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے، خاندان بڑا بھی ہوتا ہے کہ سال بھر میں سو روپیہ سے زائد رقم خرچ ہوتی ہے، پھر ہم کو مجبوراً وہ بھی خود اپنے نام پر ہی نکالنی پڑتی ہے۔

اب اگر ایسا نہیں کریں گے تو اپنا گزارہ کرنا آج کل کے مہنگائی کے وقت میں ناگزیر ہو جائے گا، جب کہ ہمارا کافی پیسہ دوائیوں پر صرف ہوتا ہے، شریعت کے لحاظ سے یہ طریقہ درست ہے تو ٹھیک، اگر نہیں تو اس کا کیا حل ہو سکتا ہے اور نہیں تو دوائیوں پر صرف کیا ہوا پیسہ کیسے واپس ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قانونی طور پر آپ کا حق ہے اور ظلماً وہ حق دبایا جاتا ہے اور اس کے وصول کرنے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں، تو آپ کو اپنا حق وصول کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۱۴۰۰ھ۔

ٹیکس سے بچنے کے لئے دو حساب رکھنا

سوال[۱۱۲۷۳]: ہماری دکان کے دو حساب رہتے ہیں، ایک صحیح، ایک غلط، پہلا اپنے پاس رکھا جاتا ہے اور دوسرا سرکار کو دیا جاتا ہے، تو کیا جائز ہے؟ کہ جب یہ سب غیر شرعی ٹیکسوں سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے، جو سرکار کی طرف سے عائد ہوتے ہیں، عام طور پر دکان دار اس طرح حساب رکھتے ہیں، اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟

---

(۱) "الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر، أو جلباً لنفع، وهو حرام على الأخذ فقط". (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: في الكلام على الرشوة الخ: ۵/۳۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/۴۴۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب لحادى عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹ حرام ہے(۱)، ظلم سے تحفظ کے لئے جائز تدبیر کرنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۹۵ھ۔



(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: أكبر الكبائر الإشراك بالله، وقتل النفس، وعقوق الوالدين، وقول الزور، أو قال: وشهادة الزور". (صحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله، ومن أحياها: ۲/ ۱۰۱۵، قديمي)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: ذكر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الكبائر، أو سئل عن الكبائر، فقال: الشرك بالله، وقتل النفس، وعقوق الوالدين، وقال: ألا أنبئكم بأكبر الكبائر، قال: قول الزور، أو وقال: شهادة الزور، قال شعبة وأكبر ظني أنه شهادة الزور". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها: ۱/ ۶۴، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ص: ۱۷، قديمي)

(۲) "الحيل جمع حيلة: وهي ما يتوصل به إلى مقصود بطريق خفي، وهي عند العلماء على أقسام بحسب الحامل عليها ..... وإن توصل بها بطريق مباح إلى سلامة من وقوع في مكروه فهي مستحبة أو مباحة". (فتح الباري، كتاب الحيل: ۱۲/ ۴۰۴، قديمي)

"قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: الكذب مباح لإحياء حقه، ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۷، سعيد)

"﴿فقال إني سقيم﴾ (الصافات: ۸۹) وقال الضحاك: معنى "سقيم" سأسقم سقم الموت؛ لأن من كتب عليه الموت يسقم في الغالب ثم يموت، وهذا تورية وتعريض؛ كما قال للملك لما سأله عن سارة: هي أختي". (أحكام القرآن للجصاص، الجزء الخامس عشر: ۸/ ۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني، الأنبياء: ۶۳: ۱۷/ ۶۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۷، سعيد)

الفصل الثاني في الغيبة والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

غیبت کی چند صورتوں کا حکم

سوال [۱۱۲۷۴]: غیبت کی چند صورتیں یہ ہیں: مظلوم اپنے ظالم کے ظلم کو بیان کرے، لوگوں کو نقصان سے بچانے کے لئے اس قسم کی باتیں کہنا کہ مثلاً: فلاں مَرد کے پیغامِ نکاح کو منظور نہ کرنا، کیونکہ شرابی ہے یا جواری ہے۔ فلاں تاجر سے سودا مت خریدنا، کیونکہ فریبی ہے کم تولتا ہے۔ یا فلاں کو قرض مت دینا، کیونکہ نادہندہ ہے۔ یا فلاں طبیب سے علاج مت کرانا، کیونکہ نیم حکیم ہے، سند یافتہ نہیں ہے۔ یا فلاں کاریگر سے کام مت کرانا کیونکہ اناڑی ہے۔ فلاں پیر سے مرید مت ہونا کیونکہ بدعتی ہے۔ احقر سمجھتا ہے کہ یہ سب صورتیں جائز بلکہ دوسروں کو نقصان سے بچانے والی ہیں۔

الف...... خیال میرا درست ہے یا نہیں؟

ب...... کھلم کھلا گناہ کرنے والے اور بدعتی کے گناہ اور بدعت کو بلاضرورت بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... اس کے کھلے گناہ یا بدعت کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کا ذکر کرنا منع ہے یا نہیں؟

د...... گناہ بدعت اور عیوب کے علاوہ اس کے دیگر اذکار میں اس کی آبرو کا لحاظ نہ کرنا، مثلاً: بجائے اس کے کہ وہ گھڑی سازی کرتے ہیں، یوں کہنا کہ گھڑی ساز ہے اور آئے تھے کے بجائے ''آیا تھا'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا خیال صحیح ہے، مگر قدرِ ضرورت سے تجاوز نہ کیا جائے، اگر کہیں بغیر بیان عیب نقصان ومضرت سے تحفظ ہو سکے مثلاً: اتنی بات کافی ہو جائے کہ فلاں پیغامِ نکاح کو منظور کرنا اچھا نہیں، تو پھر اس کے شرابی جواری وغیرہ ہونے کی صراحت بھی نہ کی جائے، ضرورت پیش آئے تو کم سے کم بیان پر کفایت کی جائے، یہی

حال دیگراُمور کا ہے(۱)۔

ب...... بدعتوں اور گناہوں کی قباحت و مذمت تو صاف صاف بیان کی جائے، مگر جہاں ضرورت ہو، بلاضرورت بجائے اس کے سنتوں اور اطاعتوں کے فضائل ومناقب بیان کئے جائے، جہاں تک ہو سکے گنہ گار اور بدعات کے مرتکب کا نام نہ لیا جائے (۲)۔

ج...... اس کی وجہ سے جن عیوب میں دوسروں کے مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو، اُن عیوب کی مذمت کی جائے، مگر یہ کہہ کرنہیں کہ فلاں شخص میں یہ عیوب ہیں (۳)۔

د...... محض آبروریزی کے لئے ایسا ہرگز نہ کیا جائے (۴)۔

’’آپ کی نصیحت سرآنکھوں پر، جی خوش ہوا، ایسے آدمی کم ہیں جو اس طرح خیر خواہی سے نصیحت کریں، ضوابط کام کی سہولت کے لئے ہی بنائے جاتے ہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ بعض سوال کا جواب بہت مختصراً ’’ہاں‘‘ یا ’’نہیں‘‘ میں چلتا ہے، بعض کا جواب تفصیل طلب ہوتا ہے، جس میں دیرلگتی ہے، اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے دفتر اہتمام سے مراجعت فرمائیں‘‘ (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۹ھ۔

(۱-۴) "اعلم أن المرخص في ذكر مساوي الغير هو غرض صحيح في الفرح لا يمكن التوصل إليه إلا به، فيدفع ذلک إثم الغيبة ...... **الأول**: التظلم ...... **الثاني**: الاستعانة على تغيير المنكر ورد العاصي إلى منهج الصلاح ...... إنما إباحة هذا بالقصد الصحيح، فإن لم يكن ذلک هو المقصود كان حراماً ...... الرابع: تحذير المسلم من الشر، فإذا رأيت فقيها يتردد إلى مبتدع، أو فاسق، وخفت أن تتعدى إليه بدعته وفسقه، فلک أن تكشف له بدعته، وفسقه مهما كان لک الخوف عليه من سراية البدعة، والفسق لا غيره، وذلک موضع الغرور إذ قد يكون الحسد هو الباعث ...... فإن علم أنه يترک التزويج بمجرد قوله: لا تصلح لک فهو الواجب، وفيه الكفاية، وإن علم أنه لايتزجر إلا بالتصريح بعينه، فله أن يصرح به". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۵/۱۸۰، رشيديه)

(وكذا في إحياء العلوم، كتاب آفات اللسان: ۳/۱۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۵) جواب کے اس حصے کا تعلق بظاہر مستفتی کے کسی ایسے شکوے سے معلوم ہوتا ہے جو مذکورہ سوال میں مذکور نہیں، ممکن ہے کہ کسی الگ رقعہ پر لکھا ہو یا زبانی عرض کیا گیا ہو۔ (از مرتب)۔

جب کوئی عالم خلافِ سنت میں مبتلا ہو، تو کیا کیا جائے؟

سوال[۱۱۲۷۵]: اگر کوئی شخص دیکھنے میں بہت ہی نیک ہو، ان کے اخلاق اچھے ہوں، ان کی علمی صلاحیت بھی اچھی ہو، اچھے عالم میں شمار ہوتے ہوں، مگر ان کا فعل سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہو، ایسے شخص کو تنبیہاً سنت کی طرف توجہ دلانا درست ہے یا نہیں؟ خلافِ سنت پر ان کو ٹوکنا بتانا کہ یہ خلافِ اسلام کام ہے، جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ ان کو اچھی طرح ان باتوں کا علم ہے، شریعت کا کیا حکم ہے؟

ایسے شخص کے بارے میں کسی دوسرے کے سامنے یہ کہنا کہ فلاں شخص کو ہم نے سنت کے خلاف کام کرتے دیکھا، ایسا ان کو نہ کرنا چاہیے کیونکہ عوام الناس پر برا اثر پڑے گا کہ جب ایسے مولوی حضرات کا یہ فعل ہے، تو ہم جاہلوں کا کیا ہوگا؟ یہ گفتگو کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ اس کے بارے میں دو آدمی کے ساتھ حجت ہوگئی ہے، ایک آدمی کا کہنا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں، دوسرے کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص حدیث نبوی، سنت کے خلاف کام کرتا ہے، تو اس کے بارے میں کہنا درست ہے، شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص سے خلافِ سنت کام ہوتے ہوں اور وہ عالم صالح ہو، اس سے خلافِ سنت کاموں کے متعلق دریافت کرلیا جائے کہ فلاں کام سنت کے موافق ہے یا خلاف ہے، انشاء اللہ اپنے علم اور اصلاح کی وجہ سے جلد ہی خلافِ سنت چیز ترک کردیں گے، لیکن اپنی مجالس کا مشغلہ نہ بنایا جائے کہ فلاں شخص سنت کے خلاف کام کرتا ہے، یہ طریقہ غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/ ۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا يغتب بعضكم بعضا أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا فكرهتموه﴾ (الحجرات: ۱۲)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: أتدرون ما الغيبة قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: إن كان فيه ماتقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه فقد بهته". (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الغيبة: ۲/۳۲۲، سعيد)

(ومشكاة المصابيح، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص: ۴۱۵، قديمي)

کسی کوضرر سے بچانے کے لئے دوسرے کے عیب کوظاہر کرنا

سوال[۱۱۲۷۶]: ایک پرچہ جس کا عنوان تھا ''ہر مسلمان کورات دن اس طرح رہنا چاہیے'' اور جس کومنجانب حضرت حکیم الامت تھانوی شائع کیا گیا تھا، اس میں ص: ۳۰ پر یہ لکھا ہے کہ ''کسی کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپا ڈالو، البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو''۔ اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عبارت کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کوضرر پہنچانا چاہتا ہے تو ضرر رساں کے ضرر سے دوسرے شخص کو مطلع کردیا جائے، تاکہ وہ اس کے ضرر سے محفوظ رہے(۱) اور محض ذلیل کرنے کے لئے کسی کے عیب کو کھولنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۹/ ۸۸ھ۔



(۱) "اعلم أن المرخص في ذكر مساوي الغير هو غرض صحيح في الفرح لايمكن التوصل إليه إلا به، فيدفع ذلك إثم الغيبة، وهي ستة أمور: ..... الرابع: تحذير المسلم من الشر". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة: ۵/ ۱۷۹، ۱۸۰، رشيديه)

(وكذا في إحياء العلوم، كتاب آفات اللسان، بيان الأعذار المرخصة للغيبة: ۳/ ۱۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث في نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

زمین دوسرے کو دینے کا وعدہ کرکے انکار کرنا

سوال[۱۱۲۷۷]: ایک سرکاری زمین پر دو آدمی جھونپڑیوں میں رہتے تھے، سرکار نے یہ جگہ لے کر دوسری جگہ دی، جس پر پیسہ بھی لیا، ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے لینے سے انکار کردیا، کہ مجھ سے پیسہ نہیں دیا جائے گا۔ تو دوسرے نے کہا، میں لے لیتا ہوں تجھے کوئی اعتراض نہ ہوتو اور میں ہی پیسہ ادا کروں گا۔ دوسرے نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں، تو لے لے۔ اس پر دوسرے شخص نے پھر کہا کہ چونکہ زمین تیری بھی ہوگی، اس لئے کہیں ایسا نہ ہو، بعد میں اپنی بات سے پھر جائے، اس نے کہا نہیں، ایسا نہ ہوگا، یہ ایمانداری ہے، اس پر اس شخص نے اس کے نام سے لکھوا کر زمین لے لی اور خود اسی کے پاس چھوڑ دی، جس پر ایک طرف اس کی جھونپڑی ہے، دوسری طرف مالک کے بھانجے کی جھونپڑی ہے۔

اب جب یہ پلاٹ فروخت ہونے لگا، تو اس شخص کے دل میں بے ایمانی آ گئی اور وہ اپنے اقرار سے پھر گیا اور اس پلاٹ کو دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں کیا اپنے حق کے لئے اس سے لڑا جائے یا اس کے عوض آخرت میں نیکی ملنے کا خیال رہے؟

عبدالکریم بہشتی مردہگان تھانہ بھون مظفرنگر

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اس نے پہلے اقرار کرلیا تھا کہ ”یہ ایمان داری ہے میں نہیں لوں گا“ اور روپیہ کا بھی ذمہ دار ہونے سے انکار کرکے دوسرے آدمی سے کہہ دیا تھا کہ تو ہی خرید لے اور یہ معاملہ طے ہونے کے بعد اس کے نام سے وہ پلاٹ خریدا گیا، تو وہ یقیناً اسی شخص کا ہے، جس نے قیمت کی ذمہ داری لی ہے(۱)، پھر اس نے احسان کیا کہ جس کے نام سے خریدا ہے، اسے رہنے دیا، پھر اب اس کا لالچ میں آکر اپنے اقرار سے انکار کرنا اور اس

(۱) ”وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري، وفي الثمن للبائع، إذا كان البيع باتاً“. (حاشية =

پلاٹ کو اپنا کہنا، وعدہ خلافی اور گناہ ہے (۱)۔

مالک کو حق ہے کہ جس تدبیر سے ممکن ہو اس کا قبضہ کرے (۲)، لیکن اگر وہ تبرع اور احسان کرکے درگزر کرے اور اس کا قبضہ نہ ہٹائے، بلکہ اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اسی کو دے دے، تو یہ مکارم اخلاق کے عین مطابق ہے اور ایسا کرنے پر حدیث پاک میں بڑی بشارت آئی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۶ھ۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفر لہ، ۱۳/۱/۸۶ھ۔

= الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع: ۳/۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع الخ: ۳/۲، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة: ۴/۵۰۴، سعيد)

(۱) "عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها، إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة النفاق: ۱/۱۰، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب علامات النفاق، ص: ۱۷، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق: ۱/۵۶، قديمي)

(۲) "غصب أرضاً وزرعها ونبت فلصاحبها أن يأخذ الأرض، ويأمر الغاصب بقلع الزرع تفريغاً لملكه". (البحر الرائق، كتاب الغصب: ۸/۲۰۲، رشيديه)

"ولو غصب ساحة وبنى فيها لا ينقطع حق المالك، وكان له أن يأخذها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الغصب، الباب الثاني في أحكام المغصوب إذا تغير بعمل الغاصب أو غيره: ۵/۱۲۴، ۱۲۵، رشيديه)

"وحكمه الإثم لمن علم أنه مال الغير ورد العين قائمة والغرم هالكة ....". (الدر المختار، كتاب الغصب: ۶/۱۷۹، سعيد)

(۳) "عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أنا زعيم ببيت في ربض الجنة لمن ترك المراء، وإن كان محقاً، وببيت في وسط الجنة لمن ترك الكذب، وإن كان مازحاً، وببيت في أعلى الجنة لمن حسن خُلقه". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في حسن الخُلق: ۲/۳۱۳، إمداديه)

(وكذا في رياض الصالحين، باب حسن الخلق، ص: ۲۷۰، دار السلام)

(وكذا في كنز العمال، كتاب الأخلاق، قسم الأقوال، الجزء الثالث: ۳/۲۵۶، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل الرابع في ترك الموالات
(قطعِ تعلق کا بیان)

جو شخص غلط فتویٰ دے اس سے تعلق رکھنا

سوال[۱۱۲۷۸]: احقر ۸۰ء میں دارالافتاء کا طالب علم تھا، اس زمانے میں سب حضرات کو معلوم ہے کہ حضرت مفتی مہدی حسن صاحب اور نائب مفتی ہندوستان میں ربوا کے متعلق گنجائش بتلاتے تھے اور بینک وغیرہ کی شکلیں جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو، جائز بتلاتے تھے، اس سلسلے میں ایک مفصل فتویٰ حضرت مفتی صاحب نے لکھا تھا، ۸۰ء کے رجسٹر میں درج ہے۔

اسی زمانے میں ایک استفتاء ربوا کے متعلق بھی آیا تھا، میں نے حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جواب لکھا تھا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کاٹ دیا تھا، اس بناء پر جو لوگ مسئلہ پوچھتے تھے، میں مفتی صاحب والی بات نقل کر دیا کرتا تھا، کہ گنجائش بتلاتے ہیں، اس بناء پر بعض لوگ اس قسم کا معاملہ کر چکے تھے، کاروباری موقع پر جب ضرورت ہوتی تو بعض روپیہ لے لیتے تھے، کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے قطع تعلق کیوں نہیں کر لیتے ہیں تو میں نے ان سے اکابر کے فتویٰ مختلف ہونے کے بارے میں کہا اور کہا کہ جب یہ عمل بعض اکابر کے فتویٰ کی بناء پر ہے تو ان کی تفسیق نہ کی جائے گی، ایسی صورت میں شدت بھی نہ برتوں گا کہ ان سے قطع تعلق کروں، اس پر انہوں نے کہا کہ یہ مولویانہ تاویل ہے، تو ایسی صورت میں قطع تعلق کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقصد اصلاح ہے، اگر تعلق وملاطفت سے اصلاح متوقع ہے تو ترکِ تعلق نہ کیا جائے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ترکِ تعلق سے طبیعت میں ضد پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ شر وفساد ہوتا ہے، کبھی ترکِ تعلق مفید ہوتا

ہے اس لئے معاملہ سہل ہے (۱)۔ مگر صرف تعلق پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ آہستہ آہستہ اصلاح بھی لازم ہے، ورنہ یہ تعلق مداہنت بن کر رہ جائے گا، جو لوگ اصل حال بتا کر اپنے معتقد سے دیانت داری سے فتویٰ لیتے ہیں وہ تو انشاء اللہ نفع میں رہیں گے۔

جو اہلِ علم ایک فتویٰ کو دلائل کی روشنی میں صحیح نہیں سمجھتے، اس کو اس فتویٰ پر عمل کرنا درست نہیں، اس لئے کہ وہ خود اہلِ علم ہے اور جب کوئی اسی سے پوچھے کہ یہ فتویٰ صحیح ہے تو کہہ دے کہ صحیح نہیں، دوسروں کے لئے اختلافی مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرنا بھی مناسب نہیں، اپنے لئے احوط کو اختیار کرنا اورع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۹/ ۸۸ھ۔

غیر حاضری کی بناء پر برادری سے خارج کرنا

سوال [۱۱۲۷۹]: گاؤں کی ایک برادرانہ پنچایت میں جھگڑے کے اندیشہ سے منصرف حاضر نہیں ہوا، تو گاؤں نے اس کی غیر حاضری کی بناء پر برادری سے خارج کردیا۔ کیا اس کا یہ اخراج شریعت کی رو سے درست ہے؟ منصرف کسی خطا اور جرم کی بناء پر مطلوب بھی نہ تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا جرم کے برادری سے خارج کرنے کا حق نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) "أراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز؛ لأن عموم النهي مخصوص لمن لم يكن لهجره سبب مشروع. فتبين هنا السبب المشروع للهجر، وهو لمن صدرت منه معصية، فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها". (فتح الباري، كتاب الأدب، باب مايجوز من الهجران لمن عصى: ۱۰/ ۶۰۹، قديمى)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب الأدب، باب مايجوز من الهجران: ۹/ ۲۷۲، مكتبة الرشد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب مايتهي عنه من التهاجر: ۸/ ۷۵۸، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الرحم شجنة من الرحمن، فقال: من وصلك وصلته، ومن قطعك قطعته". (رواه البخاري، كتاب الأدب، باب من=

چھوٹی بڑی باتوں کی وجہ سے قطع تعلق کرنا

سوال[۱۱۲۸۰]: آپس میں چھوٹی باتوں کو پکڑ کر برادری سے بائیکاٹ کر دیتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی باتیں تو زیادہ گرفت کے قابل نہیں ہوتی (۱)، لیکن کسی بات کے متعلق یہ تجویز کرنا کہ یہ شریعت کی نظر میں بڑی ہے یا چھوٹی ہے؟ ہر ایک کے بس میں نہیں، اس کو ماہرین اور حدود شرع سے واقف حضرات ہی سمجھتے ہیں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۲/۱۸ھ۔

= وصل وصله الله، ص: ۱۰۴۸، دار السلام)

"(قوله: وصلة الرحم واجبة) نقل القرطبي في تفسيره: اتفاق الأمة على وجوب صلتها وحرمة قطعها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۱/۶، سعيد)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب البر والصلة، رقم الحديث: ۴۹۲۰: ۲۰۴/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا، ولا تجسسوا، ولا تناجشوا، ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن التحاسد: ۸۹۶/۲، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن: ۳۱۶/۲، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الظن: ۳۳۱/۲، رحمانيه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ (النحل: ۴۳)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "قتلوه، قتلهم الله ألا سألوا إذا لم يعلموا، فإنما شفاء العي السؤال......". (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب في الجروح يتيمم: ۶۰/۱، رحمانيه)

مسلمان کا بائیکاٹ کرنا

سوال[۱۱۲۸۱]: مسلمانوں میں آپس میں ایک دوسرے سے بغیر کسی عذر شرعی کے بائیکاٹ کردینا کیسا ہے؟ اور بائیکاٹ کرنے والوں پر کفارہ آتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمانوں میں آپس میں اتفاق اور میل ملاپ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، بلاوجہ شرعی بائیکاٹ کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف ہے، اس سے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کبائر میں مبتلا رشتہ داروں کے ساتھ تعلق

سوال[۱۱۲۸۲]: اعزاء واقرباء میں جو لوگ علی الاعلان کبائر میں مبتلا ہوں، تو ان لوگوں سے ترک تعلق ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ اعزہ غیر محرم ہوں، تو کیا حکم ہے؟ کیونکہ وہ تو غیر کے حکم میں ہیں اور اگر ساتھ

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، فمن هجر فوق ثلاث، فمات دخل النار". رواه أحمد وأبوداود. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، رقم الحديث: ۵۰۳۵: ۲/۲۲۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا، ولا تجسسوا، ولا تناجشوا، ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخواناً". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه التهاجر، رقم الحديث: ۵۰۲۸: ۲/۲۲۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"والمعنى أنتم مستوون في كونكم عبيدالله، وملتكم واحدة، والتحاسد، والتباغض، والتقاطع منافية لحالكم، فالواجب أن تعاملوا معاملة الإخوة، والمعاشرة في المودة، والمعاونة على البر، والنصيحة بكل حسنة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عن التهاجر: ۹/۲۳۳، رشيديه)

ساتھ وہی مبتلاء کبائر ہوں، اہلِ دین کا مذاق اڑاتے ہوں، یا بے وقوف وذلیل سمجھتے ہوں، یا وہ خود اہلِ دین سے اجتناب رکھتے ہوں، محض دین دار ہونے کی وجہ سے تو اہلِ دین کو کیا کرنا چاہیے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حسنِ اخلاق ومروت سے متاثر ہوکر کبائر کو ترک کردیں، یا ان کو فہمائش کا موقع ہے، جس سے نفع کی امید ہوتو ان سے تعلق باقی رکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے، اگر ترکِ تعلق سے اصلاح کی توقع ہو یا تعلق کی وجہ سے خود مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، تو تعلق ترک کردیا جائے، دعا بہر حال کرتے رہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۹۴ھ۔

اہلِ محلّہ کا کسی مسلمان کی تجہیز وتکفین سے بائیکاٹ کرنا

سوال[۱۱۲۸۴]: مسمی زید کے باپ کا چند معمولی باتوں پر بائیکاٹ کردیا تھا، جب باپ کا انتقال ہوگیا، تو جماعت نے فیصلہ سنادیا کہ جو شخص جنازہ میں شریک ہوگا اسے مناسب سزادی جائے گی، مردہ نہلانے کا تختہ اور چارپائی، سب منع کردی گئی، حتی کہ امام مسجد کو نماز پڑھانے سے روکا گیا، درزی کو کفن سینے سے منع کرایا گیا، مسلمان دکان دار کو کفن بیچنے سے منع کردیا گیا، مجبوراً گھر کے کواڑ پر تختہ بنا کر نہلایا اور دوسرے گاؤں کے لوگوں نے جنازہ پڑھا اور اٹھایا۔ سوال یہ ہے کہ اس جماعت کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کی یہ کارروائی سخت ترین ظلم اور ناانصافی ہے، میت ہوجانے پر پرائے دشمن بھی آکر ہمدردی کرتے ہیں اور اس وقت بغض وعداوت کا اثر نہیں لیتے (۲)، امام، درزی، پارچہ فروش وغیرہ کسی کے ذمہ اس

---

(۱) "وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد، وصلة مايفسد عليه دينه، أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته، وبعده "ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب ماينهى عنه من التهاجر، الفصل الأول: ۹/۲۳۰، رشيديه)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لايحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، فيلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۲/۸۸۷، قديمي) .... =

ظالمانہ جماعت کے حکم کا ماننا لازم نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں (۱)، جماعت اپنی خیر چاہتی ہے تو اپنے فیصلہ پر نادم ہوکر توبہ کرے اور معافی مانگے، ورنہ خدائے قہار کی پکڑ کی منتظر رہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔



= "قوله: "ولا يحل لمسلم ..... فيه التصريح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أيام، وهذا فيمن لم يجن على الدين جناية". (عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ماينهى من التحاسد الخ: ۱۳۷/۲۲، مكتبه منيرية، بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الأدب، باب ماينهى من التهاجر والتقاطع الخ، ص: ۴۲۷، قديمى)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب ماينهى عنه من التهاجر الخ: ۷۵۸/۸، رشيديه)

(۱) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ..... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (صحيح مسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۱۲۵/۲، قديمى)

"فقام عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه، فلقيه بين الناس فقال: تذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله" ..... (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۰۱۳۰: ۵۹/۶، ۶۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(كذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۹۹۰۳: ۷۲۸۶/۱۲، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز مكة)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ (التحريم: ۸)

"قال الفقيه أبو الليث السمرقندي رحمه الله تعالىٰ: فينبغي للعاقل أن يتوب إلى الله في كل وقت، ولا يكون مصراً على الذنب ..... وروي عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: والله إني لأتوب إلى الله تعالىٰ في اليوم مائة مرة". (تنبيه الغافلين، باب التوبة، ص: ۵۳، حقانيه پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور ..... سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (روح المعاني: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الخامس في إيذاء المسلم

(مسلمان کو اذیت پہنچانے کا بیان)

اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا

سوال[۱۱۲۸۴]: اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے کو بڑا سمجھنا تکبر ہے جو کہ حرام ہے(۱)، جس کو اپنا امام یا امیر بنالیا ہے، جائز کاموں میں اس کی مخالفت کرنا نہیں چاہیے(۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۶/۲۳ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تصعّر خدّک للناس ولا تمش في الأرض مرحا إن الله لايحب كل مختال فخور﴾ (لقمان: ۱۸)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالیٰ: "﴿ولا تصعّر خدّک للناس﴾ أي: لا تمله عنهم، ولا تولهم صفحة وجهک كما يفعله المتكبرون ...... ﴿مرحاً﴾ أي: فرحا وبطرا ...... ﴿إن الله لايحب كل مختال فخور﴾ ...... والمختال من الخيلاء، وهو التبختر في المشي كبراً، قال الراغب: التكبر عن تخيل فضيلة تراء ت للإنسان من نفسه". (روح المعاني، لقمان: ۱۸: ۹۰/۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عبدالله رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لا يدخل النار أحد في قلبه مثقال حبة خردل من إيمان، ولا يدخل الجنة أحد في قلبه مثقال حبة خردل من كبرياء". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه: ۶۵/۱، قديمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾ (النساء: ۵۹)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من أطاعني فقد أطاع الله، ومن يعصني فقد عصی الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني، ومن يعص الأمير فقد عصاني". =

کسی مستند عالم کو برا کہنا

سوال[۱۱۲۸۵]: کسی مستند عالم پر لعن طعن کرنا اور اس سے بغض رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک بغض کی وجہ مدلل سامنے نہ ہو، تو اس کے متعلق کیا کہا جائے، اگر بغض کی شرعی وجہ موجود نہیں تو بغض رکھنا حرام ہے، اگر شرعی وجہ موجود ہو، تو بغض رکھنا واجب ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۲/۳/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۹۲/۳/۲۲ھ۔

مسلمان یتیموں کو پریشان کرنا

سوال[۱۱۲۸۶]: مسلمان یتیموں کو طرح طرح سے پریشان کرنے والے مسلمان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

= (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء الخ: ۱۲۴/۲، سعيد)

(وصحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب يقاتل من وراء الإمام ويتقى به: ۴۱۵/۱، قديمي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿لا تجد قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخر يوآدون من حاد الله ورسوله﴾ (المجادلة: ۲۲)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لأبي ذر: "يا أباذر! أي عرى الإيمان أوثق؟" قال: الله ورسوله أعلم، قال: "الموالاة في الله، والحب في الله، والبغض في الله" رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الحب في الله ومن الله، الفصل الثاني: ۴۱۹/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"وحقيقة التباغض أن يقع بين اثنين، وقد يطلق إذا كان من أحدهما، والمذموم منه ماكان في غير الله تعالىٰ، فإنه واجب فيه، ويثاب فاعله لتعظيم حق الله تعالىٰ". (فتح الباري، كتاب الأدب، باب ماينهى من التحاسد والتدابر: ۵۹۴/۱۰، قديمي)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ماينهى من التحاسد والتدابر: ۲۱۴/۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا وبال دنیا میں بھی پڑے گا اور آخرت میں بھی سخت سزا ملے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

اپنی نالی سے دوسرے کو اذیت دینا

سوال [۱۱۲۸۷]: زید کے مکان میں سے عمرو کی ایک نالی قریب یک صد سال سے گزر کر آتی تھی اور اس نالی سے زید کو اس وقت تکلیف ہے، یہ نالی اس وقت دوسری طرف کو بھی پھیرائی جاسکتی ہے، جس سے زید کی موجودہ تکلیف دور ہوجائے گی اور عمرو کا کوئی نقصان نہ ہوگا، تو آیا عمرو کو قضاءً مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی نالی کو دوسری طرف کو نکال لے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ نالی مجبوراً اس طرف رکھی گئی تھی اور اب وہ مجبوری نہیں رہی اور اس نالی سے زید کو تکلیف اور اذیت ہے، تو اب وہاں سے ہٹا کر دوسری طرف منتقل کردی جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمىٰ ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ (النساء: ۱۰)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "اجتنبوا السبع الموبقات ..... وأكل مال اليتيم ....." متفق عليه. (مشكاة المصابيح، باب الكبائر: ۱/۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"روي: أنها نزلت في رجل من غطفان، يقال له: مرثد بن زيد ولي مال ابن أخيه، وهو يتيم صغير، فأكله فأنزل الله فيه هذه الآية ..... حدثنا النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم عن ليلة أسري به، قال: "رأيت قوماً لهم مشافر كمشافر الإبل، وقد وكل بهم من يأخذ بمشافرهم، ثم يجعل في أفواههم صخراً من نار يخرج من أسافلهم فقلت: يا جبرئيل، من هؤلاء؟ قال: هم الذين يأكلون أموال اليتامىٰ ظلماً". فدل الكتاب والسنة على أن أكل مال اليتيم من الكبائر". (أحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۱۰: ۳/۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد) =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

مدرسہ کے مدرس کو نوکر کہنا

سوال[۱۱۲۸۸]: کیا کسی دینی مکتب ومدرسہ کے مدرس کو مزدور یا نوکر یا ملازم کہہ سکتے ہیں؟ اور اگر کوئی کہتا ہے تو وہ کیسا ہے؟ اور کیا یہ مثال دے سکتے ہیں؟ ''مزدور خوش کن کند کار بیش'' وہ مثال دینے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی معلم ومدرس کا منصب بہت باعزت اور اعلیٰ منصب ہے، ایسے شخص کو مزدور یا نوکر کہنا اس کی توہین وتحقیر ہے(۱)، معلم ومدرس کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے منصب کے لحاظ سے باوقار اور مستغنی ہو کر رہے کہ اس کا مقصد خدمت دین ہے، نہ کہ تحصیل زر اور نوکری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔



= ''ترک الإیذاء واجب''. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الحج: ۲/۴۹۴، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الإحرام: ۲/۲۶۲، عباس أحمد الباز مکة)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإیمان﴾ (الحجرات: ۱۱)

''قال الإمام القرطبي: أن کل مایکرهه الإنسان إذا نودي به فلا یجوز لأجل الأذیة''. (الجامع لأحکام القرآن، الحجرات: ۱۱: ۸/۲۱۱، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

''قال النووي: اتفق العلماء علی تحریم تلقیب الإنسان بما یکره''. (تفسیر روح المعاني: ۲۶/۱۵۴، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

''من أبغض عالماً من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر''. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، ومنها مایتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، رشیدیه)

باب المعاصي والتوبة

(گناہ اور توبہ کا بیان)

کسی کا راستہ اور پانی بند کرنا

سوال[۱۱۲۸۹]: جو شخص پانی بند کردے اور راستے بند کریں تو اس بارے میں کیا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی مستحق کا پانی اور راستہ بند کردینا ظلم ہے، جس کا وبال سخت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ۔

گالی کے بدلے گالی

سوال[۱۱۲۹۰]: برائی کا بدلہ برائی ہے، تو گالی کے بدلہ گالی جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الظلم ظلمات يوم القيامة". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۴۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن أبي موسىٰ رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله ليملي للظالم حتى إذا أخذه لم يفلته". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۴۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"للمضطر أخذه قهراً وقتاله، فإن قتل رب الماء فهدر". (الدر المختار). "الأولىٰ أن يقاتله بغير سلاح؛ لأنه ارتكب معصية (حيث منع الماء) فكان كالتعزير". (رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۴۶، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

جس لفظ پر حد لازم نہیں ہوتی ہو، بدلے میں ایسے لفظ کی گنجائش ہے، لیکن معاف کردینا اعلیٰ مقام ہے(۱)۔

﴿وأن تعفوا أقرب للتقوى﴾(۲)۔

بدی را بدی سهل باشد جزاء اگر مردی احسن الی من اساء

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

نکاح کی عملی صورت سمجھانے پر ایک استاذ کا دوسرے کو گالی دینا

سوال[۱۱۲۹۱]: ایک لڑکے نے (استاد سے) سوال کیا نکاح کے متعلق، آپ ہم لوگوں کو سمجھا دیجئے، تب استاذ نے اس کو سمجھا دیا، لڑکے نے کہا کہ ہم سمجھے نہیں، آدمی جس طرح نکاح کرتا ہے، اس طرح ہم کو سمجھا دیجئے، تب استاذ صاحب نے مثال کے طور پر ایک لڑکے کو دلہا اور دوسرے کو دلہن بنایا، ایک لڑکے کو وکیل اور دو گواہ بنا کر جس طرح آدمی شادی کرتا ہے، اسی طرح لڑکوں کو سمجھا رہا تھا، تب دوسرا ایک استاذ اس کی یہ حرکت دیکھ کر کے ننگا گالی گلوچ بھی دیا، یعنی اس طرح جو اس نے اس طرح شادی کر کے مسئلہ بتایا ہے، کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ دوسرے آدمی نے جو اس کو گالی دی اس کو گالی دینا جائز ہے؟

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها﴾ (البقرة: ۴۰)

"قال ابن أبي نجيح: إنه محمول على المقابلة في الجراح، وإذا قال: أخزاه الله، أو لعنه الله أن يقول مثله، ولا يقابل القذف بقذف، ولا الكذب بكذب". (أحكام القرآن للقرطبي، الشورى: ۲۸/۱۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"ولو قال: يا ولد الزنا، أو قال: يا ابن الزنا! وأمه محصنة، حد؛ لأنه قذفها بالزنا". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف: ۱۶۲/۲، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۴۲/۷، سعيد)

(۲) (البقرة: ۲۳۸)

الجواب حامداً ومصلیاً:

استاذ کو اس کا تجزیہ کرا کر سمجھانے کی ضرورت نہیں، بلکہ جواب میں کہہ دینا چاہیے کہ بڑے ہو کر جب نکاح کا وقت آئے گا یہ سب سمجھ لوگے، گالی دینا منع ہے۔

"سباب المسلم فسوق" (الحديث)(۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۶/۸۵ھ۔

فتنہ وفساد پیدا کرنے والے کا حکم

سوال[۱۱۲۹۲]: جو مسلمان حق وانصاف کا دامن چھوڑ دے، فتنہ وفساد پیدا کرے، دیکھنے میں پرہیز گار وشرعی نظر آوے، وہ کیسا شخص ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتنہ وفساد پیدا کرنے اور حق وانصاف کے خلاف کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

زنا حق العبد ہے یا حق اللہ؟

سوال[۱۱۲۹۳]: ایک عالم زنا کو حق العبد بتاتے ہیں، دوسرے نہیں بتاتے، کس کا قول درست ہے؟

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۱، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سباب المسلم فسوق ......: ۵۸/۱، قديمى)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان، والغيبة، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قديمى)

(۲) "عن أوس بن شرحبيل، أنه سمع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: 'من مشى مع ظالم ليقويه وهو يعلم أنه ظالم، فقد خرج من الإسلام". (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الظلم: ۲۳۶/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الأحكام، من ادعى ماليس له وخاصم فيه، ص: ۱۶۷، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتح المبین (۱) میں لکھا ہے جس عورت کا شوہر موجود ہو، اس سے زنا کرنا حق العبد بھی ہے، حق اللہ ہونا تو ظاہر ہے، لہٰذا دونوں عالموں کا قول صحیح ہے، ایسا شخص حق اللہ اور حق العبد ہر دو کا ضائع کرنے والا ہے (۲)۔

گالی دینے والے کی نماز روزہ کا حکم

سوال [۱۱۲۹۴]: زید صوم وصلوۃ کا پابند ہے، لیکن گالی ہر وقت منہ سے جاری رہتی ہے، کیا اس قبیح خصلت والے کی نماز روزہ میں قباحت آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خصلت قبیحہ کے باوجود نماز روزہ جو کچھ بھی شرعی طریقہ پر ادا کیا جائے، وہ ادا ہو جائے گا (۳)،

---

(۱) لم أجده هذا الكتاب

(۲) "قال عبدالله: قال رجل: يا رسول الله! أي الذنب أكبر عندالله؟ ..... ثم أي؟ قال: أن تزاني حليلة جارك ......".

"قال النووي: ومعنى تزاني أي: تزني بها برضاها، وذلك يتضمن الزنا، وإفسادها على زوجها، واستمالة قلبها إلى الزاني، وذلك أفحش". (صحيح مسلم مع شرحه للنووي، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب وبيان أعظمها بعده: ۱/۶۳، قديمي)

"ومسلم: (حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة أمهاتهم، مامن رجل من القاعدين يخلف رجلاً من المجاهدين في أهله فيخونه فيهم إلا وقف له يوم القيامة فيأخذ من حسناته ماشاء حتى يرضى، ثم التفت إلينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: فماظنكم؟" ورواه أبوداود إلا أنه قال فيه: (إلا نصب له يوم القيامة، فقيل هذا خلفك في أهلك فخذ من حسناته ما شئت)". ..... وعلم من ذلك أيضاً أن الزنا له مراتب: فهو بأجنبية لا زوج لها عظيم، وأعظم منه بأجنبية لها زوج، وأعظم منه بمحرم .....". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الثامنة والخمسون بعد الثلاثمائة: الزنا أعاذنا الله منه ومن غيره بمنه وكرمه: ۲/۲۲۴، ۲۲۶، دارالفكر)

(۳) "اتفق جمهور العلماء على أن الصائم لا يفطره السب، والشتم، والغيبة، وإن مأموراً أن ينزه صيامه عن اللفظ القبيح". (شرح ابن بطال، كتاب الصوم، باب هل يقول إني صائم إذا شتم: ۴/۲۴، مكتبة الرشد) =

اس خصلت کی قباحت حدیث شریف میں ہے:

"سباب المسلم فسوق" (متفق عليه مشكوة: ٢/٤١١)(١).

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

شراب وجوا

سوال [۱۱۲۹۵]: ہمارے محلہ کے چندلوگوں نے ایک کمیٹی بنائی کہ شراب وجوا ودیگرخرافات سے سب کوروکیں گے، مگر کمیٹی کے بعض ممبران حضرات خودان قبیح برائیوں میں مبتلا ہیں، امام محلہ اس کمیٹی کے صدر ہیں، اس سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اہلِ محلہ نے اس مقصد کے لئے یہ ممبران مقرر کئے ہیں کہ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کی جائے تو شراب پینا بھی تو خرابی حالات سے ہے، اس کی بھی انشاء اللہ اصلاح کی جائے گی اور شراب وجوا سے ان حضرات کو بھی روکا جائے گا۔

جب یہ ممبر دوسروں کو ناجائز باتوں سے روکیں گے تو کیا ان کو خود احساس نہیں ہوگا؟ یا ان کے سامنے

= "الأداء تسليم عين الثابت بالأمر ...... والمراد بالثابت بالأمر ما علم ثبوته بالأمر".

(ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۳، سعيد)

"الأداء المحض إن كان مستجمعاً لجميع الأوصاف المشروعة فأداء كامل". (نسمات الأسحار شرح شرح المنار، مبحث: الأداء أنواع، ص: ۳۸، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۸، رشيديه)

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان والشتم: ۲/۴۱۱، قديمى)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله: ۱/۱۲، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سباب المسلم فسوق: ۱/۵۸، قديمى)

خود ان کا معاملہ پیش نہیں کیا جائے گا کہ ان کی بھی اصلاح ضروری ہے، اس مقصد کے پیش نظر اگر امام صاحب کو صدر تجویز کردیا گیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ خیر کی امید ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

خدااور رسول کے حکم کے خلاف کرنے والے کا حکم

سوال[۱۱۲۹۶]: جوکوئی شریعت کے خلاف کوئی حکم کرے اور خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرے، وہ شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وہ نافرمان ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

وقال الله تعالىٰ: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

"عن حذيفة رضي الله تعالىٰ عنه، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "والذي نفسي بيده لتأمرون بالمعروف، ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عذاباً من عنده، ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم" رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني: ۴۳۸/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾ (الأحزاب: ۳۶)

"فيه الدلالة على أن أوامر الله تعالىٰ وأوامر رسوله على الوجوب ..... "ومن يعص الله ورسوله" في نسق ذكر الأوامر يدل على ذلك أيضاً، وأن تارك الأمر عاصٍ لله تعالىٰ ولرسوله". (أحكام القرآن للجصاص، الأحزاب: ۴۷۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت) .... =

خدااوررسول کے حکم کے خلاف حکم کرنے کا کسی کوحق نہیں

سوال[۱۱۲۹۷]: کسی شخص کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے سے دین میں کچھ کہے اور حکم لگائے ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حکمِ شرعی کے خلاف اپنی رائے سے دین میں حکم لگانے کا کسی کوحق نہیں اور اس کا ایسا حکم بالکل قابلِ قبول نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خدااوررسول کے خلاف کہنے کا کسی کوحق نہیں

سوال[۱۱۲۹۸]: کسی بھی شخص کوخدااوررسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کسی بات کاحکم کرنے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ہرگزحق نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى" قيل: ومن أبى؟ قال: "من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى" رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: "خدااوررسول کے حکم کے خلاف کرنے والے کاحکم"۔

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبينا﴾ (الأحزاب: ۳۶)

"فيه الدلالة على أن أوامر الله تعالىٰ وأوامر رسوله على الوجوب ..... "ومن يعص الله ورسوله" في نسق ذكر الأوامر يدل على ذلك أيضاً، وأن تارك الأمر عاصٍ لله تعالىٰ ولرسوله". (أحكام القرآن للجصاص، الأحزاب: ۳/۴۷۱، دارالكتب العلمية بيروت) .... =

زبردستی زنا

سوال[۱۱۲۹۹]: تقریباً ایک سال ماہ جولائی میں میرے شوہر کے ایک دور کے رشتہ دار بھائی میرے گھر اچانک رات کے وقت آئے کہ میری بس چھوٹ گئی، لہٰذا میں ایک رات یہاں بسر کرنا چاہتا ہوں، اس رات میرے شوہر باہر کسی کام سے گئے ہوئے تھے، اسی رات میرے شوہر کے رشتہ دار نے میرے ساتھ جبراً زنا کیا، میری مزاحمت کے باوجود انہوں نے چاقو دکھا کر مجھ پر حملہ کردیا، اس کے بعد مجھ کو مسلسل دھمکیاں بھی دیتا رہا کہ میں یہ کسی پر ظاہر نہ کروں اور اکثر میرے شوہر کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آتا رہا۔

ابھی حال میں ۱۹/ جون کو وہ میرے شوہر کی عدم موجودگی میں آیا اور میرے ہاتھ پکڑ لئے، دن کا وقت تھا، اتفاق سے میرے شوہر دفتر سے جلد آگئے، انہوں نے یہ سب دیکھ لیا اور مجھ سے پوچھ تاچھ کی، مجھے یہ سب کچھ بتانا پڑا، میں نے گڑگڑا کر معافی مانگی انہوں نے یہ کہہ کر معاف کردیا کہ ''میں نے معاف کیا، میرے اللہ نے معاف کیا''، مگر ان کے دل میں خلش باقی ہے اور مجھ سے کٹے کٹے رہتے ہیں، میرا بھی دل ملامت کرتا ہے کہ یہ کام میری مرضی کے خلاف ہوا ہے اور میں اس کو سارے سال ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں کہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ جبر وتشدد کیا گیا، لیکن جب اس کے بعد بار بار یہ نوبت آئی تو اس میں جبر وتشدد نہیں ہوا اور شوہر کو اطلاع بھی نہیں کی گئی، علاوہ ازیں جب کہ وہ نامحرم ہے تو شوہر کی عدم موجودگی میں اس کا مکان میں داخل کرنا اور شب باشی کی اجازت دینا بھی غلط ہے اور موجبِ فتنہ ہے۔

اب تازہ غسل کر کے دو رکعت نماز توبہ پڑھ کر استغفار میں دیر تک مشغول رہیں، اس تصور کے تحت جیسے کسی نجس کپڑے کو دھونے کے لئے پانی کی دھار ڈالی جائے، صابن لگا کر اس کو ملا جائے، آہستہ آہستہ اس کی نجاست دور ہوتی ہے اور میل چھوٹتا ہے، اسی طرح اللہ کے سامنے سچی دلی ندامت کے ساتھ استغفار کی برکت

= ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى'' قيل: ومن أبى؟ قال: ''من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى'' رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔اس کا پکا عہد کیا جائے کہ اگر مجھے آگ میں بھی ڈال دیا جائے،تب بھی اس کام کی نوبت نہیں آئے گی،آگ میں گرنا پسند ہوگا،اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے (۱)۔شوہر نے معاف کردیا،یہ حوصلہ کا کام ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۵/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

قوم میں تفرقہ ڈلوانا

سوال[۱۱۳۰۰]: قوم میں تفرقہ ڈلوانا،جھوٹ ڈلوانا اورنئی شرع قائم کرنا اورتوا یجاد باتیں اور جھوٹ بہتان واتہام لگانا کیسا ہے؟اورایسا کام کرنے والاشخص کون ہوسکتا ہے؟جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسانی اغراض (مال واقتدار کی خاطر) پھوٹ ڈلوانا کبیرہ گناہ ہے(۲)،حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مقابلے میں نئی شریعت ایجاد کرنا رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت کرنا ہے(۳)،جھوٹ(۴)،بہتان(۵) حرام ہے۔مسلمان کو ایسے کاموں کے پاس بھی نہیں جانا

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة ثم يتوبون من قريب فأولئك يتوب الله عليهم وكان الله عليما حكيماً﴾ (النساء: ۱۷)

"وفي الشريعة: هي الندم على المعصية مع عزم أن لا يعود إليها إذا قدر عليها ...... قد نصوا على أن أركان التوبة ثلاثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في الاستقبال ...... فتوبته أن يندم على تفريطه أولاً، ثم يعزم على أن لا يعود أبداً". (شرح الفقه الأكبر، التوبة وشرائطها، ص: ۱۵۸، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، التحريم: ۲۸/ ۲۹۰، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

"هو أمر بالاجتماع، ونهي عن الفرقة، وأكده بقوله: ولا تفرقوا معناه التفرق عن دين الله الذي أمروا جميعاً بلزومه والاجتماع عليه". (أحكام القرآن للجصاص، آل عمران: ۲/ ۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للقرطبي: ۴/ ۱۰۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". متفق عليه. =

چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

ایک امیر کے حالات

سوال [۱۱۳۰۱]: ایک شخص دینی جماعت کا امیر ہوکر مندرجہ ذیل امور کا مرتکب ہے:

۱- حکام کو رشوت پہنچانے میں اپنے لڑکے کے ذریعہ سے معاون ہے اور رشوت کی رقم کو اپنے پاس رکھا اور سب کچھ ان کے علم وایماء سے ہوا۔

= (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وصحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، ص: ۷۶۲، دارلسلام)

(وسنن ابن ماجة، كتاب السنة، باب تعظيم رسول الله، ص: ۳، دارالسلام)

(۴) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والكذب وإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار ......". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۲/۴۱۲، قديمي)

"والكذب الحرام". (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲/۵۵۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۴۲۷، سعيد)

(۵) "أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم قال: "ذكرك أخاك بما يكره". قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: "إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهته". (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، ص: ۱۱۳۲، دارالسلام)

"إن قلت مالم يكن في أخيك فهو بهتان لا غيبة، والبهتان كذب عظيم". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۵/۱۷۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۴۱۰، سعيد)

۲- ایک شخص کی رقم ان کی وجہ سے ان کے لڑکے کو دی گئی، مگر عدالت نے کسی قانونی نکتہ کی وجہ سے ان کو بری کردیا اور لڑکے پر رقم کی ڈگری ہوگئی، اب اس کا پروانہ گرفتاری جاری ہے، تو اس نے عدالت سے دیوالیہ ہوکر وہ رقم بچالی، لڑکا اور وہ ساتھ رہتے ہیں اور اس رقم سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہنوز وہ رقم ان کے ذمہ ہے اور دینے کی کوئی نیت نہیں ہے۔

۳- راشن کارڈ میں جعلی یونٹ بڑھوائے ہیں، جس کی وجہ سے حکومت سے دھوکہ دے کر غلط طریقہ سے غلہ حاصل کیا گیا۔

۴- جماعت کے احباب میں اگر اختلاف ہو، تو بجائے اس کو رفع کرانے کے اس کو خوب ہوا دیتے ہیں اور وہ گروہ بناتے ہیں، جن سے وہ ذاتی مالی نفع حاصل کرتے ہیں ان کی عزت کرتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کی تذلیل تحقیر کرتے ہیں اور عام مجمعوں میں ذلیل کرتے ہیں۔

۵- غیبت بھی کرتے ہیں اور بعض مرتبہ جھوٹ بولنا بھی ان سے ثابت ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے نوبت فساد تک پہنچ جاتی ہے، جو لوگ فساد کو رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہوجاتے ہیں۔

۶- مدرسوں اور خانقاہوں کی عام تقریروں میں مذمت کرتے اور کہتے ہیں کہ مولویں اور جھولی والوں میں کیا فرق ہے، مسئلہ تملیک کا بارہا استہزا اڑاتے دیکھا گیا ہے، ایک عالم دین کو جب اپنی خواہشات کا ساتھ دیتے نہ دیکھا تو ان کو بھی غلط کار قرار دیا اور اس کا خوب پروپیگنڈہ کیا، خانقاہوں اور مدارس دینیہ کے خلاف ان کی تقریریں اور صوفیاء کے طریقہ ذکر کے استخفاف کے بڑے بڑے علماء شاہد ہیں اور ابھی تک اس عمل فسق پر توبہ کا کوئی اعلان نہیں ہے۔

۷- اور جماعتی بھائی کاروبار کرنا چاہتے تھے، ایک ان میں سے کہتے تھے کہ میں اتنے ہزار روپیہ لگا دوں گا اور اس پر کچھ فیصدی نفع لوں گا، نقصان کا ہرگز ذمہ دار نہیں، جناب امیر صاحب نے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا کوئی حرج نہیں، جب کہ آپ علم دین سے بالکل نابلد ہیں، ویسے دنیاوی تعلیم کے اعتبار سے بی اے ہیں، کیا اس قسم کی امیر کی اطاعت جائز ہے یا نہیں؟ یا ایسے امیر کو بدل کر کسی ایسے امیر کو جو کہ عالم ہو، حرام وحلال سے واقف ہو، اس کو منتخب کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس دینی جماعت کے ان امیر صاحب کے متعلق جو سوال میں درج ہیں، ان میں کوئی امر بھی ایسا نہیں جس کا جواب اور حکم کسی کو معلوم نہیں، تھوڑے علم والا، بلکہ بے علم سادہ لوح بھی ان کی قباحت کو جانتا ہے، معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں (۱)۔

۱- کیا اس جماعت کا کوئی دستور اساسی ہے جس میں امیر کی شرائط مذکور ہیں کہ جس میں یہ شرائط موجود ہوں گی، وہ امیر ہو سکے گا؟ اور کیا امارت کے لئے انتخاب عام ہوتا ہے یا کچھ خصوصی اہل الرائے حضرات چن لیتے ہیں؟

۲- مدت کا تعین ہے، مثلاً: تین سال یا پانچ سال، نیز امیر کو معزول کرنے کے لئے دستور میں کیا شرائط ہیں؟

۳- معزول کرنے کا حق کس کو دیا گیا ہے، مجلس مشاورت کو یا عوام کو؟ الحاصل دستور اساسی میں دفعات مذکورہ بالا کا جواب دیکھ کر مسئلہ بہت سہولت سے حل ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۲/۱۳۸۹ھ۔

زنا بالجبر کو منع نہ کرنے کی صورت میں کون لوگ گنہ گار ہیں؟

سوال [۱۱۳۰۲]: عبدالمتین اپنے سالے کی بیوی کو بھگا کر اپنے گھر لے گیا، مگر ان کے خسر یا سالے وغیرہ کوئی اعتراض نہیں کرتے، برابر اس کی خاطر تواضع داماد جیسی ہی کیا کرتے ہیں۔ عبدالمتین کے خسر کے گھر والے بھی کھاتے پیتے ہیں، لہٰذا اس زنا بالجبر کے کتنے لوگ گنہ گار ہیں؟ صاف تحریر فرمائیں۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف". متفق علیه. (مشکاة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲/۳، ۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وصحیح البخاري، کتاب أخبار الآحاد، رقم الحدیث: ۷۲۵۷، ص: ۱۲۴۹، دار السلام)

(وکذا في رد المحتار، باب العیدین، مطلب تجب طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة: ۲/۱۷۲، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

زنا کرنے کا گنہ گار تو زانی ہی ہے، اگر اس کی کسی نے اس میں مدد کی ہے، تو مدد کا گنہ گار وہ بھی ہے (۱)، جو شخص اس کے فعل سے ناخوش ہے، خوش ہونے کا گنہ گار وہ بھی ہے (۲)، جو شخص اس سے روک سکتا ہے، مگر روکتا نہیں ہے، تو نہ روکنے کا گنہ گار وہ بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۸/۹۴ھ۔

ظالم سے انتقام

سوال [۱۱۳۰۳]: بستی میں ایک صاحب گاؤں کے امیر اور سردار ہیں، عوام اس کے ظلم سے ازحد

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أعان على خصومة بظلم، أو يعين على ظلم لم يزل في سخط الله حتى ينزع". (سنن ابن ماجة، كتاب الأحكام، من ادعى ماليس له وخاصم فيه، ص: ١٦٧، قديمي)

"من أعان على معصية الله تعالىٰ فهو شريك في إثمها بقدر سعيه وعمله". (شرح ابن بطال، كتاب البيوع، باب آكل الربا وشاهده وكاتبه: ۶/۲۱۷، مكتبة الرشد)

(۲) "عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "إنه يستعمل عليكم أمراء، فتعرفون، وتنكرون فمن كره، فقد برئ، ومن أنكر فقد سلم، ولكن من رضي، وتابع". (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء: ۲/۱۲۸، قديمي)

"وفيه دليل على أن من عجز عن إزالة المنكر لا يأثم بمجرد السكوت، بل إنما يأثم بالرضا به".

(شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء: ۲/۱۲۸، قديمي)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۳/۶۲، قديمي)

(۳) "يجب إنكار المنكر، لكن شرطه أن لا يلحق المنكر بلاء لاقبل له به من قتل ونحوه". (فتح الباري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۳/۶۲، قديمي)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۰/۵۰، مكتبة الرشد)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء: ۲/۱۲۸، قديمي)

پریشان ہیں، کیونکہ ظلم حد سے بڑھ چکا ہے، شرابی بھی ہے، بلاوجہ ماردھاڑ کرنا، کچھ لوگوں کے گھر لٹوانے اور آگ لگوانے کی سازش کرتا ہے، ایسی حالت میں ایسے ظالم سے بچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، ایک خون بھی کر چکا ہے، جو غالباً کسی دوسرے پروگرام میں تھے کہ اچانک گولی داغ دی اور ایک لڑکی مرگئی، زنا کاری میں مبتلا ہیں، اگر ان کے ساتھ کوئی جانی کارروائی کی جائے، تو کیا خداوند کریم کے یہاں گرفت ہوگی؟ فقط۔

محمد اشفاق مدرسہ ہتھورا باندہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظالم سخت گنہگار ہے اور مستحق سزا ہے، ہر مظلوم کو انتقام کا حق ہے (۱)، مگر قانون اپنے ہاتھ میں نہ لیں اس سے پوری احتیاط کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۵ھ۔

گالی کی معافی اور ازخود قوم کا سردار بننا

سوال [۱۱۳۰۴]: کوئی شخص قوم کو بیٹی کی گالی دے اور قوم سے معافی مانگ لے، تو اس کو معاف کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور قوم کا سردار بننا کیسا ہے؟

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الظلم ظلمات يوم القيامة" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۲۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن أبي موسىٰ رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله ليملي للظالم حتى إذا أخذه لم يفلته" ...... متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۲۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه أخذ سناً، فجاء صاحبه يتقاضاه فقالوا له، فقال: "إن لصاحب الحق مقالاً". (صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها، باب من أهدي له هدية، ص: ۴۲۲، دار السلام)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گالی دینا غلط طریقہ ہے(۱)، اگر کسی نے غصہ میں آکر گالی دے دی، پھر نادم ہوکر معافی مانگتا ہے، تو معاف کردینا چاہیے(۲)۔

ازخود قوم کا سردار بننے کی خواہش وکوشش کرنا غلط ہے(۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۲۰ھ۔

سخت گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا

سوال[۱۱۳۰۵]: جو شخص شراب پیتا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی شان میں گستاخانہ لفظ استعمال کرتا ہے اور دین کی معلومات سے ناآشنا ہے اور دینی باتوں کو ٹھٹھا اور کھیل سمجھتا ہے، نمازی

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۱۹۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله، ص: ۱۱، دار السلام)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سباب المسلم فسوق، ۴۸، دار السلام)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأن تعفوا أقرب للتقوى﴾ (البقرة: ۲۳۷)

"عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من اعتذر إلى أخيه فلم يعذره، أو لم يقبل عذره كان عليه مثل خطيئة صاحب مكس". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر، الفصل الثالث: ۲۲۵/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ابتغى القضاء، وسأل فيه شفعاء، وكل إلى نفسه. ومن أكره عليه أنزل الله عليه ملكاً يسدده". (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة، باب العمل في القضاء، الفصل الثاني: ۱۴/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"إن النفس مائلة إلى حب الرياسة، وطالب الترفع على الناس، فمن منعها سلم من هذه الآفات. ومن اتبع هواها، وسأل القضاء هلك، فلا سبيل إلى الشروع فيه إلا بالإكراه". (التعليق الصبيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب العمل في القضاء: ۲۷۸/۴، رشيديه)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأحكام، باب ذكر القضاء، ص: ۳۳۰، دار السلام)

آدمی کو بے ایمان خیال کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ پریشان حال رکھتے ہیں، گھریلو اختلافات اور روپیہ کی لالچ کی وجہ سے اپنی بیوی کو ایک سال سے نہیں بلاتا ہے اور باپ کو چاقو دکھلا کر قتل کی دھمکی دیتا ہے، اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا شخص بھی سخت گنہگار ہے اور سوئے خاتمہ کا قوی اندیشہ ہے، اللہ پاک رحم فرماوے کافر اس کو بھی نہ کہا جائے گا کہ کفر کا حکم آخری حکم ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

کسی بزرگ سے سوءِ ظن

سوال[۱۱۳۰۲]: اگر کسی بزرگ سے عقیدہ نہ ہو بلکہ سوءِ ظن ہو، تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سوچے کہ میں بھی اللہ سے رحمت اور مغفرت کا طالب ہوں، بغیر اس کے بیڑا پار نہیں ہوسکتا۔ ان بزرگ پر رحمت ہوجائے تو کون روک سکتا ہے، وہ نجات پاجائیں گے، لیکن ان کے ساتھ سوءِ ظن کا جرم مجھ پر باقی رہے گا، جب تک وہ معاف نہیں کریں گے، میری بخشش نہیں ہوگی، اس لئے اس سوءِ ظن کو ختم کردینا چاہیے، اگر یہ سوءِ ظن بے محل اور خلافِ واقعہ ہے تو بہت بڑا وبال ہے، سوءِ ظن میں عامۃً زبان پر قابو نہیں رہتا اور ان کے فیض سے محرومی تو یقینی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۳ھ۔

---

(۱) "والكبيرة لاتخرج العبد المؤمن من الإيمان، ولا تدخله الكفر". (شرح العقائد النسفية، مبحث الكبيرة، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، قديمي)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، الكبيرة لاتخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۷۱، ۷۲، قديمي)

(وكذا في شرح العقيدة الطحاوية للميداني، مبحث الكبيرة، ص: ۱۰۲، زمزم)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنو اجتنبوا كثيراً من الظن وإن بعض الظن إثم﴾ (الحجرات: ۱۲) =

خنزیر کھالیا تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۳۰۷]: محترم مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ مواننہ کے قریب ایک گاؤں ہے، ایک شخص نے خنزیر کھالیا ہے، نہ معلوم کہ اس نے یہ جان بوجھ کر کھایا ہے یا بھول سے کھایا ہے، اس آدمی کے بارے میں مذہب اسلام کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید مجدہ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خنزیر نجس العین اور بالکل حرام ہے، جس نے کھایا، حرام کھایا(۱)، اگر جان کر کھایا تو بہت سخت گناہ کیا، توبہ واستغفار لازم ہے، مگر اسلام سے خارج نہ ہوا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۱/۱/۲۰ھ۔

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب: ﴿يا أيها الذين امنو اجتنبوا كثيراً من الظن.....﴾ الخ، رقم الحديث: ۶۰۶۶، ص: ۱۰۵۹، دار السلام)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الظن، رقم الحديث: ۴۹۱۷: ۴/۳۶۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ (البقرة: ۱۷۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قل لا أجد فيما أوحي إليّ محرما على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة أو دما مسفوحا أو لحم خنزير فإنه رجس﴾ (الأنعام: ۱۴۵)

"وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيديه)

"(ولحم الخنزير وسائر أجزائه) هذه الأشياء نجاستها معلومة في الدين بالضرورة لا خلاف فيها". (الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله لايغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء﴾ (النساء: ۴۸) =

یتیموں کے مال میں بے جا تصرف کرنے والے کی سزا

سوال[۱۱۳۰۸]: یتیموں کا مال کھانے والے پر یتیموں کو اجاڑنے والے پر اوران یتیموں کو اپنا حق حاصل کرنے میں دقتیں پیدا کرنے والے پر خدا اوراس کے پیارے نبی کا کیا حکم ہے؟ جب کہ یتیموں کو لا وطن کردیا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو خدا کے قہر سے ڈرنا چاہیے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۶ھ۔

یتیموں کا مال غصب کرنے والے کا حکم

سوال[۱۱۳۰۹]: جولوگ یتیموں کا مال غصب کرنے والے کی مدد کریں، یا خود اس آڑ میں کچھ حاصل کرنا چاہیں، یا ناجائز دباؤ ان یتیموں پر ڈال کر ان کی ملکیت مسجد یا مدرسہ میں یا خود لینا چاہیں، تو وہ کیسا مسلمان ہے؟

= "مع الاتفاق على أن مرتكب الكبيرة لا يخرج من الإيمان، بل هو في مشيئة الله إن شاء عذبه، وإن شاء عفا عنه". (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، مبحث الكبيرة، ص: ۳۲۳، قديمى)

"الكبيرة لاتخرج العبد المؤمن من الإيمان لبقاء التصديق الذي هو حقيقة الإيمان". (شرح العقائد النسفية، مبحث الكبيرة، : ص ۱۰۸، ۱۰۹، قديمى)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمىٰ ظلماً إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا﴾ (النساء: ۱۰)

"قوله تعالىٰ: ﴿إنما يأكلون في بطونهم ناراً﴾ روي عن السُدي: "أن لهب النار يخرج من فمه ومسامعه، وأنفه، وعينيه يوم القيامة، يعرفه كل من رأه أنه اكل مال اليتيم"، وقيل: إنه كالمثل لأنهم يصيرون به إلى جهنم فتمتلي بالنار أجوافهم". (أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۱۵: ۲/ ۹۳، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا کرنے والے سب گنہ گار ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

یتیموں کا مال مسجد اور مدرسہ میں دینا

سوال [۱۱۲۱۰]: مسجد ومدرسہ کے نام پر یتیموں کی ملکیت مسجد ومدرسہ میں لینے کے لئے طرح طرح کی سازش کرنا اور اس میں عیب جوئی کرنا اور غیر انسانی حرکت کرنا کیسا فعل ہے؟ جو لوگ اس حرکت میں شامل ہوں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلا وجہ شرعی نہ مسجد میں لینے کا حق ہے، نہ مدرسہ میں (۲)۔ ظالم کی مدد کرنا ظلم بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمىٰ ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ (النساء: ۱۰)

"قوله تعالىٰ: ﴿إنما يأكلون في بطونهم ناراً﴾ روي عن السدي: "أن لهب النار يخرج من فمه ومسامعه، وأنفه، وعينيه يوم القيامة، يعرفه كل من رآه أنه أكل مال اليتيم"، وقيل: إنه كالمثل لأنهم يصيرون به إلى جهنم فتمتلي بالنار أجوافهم". (أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۱۵: ۲/۹۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۳/۱۲۵، رشيديه)

(۳) "عن أوس بن شرحبيل رضي الله تعالىٰ عنه، أنه سمع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من مشى مع ظالم ليقويه، وهو يعلم أنه ظالم، فقد خرج من الإسلام". (مشكاة المصابيح، كتاب =

یتیموں کا مال ناحق کھانا

سوال[۱۱۳۱۱]: یتیموں کا مال خرد برد کرنے والے کے بارے میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنے والے ظالم اور سخت گنہ گار ہیں، دوسروں کا مال ناحق کھانے والے اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۶ھ۔

زنا کے معاف کرانے کا طریقہ

سوال[۱۱۳۱۲]: ''کلو'' نے ''ملو'' کی بیوی سے زنا کیا، ''ملو'' کو کچھ خبر نہیں، مگر ''کلو'' اس کو خبر کرنا چاہتا ہے اور اس سے معافی کا طالب بھی ہے، اب عورت بھی توبہ کرتی ہے، تو اب ''کلو'' کس طرح ''ملو'' سے معاف کرائے یا کس طرح ''ملو'' کا حق ادا کرے؟

= الآداب، باب الظلم، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۵۱۳۵: ۲/ ۲۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث: ۵۲۷۷: ۶/ ۱۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ (النساء: ۱۰)

''عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ''اجتنبوا السبع الموبقات ..... وأكل مال اليتيم .....'' متفق عليه. (مشكاة المصابيح، باب الكبائر: ۱/ ۲۱، دار الكتب العلمية بيروت)

''روي: أنها نزلت في رجل من غطفان، يقال له: مرثد بن زيد ولي مال ابن أخيه وهو يتيم صغير، فأكله فأنزل الله فيه هذه الآية ..... حدثنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن ليلة أسري به، قال: ''رأيت قوماً لهم مشافر كمشافر الإبل، وقد وكل بهم من يأخذ بمشافرهم، ثم يجعل في أفواههم صخراً من نار يخرج من أسافلهم فقلت: يا جبرئيل من هؤلاء؟ قال: هم الذين يأكلون أموال اليتامى ظلماً''. فدل الكتاب والسنة على أن أكل مال اليتيم من الكبائر''. (أحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۱۰: ۳/ ۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح معافی مانگ لے کہ میں نے جوتمہارے حقوق لئے یا ضائع کئے خواہ تم کوان کا علم ہو یا نہ ہو، اللہ کے واسطے معاف کردو، شوہر معاف کردے، بس انشاء اللہ کافی ہے(۱)۔ اللہ پاک سے مستقل معافی مانگے اور سچے دل سے نادم ہوکر پختہ توبہ کرے اور آئندہ اس سے بالکل تعلق نہ رکھے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۶ھ۔

توبہ کی تعریف

سوال[۱۱۳۱۴]: گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور نماز روزہ چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے، پھر قضاء کے کیا معنیٰ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی کے ذمہ سرکاری محصول یا کسی اور کا روپیہ واجب الاداء ہو، جس کی ادائیگی کی تاریخ متعین ہو اور وہ وقت پر ادا نہ کرے، جو کہ جرم ہے، جس کی پاداش میں مقدمہ قائم ہو اور وہ معافی مانگ لے کہ میں نے وقت پر ادا نہیں کیا، معافی چاہتا ہوں، تو حاصل صرف اتنا ہے کہ وقت پر ادا نہ کرنے کو یعنی دیر ہوجانے کو معاف کردیا

---

(۱) "ظاهره أن لاتكفي البراءة العامة، لكن ينبغي أن يستثني منه ما إذا كان يترتب على البيان إيذاء لا يطاق". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، الحظر والإباحة: ۴/۲۰۵، دار المعرفة بيروت)

"رجل قال لآخر حللني من كل حق هو لك ففعل فأبرأه، إن كان صاحب الحق عالماً به برئ حكماً بالإجماع، وأما ديانة، فعند محمد رحمه الله تعالىٰ: لايبرأ، وعند أبي يوسف: يبرأ، وعليه الفتوىٰ". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القارئ، التوبة وشرائطها، ص: ۱۵۹، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۴۱۱، سعيد)

(۲) "قد نصوا على أن أركان التوبة ثلاثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في الاستقبال". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القارئ، التوبة وشرائطها، ص: ۱۵۸، قديمي)

(وكذا في حاشية النووي على صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب نقصان الإيمان بالمعاصي: ۱/۵۵، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، التحريم: ۲۸/۲۰۹، رشيديه)

جائے، مگر اس کی وجہ سے نفس روپیہ معاف نہیں ہو جاتا، وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا۔

اسی طرح نماز کا معاملہ سمجھئے کہ توبہ سے تاخیرِ ادا معاف ہوگی، یہ کبیرہ گناہ ہے، نفس نماز ساقط نہیں ہوگی، یا پھر اس طرح سمجھئے کہ بغیر قضاء نماز پڑھے تو بہ ادا ہی نہیں ہوئی، توبہ اسی وقت ہوگی، جب تاخیر پر ندامت ہو اور قضاء نماز پڑھ لے، توبہ صرف الفاظ کا نام نہیں، کہ یا اللہ میری توبہ ہے۔

"سئل عن علي عن التوبة، فقال: "يجمعها ستة أشياء: على الماضي من الذنوب الندامة، وللفرائض الإعادة، ورد المظالم، واستحلال الخصوم، وأن تعزم على أن لا تعود، وأن تربي نفسك في طاعة الله تعالى اهـ".

(بيضاوي: ۳۵۷/۵، مطبوعه دار الفكر)(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

حرمت کے حکم سے پہلے صحابہ مکلّف نہیں تھے

سوال[۱۱۲۱۴]: کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم مسلمان بنے تو سارا مال چھوڑا تھا، اسی طرح جب ہم نے توبہ کی تو کیا ہم مال چھوڑیں گے، چاہے کسی ناجائز طریقہ سے ہی کیوں نہ آیا ہو، کیا یہ صحیح ہے، اگر صحیح نہیں ہے تو صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلام لانے اور حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے وہ مکلّف نہیں تھے، آج جو مسلمان ہیں، وہ مکلّف ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (تفسير أنوار التنزيل المعروف بالبيضاوي، التحريم: ۸: ۳/۳۷۳، كتب خانه رحيميه ديوبند)

"فقال الأعرابي ما التوبة؟ قال علي كرم الله وجهه: يجمعها ستة أشياء: على الماضي من الذنوب الندامة، وللفرائض الإعادة، ورد المظالم، واستحلال ....". (روح المعاني، التحريم: ۸: ۲۸/۲۹۰، رشيديه)

(وكذا في تفسير الكشاف، التحريم: ۴/۵۷۳، قديمي)

اپنے فعل کی تہمت خدا پر لگانا

سوال[۱۱۳۱۵]: ظلم وستم لوٹ مار تو انسان کرے، تہمت خدا پر لگائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے ظلم اور گناہ کو خدا کی طرف منسوب کر کے جان نہیں بچے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

مسلمانوں کو سور کا گوشت دھوکہ سے بیچنا

سوال[۱۱۳۱۶]: یہاں پر ایک واقعہ نہایت دردناک رونما ہوا، واقعہ یوں ہوا کہ ایک محلّہ دیپا سرائے ہے، جس کی آبادی مکمل مسلم ہے، وہاں پر دیگر محلّہ کے مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک فروخت کیا، اچانک ۳۱/ جولائی کو یہ راز فاش ہوگیا اور اس کو پولیس کے حوالہ کردیا گیا، اب آپ سے گزارش ہے کہ آپ شریعت محمدی کی رو سے اس کی سزا کے بارے میں تحریر کریں اور جن لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا، ان کے بارے میں کیا طریقہ کفارہ ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن مسلمانوں نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا اور بات واقعۃً صحیح ثابت ہے تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے اور مسلمانوں کا بھی مجرم ہے، اگر شرعی حکومت ہوتو اس کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو، جن لوگوں نے بے خبری میں ایسے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿من عمل صالحا فلنفسه، ومن أساء فعليها﴾ (حم السجدة: ۴۶)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالیٰ: ﴿فلنفسه﴾ فلنفسه يعمله، أو فلنفسه نفعه لا لغيره، ﴿ومن أساء فعليها﴾ ضره لا على الغير". (روح المعاني، حم السجدة: ۴۶: ۲۴/ ۱۳۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/ ۱۰۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

گوشت کوکھایا، وہ استغفار کریں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۸/ ۹۴ھ۔



---

(۱) ''قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ..... من غش فلیس مني''. (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا، ص: ۵۸، دار السلام)

''(سقاسما حتی مات ..... وإن دفعه له في شربة فشربه ومات) منه (فكالأول)؛ لأنه شرب منه باختیاره إلا أن الدفع خدعة فلا یلزم إلا التعزیر والاستغفار''. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجنایات، مبحث شریف: ۶/ ۵۴۲، سعید)

(ومشكاة المصابیح، كتاب البیوع، باب المنهي عنه من البیوع: ۱/ ۵۲۹، دار الكتب العلمیة بیروت)

باب أحكام الزوجين

(میاں بیوی کے حقوق کا بیان)

شوہر کی اجازت کے بغیر ماں کے گھر جانا

سوال[۱۱۳۱۷]: میرا لڑکا عبدالجبار ایک ماہ سے باہر گیا ہوا ہے، اس کی زوجہ بغیر میری اجازت کے اپنی والدہ کے گھر چلی گئی ہے، جب کہ میں نے کہا کہ شوہر سے اجازت لے لو پھر جانا، مگر وہ باز نہیں آئی اور اس کی ماں ہی لے گئی، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر شوہر کی اجازت کے نہیں جانا چاہیے تھا(۱)، لڑکی نے بھی غلطی کی اور والدہ نے بھی غلطی کی، شوہر کے مکان پر واپس آکر معافی مانگنا لازم ہے، جب تک واپس نہیں آئے گی، نان ونفقہ شوہر سے پانے کی حق دار نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۸/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "ولها السفر والخروج من بيت زوجها ...... لزيارة أبويها". (الدرالمختار). "(قوله: أو لزيارة أبويها) سيأتي في باب النفقات عن الاختيار تقييده بما إذا لم يقدرا على إتيانها. وفي الفتح: أنه الحق". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۴۵/۳، ۱۴۶، سعيد)

"عن أبي يوسف في النوادر: تقييد خروجها بأن لا يقدرا على إتيانها، فإن كانا يقدران على إتيانها لاتذهب وهو حسن". (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب المهر: ۳۵۸/۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب المهر: ۶۳/۲، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "لا نفقة لأحد عشر ...... خارجة من بيته بغير حق، وهي الناشزة حتى تعود". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب النفقة، مطلب لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۵۷۵/۳، ۵۷۶، سعيد) =

شوہر کو بھیا کہنا

سوال[۱۱۳۱۸]: ایک محترمہ ہیں، جن کو بات بات میں ''بھیا'' کہنے کی عادت ہے، مثلاً: آؤ بھیا! جاؤ بھیا! لاؤ بھیا! نہ بھیا وغیرہ وغیرہ، اسی طرح وہ اپنے شوہر سے بھی مخاطب ہوتی ہیں، میں نے ان کو کئی بار ٹوکا، مگر ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ بے خیالی میں ان کی زبان سے نکل جاتا ہے، وہ دل سے نہیں کہتی ہیں، اس صورت میں ان کے نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ شوہر کو بھیا کہے (۱)، اس کی احتیاط چاہیے، مگر اس کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا، نہ وہ اپنے شوہر پر حرام ہوئی (۲)، زبان پر جو لفظ بطور تکیہ کلام چڑھ جاتا ہے، وہ اگر غلط ہو، تو

= "لا تجب النفقة للناشزة خرجت من بيته أي: بيت الزوج بلا حق حتى تعود إلى منزله؛ لأن فوات الاحتباس منها، وإذا عادت جاء الاحتباس فتجب النفقة". (درر الحكام في شرح غرر الأحكام، باب النفقة: ۱/۴۱۴، مير محمد كتب خانه كراچى)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۴۴، رشيديه)

(۱) "(ويكره أن يدعو) بل لا بد من لفظ يفيد التعظيم، كيا سيدي ونحوه؛ لمزيد حقهما على الولد والزوجية". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۱۸، سعيد)

"(قوله: ويكره أن يدعوه) بل لا بد من لفظ يفيد التعظيم كيا سيدي، أو يامالك أمري، ونحوه، وذلك لمزيد حقهما على الولد والزوجة، وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لو كنت امراً أحداً أن يسجد لأحد لأمرت الزوجة أن يسجد لزوجها". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۴/۲۰۸، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون: ۵/۳۶۲، رشيديه)

(۲) بھیا کہنے سے شوہر واقعۃً بھائی نہ بنے گا، اگر چہ اس طرح کہنا درست نہیں۔

"وظهارها منه لغو فلا حرمة عليها، ولا كفارة، به يفتى". (الدرالمختار مع ردالمحتار، الظهار: ۳/۴۶۷، سعيد)

"(وظهارها منه لغو) بأن تقول: أنت علي كظهر أمي، أو أنا عليك كظهر أمك، بحر. وإنما كان لغواً؛ لأنه ليس إليها، والمراد بكونه لغواً أنه لايكون يميناً ولا ظهاراً". (حاشية الطحطاوي على =

اس کی اصلاح چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔

خواب کی وجہ سے میاں بیوی کا ایک دوسرے سے بدظن ہونا

سوال [۱۱۳۱۹]: میں نے چھ سات دن ہوئے دن کے دو بجے ایک خواب دیکھا کہ زید کی بیوی کسی دوسرے شخص سے زنا کرا کر باہر نکلی اور زانی شخص بھی باہر نکلا، عورت اپنی شلوار درست کر رہی ہے اور شلوار پر منی کا نشان بھی دیکھا، زید کو غصہ آیا اور اس شخص سے دریافت کرنا چاہا، مگر عورت زید کے سامنے آڑے آ گئی اور وہ مرد بھاگ نکلا، اس مرد کا نقشہ آنکھوں میں گھوم رہا ہے۔

اس روز سے شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے بدظن ہیں، اس لئے کہ شبہ کافی ہو گیا، زید اور اس کی بیوی کے درمیان بول چال بند ہے، زید کی بیوی برقع اوڑھ کر بلا اجازتِ شوہر محلّہ میں اپنی سہیلیوں کے پاس بھی جاتی ہے، آنجناب اس خواب کی تعبیر عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خواب کی بناء پر زید کی بیوی کو زانیہ کہنا حرام ہے (۲)، اگر وہ شخص سامنے آ جائے جس کو یہ حرکت

= الدرالمختار، باب الظهار: ۲/۱۹۶، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار: ۴/۱۵۹، رشيديه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله لايلقي لها بالاً، يرفع الله بها درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالاً، يهوي بها في جهنم" رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان: ۲/۱۸۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن العبد ليقول الكلمة لا يقولها إلا ليضحك به الناس، يهوي بها أبعد ما بين السماء والأرض، وإنه ليزل عن لسانه أشد مما يزل عن قدمه". رواه البيهقي. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان: ۲/۱۹۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان: ۲/۹۵۹، قديمي)

(۲) "الزنا وطء مكلف، ناطق، طائع في قبل مشتهاة، خال عن ملكه وشبهته في دارالسلام، أو تمكينه من =

کرتے دیکھا اور اس کو خوب اچھی طرح پہچان لیا جائے کہ ہاں یہ وہی ہے، تو اس کو بھی زانی کہنا جائز نہیں، توبہ واستغفار لازم ہے، زید اور اس کی بیوی کے درمیان اگر بول چال بند ہے اور لڑائی اور نا اتفاقی ہے، تب بھی اس قسم کا شبہ پختہ کرنے کا حق نہیں۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان تھا اور شیطان مختلف آدمیوں کی صورت بنا سکتا ہے اور عورت سے ایسی حرکت بھی کرا لیتا ہے اور شوہر کے دل میں بھی بدگمانی پیدا کرکے زوجین میں تفرقہ ڈال دیتا ہے، بیوی کے دل میں بھی نفرت ڈال دیتا ہے، اس لئے نہ اپنے دل میں بدگمانی کریں، شوہر بیوی کے درمیان نا اتفاقی کی وجہ دریافت ہو سکے تو صلح کرا دیں (۱)، اگر واقعہ صحیح بھی ہو، تب بھی بغیر ثبوت شرعی کے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۸۶ھ۔

بیوی کا شوہر کے کاروبار میں ہاتھ بٹانے کی اجرت کا مطالبہ کرنا

سوال[۱۱۳۲۰]: بکر برادری میں جس کا آبائی پیشہ پارچہ بانی ہے، علی العموم عورتیں آبائی پیشہ کا کام شوہروں سے زیادہ کرتی ہیں اور جملہ خانگی امور کی دیکھ ریکھ پوری ذمہ داری سے کرتی ہیں، اس پر معاشرہ کی عام

= ذلک أو تمکینها" (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحدود: ۴/۳-۲، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الحدود: ۵/۶، رشیدیه)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، الباب الثاني في الزنا: ۲/۱۴۳، رشیدیه)

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ألا أخبرکم بأفضل من درجة الصیام والصدقة والصلاة؟ قال: قلنا: بلی، قال: إصلاح ذات البین، وفساد ذات البین هي الحالقة". (مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، رقم: ۵۰۳۸: ۳/۲۲۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وسنن أبي داود، کتاب الأدب، باب في إصلاح ذات البین، رقم: ۴۹۱۹: ۴/۳۶۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وسنن الترمذي، کتاب صفة القیامة والرقاق والورع، باب، رقم الحدیث: ۲۵۰۹: ۴/۳۸۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

حالت یہ ہے کہ خانگی امور میں رہ کر عورت نے شوہر کے آبائی پیشہ کا کام کیا، تو اس کو گالیاں دیتا ہے، طعن وتشنیع کرتا ، مارتا پیٹتا ہے، اگر عورت کی طرف سے کچھ بددلی کا اظہار ہوا، تو شوہر کبھی فوراً طلاق دے دیتا ہے اور کبھی سخت سست کہہ کر میکہ پہنچا دیتا ہے اور کبھی عورت خود چلی جاتی ہے، موجودہ معاشرہ کی وجہ سے چار ہزار کی بنکر آبادی میں ہر مہینہ طلاق کی دو چار واردا تیں ہوتی رہتی ہیں، اس کے پیش نظر مندرجہ ذیل سوال کا جواب مطلوب ہے:

تفریق سے پہلے عورت نے شوہر کے گھر رہ کر جو اس نے آبائی پیشہ کا کام کیا ہے، بعد تفریق عورت کو اس کا معاوضہ طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز شوہر کے ذمہ اس کا دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب خرابیاں علم وتقویٰ کی قلت یا فقدان کی وجہ سے ہیں، سوال کا جواب حسب ذیل ہے:

یہ سب صلہ اور ہمدردی ہے، اس کا کوئی معاوضہ اب نہ طلب کیا جا سکتا ہے اور نہ دینا واجب ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

گناہ کے کام میں شوہر کی اطاعت کرنا

سوال[۱۱۳۲۱]: میرے بھائی بیمار تھے، میں نے منت مانی اور قسم کھائی، اگر یہ اچھے ہو گئے تو فلم چھوڑ دوں گی۔ وہ اچھے ہو گئے، اب مجھے فلم دیکھے چار سال ہو گئے ہیں، لیکن اب میرے شوہر چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ فلم دیکھوں، جب میں نے منت کی بات بتلائی تو کہتے ہیں کہ یہ گناہ مجھ پر ہوگا یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس منت اور قسم کو میں کسی اور کی طرف پھیر دوں، ایسی صورت میں مجھ پر شوہر کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب قسم یا منت کو بدلنے اور رخ پھیر دینے کا حق نہیں رہا، فلم دیکھنا خدائے پاک سے بدعہدی کرنا، جس

---

(۱) "ولا رجوع له على المعير؛ لأنه متبرع". (ردالمحتار، كتاب العارية: ۵/ ۶۷۸، سعيد)

"لارجوع فيما تبرع عن الغير". (قواعد الفقه، رقم القاعدة: ۲۵۱، ص: ۱۰۶، الصدف پبلشرز)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب العارية: ۷/ ۴۸۷، رشيديه)

کا نتیجہ دنیا وآخرت میں نہایت خراب اور نا قابل برداشت ہے(۱)، شوہر کا یہ کہنا کہ گناہ مجھ پر ہوگا، آپ کے حق میں بے سود ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ گناہ اور وبال آپ کے سر سے اتر کر شوہر پر چلا جائے اور آپ بری ہو جائیں (۲)۔ اگر بالفرض ایسا ہو بھی، تو کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ تو چھوٹ جائیں اور شوہر گرفتار ہو کر وہاں کے قیدخانہ میں بند کردیئے جائیں، کیا تعلق ومحبت کا تقاضہ یہی ہے، ایسی باتوں میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں (۳)، شوہر کو خود بھی ایسی بات کہنے سے اور اس پر اصرار کرنے سے پورا پرہیز لازم ہے (۴)، ان کو گناہ کی

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل به عن سبيل الله﴾ (لقمان: ٦)

"قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: ﴿لهو الحديث﴾ على ما روي عن الحسن: كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى، وذكره من السمر، والأضاحيك، والخرافات، والغناء، ونحوها ... الخ". (روح المعاني، لقمان: ٦: ٢١/٦٧، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى "ذكر شيخ الإسلام: أن كل ذلك مكروه عند علمائنا، واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير: أن المراد الغناء ... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٤٩، سعيد)

(٢) قال الله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ (فاطر: ١٨)

"قوله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة﴾ أي: لا تحمل نفس آثمة ﴿وزر أخرى﴾ أي: إثم نفس أخرى بل تحمل كل نفس وزرها". (روح المعاني، الفاطر: ٢٢/١٨٣، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، فاطر: ١٨: ٨/١٨٢، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٣) "عن علي رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (صحيح مسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ٢/١٢٥، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ٢٠١٣٠، ٢٠١٣١، ٢٠٥٩٢، ٢٠٠، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ٩٩٠٣: ١٢/٦٢٨٦، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

(۴) معاصی اور گناہ کے کام میں تعاون سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، چہ جائیکہ اس کا امر جائز ہو۔

قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ٢)

سزا کا تصور بھی نہیں، جو ایسی بات کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ علم دے، سمجھ دے کہ اپنی زندگی سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موافق بنائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۶/۱۴۰۱ھ۔

عورت کی بدتمیزی و بدکلامی پر شوہر کے مارنے کا حکم

سوال [۱۱۳۲۲]: ۱..... ایک عورت ہے جو کہ شوہر کی مرضی کے بغیر اپنے میکہ چلی جاتی ہے، میکہ سے کوئی لینے آیا تو اس کے ساتھ ہوگئی، بعض اوقات محض مصالح کی بناء پر لینے والے کو اجازت دے دی شوہر نے، لیکن عورت نے بذات خود جانے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں کی اور اس پر طرہ یہ کہ شوہر پر الزام لگایا کہ یہ میرے ساتھ غلاموں جیسا معاملہ کرتا ہے، شوہر اور اس کے والدین نے سمجھایا، مگر اس نے قطعاً انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس شرط پر رہ سکتی ہوں کہ تم میرے پاس نہ لگو اور خرچہ برابر دیتے رہو۔

۲..... عورت سے شوہر نے مہر بھی معاف کرالیا، مگر اب وہ کہتی ہے کہ اگر اب میں مطالبہ پر آ گئی تو تمہارا راستہ بند ہو جائے گا، اب وہ اپنے میکہ میں ہے اور آنے کے لئے تیار نہیں ہے، کیا ایسی صورت میں شوہر پر عورت کا نان ونفقہ واجب ہے یا نہیں؟ عورت کی ایسی بدکلامی پر عورت کو ضرب کا حکم ہے یا نہیں؟

۳..... عورت مذکورہ نے مکرر یہ بھی کہا کہ تم اپنی ضروریات دوسری شادی سے پوری کرلو، میری طرف سے پوری اجازت ہے۔

۴..... اکثر والدین کو برا بھلا کہتی رہتی ہے، تم جیسا میرے واسطہ کرو گے، تمہاری اولاد کے آگے آئے گا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عورت کو شوہر سے جو شکایت ہو، اس کے دفعیہ کا اس کو مطالبہ کرنے کا پورا حق حاصل ہے، اگر اس

= "قال ابن كثير تحت هذه الآية: "يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات، وهو البر، وترك المنكرات، وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير: ۲/ ۱۰، دار السلام)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، حقانيه پشاور)

کا دفعیہ ہوجائے اور اس کو نفقہ وغیرہ کی پریشانی نہ ہو، تو پھر بغیر شوہر کی اجازت کے میکہ جانے کا حق نہیں، اگر جائے گی، تو ناشزہ کہلائے گی اور جب تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے، نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی (۱)۔ شوہر کا پورا احترام لازم ہے (۲)۔ شوہر کے والدین کے ساتھ عزت واحترام سے معاملہ کرنا چاہیے، بدکلامی سے پوری احتیاط کی جائے، یہ شرعاً واخلاقاً نہایت مذموم ہے۔

عورت اگر بلاوجہ حق زوج ادا کرنے سے انکار کرے، تو شوہر کو جبر کا بھی حق ہے (۳)، شوہر کو عورت کی

---

(۱) "وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر: ۵۴۵/۱، رشيديه)

"لا نفقة لأحد عشر: مرتدة، ومقبلة ابنه ... وخارجة من بيته بغير حق، وهي الناشزة حتى تعود". (الدرالمختار، باب النفقة: ۵۷۶/۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۳۸/۲، شركت علميه ملتان)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لو كنت امر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. وعن طلق بن علي رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا الرجل دعا زوجته لحاجته، فلتأته، وإن كانت على التنور". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق الخ، الفصل الثاني، ص: ۲۸۱، قديمي)

"(قوله) لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها) أي: لكثرة حقوقه عليها، وعجزها عن القيام بشكرها، وفي هذا غاية المبالغة لوجوب إطاعة المرأة في حق زوجها، فإن السجدة لا تحل لغير الله". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق: ۳۴۹/۶، رشيديه)

"ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة ... وعليها أن تطيعه في نفسها، وتحفظ في غيبته". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج: ۶۱۳/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿واللتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن﴾ (النساء: ۳۴)

"﴿واللتي تخافون نشوزهن﴾ أي: ترفعهن عن مطاوعتكم وعصيانهن لكم ... ﴿فعظوهن﴾ أي: فانصحوهن ... ﴿واهجروهن في المضاجع﴾ أي: مواضع الاضطجاع والمراد: اتركوهن منفردات في مضاجعهن ﴿واضربوهن﴾ يعني: ضرباً غير مبرح ... وفي الكشف الترتيب مستفاد من =

طبعی کمزوری کو برداشت کرنا چاہیے، اس کے والدین بھی ہرگز بے جا زیادتی نہ کریں، اس کی کمزوری کی اصلاح مشفقانہ طور پر کریں کہ اسی میں انشاء اللہ تعالیٰ خیر ہے۔ مارنے کا بھی حق ہے، مگر مارنا بعد میں ہے، سمجھانے کی پہلے ضرورت ہے (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۷ھ۔

بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

سوال [۱۱۳۲۳]: شوہر کی طرف سے ملا ہوا زیور عورت کی ملکیت میں ہے یا شوہر کی؟ اگر عورت کی ملکیت میں ہے، اس زیور کی زکوٰۃ دینے کے واسطے شوہر کو مالک بنادے، تو آیا اس زیور کی زکوٰۃ بیوی پر ہے یا شوہر پر؟ مالک بننے کے باوجود شوہر نے زکوٰۃ نہ دی، تو گنہگار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کی طرف سے زیور دے کر بیوی کو مالک بنادیا گیا ہے، یا اس خاندان میں مالک بنادینے کا عام رواج ہے، تو وہ زیور بیوی کی ملک ہوگیا (۲)، اس کی زکوٰۃ بیوی کے ذمہ ہے، وہ اگر زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ

= دخول الواو على أجزائه مختلفة في الشدة والضعف مترتبة على أمر مدرج، فإنما النص هو الدال على الترتيب". (روح المعاني، النساء: ۳۴: ۵/۲۴، ۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن، النساء: ۳۴: ۳/۱۴۲، ۱۴۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۳

(۲) "(سئل) في أم جهزت ابنتها بجهاز، ودفعته لها، ثم ماتت الأم، فادعى بقية ورثتها على البنت الجهاز أنه عارية، وادعت هي أنه ملك، والأم ممن تدفع ذلك ملكاً لا عارية، هل القول قولهما أم قول بقية الورثة؟ (أجاب) المختار للفتوى أنه إن كان العرف مستمرا أن الأم تدفع ذلك الجهاز ملكاً لا عارية لم يقبل قول بقية الورثة أنه عارية، والقول قول البنت في ذلك؛ لأن الظاهر شاهد لها، والحال هذه المنظور إليه العرف، وقد صرح بذلك غير واحد من علمائنا". (الفتاوىٰ الخيرية على هامش تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الدعوى: ۲/۸۱، رشيديه)

"جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها، ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في صحته ...... والحيلة أن يشهد عند التسليم إليها أنه إنما سلمه عارية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، =

کرے کہ سال ختم ہونے سے پہلے شوہر کو مالک بنادے اور پھر شوہر بیوی کو مالک بنادے، غرض دونوں اسی طرح زکوۃ سے بچنے کے لئے کرتے رہیں، تو یہ مکروہ ہے(۱)۔ اگر بیوی کو مالک نہیں بنایا، بلکہ عاریت کہہ کر دیا گیا ہے، یا اس خاندان میں عاریت پر دینے کا دستور ہے، تو وہ زیور بیوی کی ملک نہیں، بلکہ دینے والے کی ملک ہے، اس پر زکوۃ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کا علیحدہ مکان کے لئے مطالبہ کرنا

سوال[۱۱۳۲۴]: اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ میں تمہارے والدین کے ساتھ نہیں رہوں گی، بلکہ تم مجھے اپنے والدین کے گھر سے الگ رکھو، تو کیا شوہر پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو الگ گھر دے، اگر بیوی کسی ایک مکان کو منتخب کردے، کہ مجھے فلاں جگہ مکان بنا کر رکھو اور شوہر اس جگہ مکان دینے پر قادر ہے، تو شوہر کو اس متعینہ جگہ میں بھی مکان بنا کر دینا لازم ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں جو بھی احکام ہوں، اس پر روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کے لئے ایک کوٹھری مستقل ہونا ضروری ہے، جس میں کسی اور کا دخل نہ ہو، باقی صحن، بیت الخلاء وغیرہ مشترک ہو کہ شوہر کے والدین بھی استعمال کریں اور بیوی بھی، تو ٹھیک ہے، ہر چیز کے الگ الگ مطالبہ کرنے کا حق نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= كتاب النكاح: ۱۵۵/۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح: ۲/۷۲، دار المعرفة بيروت)

(۱) "ومنها أن يهبه لطفله قبل التمام بيوم". (الدر المختار). "(وهي من الحيل) أي: هذه المسألة من حيل إسقاط الزكاة بأن يهب النصاب قبل الحول بيوم مثلاً، ثم يرجع في هبة بعد تمام الحول".

(رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۳۰۸/۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الزكاة، قبيل باب العاشر: ۴۱۱/۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الخامس الحيل، ص: ۴۷۸، دار الفكر بيروت)

(۲) "تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك..... امرأة أبت أن تسكن =

بیوی کے لئے الگ مکان

سوال[۱۱۳۲۵]: میری لڑکی کی شادی ۱۹۵۱ء میں ہوئی، جس لڑکے سے شادی ہوئی، وہ مالدار گھر اور شریف خاندان ہے، میری لڑکی کے تین بچے بھی ہیں، اس دوران میں اس لڑکے کا طوائف سے تعلق ہوگیا اور اس طوائف کے پاس دوسرے لوگ بھی آتے جاتے رہے، غرض یہ کہ اس طوائف سے لڑکے کے ناجائز تعلقات چار پانچ سال رہے، اس دوران طوائف کے دو بچے بھی پیدا ہوئے، جب طوائف کو یہ معلوم ہوگیا کہ مال دار گھر کا لڑکا ہے تو چار پانچ برس کے ناجائز تعلقات کے بعد نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد بھی وہ عورت بے پردہ رہتی ہے۔

لڑکے نے اپنی تفریح کی وجہ سے یہ نکاح کیا، ایسی حالت میں یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ جس مکان میں میری لڑکی قصبہ چھتاری میں رہتی تھی اسی مکان میں طوائف کو مع بچوں کے لے آیا، اس پر میری لڑکی نے کہا، میں اس مکان میں نہیں رہوں گی، اگر مجھے اس مکان میں رکھنا ہے تو اس طوائف کو علی گڑھ ہی میں رکھو، لڑکے کے والدین نے میری لڑکی کو مع بچوں کے میرے گھر بھیج دیا، اس معاملہ میں میری لڑکی کا طرز عمل صحیح ہے یا لڑکے کے والدین کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے کرلیا، تو نکاح منعقد ہوگیا(۱)، نکاح کر کے جو کچھ خواہش پوری کی جاوے، وہ ہزار ہا درجہ بہتر ہے، اس سے کہ بغیر نکاح کے خواہش پوری کی جاوے، البتہ جب کسی کے دو

= مع ضرتها، أو مع أحمائها كأمه وغيرها، فإن كان في الدار بيوت، وفرغ لها بيتاً، وجعل لبيتها غلقاً على حدة، ليس لها أن تطلب من الزوج بيتاً آخر". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع في النفقات، الفصل الثاني في السكنى: ۱/۵۵۶، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۹۹-۶۰۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۸، رشيديه)

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما، وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۲/۱۴۴، ۱۴۵، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، شركة علميه ملتان)

بیویاں ہوں تو دونوں میں برابری لازم ہے(۱)، اگرایک بیوی کے پاس ایک مختصر سا کمرہ ہو، جس میں کسی اور کا دخل نہ ہو اور مکان کی دیگر ضروریات صحن وغیرہ دوسری بیوی کے ساتھ مشترک ہوں، تو پھر یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں کہ مجھے علیحدہ مستقل مکان دیا جائے، یا میکہ بھیج دیا جائے، میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، اگر شوہر ایک ہی کمرہ میں رہنے پر مجبور کرے، تو اس کو یہ حق ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۲۹/۱۰/ ۸۷ھ۔

بیوی کے ساتھ زیادتی کی مکافات

سوال[۱۱۳۲۶]: ا......سائل نے کچھ خانگی واقعات کا تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ بعض مرتبہ غصے میں بے قابو ہو جاتا تھا اور جب مجھے غصہ آتا، تو میں اس کو مار بھی دیتا، چنانچہ ایک روز میں نے اپنے بچے کو مارا، اس پر میری اہلیہ بولی، میں نے اس کے بھی طمانچہ رسید کیا، جس کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا، کیونکہ یہ حقوق العباد ہے، اس لئے آپ حضرات سے گزارش ہے کہ آپ فرمادیں کہ میرے اس فعل کی تلافی کس طرح ممکن ہو سکتی ہے اور عذاب آخرت سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

---

(۱) "(ويجب أن يعدل فيه) أي: في القسم بالتسوية في البيتوته (وفي الملبوس والمأكول) والصحبة لا في المجامعة، بل يستحب". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۷۹-۳۸۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۲۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها بقدر حالهما، كطعام وكسوة، وبيت منفرد من دارٍ له غلق، فإن كانت فيها بيوت وأعطى لها بيتا يغلق ويفتح، لم يكن لها أن تطلب بيتا آخر إذا لم يكن ثمة أحد من أحماء الزوج يؤذيها ...... وذكر الخصاف: أن لها أن تقول: لا أسكن مع والديك وأقربائك في الدار فأفردلي داراً، قال صاحب الملتقط: هذه الرواية محمولة على المؤسرة الشريفة، وما ذكرنا قبله أن إفراد بيت في الدار كاف، إنما هو في المرأة الوسط اعتباراً بالسكنى المعروف".

(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۹۹-۶۰۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الثاني في السكنى: ۱/۵۵۶، رشيديه)

۲...... ایک واقعہ اور پیش آیا، کہ میری اہلیہ بہت زیادہ بیمار رہتی تھی، میں ان کے علاج کے لئے کوئی کمی باقی نہ چھوڑتا تھا، چنانچہ اس کی وجہ سے میں ہمیشہ مقروض رہتا تھا اور پریشان رہتا تھا، اس وجہ سے میں اپنی اہلیہ کو میکہ چھوڑ دیا کرتا تھا، دس دس ماہ تک چھوڑ دیتا تھا، جس سے یہ بات اس کو ناپسند تھی اور کہا کرتی تھی کہ تم جو مجھ کو میکہ کئی کئی ماہ تک چھوڑ دیتے ہو، میں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ کروں گی، اب مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ اگر میں نے زیادتی کی ہے، تو کیا حشر میرا ہوگا اور کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اہلیہ مرحومہ کے ساتھ جو زیادتی کی ہے، اس کی تلافی اس طرح ہوسکتی ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے، نوافل پڑھ کر، تلاوت کر کے، صدقہ دے کر، ان کو ثواب پہنچایا کیجئے، ان کے بچوں کو اچھی تربیت کیجئے (۱)۔ انشاء اللہ تعالیٰ کام چل جائے گا، خدائے پاک مرحوم کو آغوش رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے اور آپ کو صبر وسکون دے، بچوں کی پرورش کو آسان فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۵/۱/۸۹ھ۔

عورت کا شوہر کے مال میں بلا اجازت تصرف کرنا

سوال [۱۱۳۲۷]: زید اور بکر چند آدمیوں نے مل کر مدرسہ کا جلسہ کرانا چاہا، با جازت مہتمم مدرسہ، گاؤں میں عورتوں وغیرہ سے بلا اجازت ان کے شوہروں کے چندہ میں غلہ لیا گیا، جو کہ عورتوں نے بخوشی دیا تو

(۱) "عن أبي أسيد الساعدي قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذ جاءه رجل من بني سلمة فقال: يا رسول الله! هل بقي من برّ أبوي شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال: نعم! الصلاة عليهما والاستغفار لهما وإنفاذ عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما، وإكرام صديقهما" رواه أبو داود وابن ماجة". (مشكاة المصابيح، كتاب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۲۰، قديمي)

"(وعن أبي أسيد الساعدى) ...... (شيء) أي: من البر، (أبرهما) بفتح الموحدة أي: أصلهما وأحسن إليهما (به) أي: بذلك الشيء من البر الباقي (بعد موتهما قال: نعم! الصلاة عليهما) أي: الدعاء، ومنه صلاة الجنازة، (والاستغفار) أي: طلب المغفرة لهما ...... إلى آخر الحديث". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة: ۱۵۱/۹، رشيديه)

(وسنن أبي داود، كتاب الآداب، باب في البر بالوالدين: ۳۵۳/۲، إمداديه)

اس آمدنی سے جلسہ ہوا، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صحیح ہے کہ عورت کو بغیر شوہر کے اجازت کے شوہر کے مال میں تصرف درست نہیں، لیکن جب شوہر اس تصرف پر رضامند ہیں تو یہ چندہ میں وصول کیا ہوا غلہ شرعاً سب درست ہے، اب اس پر اعتراض بے محل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۱/۸۲ھ۔



(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا أنفقت المرأة من طعام بيتها غير مفسدة كان لها أجرها بما أنفقت، ولزوجها أجره بما كسب، وللخازن مثل ذلک لاينقص بعضهم أجر بعض شيئاً.

وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا أنفقت المرأة من كسب زوجها من غير أمره فلها نصف أجره". (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب صدقة المرأة من مال الزوج، ص: ۱۷۲، قديمى)

"قال محيي السنة: عامة العلماء على أنه لايجوز لها التصدق من مال الزوج بغير إذنه، وكذا الخادم، والحديث الدال على الجواز أخرج على عادة أهل الحجاز يطلقون الأمر للأهل والخادم في التصدق والإنفاق عند حضور السائل ...... (قوله من غيره أمره) أي: مع علمها برضى الزوج أو محمول على النوع الذي سومحت فيه من غير إذن". (مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة، باب صدقة المرأة من مال الزوج، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۹۴۷، ۱۹۴۸: ۴/۳۷۹، رشيديه)

"قال الإمام النووي رحمه الله تعالىٰ: اعلم أنه لابد في العامل وهو الخازن والزوجة والمملوک من إذن المالک في ذلک، فإن لم يكن إذن أصلاً فلا أجر لأحد من هؤلاء الثلاثة، بل عليهم وزر بتصرفهم في مال غيرهم بغير إذنه، والإذن ضربان: الإذن الصريح في النفقة والصدقة، والثاني: الإذن المفهوم من إطراد العرف كإعطاء السائل ...... وعلم بالعرف رضا الزوج والمالک به، فإذنه في ذلک حاصل وإن لم يتكلم". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب أجر الخازن الأمين والمرأة الخ: ۱/۳۲۹، قديمى)

فصل في الجماع و متعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)

وطی میں بیوی کا حق شوہر پر

سوال[۱۱۳۲۸]: ایک شخص نے مسئلہ بتاتے وقت یوں فرمایا کہ شادی کرنے کے بعد بیوی سے ہمبستری کرنا صرف ایک مرتبہ ضروری ہے، باقی پوری زندگی تبرع ہے، یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا مقصد تو یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ہمبستری کر لی تو عورت کو قاضی کی عدالت میں درخواست دے کر کہ میرا شوہر ناکارہ ہے، مجھے نکاح ثانی کی اجازت دی جاوے، نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں، ویسے دیانۃً شوہر کو لازم ہے کہ ہمبستری کر کے عورت کو مطمئن رکھے، ایسا نہ ہو کہ اس کا میلان دوسرے کی طرف ہو جاوے۔ (هكذا في در مختار)(۱). واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۲/۲/۸۷ھ۔

---

(۱) "ويسقط حقها بمرة، ويجب ديانة أحيانا، ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها، ويؤمر المتعبد بصحبتها أحياناً، وقدره الطحاوي بيوم وليلة من كل أربع لحرة وسبع لأمة". (الدرالمختار). "قال في الفتح: واعلم أن ترك جماعها مطلقاً لا يحل له. صرح أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانة، لكن لا يدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولى ولم يقدروا فيه مدة ..... وفي البدائع: لها أن تطالبه بالوطء؛ لأن حله لها حقها كما أن حلها له حقه، وإذا طالبته يجب عليه، ويجبر عليه في الحكم مرة، والزيادة تجب ديانة لا في الحكم ..... يسقط حقها بمرة في القضاء أي: لأنه لو لم يصبها مرة يؤجله القاضي سنة، ثم يفسخ العقد، أما لو أصابها مرة واحدة لم يتعرض له؛ لأنه علم أنه غير عنين وقت العقد، بل يأمره بالزيادة =

ہمبستری کے وقت کی دعا

سوال[۱۱۳۲۹]: صحبت کرتے وقت جو دعا پڑھنا ہے، وہ کس وقت پڑھنا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک دعا صحبت کرنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے(۱) اور ایک انزال ہونے پر(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

= أحياناً لوجوبها عليه ...... (قوله: ويؤمر المتعبد) في الفتح: فأما إذ لم يكن له إلا امرأة واحدة فتشاغل عنها بالعبادة أو السراري، اختار الطحاوي رواية الحسن عن أبي حنيفة أن لها يوماً وليلة من كل أربع ليال، وباقيها له". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۲/۳، ۲۰۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۲/۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، باب القسم: ۸۸/۲، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ذكر يوماً ما يصيب الصبيان، فقال: لو أن أحدكم إذا جامع أهله، قال: "بسم الله اللهم جنبنا الشيطان، وجنب الشيطان ما رزقتنا" فكان بينهما ولد من ذلك، لم يضره الشيطان أبداً". (عمل اليوم والليلة لابن سني، باب مايقول إذا جامع أهله، ص: ۵۲۱، ۵۲۲، مكتبة الشيخ)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الدعوات في الأوقات: ۱/۲۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في كتاب الأذكار للنووي، باب مايقوله عند الجماع، ص: ۳۵۷، دارالبيان)

(۲) انزال کے وقت کی دعا صرف دل میں پڑھنی چاہیے، دعا یہ ہے:

"أن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه كان إذا غشي أهله فأنزل، قال: "اللهم لا تجعل للشيطان فيما رزقتنا نصيباً". (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب مايؤمر به الرجل إذا دخل على أهله: ۳۳۵/۹، المجلس العلمي)

"قد روى ابن أبي شيبة عن ابن مسعود موقوفاً: أنه إذا أنزل قال: "اللهم لا تجعل للشيطان فيما رزقتني نصيباً". ولعله يقولها في قلبه، أو عند انفصاله لكراهة ذكر الله باللسان في حال الجماع بالإجماع". (مرقاة المفاتيح، كتاب الدعوات، باب الدعوات في الأوقات: ۲۶۵/۵، رشيديه)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال وعند الوقاع: ۳۲۲/۱، قديمي)

یہ دعا کرنا کہ ”یا اللہ! صالح اولاد دے یا اس سے محروم رکھ“

سوال[۱۱۳۳۰] : اگر کوئی دعا کرتا ہے کہ ”یا اللہ! نیک اولاد دے یا اس سے محروم رکھ“، تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس دعا کی گنجائش ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/ ۹/ ۹۶ھ۔

بیوی سے ہمبستری کا طریقہ

سوال[۱۱۳۳۱] : میں گنگوہ کے مدرسہ میں تعلیم پا رہا تھا، اس وقت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ سے بیوی سے ہمبستری کا مسنون طریقہ معلوم کیا تھا، لیکن اب وہ تحریر گم ہوگئی، آپ تحریر فرمادیں تو نوازش ہوگی، کیونکہ احقر کی شادی ہونے والی ہے۔

حافظ عبدالسلیم مدرسہ تعلیم القرآن وجیاپوری ناتھ، ضلع نلگنڈہ آندھرا پردیش

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿هنا لک دعا زکریا ربه قال رب هب لي من لدنک ذرية طيبة﴾ (آل عمران: ۳۸)

”باب طلب الولد ...... أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ”إذا دخلت ليلاً فلا تدخل على أهلک حتى تستحد المغيبة، وتمتشط الشعثة“ قال: قال رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ”فعليک بالكيس الكيس“، أي: الولد“. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب طلب الولد: ۲/ ۷۸۹، قديمی)

”دلت هذه الآية على طلب الولد وهي سنة المرسلين والصديقين ...... وفي هذا رد على بعض جهال المتصوفة حيث قال: الذي يطلب الولد أحق، وما عرف أنه هو الغبي الأخرق، قال الله تعالى عن إبراهيم الخليل ﴿واجعل لي لسان صدق﴾ وقال: ﴿والذين يقولون ربنا هب لنا من أزواجنا وذريتنا قرة أعين﴾ ...... فإذا ثبت هذا فالواجب على الإنسان أن يتضرع إلى خالقه في هداية ولده، وزوجه بالتوفيق لهما، والهداية، والصلاح، والعفاف، والرعاية“. (أحكام القرآن للقرطبي، آل عمران: ۳۸: ۴/ ۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”وعن ابن عباس رضي الله عنه: كان من دعاء داود النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”اللهم إني أعوذ بک من مال أن يكون فتنه، ومن ولد يكون عليّ وبالاً ...... الخ“. (مجمع الزوائد منبع الفوائد، كتاب الأدعية، باب دعاء داؤد عليه السلام، رقم الحديث: ۱۷۴۲۹: ۱/ ۲۹۳، دار الفكر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہشتی زیور، تحفۃ الزوجین میں مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

بیوی کو برہنہ کر کے اس کا پستان منہ میں لے کر سونا

سوال[۱۱۳۳۲]: ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اس کو بالکل برہنہ کر کے روزانہ سوتا ہے اور بیوی کے دودھ نہ ہونے کے زمانہ میں اس کے پستان چوسنے کا عادی ہے، کیا اس کی اجازت ہے، حرام یا مکروہ ہے یا نہیں؟ دودھ نہ نکلنے پر چُوس سکتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو برہنہ کر کے اس کے ساتھ سونے اور دودھ نہ ہونے کے زمانہ میں اس کا پستان منہ میں لینے کی وجہ سے اس شخص کی امامت میں خرابی نہیں آتی، ان میں سے کوئی بات حرام یا مکروہ تحریمی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۴ھ۔

حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے کس حصہ کو دیکھنا درست ہے؟

سوال[۱۱۳۳۳]: صحبت کے وہ کون چار طریقے مشہور ہیں نیز اس کی دعا کیا ہے؟ اگر کسی نے غیر حیض میں ناف اور گھٹنے کے بیچ دیکھا ہے، تو گنہگار ہوگا؟ اور حیض یا نفاس کے دنوں میں تو کیا گناہ ہوگا؟

---

(۱) "وهو تحقيق وجيه؛ لأنه يجوز له أن يلمس بجميع بدنه، حتى بذكره جميع بدنها، إلا ماتحت الإزار، فكذا هي لها أن تلمس بجميع بدنها، إلا ماتحت الإزار جميع بدنه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء الخ: ۱/۲۹۳، سعيد)

"وله أن يقبلها ويضاجعها ويستمتع بجميع بدنها ما خلا ما بين السرة والركبة عند أبي حنيفة وأبي يوسف، هكذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ: ۱/۳۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۴۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

دعا یہ ہے:"بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا" (عمل اليوم والليلة)(۱).

نیز صحبت سے پہلے ﴿رب أعوذ بك من همزات الشياطين وأعوذبك رب أن يحضرون﴾ (المؤمنون: ۹۷) پڑھنا مستحسن ہے۔

صحبت کے چار طریقے مجھے معلوم نہیں (۲) بیوی کو غیر حیض میں برہنہ دیکھنے سے گناہ نہیں (۳)، البتہ

---

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن سني، باب مايقول إذا جامع أهله، ص: ۱۶۵، مكتبة الشيخ)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الدعوات في الأوقات: ۱/۱۵۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في كتاب الأذكار للنووي، باب مايقوله عند الجماع، ص: ۳۵۷، دارالبيان)

(۲) بعض حضرات نے کچھ طریقوں کا ذکر کیا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

"وأما أشكاله: فأحسنها أن يعلو الرجل المرأة رافعاً فخذيها بعد الملاعبة التامة، ودغدغة الثدي والحالب، ثم حک الفرج بالذكر، فإذا تغيرت هيئة عينيها، وعظم نفسها، وطلبت التزام الرجل، أولج الذكر، وصب المني، وذلک هو المحبل، فإذا فرغ من الجماع نام على ظهره ساعة رافعاً رجليه على مثل الحائط لتستقر بقايا المني إلى مستقره. وأردأ أشكاله أن تعلو المرأة الرجل وهو مستلق. ويليه أن يكونا فيه قائمين. ويليه وهما على جنبيهما. ويليه أن يكونا قاعدين. والشكل الذي تستلذه المرأة عند المجامعة أن تستلقي على ظهرها، ويلقي الرجل نفسه عليها، ويكون رأسها منكسا إلى أسفل كثير التصويب، ويرفع أوراكها بالمخاد، فإذا أحس بالإنزال فليدخل يده تحت أووراكها، ويشيلها شيلا عنيفاً، فإن الرجل والمرأة يجدان عند ذلک لذة عظيمة لا توصف". (إتحاف السادة المتقين، كتاب اداب النكاح، الباب الثالث: ۶/۱۷۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) برہنہ دیکھنا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ شرمگاہ کو نہ دیکھے۔

"وينظر الرجل ..... من عرسه ..... إلى فرجها بشهوة، وغيرها، والأولى تركه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۳۶۶-۳۶۷، سعيد)

"(وينظر الرجل إلى فرج أمته وزوجته) يعني: عن شهوة، وغير شهوة ..... إلا أن الأولى أن لاينظر كل منهما إلى عورة صاحبه". (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۸/۳۵۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن: ۵/۳۲۷، رشيديه)

حیض ونفاس میں ناف اور گھٹنے کے درمیان سے احتیاط چاہیے (۱)۔ واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/ ۹/ ۹۶ھ۔

حالتِ حیض میں بیوی کے عضوِ مخصوص کو دیکھنا اور چھونا

سوال [۱۱۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ بیوی کے حائضہ ہونے کی حالت میں ماتحت السرۃ نیز اعضاءِ مخصوصہ کو دیکھنا، چھونا وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار میں ہے:

"وهل النظر ومباشرتها له فيه تردد الخ".

شامی میں ہے:

"أي: بشهوة، وهكذا كالاستثناء من عموم حل ماعدا القربان، وأصل التردد لصاحب البحر حيث ذكر: أن بعضهم عبر بالاستمتاع، فيشمل النظر، وبعضهم بالمباشرة، فلا يشمله، ومال إلى الثاني، ومال أخوه في النهر إلى الأول، انتصر العلامة للأول، وأقول: فيه نظراً".

إلى أن قال بعد بحث ونقل العبارات:

"ولا يخفى أن الأول صريح في عدم حل النظر إلى ماتحت الإزار، والثاني قريب منه".

وقال بعد السطر:

"واستظهر في النهر الثاني، لكن فيما إذا كانت مباشرتها له بما بين

---

(۱) "(منع حل ... قربان ماتحت إزار) يعني مابين سرة، وركبة، ولو بلا شهوة. وحل ماعداه مطلقاً".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الحيض: ۱/ ۲۹۲، سعيد)

(وكذا في دررالحكام في شرح غرر الأحكام، باب دماء تختص بالنساء: ۱/ ۴۲، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/ ۳۴۲، رشيديه)

سرتها وركبتيه كما إذا وضعت يدها على فرجها كما اقتضاه كلام البحر، لا إذا كانت بما بين سرتها وركبتها كما إذا وضعت فرجها على يده" الخ.

ردالمحتار نعمانيه: ١/١٩٤، ١٩٥، باب الحيض (١).

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بیوی کے ماتحت السرہ کے اعضاءِ مخصوصہ کو حالتِ حیض میں دیکھنے اور چھونے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۴/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۴/۱۶ھ۔

کیا لونڈیوں کے ساتھ صحبت بلا نکاح درست ہے؟

سوال [۱۰۰۳۵]: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں لونڈیاں اور غلام فروخت ہوتے تھے، کیا ان لونڈیوں کو خرید کر بغیر عقد ان کے ساتھ صحبت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ یہاں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ زرخرید لونڈی کے ساتھ بغیر عقد کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی صحبت کرنا جائز نہیں تھا، کتاب وحدیث سے حوالہ عنایت فرما کر جواب دیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شرعی لونڈی جو جہاد میں گرفتار کر کے لائی جائے، وہ جس کے حصہ میں آجائے اس سے صحبت کرنا جائز تھا، اس کے ساتھ عقدِ نکاح کی ضرورت نہیں تھی (۲)۔ ایسی باندی کو مالک بھی فروخت کرسکتا تھا، لیکن اگر کسی سے

(١) (ردالمحتار، باب الحيض: ١/٢٩٢، ٢٩٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ١/٣٤٤، ٣٤٥، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السادس: ١/٣٩، رشيديه)

(٢) "وحرم نكاح المولى أمته والعبد سيدته؛ لأن المملوكية تنافي المالكية". (الدرالمختار). "علة للمسألتين، قال في الفتح: لأن النكاح ما شرع إلا مثمرا ثمرات مشتركة في الملك بين المتناكحين".

(ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب مهم في وطء السراري: ٣/٤٤، سعيد)

"لايجوز للرجل أن يتزوج بجاريته ..... لقوله تعالى: ﴿والذين هم لفروجهم حافظون، إلا على =

عقد کردیا تو مالک کو اس سے صحبت کی اجازت نہیں تھی (۱)، یہ مسئلہ کتبِ حدیث وفقہ میں موجود ہے۔ قرآن کریم میں بھی ہے:

﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنىٰ وثلث ورباع فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم﴾ الآية(۲).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔



= أزواجهم أو ماملكت أيمانهم﴾ الآية. ثم أباح الله عزوجل الوطء إلا بأحد أمرين: لأن كلمة أو تتناول أحد المذكورين فلا تجوز الاستباحة بهما جميعاً" (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، من شروط صحته أن لايكون أحد الزوجين ملك صاحبه: ۲/۵۵۵، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۸۰، رشيديه)

(۱) "الصحيح وجوب الاستبراء على السيد إذا أراد أن يزوجها وكان يطؤها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق: ۳/۱۷۲، سعيد)

"عن رويفع بن ثابت الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قام فينا خطيباً قال: أما إني لا أقول لكم إلا ماسمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: يوم حنين قال: "لايحل لا مرئ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسقي ماءه ذرع غيره". (سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في وطء السبايا: ۱/۳۱۰، رحمانيه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق: ۳/۳۴۲، رشيديه)

(۲) (النساء: ۳)

باب حقوق الوالدین وغیرھا

(والدین کے حقوق کا بیان)

والدین کے حقوق

سوال[۱۲۳۴۶ ۱]: ۱......والدین کے حقوق کوئی اولاد پر بھی ہیں کہ نہیں؟

۲......اولاد کے یہ حقوق وجوبی ہیں یا صرف احسان کے درجہ میں ہیں؟

۳......بعض لوگ والدین پر تین حقوق بتاتے ہیں:

الف-پیدا کرنا، ب-پال پوس کر بڑا کرنا، ج-شادی کرنا۔

اس میں کسی قسم کے جزئیات کونہیں معائنہ کیا، صرف یہ تینوں حقوق ہیں اور بغیر جزئیات کے تسلیم کئے یہ کافی ہوں گے؟

۴......اگر والدین اولاد کے حقوق ادا نہ کرے، تو ان سے باز پرس ہوگی یا نہیں؟

۵......اس صورت میں بھی اولاد کے حقوق لازم ہوں گے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳......والدین اپنی اولاد کی تربیت جسمانی تو طبعی محبت کی بناء پر کرتے ہی ہیں، اپنے اپنے طرز پر جانور بھی اپنے بچوں کو پالتے ہیں، مگر انسانی بچوں کا حق اس سے زیادہ ہے، جب بچہ پیدا ہو، اس کو نہلا کر داہنے کان میں اذان، بائیں کان میں اقامت کہی جاتی ہے(۱)، جب بولنا سیکھے، تو کلمۂ شہادت اور آیات

(۱) "قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي، عن الحسين رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: "من ولد له ولد، فأذن في أذنه اليمنى، وأقام في أذنه اليسرى، لم تضره أم الصبيان، كذا في الجامع الصغير للسيوطي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة: ۷/۵۷، رشيديه)

"وقال الرافعي رحمه الله تعالىٰ: "قال السندي رحمه الله تعالىٰ: فيرفع المولود عند ولادة على =

توحید اس کو سکھائیں، نماز سکھائیں (۱)، سات برس کا ہوجائے، تو نماز کی تاکید کرائیں (۲)، رہن سہن میں تمیز سکھائیں، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت کی تلقین کریں (۳)۔ کھانے پینے کپڑے پہننے وغیرہ جملہ امور میں

= يديه مستقبل القبلة، ويؤذن في أذنه اليمنى، ويقيم في اليسرى". (تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵، سعيد)

(وكذا في العرف الشذي على جامع الترمذي، باب الأذان في أذن المولود: ۱/۲۸۷، سعيد)

(۱) "المقصود بالتربية الإيمانية ربط الولد منذ تعقله بأصول الإيمان ..... كل ماثبت عن طريق الخبر الصادق والحقائق الإيمانية، والأمور الغيبة كالإيمان بالله سبحانه، والإيمان بالملائكة، والإيمان بالكتب السماوية، والإيمان بالرسل جميعاً ..... ونعني بأركان الإسلام كل العبادات البدنية، وهي الصلاة والصوم والزكاة، والحج من استطاع إليه سبيلاً، ونعني بمبادي الشريعة، كل ما يتصل بالمنهج الرباني، وتعاليم الإسلام من عقيدة، وعبادة، وأخلاق، وتشريع، وأنظمة، وأحكام". (تربية الأولاد في الإسلام، الفصل الأول، مسئولية الإيمانية: ۱/۱۵۷، ۱۵۸، دارالسلام)

"عن علي ابن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أدبوا أولادكم على خصال ثلاث: على حب نبيكم، وحب أهل بيته وعلى قرأة القرآن ..... إلى اخر الحديث". (إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، رقم الحديث: ۱۰۱۰۱، باب فيمن يظل في ظل الله الخ: ۱۰/۳۸۲، مكتبة الرشد)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: افتحوا على صبيانكم أول كلمة لا إله إلا الله، ولقنوهم عند الموت لا إله إلا الله ..... إلى اخر الحديث". (كنز العمال، كتاب النكاح، الفصل الرابع في حقوق واداب متفرقة، رقم الحديث: ۴۵۳۲۴: ۱۶/۱۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها، وهم أبناء عشر، وفرقوا بينهم في المضاجع". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة: ۱/۸۲، رحمانيه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، ص: ۵۸، قديمى)

(وكذا في كنز العمال، كتاب النكاح، الفصل الرابع في حقوق واداب متفرقة، رقم الحديث: ۴۵۳۱۶: ۱۶/۱۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن جابر بن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لأن يؤدب =

طریقہ سنت پر چلائیں۔

حسد، بخل، حرص، تکبر، دھوکہ، فریب، جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ اخلاق رذیلہ سے بچائیں (۱)۔ ایثار، سخاوت، تواضع، متانت، صبر وتحمل، توکل وغیرہ کا عادی بنائیں، علم دین پڑھائیں (۲)، اکل حلال کا انتظام کریں، غرض ہر شعبۂ زندگی کو درست کرنے کی فکر کریں، کوشش کریں حقوق کی بڑی تفصیل ہے۔ بعض حقوق بطور مثال لکھ دیئے ہیں، ان کو اختیار کرنے سے دیگر حقوق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

۴...... والدین اگر باوجود قدرت کے حقوق واجبہ کو ضائع کریں گے، تو ان سے بازپرس ہوگی (۳)۔

= الرجل ولده خير من أن يتصدق بصاع" ...... حدثنا أيوب بن موسىٰ، عن أبيه، عن جده أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ما نحل والد ولداً من نحل أفضل من أدب حسن". (جامع الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في أدب الولد: ۱٦/۲، سعيد)

(وكذا في تربية الأولاد في الإسلام، الفصل الثاني في مسئولية التربية الخلقية: ۱۸۱/۱، دارالسلام)

"(مانحل) ...... (والد ولده) ...... أي: ما أعطاه عطية (أفضل من أدب حسن) أي: من تعليمه ذلك ...... فأهم الأداب أدبه مع الله باطنا باداب الإيمان كالتعظيم، والحياء، والتوكل، وظاهراً لمحافظة الحدود، والحقوق، والتخلق بأخلاق الإسلام، واٰدابه مع المصطفى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في متابعة سننه في كل صغير وكبير وجليل وحقير، ثم أدبه في صحبة القرآن بالانقياد له على غاية التعظيم، ثم يتعلم علوم الدين ففيها جميع الأداب". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۸۱۱۸: ۵۴۶۹/۱۰، ۵۴۷۰، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز مكه)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة اٰنفاً

(۲) راجع الحاشية المتقدمة اٰنفاً وأيضاً رقم الحاشية: ۱، ص: ۲۹۸

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنه قال: ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته ...... والرجل راع على أهل بيته، وهو مسئول عنهم، والمرأة راعية على بيت بعلها، وولده، وهي مسئولة عنهم إلى اٰخر الحديث". (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل الخ: ۱۲۲/۲، سعيد)

"(قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته) قال العلماء: الراعي هو الحافظ، المؤمن، الملتزم صلاح ما قام عليه، وما هو تحت نظره. ففيه أن كل من كان تحت نظره =

۵......اولاد پر بھی حقوق لازم ہیں، والدین اگر اپنا واجب ادا نہ کرے تو بھی اولاد سے حقوق ساقط نہیں ہوتے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۲/۲۱ھ۔

کیا والدین کا درجہ استاذ اور پیر سے زیادہ ہے؟

سوال[۱۱۳۳۷]: استاذ اور پیر کا درجہ والدین سے کم ہے یا زیادہ؟ بہشتی زیور میں والدین کا درجہ زیادہ لکھا ہے، بحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جسمانی تربیت کی بناء پر والدین کا درجہ زیادہ ہے کہ وہی بنیاد ہے جمیع کمالات کی اور روحانی تربیت علم

= شيء فهو مطالب بالعدل فيه، والقيام بمعالجه في دينه، ودنياه، ومتعلقاته". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل الخ: ۱۲۲/۲، سعيد)

"(وهي مسئولة عنهم) عن حق زوجها وأولاده، وقال الطيبي: الضمير راجع إلى بيت زوجها وولده، وغلب العقلاء فيه على غيرهم". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲۴۱/۷، رشيديه)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أصبح مطيعا لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً، ومن أمسى عاصيا لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فوحداً، قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثلث، ص: ۴۲۱، قديمى)

(وكذا في كنز العمال، كتاب النكاح، قسم الأقوال، بر الأب والأم من الإكمال: ۱۹۹/۱۶، دارالكتب العلمية بيروت)

"(ومن أمسى عاصيا لله تعالىٰ في والديه أصبح له بابان مفتوحان من النار، وإن كان واحداً فواحداً، قال رجل: وإن ظلماه) قال الطيبي: يراد بالظالم مايتعلق بالأمور الدنيوية، لا الأخروية، (قال: وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه) ثلاث مرات، للتأكيد والمبالغة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث: ۱۵۹/۹، رشيديه)

وعمل کے اعتبار سے استاد کرتے ہیں، اگرچہ وہ تربیت بلند ہے، لیکن والدین جسمانی تربیت کر کے استاد کے حوالہ نہ کریں، تو استاد کو تربیت کا موقع کہاں ملے گا؟!(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۴ھ۔

والد کی نافرمانی

سوال[۱۱۳۳۸]: میرے والد صاحب مجھ سے بدظن ہوگئے ہیں، انہوں نے کہلایا کہ گھر سے نکل جاؤ اور اپنے آپ انتظام کرلو، اس وقت میرے چار بچے ہیں، تنخواہ تین سو روپیہ ہے، میں نے الگ دکان لے لی ہے، اب کچھ مالی امداد کرتا رہتا ہوں، تو کیا میں نافرمان ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حالات کے ماتحت آپ ان کے نافرمان نہیں، اپنی استطاعت کے مطابق جانی، مالی خدمت کرتے رہیں اور دعا بھی ان کے لئے کرتے رہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۸۸ھ۔

صاحبِ حق کی طرف حق پہنچانے کی صورت نہ ہو، تو کیا کیا جائے؟

سوال[۱۱۳۳۹]: میں ایک محلہ میں رہتا تھا، وہاں ایک دودھ والا آیا کرتا تھا، جو کہ گاؤں سے آتا تھا، وہ پورے محلہ کو دودھ دیا کرتا تھا اور یہ غیر مسلم تھا، میں نے جب وہ محلہ چھوڑا تو اس کے کچھ روپے میری طرف نکلتے تھے، اس لئے میں نے ایک محلہ کے زمیندار آدمی کو کہہ دیا کہ آپ اس سے ہمارا حساب کر لینا اور جتنے روپے بتائے، مجھ سے لے لینا، جب وہ اس محلہ میں آیا تو انہوں نے اس سے کہا، اس نے جواب دیا کہ ان کا اور ہمارا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک أن لا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً﴾ (بنی إسرائیل: ۲۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وإذ أخذنا میثاق بنی إسرائیل لا تعبدون إلا اللہ وبالوالدین إحساناً﴾ (البقرۃ: ۸۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیہ إحساناً﴾ (الأحقاف: ۱۵)

(۲) چونکہ والد نے خود ہی گھر سے نکالا ہے اور بیٹا استطاعت کے مطابق مالی امداد بھی کر رہا ہے، لہٰذا نافرمانی کا تحقق نہیں۔

حساب ہوگیا، ان پر ہمارا کوئی پیسہ نہیں ہے، لیکن جب اس سے کہا گیا کہ وہ کہہ گئے ہیں اور بتا رہے تھے اور اس کے روپے تھے بھی، تو اس نے کہا حساب دیکھ کر بتاؤں گا۔

پھر کئی ہفتہ دودھ دینے ہی نہیں آیا، اس کے بعد آیا تو انہوں نے پھر اس سے کہا، تو وہ پھر دو تین ہفتہ دودھ دینے نہیں آیا، اس کے بعد پھر آیا تو پھر انہوں نے کہا، تو پھر آج تک واپس نہیں آیا اور اس کے گاؤں اور نام کا پتہ نہیں کیا ہے، تلاش بھی کرایا، مگر کسی محلّہ والے کو پتہ نہیں ہے، اب بتایئے، میں اس میں کیا کروں، اس پیسہ کو کس کو دوں؟ میں اس کا قرض دار ہوں، کل آخرت میں یہ مجھ سے مانگے گا اس لئے مجھے پریشانی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے نزدیک اس دودھ والے کے جتنے پیسے آپ کے ذمہ ہیں، وہ پیسے ان صاحب کو دے دیں۔ جن کے پاس وہ کبھی کبھی دودھ دینے آتا ہے، کہ جب بھی آئے، اس کو وہ دے دیں، اس میں جتنی مدت بھی انتظار کرنا پڑے، جب اس کی زندگی کی ہی توقع نہ رہے اور سمجھیں کہ مرگیا ہوگا، تو اتنے پیسے کسی غریب کو صدقہ کردیں (۱) کہ یااللہ! اس کے وبال سے مجھے بچانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۵ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۶ھ۔

والد کی غلط رائے قابل عمل نہیں

سوال [۱۱۳۴۰]: میری عمر اس وقت گیارہ سال ہے، تین سال قبل میں چاندپور اپنے استاذ کے

---

(۱) "لو مات الرجل وكسب من بيع الباذق، أو الظلم، أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً، وهو أولىٰ لهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

"والحاصل: أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا، فإن علم عين الحرام لايحل له، ويتصدق به بنية صاحبه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۹۹/۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب: ۳۴۹/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ الكاملية، كتاب الزكاة، ص: ۱۵، مكتبة القدس)

پاس آیا، میرے استاذ نے مجھ سے مندرجہ ذیل سوالات کئے، میرے پاس اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں تھا، انہوں نے مجھ سے سوال کیا:

الف-کلمہ یاد ہے یا نہیں؟ ب-نماز آتی ہے یا نہیں؟ ج-تم کس مذہب پر ہو؟

مجھے یہ باتیں معلوم نہیں تھیں، کیونکہ میں صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ میں ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ہوں، باقی اور کچھ خبر نہیں تھی، نہ یہ معلوم تھا کہ زکوۃ کیا ہے؟ صدقہ کیا ہے؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون ہیں؟ چاند پور کے میرے استاذ نے مجھے نماز یاد کرائی اور سب سوالات کے جوابات بھی بتلائے، لیکن اب مجھے خدا کا شکر ہے کہ کہ نماز چھوڑ نا تو درکنار جماعت کے ترک ہونے پر بھی بہت دکھ ہوتا ہے، جس پر میرے والدین سخت ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ملا بن گیا، بلکہ بگڑ گیا ہے، یہاں تک میرے استاذ سے سخت ناراض ہیں اور کہتے ہیں یہ تو ملا بن گیا۔

اب میں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، جو پردہ میں رہے، والدین پردہ دار لڑکی کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی لڑکی سے شادی ہونی چاہیے کہ جو قضائے حاجت بھی جنگل جاکر کرے اور بے پردہ رہے، اب میں پریشان ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہاں سے بھاگ جاؤں، لیکن استاذ اس سے منع کرتے ہیں، والدین اپنی ضد پر قائم ہیں اور میں اپنی ضد پر قائم ہوں۔ برائے کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

استاذ کا مشورہ بالکل شریعت کے مطابق ہے، وہی قابل عمل ہے، والد کی رائے غلط اور خلافِ شرع ہے، اس پر عمل جائز نہیں (۱)، آپ نہ کہیں بھاگیں، نہ والد کی رائے پر خلافِ شرع عمل کریں (۲)، نہ والد کی شان میں

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ...... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (صحيح مسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

"فقام عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه، فلقيه بين الناس قال: تذكر يوم قال رسول الله =

گستاخی اور بے ادبی کریں، ان کی خدمت بھی اپنی وسعت کے موافق کیا کریں، اللہ پاک سے دعا بھی کرتے رہیں کہ وہ والد کو سیدھے راستے پر چلائے، حق تعالیٰ آپ کی مدد اور حفاظت فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۲۱ھ۔

باپ کو دھکا اور گالیاں دینا

سوال [۱۱۴۴۱]: زید مالدار آدمی ہے، اس کا باپ عمر ضعیف آدمی ہے، جو بہت متقی ہے، بیٹا باپ کی خدمت کرسکتا ہے، لیکن کرتا نہیں، باپ کے پاس کچھ کاشت کی زمین ہے، بیٹا باپ سے زمین خریدتا ہے، باپ نے یہ سوچ کر کے کہ میرے دو لڑکیاں ہیں، دونوں کو کچھ روپیہ دے دوں گا اور اپنے گزارے کے لئے کچھ رکھ لوں گا، باپ نے بیٹے کو زمین بیچ دے دی، کچھ روپیہ بیٹے نے کاغذات کراتے وقت دے دیا اور کہا کچھ بعد میں دیتا ہوں، باپ نے بیٹے سے کہا، یہ روپیہ تم ہی لو، ایک ماہ بعد پورا روپیہ دے دینا۔

باپ ایک ماہ بعد روپیہ لینے بیٹے کے یہاں جاتا ہے، بیٹا باپ کو دھکے دے کر نکال دیتا ہے اور کہتا کہ حرام خور، میں تجھ کو روپیہ دے چکا ہوں، باپ کمزور ہونے کی وجہ سے واپس چلا آتا ہے اور روتا پھرتا ہے اور بیٹا اس زمین سے روپیہ کما کر حج کرتا ہے اور اپنی بیوی کو بھی حج کراتا ہے، آیا اس کا حج اس روپے ممنوع سے مقبول ہے یا نہیں؟ اور ایسے آدمی کی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فریضۂ حج ادا ہو گیا (۱)، مگر بیٹے کی حرکت سخت گناہ اور ظلم ہے، جس کی وجہ سے مستحقِ عذاب ہے۔

= صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله" ... فقال عمران لكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۰۱۳۰، ۲۰۱۳۱: ۶/۵۹، ۶۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۹۹۰۳: ۱۲/۶۳۸۶، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۱) "ويجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لايقبل الحج بالنفقة الحرام، كما ورد في الحديث، مع أنه يسقط الفرض عنه معها، ولا تنا في بين سقوطه، وعدم قبوله، فلا يثاب لعدم القبول، ولا يعاقب عقاب =

قرآن کریم میں (ہے):

﴿ولا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما﴾(۱) ﴿و

اخفض لهما جناح الذل﴾الآية (۲).

اس کو لازم ہے کہ والد سے معافی مانگے، ان کا حق ادا کرے، ان کی خدمت کرے، ان کو خوش کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= تارک الحج". (ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب: في من حج بمال حرام: ۲/۴۵۶، سعید)

"ويجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لايقبل الحج بالنفقة الحرام، مع أنه يسقط الفرض معها وإن كانت مغصوبة" كذا في فتح القدير". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الأول في تفسير الحج الخ: ۱/۲۲۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الحج: ۱/۲۶۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (الأسراء: ۲۳)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: "والنهي عن ذلك يدل على المنع في سائر أنواع الإيذاء". (روح المعاني، الإسراء: ۲۳: ۱۵/۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، الإسراء: ۲۳: ۳/۴۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (الأسراء: ۲۴)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا﴾ (بني إسرائيل: ۲۳)

وقال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه حسنا﴾ (العنكبوت: ۸)

وقال الله تعالى: ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفا﴾ (لقمان: ۱۵)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! من أحق بحسن صحابتي؟ قال: "أمك" قال: ثم من؟ قال: "أمك"، قال: ثم من؟ قال: "أمك"، قال: ثم من؟ قال: "أبوك"". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، ص: ۴۱۸، قديمي)

"عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، ص: ۴۱۹، قديمي)

بیٹے کو بیٹا نہ ماننے والے باپ کے ساتھ کیا سلوک کرے؟

سوال[۱۱۳۴۲]: زید اپنے گھر پیدا ہوا، اس کے والد کی لاپرواہی سے اس کی والدہ اور اس کی حالت زیادہ نازک ہوگئی، تو اس کے ماموں اپنے گھر لے گئے اور اس کی والدہ کچھ دنوں کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئیں، اس کے بعد اس کے والد نے کوئی خبر نہ لی، اس کے ماموں نے لکھایا، پڑھایا، شادی کی، لیکن اس کے والد نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔

زید کے والد نے اپنی جائیداد بھتیجوں کے نام لکھ دی اور کہا میرا کوئی لڑکا نہیں ہے، زید نے اپنی کوشش سے کچھ حصہ پایا۔ اب وہ اپنے والد کے ساتھ نہیں رہتا ہے اور نہ اس کے ساتھ اس کے والد رہنا چاہتے ہیں، زید کیا کرے؟ زید اپنے گھر سے قریب سومیل کی دوری پر رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو اگر والد اپنے ساتھ رکھتا نہیں اور وہ سومیل کے فاصلہ پر رہتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، کبھی کبھی اپنی حیثیت کے موافق ان کی خدمت کرتا رہے، والد کے اس کہنے سے کہ میرا کوئی لڑکا نہیں، پریشان نہ ہو، دعائیں کرتا رہے، کبھی کبھی موقع ملنے پر ملاقات بھی کرلیا کرے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۵ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً﴾ (الإسراء: ۲۴)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالیٰ: أي: تواضع لهما وتذلل ..... ﴿من الرحمة﴾ أي: من فرط رحمتك عليهما". (روح المعاني، الإسراء: ۲۴: ۱۵/۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن معاذ رضي الله تعالیٰ عنه قال: أوصاني رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم بعشر كلمات، قال: "لاتشرك بالله شيئاً وإن قتلت أو حرقت، ولا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۲۱۵: ۶/۲۱۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وعن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أصبح مطيعاً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً، ومن أمسى عاصيا =

والد کے گناہ پر ان کی اصلاح کا طریقہ

سوال[۱۱۳۴۳]: احقر کے والد محترم زراعت کا پیشہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بیاج (۱) پر روپیہ بھی دیتے ہیں، جب کہ بیاج لینا اور دینا سخت گناہ حرام ہے، تو میرے دل میں اس طرح سے بہت تشویش ہوتی ہے، دل میں آتا ہے کہ والد محترم سے اس کی برائی بیان کروں، لیکن والد کا مزاج اتنا سخت ہے کہ اگر ایک مرتبہ بھی میں تذکرہ کروں، تو مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے اور اب تک میرا خرچ بھی گھر سے ہی آتا رہا۔

لہٰذا دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان مجبوریوں کے باوجود میں گھر سے روپیہ منگا کر اپنی ضروریات میں صَرف کروں، تو عندالشرع کیسا ہے؟ جب کہ کسی دوسری جگہ سے خرچ کے لئے پیسہ آنے کی کوئی امید نہیں ہے، لہٰذا اگر قول کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر ایسی ہوسکتی ہو کہ جس کے ذریعہ میرے والد محترم کے دل میں اس امر قبیح کی برائی جم جائے، تو اس سے مطلع فرمائیں۔

محمد نسیم الحق مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ شریف

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بزرگ یا با اثر آدمی کے ذریعہ ان کو متنبہ کرا دیا جائے، یا کسی ایسی مجلس میں ان کو پہونچا دیا جائے، جہاں دینی مسائل کا تذکرہ رہتا ہو، یا تبلیغی جماعت میں کسی ترکیب سے ان کو بھیج دیا جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۳۰ھ۔

= لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً، قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه". (مشكاة المصابيح، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الثلث، ص: ۴۲۱، قديمي)

(۱) "بیاج: سود، ربوا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۶۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾ (التوبة: ۱۱۹)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك، وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبة، ونافع الكير إما أن يحرق ثيابك، وإما أن تجد منه ريحاً خبيثة". (صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، ص: ۹۸۴، دارالسلام) .... =

والد پرخرچ کی ہوئی رقم کوترکہ میں محسوب کرنا

سوال[۱۱۳۴۴]: ۱...... جب والدین مریض اور ضعیف ہوجائیں اور یہ ہرقسم کی خدمت کے محتاج ہوجائیں تو ان کے خرچہ وصرفہ کے ذمہ دار کون کون اولاد میں ہوں گے؟

۲...... ان حالات میں اگر ایک لڑکے نے اپنے والدین کی بھر پور خدمت کی اور علاج وخوراک، پوشاک وغیرہ میں کوئی کمی نہیں رکھی اور والد مرحوم کی دیوانگی اور پاگل پن کی حالت میں ہرقسم کے نقصانات کپڑوں کا پھاڑنا، لحاف اور گدوں میں آگ لگانا، چارپائیوں اور برتنوں کا توڑنا وغیرہ وغیرہ برداشت کرتا رہا اور والد مرحوم کے صاحبِ جائیداد ہونے کی وجہ سے مالی نقصانات کو اس امید پر برداشت کرتا رہا کہ یہ خسارے ان کی جائیداد سے بوقتِ تقسیم وصول ہوجائیں گے، کیا شرعاً اس کو حق ہے کہ بوقتِ تقسیم جائیداد واجبی اور ضروری خسارے تقسیم ترکہ سے قبل وصول کرلے؟

۳...... اگر اس ضرورت اور ذمہ داری کے پیش نظر کچھ لڑکوں نے والدین کے اخراجات کے لئے کچھ ماہانہ رقم مقرر بھی کرلی اور پھر یہ لوگ اس رقم وعدہ کی ہوئی کو ادا نہ کریں، تو اس شخص کو جس نے والدین کی خدمت کی اور ان دعوی کنندگان سے بوقتِ تقسیم جائیداد رقم ملنے کی توقع رکھی، یہ حق ہے کہ بوقتِ تقسیم جائیداد اس طے شدہ کو لے لے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... سب لڑکوں کے ذمہ حسبِ استطاعت واجب ہے(۱)۔

= "هذا الحديث إرشاد إلى الرغبة في صحبة الصلحاء والعلماء ومجالستهم، فإنها تنفع في الدنيا والآخرة ...... قيل: مصاحبة الأخيار تورث الخير، ومصاحبة الأشرار تورث الشر كالريح إذا هبت على الطيب عبقت طيباً، وإن مرت على النتن حملت نتناً ...... والحاصل أن الصحبة تؤثر". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب الحب في الله: ٢٥٦/٥، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الحب في الله: ٧٤٢/٨، رشيديه)

(١) "لو كان للفقير ابنان أحدهما فائق في الغنى، والآخر يملك نصاباً فهي عليهما سوية". (ردالمحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة الأصول: ٦٢٣/٣، سعيد) ....=

۲...... محض توقع وامید پران مصارف کوتقسیم کرنے سے قبل بحیثیت دین وصول کرنے کا حق نہیں، جب تک اس کی تصریح نہ کی ہو، کہ میں بطور قرض یہ سب خسارہ برداشت کررہاہوں (۱)۔

۳...... جنہوں نے وعدہ کرکے ابھی رقم خرچ نہیں کی، اس کی ذمہ داری خود اُن پر ہے، جس نے خرچ کی وہ اپنا ذمہ پورا کرچکا ہے، اگر دوسرے بھائیوں سے یہ معاملہ نہیں کیا، ایک بھائی دوسرے بھائی کی وعدہ کی ہوئی رقم بھی دے دے، اس توقع پر کہ پھر وصول کرلے گا، تومحض توقع پر تقسیم جائیداد سے قبل طے شدہ رقم لینے کا حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۸۸ھ۔

جیسا خود کھائے ویسا باپ کوکھلائے

سوال[۱۱۳۴۵]: سعید نے اپنے بیٹے عبدالصمد سے کہا کہ تم اپنے اور میرے خوراک وپوشاک میں برابری کا معاملہ رکھو، یعنی جو تم کھاؤ پیو وہ مجھے بھی کھلاؤ، پلاؤ، اگر تم نے ایسا نہ کیا بلکہ خود تو اچھا کھایا، پیا، پہنا، اوڑھا اور مجھے خراب چیزیں استعمال کرائیں، تو یہ سب تیرا کرنا حرام ہوگا، اب عبدالصمد نے اپنے باپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا، تو کیا اس کا مال بڑھانا، کھانا، پینا حرام ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیٹے کوخود چاہیے تھا کہ خدمت دل وجان سے کرتا اور اس کے لئے ہر چیز اپنے سے بہتر تیار کرتا،

= (وكذا في درر الحكام في غرر الأحكام، باب النفقة: ۱/۴۱۹، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب النفقة: ۲/۲۷۷، دار المعرفة بيروت)

(۱) "(عمر دار زوجته بماله بإذنها، فالعمارة والنفقة دين عليها) لصحة أمرها (ولو) عمر (لنفسه بلا إذنها فالعمارة له) ...... ولها بلا إذنها فالعمارة لها وهو متطوع) في البناء فلا رجوع له". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى: ۶/۷۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى: ۹/۳۵۷، ۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى: ۷/۴۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

حدیث پاک میں ہے:"أنت ومالك لأبيك"(۱) یعنی تم اور تیرا مال تیرے باپ ہی کے لئے ہے، خود اچھا کھانا پینا اور باپ کو گھٹیا چیز دینا، حیا کے بھی خلاف ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمایا، تو والدین کے ساتھ احسان کا حکم بھی فرمایا، ﴿وقضى ربك أن لا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾(۲) بیٹے کو ہمیشہ اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔ باپ کو بھی چاہیے کہ وہ اس قسم کا فتویٰ بیٹے پر نہ لگائے، بلکہ زبان کو محتاط رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

بچپن کی چوری کا گناہ کس پر ہے؟

سوال[۱۱۳۴۶]: ۱...... بچپن کی چوری کا محاسبہ ہوگا یا والدین پر اس کا گناہ ہوگا؟ اور اسی طریقے سے جتنے بھی گناہ بچپن میں کیے ہوں؟

بچپن کے بد نیک کام کا عذاب وثواب

سوال[۱۱۳۴۷]: ۲...... بچپن کے نیک کام کا ثواب اور بدکام کا عذاب والدین پر ہوتا ہے، تو یہ قاعدہ حقوق اللہ میں ہے یا حقوق العباد میں بھی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... بچوں پر گناہ نہیں، البتہ چوری کی مقدار کا ضمان ان کے مال میں لازم ہوگا(۳)۔

---

(۱) (سنن ابن ماجة، كتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، ص: ۳۲۸، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك: ۱/ ۲۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، كتاب البيوع، باب الرجل يأكل من مال ولده: ۲/ ۱۴۲، رحمانيه)

(۲) (بني إسرائيل: ۲۳)

(۳) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يبلغ، وعن المعتوه حتى يعقل" رواه الترمذي وأبوداود. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ۲/ ۲۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"(وموضوعه: فعل المكلف) ...... المراد بالمكلف البالغ العاقل، ففعل غير المكلف ليس من=

۲...... بچوں نے جتنے نیک کام کئے ہیں، ثواب کے وہ خود مستحق ہیں، والدین کو تعلیم وتربیت کا اجر ملے گا(۱) گناہ کا مسئلہ نمبر ا میں آ گیا ہے، والدین تعلیم وتربیت کے ذمہ دار ہیں، اس میں جتنی کوتاہی کریں گے، تو ماخوذ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۴/۲۰ھ۔

بچہ کوئی چیز بازار سے خرید لایا اس میں سے ماں باپ وغیرہ کو کھانا

سوال[۱۱۳۴۸]: باپ نے اپنے بچہ کو چار آنے دیئے، بچہ بازار سے کوئی چیز کھانے پینے کی لے آیا تو ماں باپ یا بھائی وغیرہ اس چیز میں سے کچھ لے کر کھالیں، تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب نابالغ بچہ کو پیسہ دے دیئے اور وہ کوئی چیز بازار سے خرید کر لے آیا، تو ماں باپ، بھائی بہن کو اس سے محض اپنی خواہش سے لے کر کھانا نہیں چاہیے(۲)، البتہ اس کی تربیت کی نیت سے کہ اس کو عادت ہوجائے کہ

= موضوعه، وضمان المتلفات، ونفقة الزوجات، إنما المخاطب بها الولي لا الصبي، والمجنون". (ردالمحتار، مقدمة: ۱/۳۸، سعيد)

"(السرقة هي أخذ مكلف) ...... وأخرج الصبي، والمجنون؛ لأن القطع عقوبة، وهما ليسا من أهلها، لكنهما يضمنان المال". (ردالمحتار، كتاب السرقة: ۴/۸۳، سعيد)

(۱) "(قوله: ثواب الطفل للطفل) لقوله تعالى: وأن ليس للانسان إلا ما سعى، وهذا قول عامة مشايخنا، وقال بعضهم: ينتفع المرء بعلم ولده بعد موته ...... ويؤيده قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "إذا مات ابن ادم انقطع عمله إلا من ثلاث" ...... وتصح عبادته، واختلفوا في ثوابها، والمعتمد أنها له، وللمعلم ثواب التعليم وكذا جميع حسناته". (ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۳۰، سعيد)

"وتصح عباداته، وإن لم تجب عليه، واختلفوا في ثوابها، والمعتمد أنه له، وللمعلم ثواب التعليم وكذا جميع حسناته". (الأشباه والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، أحكام الصبيان: ۳/۳۱۱، ۳۱۲، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، الحظر والإباحة: ۴/۲۱۳، دارالمعرفة بيروت)

(۲) اس لئے کہ بچہ اس کا مالک ہے اور دوسرے شخص کے لئے اس کا استعمال درست نہیں۔

وہ تنہا نہ کھائے، بلکہ سب کو کھلایا بھی کرے۔ اس کو نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ تقسیم کرکے خود بھی کھائے اور جتنی مقدار اس نے جس کو دی ہے، دوسرے وقت اسی انداز سے وہ بھی اس کو دے دیا اور کھلا دیا کریں، اس طرح نابالغی کے مال میں تصرف کا اشکال بھی باقی نہیں رہے گا اور اس کی تربیت بھی اچھی ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲ھ۔

نابالغ بچوں سے تربیت کے لئے خدمت لینا

سوال [۱۱۴۴۹]: نابالغ بچوں سے اگر نل یا کنویں سے پانی منگایا جائے تو اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ بچوں سے خدمت نہ لی جائے، الا یہ کہ ان کا مربی ہو اور تعلیم، تربیت کے لئے ان سے کام لے، خواہ نل یا کنوئیں سے پانی منگانا ہو یا کوئی سودا منگانا ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) لہذا جب وہ چیز (جو لی تھی) دوبارہ بطور ضمان دے دی تو تصرف فی مال الغیر بھی لازم نہیں اور مقصد تربیت کرنا تھا، وہ بھی حاصل ہوگیا۔

"وكذا الأب لايملك هبة مال الصغير من غير شرط العوض بلاخلاف؛ لأن المتبرع بمال الصغير قربان ماله لا على وجه الأحسن". (بدائع الصنائع، كتاب الوكالة، مايرجع إلى الواهب: ١٦٨/٥، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"والولاية في مال الصغير إلى الأب ثم وصيه، قوله: (إلى الأب ....) وفي جامع الفصولين: ليس للأب تحرير قنه بمال وغيره، ولا أن يهب ماله ولو بعوض، ولا إقراضه في الأصح". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوكالة، فصل لا يعقد وكيل البيع والشراء: ٥٢٨/٦، ٥٢٩، سعيد)

(٢) "عن أم سليم رضي الله تعالى عنه، أنها قالت: يارسول الله! أنس خادمك، ادع الله له، قال: "اللهم أكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطيته" (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ٥٧٥، قديمي) =

چوری حق اللہ ہے یا حق العبد؟

سوال [۱۱۳۵۰]: چوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کے لئے سوال کیا تھا کہ چوری وغیرہ توبہ سے معاف ہوجاتی ہیں یا نہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، غالباً تین مرتبہ "وإن زنی وإن سرق" میں نے چوری کو حقوق العباد سمجھا تھا، کیونکہ بندہ کی چیز گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوری حق اللہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قانون کے خلاف کرتا ہے، حق العبد بھی ہے کہ دوسرے کا مال لیتا ہے، اگر مال موجود ہو، تو اس کو واپس کرنا لازم ہے، حق اللہ ہونے کی وجہ سے چوری کی سزا ملے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

استاذ کا شاگرد کو معاف نہ کرنا

سوال [۱۱۳۵۱]: زید نے اپنے استاذ کی توہین کی اور استاذ کو اس کے اس گستاخانہ الفاظ سے دلی

= "وعن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: إن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم دخل الخلاء فوضعت له وضوءا، فلما خرج، قال: "من وضع هذا؟" فأخبر، فقال: "اللهم فقهه في الدين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: ۴/۳۳۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما، ص: ۱۰۹۰، دار السلام)

(۱) "ويضمن المال المسروق؛ لأنه حق العبد فلا يسقط بالتقادم". (الدرالمختار). "وحاصله: أن في السرقة أمرين: الحد، والمال، وإنما تشترط الدعوى للزوم المال، لا للزوم الحد، ولذا ثبت المال بها بعد التقادم؛ لأنه لا يبطل به، بخلاف الحد". (ردالمحتار، كتاب الحدود: ۴/۳۱، سعيد)

"ولا يرد حد السرقة؛ لأن الدعوى ليس بشرط للحد؛ لأنه خالص حق الله تعالیٰ ...... ويضمن المال يعني في صورة شهادتهم بسرقة متقادمة؛ لأن الدعوى شرط في حقوق العباد". (البحرالرائق، كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا: ۵/۳۴، رشيديه) ...... =

تکلیف ہوئی، لیکن لڑکا اپنی غلطی وگستاخی پر نادم وشرمندہ ہے، مگر استاذ یہ کہتا ہے کہ میں اب معاف نہیں کرسکتا، مگر لڑکا بار بار اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہے، اب ایسے وقت میں استاذ کو کیا کرنا چاہیے؟ جب کہ استاذ پہلے بھی تین بار معاف کر چکا ہے اور اب چوتھی بار بھی معافی کی درخواست کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مکارم اخلاق اور شاگرد پر شفقت کا تقاضہ یہی ہے کہ استاذ معاف کردے(۱)، لیکن اگر اس کے خصوصی حال کے ماتحت اس کی اصلاح کے لئے بطور سزا کچھ بے تعلقی مناسب ومفید ہو، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۲/۴/۸۶ھ۔

اپنے افلاس کی وجہ سے زمین ایک بیٹے کے نام کرنا

سوال[۱۱۳۵۲]: زید کی دو اولاد ہیں، ۱- خالد، ۲- ہاشم۔ زید اب اپنی ضعیفی اور لاغری کی وجہ سے کسب پر قادر نہیں، کچھ مدت تک کھانے وغیرہ کا نظم خالد نے کیا، اس کے بعد اب ہاشم کررہا ہے، مگر وہ سہولتیں

= (وكذا في الدرر الحكام في غرر الأحكام، كتاب الحدود: ۲/۷۶، مير محمد كتب خانه كراچى)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿الذين ينفقون في السراء والضراء والكظمين الغيظ والعافين عن الناس﴾ (ال عمران: ۱۳۴)

"﴿والعافين عن الناس﴾ أي: المتجاوزين عن عقوبة من استحقوا مؤاخذته، إذا لم يكن في ذلک إخلال بالدين، وقيل: عن المملوكين إذا أساء وا والعموم أولى". (روح المعاني، ال عمران: ۴/۷۳، رشيديه)

(وكذا في تفسير ابن كثير، ال عمران: ۱/۵۲۹، قديمى)

(۲) "رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلک". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب ماينهى عنه من التهاجر: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ماينهى من التحاسد: ۲۲/۱۳۷، منيريه)

فراہم نہیں کررہا ہے، جو خالد کیا کرتا تھا، تاہم خالد کو اس کا احساس ہے، لیکن خالد کہتا ہے کہ والد صاحب کے پاس جو زمین ہے، وہ سب اگر میرے نام لکھ دیں تو میں ان کو اپنے گھر رکھوں گا اور جو کھائیں گے، کھلاؤں گا۔ اور ہر طرح کی سہولت فراہم کروں گا، تو کیا زید کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی ضعف عمری کی پریشانی دور کرنے کے لئے تمام اراضی اپنے لڑکے خالد کے نام لکھ دے اور بقیہ ورثاء کو محروم کردے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل یہ ہے کہ ہر شخص کا نفقہ خود اس کے ذمہ اس کے مال میں لازم ہے (سوائے بیوی کے) کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے (۱)۔ دوسرے کے ذمہ نفقہ جب واجب ہوتا ہے، جب اس کے پاس خود کچھ نہ ہو (۲)، والد کا نفقہ خود والد کے ذمہ ہے، اگر والد کے پاس کچھ نہ ہو، تو ان دونوں لڑکوں کے ذمہ ہے (۳)، خالد کا یہ کہنا کہ اگر والد زمین میرے نام لکھ دیں تو میں بہتر سہولت ان کے لئے پہونچاؤں، غلط اور بے محل ہے، اس سے ہاشم کو نقصان پہونچے گا اور کسی ایک بیٹے کو نقصان پہونچانے کے لئے دوسرے کو دے دینا ظلم اور ناجائز ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "تجب على موسر ...... النفقة لأصوله الفقراء". (الدرالمختار). "(قوله: الفقراء) قيد به لأنه لاتجب نفقة الموسر إلا الزوجة". (ردالمحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة الأصول: ۳/ ۶۲۱، ۶۲۳، سعید)

"(قوله: الفقراء) شرط الفقر؛ لأنهم لو كانوا ذوي مال فإيجاب النفقة في مالهم أولىٰ من إيجابها في مال غيرهم بخلاف الزوجة". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب النفقة: ۲/ ۲۷۷، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الدررالحكام في غرر الأحكام، باب النفقة: ۱/ ۴۱۹، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۳) "لو كان للفقير ابنان أحدهما فائق في الغنى والآخر يملك نصاباً فهي عليهما سوية". (ردالمحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة الأصول: ۳/ ۶۲۳، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب النفقة: ۲/ ۲۷۷، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الدررالحكام في غرر الأحكام، باب النفقة: ۱/ ۴۱۹، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۴) "لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به =

حقوق العباد میں ہونے والی کوتاہی

سوال[۱۱۳۵۳]: بلوغ کے بعد اگر حقوق العباد میں غلطی ہوئی ہو اور یاد نہ ہو، اگر یاد ہو مگر وہ معاملہ جس میں غلطی ہوئی ہو صحیح طریقہ پر یاد نہ ہو کہ کس سے ہوا تھا اور کس طرح ہوا تھا، مثلاً: کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی، یا کسی سے کوئی چیز خریدی تھی، مگر یہ یاد نہیں ہے کہ کیا چیز تھی اور کتنے کی خریدی تھی اور یہ یاد ہے خریدی ضرور تھی، یا وہ شخص جس سے یہ معاملہ ہوا تھا، مر گیا ہو، اسی طریقہ پر تکلیف پہنچانے کا معاملہ بھی ہو، تو ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر دعا کرلیا کریں کہ "یا اللہ! جس جس کو مجھ سے تکلیف پہنچی اور جس کا کوئی حق میرے ذمہ رہ گیا، اس کا ثواب اس کو پہنچا دے"۔ اگر صاحبِ حق موجود ہو اور یاد بھی ہو، تو اس سے معافی تلافی کر کے صفائی کرلی جائے، یا کوئی مالی حق ہو، ادا کردے، صاحبِ حق معلوم نہ ہو، تو اتنی مقدار اس کی طرف سے خیرات کردی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۴/۲۰ھ۔

= الإضرار وإن قصده فسوى بينهم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الهبة: ۶۹۶/۵، سعيد)

"لو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض في ذلك على البعض ..... أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، فإن كانا سواء يكره. وروى المعلى رحمه الله تعالى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده: ۲۷۹/۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الهبة: ۳۹۹/۳، دار المعرفة بيروت)

(۱) "وإن كانت عما يتعلق بالعباد، فإن كانت من مظالم الأموال، فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه في حقوق الله تعالى على الخروج عن عهدة الأموال، وإرضاء الخصم في الحال، والاستقبال بأن يتحلل منهم، أو يردها إليهم ..... وفي القنية: رجل عليه ديون لأناس لا يعرفهم من غصوب، أو مظالم، أو جنايات يتصدق بقدرها على الفقراء". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، مطلب يجب معرفة المكفرات لاجتنابها، ص: ۱۵۸، حقانيه) ....=

حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا

سوال[۱۱۳۵۴]: بکر کے ساتھ ظلم وستم لوٹ مار تو زید کرے، جب تک بکر معاف نہیں کرے گا، تو کیا خدا معاف کردے گا؟ شریعت خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟ کرنے والے یا کرانے والے کو ایک ہی گناہ ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قانون یہی ہے کہ حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب اللقطة: ۲۸۳/۴، سعيد)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لايكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

"(وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: ......) ...... (فليتحلله) أي: فليطلب الظالم حل ما ذكر (منه) أي: من المظلوم: في النهاية يقال: تحللته واستحللته إذا سألته أن يجعلك في حل ...... وفي التعبير به تنبيه على أنه يجب عليه أن يتحلل منه، ولو ببذل الدينار والدرهم في بذل مظلمته". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۳۱۲/۹، ۳۱۳، رشيديه)

"قوله: (ناداه فقال: نعم إلا الدين) مستثنى مما تقرره، نعم وهو قوله: يكفر الله عني خطاياي، أي: نعم! يكفر الله خطاياك إلا الدين ...... أي: لكن الدين لكم يكفر؛ لأنه من حقوق الآدميين، فإذا أدّى، أو أرضى الخصم خرج عن العهدة". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار: ۱۱۱/۶، رشيديه)

"قال العلامة النووي رحمه الله تعالىٰ: "أن لها ثلثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم أن لايعود إليها أبداً، فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، التحريم: ۸: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حقہ پینا اور قرض لے کر دوسروں کی خدمت کرنا

سوال[۱۱۳۵۵]: زید مفلس ہوگیا، لیکن غیر مسلم فاسق سادھو(۱) اور دین دار کی خدمت قرضہ سے کرتا رہتا ہے، لیکن ادھار ادا کرنے کا نام نہیں لیتا اور حقہ نوشی کا اس قدر رزور ہے کہ منہ سے بدبو نکلتی ہے، کسی کا نام لے کر جھوٹی تاویلات پیش کر کے بچاؤ کرتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی ضمان کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرض حقوق العباد میں سے ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک جنازہ لایا گیا، نماز کے لئے، دریافت فرمایا کہ: اس نے کوئی قرض چھوڑا ہے، عرض کیا گیا کہ جی ہاں! پھر دریافت فرمایا کہ ادا کرنے کے لئے بھی چھوڑا ہے، تو معلوم ہوا کہ نہیں چھوڑا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھانے سے انکار فرمادیا تھا (۲)۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو پیسے (قلیل مقدار) کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں قیامت کو دلائی جائیں گی (۳)، بدبو سے ملائکہ اور انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، جس کے منہ سے پیاز وغیرہ کی بدبو آتی

---

(۱) ''سادھو: جوگی، درویش، پارسا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۰۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''عن سلمة بن الأكوع رضي الله تعالىٰ عنه، قال: كنا جلوسا عند النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذ أتي بجنازة ...... ثم أتي بالثالثة، فقال: ''هل عليه دين؟''، قالوا: ثلاثة دنانير، قال: ''هل ترك شيئاً؟'' قالوا: لا، قال: ''صلوا على صاحبكم'' ...... رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول: ۱/۵۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في حسن القضاء، رقم الحديث: ۳۳۴۳: ۳/۳۳۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على من عليه دين، رقم الحديث: ۱۹۵۹: ۳/۳۶۷، دار المعرفة بيروت)

(۳) ''جاء أنه يؤخذ لدانق ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة''. (الدر المختار). ''لعل المراد بها الكتب السماوية، أو يكون ذلك حديثا نقله العلماء في كتبهم ...... (قوله: ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة) أي: من الفرائض لأن الجماعة فيها والذي في المواهب عن القشيري سبعمائة صلاة مقبولة، ولم يقيد =

ہے، اس کو بغیر منہ صاف کئے، مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا تھا(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/ ۸۷ھ۔

یتیموں کی مدد کرنا

سوال[۱۱۳۵۶]: یتیموں کی مدد کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

= بالجماعة". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، فروع في النية: ۱/۴۳۹، سعید)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثانية، ص: ۴۶، دارالفكر بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۲۰۰، دارالفكر بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، نوع فيما يكره: ۴/۲۸، رشيديه)

مذکورہ بالا تمام کتب میں "جاء في بعض الكتب" کے عنوان سے اس بات کا ذکر ہے، کتاب کی تعیین نہیں کی گئی، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے یا تو کتب سماویہ مراد ہیں یا یہ علماء کرام میں سے کسی کا قول ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث نہیں اور نہ ہی ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث مل سکی، البتہ احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے کہ جو شخص کسی صاحبِ حق کا حق ادا کئے بغیر دنیا سے رخصت ہوجائے تو آخرت میں صاحبِ حق کو اس کا حق دوسرے شخص کی حسنات سے دلایا جائے گا، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لايكون دينار أو درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه، فحمل عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الظلم، ص: ۴۳۵، قديمي)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہت بڑے اجر وثواب کے مستحق ہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۶ھ۔

کیا یتیم کو اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے؟

سوال[۱۱۳۵۷]: کیا ایسا بھی حکم ہے کہ یتیم اپنا حق حاصل کرنے کے لئے حق کی لڑائی نہ لڑے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے، اس کے لئے مناسب تدبیر اختیار کی جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۶ھ۔

ایک لڑکی کو دینا دوسری کو نہ دینا

سوال[۱۱۳۵۸]: ۱..... ہمارے خسر صاحب کی دولڑکیاں موجود ہیں، دونوں شادی شدہ ہیں، ہمارے خسر صاحب اور خوشدامن دونوں ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ عبدالستار صاحب پوری جائیداد پر قابض ہیں، پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں، چھوٹی لڑکی میری نکاح میں ہے، اخیر میں خسر صاحب کی رائے سے خوشدامن نے اپنے نام کی پانچ بیگھہ زمین اپنی بڑی لڑکی کے نام سے لکھ دیا ہے، اس طرح سے اپنی چھوٹی لڑکی کو حق سے محروم کردیا، تقریباً ۸/ ہزار روپیہ کا نقصان ہم سمجھتے ہیں، ایسی حالت میں شرعاً کیا حل ہے؟

۲..... چونکہ ہم پہلے فیصلہ میں تقریباً ۱۵/ ہزار کا نقصان اٹھا چکے ہیں، دوسرے فیصلہ میں بھی نقصان اٹھا

---

(۱) "أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: أنا وكافل اليتيم له، أو لغيره في الجنة كهاتين". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في من ضم يتيماً: ۳/ ۲۶۰، رحمانيه)

"(كافل اليتيم) القائم بأموره من نفقة، وكسوة، وتأديب، وتربية، وغير ذلك". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب الإحسان إلى الأرملة: ۲/ ۴۱۱، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب فضل الإحسان إلى الأرملة: ۲/ ۴۱۱، قديمي)

(۲) "عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه أخذ سناً، فجاء صاحبه يتقاضاه، فقالوا له، فقال: "إن لصاحب الحق مقالاً". (صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب من أهدي له هدية، ص: ۴۲۲، دار السلام)

چکے ہیں، ایسی حالت میں ان کی خوشی اور غمی میں اگر ہم شامل نہ ہوں، تو کیا حکم ہے؟ اتنا نقصان اٹھانے کے بعد بھی ہم کو ان کی خوشی میں شامل ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... خسر صاحب اور خوشدامن صاحب نے جو کچھ اپنی ایک لڑکی کو دے دیا اور دوسری لڑکی کو نہیں دیا اور اس سے مقصود اس کو کسی وجہ سے نقصان پہونچانا ہے، تو وہ گنہگار ہیں (۱)، مگر اس پر دوسری لڑکی کو دعویٰ کرنے اور مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔ حقِ وراثت انتقال مورث کے بعد ہوتا ہے، زندگی میں نہیں (۲)۔

۲...... اگر شادی غمی میں شرکت نہ کی، تو کیا نقصان کا عوض مل جائے گا؟ یا جو کچھ تکلیف پہونچی وہ ختم ہو جائے گی؟ مناسب تو یہی ہے جہاں اتنا صبر کیا، شرکت بھی کرلیں، خاص کر کسی کی میت ہو، تو جنازہ کی نماز اور تدفین میں شرکت کرلیں اور تعزیت بھی کریں، اس میں بہت بڑا اجر ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ شعبان/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده فسوى بينهم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۶، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده: ۳/ ۲۷۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الهبة: ۳/ ۳۹۹، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة، أوحكما كمفقود أو تقديراً كجنين فيه غرة". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۴، رشيديه)

(وكذا في هامش السراجي في كتاب الميراث، ص: ۴، مكتبة البشرى)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن أخاكم قدمات فقوموا فصلوا عليه". (سنن النسائي، كتاب الجنائز، رقم الحديث: ۱۹۴۵: ۳/ ۳۵۸، دارالمعرفة بيروت)

(وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في التكبير على الجنازة، رقم الحديث: ۲۲۱۰، ص: ۳۸۴، دارالسلام)

چورڈاکو پڑوسی پر احسان کرنا

سوال[۱۱۳۵۹]: اگر پڑوسی چور یا ڈاکو ہوں، توان پر احسان کرنا چاہیے یا نہیں؟ جب کہ وہ چور ڈاکو اکثر ایذاء پہونچاتے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان پر بھی احسان کرنا چاہیے، امید ہے کہ وہ اس احسان سے متاثر ہوکر نیک عمل اختیار کریں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۵/ ۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۵/ ۸۶ھ۔



(۱) "عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "ما زال جبریل یوصیني بالجار حتی ظننت أنه سیورثه".

(صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب الوصاء ة بالجار: ۲/ ۸۸۹، قدیمی)

"واسم الجار یشتمل المسلم، والکافر، والعابد، والفاسق، والصدیق، والعدو، والغریب، والبلدي، والنافع، والضار، والقریب، والأجنبي". (فتح الباري، کتاب الأدب، باب الوصاة بالجار: ۱۰/ ۵۴۱، قدیمی)

(وسنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب في حق الجوار: ۲/ ۱۶، قدیمی)

(وکذا في عمدة القاري، کتاب الأدب: ۱۶/ ۱۰۸، الطباعة المنیریة)

باب السلام والقيام والمصافحة

الفصل الأول في السلام وإجابته

(سلام اوراس کے جواب کا بیان)

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے خارج ہوتے وقت سلام

سوال[۱۱۳۶۰]: اندرونِ مسجد جب کہ نمازی سنت بھی پڑھ رہے ہوں، سلام کرنا مسنون ہے یا نہیں؟ دروازہ پر سلام کرکے داخل ہونا اور سلام کرکے نکلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب اندرونِ مسجد نماز میں مشغول ہوں، تو سلام نہ کیا جائے (۱)۔ بیرونِ مسجد اگر دروازہ کے قریب لوگ فارغ ہوں، تو ان کو سلام کرلیا جائے، مسجد سے باہر نکل کر جب اپنے راستہ پر جائیں، تب بھی سلام کرلیا کریں، تو اچھا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۷/۱۱/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "كما يكره على عاجز عن الرد حقيقة كاكل، أو شرعاً كمصلٍ، وقارئ، ولو سلم لا يستحق الجواب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۱۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام: ۵/۳۲۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، نوع في السلام: ۳/۴۲۴، رشيديه)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أفشوا السلام، وأطعموا الطعام، واضربوا الهام، تورثوا =

استنجا خشک کرتے ہوئے سلام وکلام

سوال[۱۱۳۶۱]: استنجا خشک کرنے کے متعلق احقر کے خیالات ایسے تھے کہ اس میں اگرچہ خاص استنجا اور غسل کی طرح برہنگی نہیں ہوتی، مگر کامل ستر پوشی بھی نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے شرم آتی ہے، لوگوں کے سامنے استنجا خشک کرنے میں حیاداری چاہیے، کہ جہاں تک ہوسکے، لوگوں کی نظروں سے بچ کر استنجا خشک کیا جائے بالخصوص عورتوں کے سامنے تو ہرگز نہ کرے، وہ محرم ہوں یا نامحرم، لیکن باوجود اس احتیاط کے استنجا خشک کرنے میں بیت الخلاء کی طرح بالکل تنہائی بھی اکثر نہیں ہوتی، جس میں کسی وقت کسی کی بات کا جواب دینا بھی پڑتا ہے، جس کے جواز پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ظاہر ہے کہ استنجا سکھانے کی حالت پیشاب کرنے کی حالت نہیں ہے۔

پس اس حال میں سلام وکلام کرنا یا جواب سلام دینا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ سلام وکلام کی ممانعت حالت بول میں ہے، کیونکہ وہی ستر کے کھلنے کا وقت ہے اور بول سے فارغ ہوکر استنجا سکھانا جب کلام کے لئے مانع نہیں ہے، تو ذکر اللہ اور سلام کے لئے کس طرح مانع ہوجائے گا۔

اب احقر عرض کرتا ہے کہ کلام کی تعریف میں گفت وشنید دونوں آتے ہیں، بلکہ نوشت وخواند بھی گفت وشنید کے قائم مقام ہیں، پھر بھی نوشت وخواند کے متعلق احقر معلوم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ استنجاء سکھانے میں کبھی اپنا تنہا مکان یا کمرہ ہوتا ہے، جس میں پڑھنے کی چیزیں موجود ہوتی ہیں، اس کے بارے میں استفتاء ارسال کیا تھا، سوال یہ تھا کہ استنجا خشک کرنے کی حالت میں کتاب، خط یا اشتہار وغیرہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب اگر قطرہ نہیں آرہا ہے تو پڑھ سکتا ہے۔ اس پر مزید عرض ہے کہ سوال میں پڑھنے سے مراد اردو محاورہ کے مطابق ہر طرح کا پڑھنا ہے، یعنی پڑھنے کی خبر دینی ہو یا دیوی، داہنے ہاتھ میں لے کر بغیر ہاتھ لگائے ہی

= الجنان". (سنن الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ماجاء في فضل إطعام الطعام: ۲/۷، قديمى)

"بين النبي عليه الصلاة والسلام فائدة السلام، وسبب مشروعيته فإن التحابب في الناس خصلة يرضاها الله تعالىٰ، وإفشاء السلام آلة صالحة لإنشاء المحبة، وكذلك المصافحة، وتقبيل اليد، ونحو ذلك قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يسلم الصغير على الكبير، والمار على القاعد، والقليل على الكثير". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب السلام: ۵/۱۰۰، ۱۰۱، رشيديه)

سراً یا جہراً زبان سے پڑھنا یا دل ہی میں پڑھنا، اب اس کے ساتھ ہاتھ لگانے کا سوال اور پیدا ہو گیا ہے، جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

حضرت والا نے جو جواب تحریر فرمایا ہے، اس میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بشرطیکہ مذکورہ پڑھ سکنے کا جواز کا تعلق وقت کے کون سے حصے سے ہے، کیونکہ قطرہ جب آتا ہے اور مسلسل ہو جو کہ مرض ہے، یا وقفے کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہو، جس کے عام حالات ہیں، تب بھی استنجاء سکھانے کا شغل جاری رہتا ہے اور سوال مذکورہ سب ختم ہو جاتے ہیں، اگر کہا جائے کہ جواز کا تعلق درمیانی وقفوں سے ہے، جس میں قطرہ کی آمد رکی ہوئی ہو، تو ان وقفوں کو کون دیکھتا ہے اور اگر دیکھے بھی تو ان میں گنجائش کب ہے؟ کہ کچھ پڑھ لکھ سکے، استنجا کی حالت میں کھانے کے بارے میں بھی آپ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمادیئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں پر دو حالتیں قابلِ لحاظ ہیں: ایک برہنگی، دوسری خروج بول، استنجاء خشک کرنے کے وقت عامۃً پہلی حالت نہیں ہوتی جو امور برہنگی کی وجہ سے ممنوع ہیں (۱)۔ وہ اس حالت میں ممنوع نہیں یہی محمل ہے، فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت منقولہ کا لکھنا پڑھنا، کھانا، پینا، کلام وسلام کرنا، جواب دینا، سب کا حکم اس سے معلوم ہو گیا۔ خروجِ بول کی حالت بھی سلام وکلام وغیرہ سے مانع ہے، اس میں وہ تفصیل ہے، جو احقر نے پہلے تحریر کی تھی، کبھی استنجا خشک کرنا محض رفعِ وہم اور تحصیلِ اطمینان کے لئے ہوتا ہے، کہ قطرہ تو نہیں آتا ہے، صرف مخرج میں کچھ نمی تری سی ہے، تو اس کو خشک کرنا مقصود ہے۔

ایسی حالت میں سلام وکلام وغیرہ کے ممانعت نہیں، کبھی قطرہ آتا ہے، خواہ مرض کی وجہ سے مسلسل آئے اور کچھ دیر بعد ختم ہو جائے یا وقفہ کے ساتھ آئے، اس کا احساس ہوتا ہے، ایسی حالت میں امور مذکورہ

---

(۱) برہنگی کی حالت میں سلام وکلام مکروہ ہے۔

"دع كافراً أيضاً ومكشوف عورة". (الدرالمختار). "(ومكشوف عورة) ظاهره ولو الكشف لضرورة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب المواضع التي يكره السلام: ۱/۶۱۷، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، نوع في السلام: ۶/۳۵۵، رشيديه)

ممنوع ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۹ھ۔

نامحرم کوسلام کرنا

سوال[۱۱۳۶۲]: اپنے خاندان کی نامحرم عورتوں یا مردوں میں سے ایک دوسرے کوسلام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً کہلایا جاسکتا ہے، اگر فتنہ نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۹ھ۔

چھینک پر الحمد للہ رب العالمین کہنا

سوال[۱۱۳۶۳]: چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کے بجائے الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

---

(۱) "وأما السلام على من يستنجي من البول بالحجر، أو المدر قاعداً أو قائماً -كما تعورف اليوم في بلادنا- فلم يثبت فيه من القد ماء شيء، وكان الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي رحمه الله تعالى يقول يرد السلام عند ذلك، وكان الشيخ محمد مظهر النانوتوي -مؤسس المعهد العربي "مظاهر علوم" بسهارنفور- يقول بترك الرد". (معارف السنن، باب في كراهية ردالسلام غير متوضي: ۱/۳۱۷، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، أحكام سلام وتعظيم أكابر: ۴/۹، دارالعلوم)

(۲) "الرجل مع المرأة إذا التقيا سلم الرجل أولاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام: ۵/۳۲۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسليم: ۳/۴۲۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۹، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

الحمدللہ کہنا ہی ثابت ہے(۱)، اس پر اپنی طرف سے اضافہ کرنا، اگرچہ دوسری جگہ موجود بھی ہو بدعت ہے، لہٰذا چھینک پرصرف الحمدللہ ہی کہا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱۲/۲۹ھ۔



(۱) واضح رہے کہ "الحمدلله رب العالمين" کہنا بھی ثابت ہے۔

"عن هلال بن يساف قال: كنامع سالم بن عبيد، فعطس رجل من القوم، فقال: السلام عليكم، فقال له سالم: وعليك وعلى أمك، فكأن الرجل وجد في نفسه، فقال: أما إني لم أقل إلا ما قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذ عطس رجل عند النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: السلام عليكم فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عليك وعلى أمك، إذا عطس أحدكم فليقل: الحمدلله رب العالمين، وليقل له من يرد عليه: يرحمك الله وليقل: يغفر الله لي ولكم". (جامع الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء كيف تشميت العاطس: ۳/۵۰۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب العطاس والتثاؤب، الفصل الثاني: ۲/۱۷۸، دارالكتب العلمية بيروت)

الفصل الثاني في المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا

سوال[۱۱۳۶۴]: ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا جائز ہے یا حرام؟ کیا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا طریقہ مردود ہے، یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا مردود ہے، اس طریقہ کو یا اس طریقہ کو اپنانے والے کو مردود سمجھنے والا کیسا ہے؟ مصافحہ کا طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے(۱)، یہ کہنا کہ دو ہاتھوں سے ثابت نہیں، ایک ہی ہاتھ سے کرنا چاہیے، غلط ہے(۲)، گاہے گاہے ایک ہاتھ سے بھی منقول ہے(۳)، ان دونوں میں سے کسی ایک طریقہ کو حرام

---

(۱) "باب المصافحه" قال ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه: علمني النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التشهد، وكفي بين كفيه". (صحيح البخاري، كتاب الاستيذان، باب المصافحة: ۹۲۶/۲، قديمى)

"والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۳۸۱/۶، ۳۸۲، سعيد)

(وكذا في تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ۵۱۸/۷، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۳) "اعلم أن السنة أن تكون المصافحة باليد الواحدة، أعني اليمنى من الجانبين". (تحفة الأحوذي، أبواب الاستئذان والأدب، باب ماجاء في المصافحة، فائدة في بيان أن السنة في المصافحة أن تكون باليد الواحدة، رقم الحديث: ۲۸۷۵: ۵۱۸/۷، ۵۱۹، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

"وفي رواية أبي ذر عن الحموي والمستملي: الأخذ باليد، بالإفراد". (عمدة القارئ، كتاب=

کہنا صحیح نہیں، البتہ جو طبقہ دین سے تعلق نہیں رکھتا، ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ پر اصرار کرتا ہے، اس کے ساتھ تشبہ سے بچنے کے لئے اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کو ترک کیا جائے، تو بہتر ہے ''عمدۃ القاری'' شرح بخاری شریف میں دو ہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت موجود ہے(۱) اور الکوکب الدری میں بھی مذکور ہے، کہ ایک ہاتھ سے بھی منقول ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۱۴۰۱ھ۔



= الاسيتئذان، باب الأخذ باليدين: ۲۲/۳۹۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الاستيذان: ۱۱/۲۶، قديمي)

(۱) "رأيت حماد بن زيد، وجاء ه ابن مبارك بمكة، فصافحه بكلتا يديه ..... قوله: "وكفي بين كفيه" وهو الأخذ باليدين". (عمدة القارئ، كتاب الاستيئذان، باب الأخذ باليدين: ۲۲/۳۹۳، ۳۹۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "قوله: الأخذ باليد اللام فيه للجنس فلا تثبت الوحدة، والحق فيه: أن مصافحة صلى الله تعالى عليه وسلم ثابتة باليد وباليدين، إلا أن المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار أهل الإفرنج وجب تركه لذلك". (الكوكب الدري، أبواب الاستئذان والأداب، باب المصافحة: ۲/۱۴۱، ۱۴۲، المكتبة اليحيويه، سهارنپور)

الفصل الثالث في القيام والتقبيل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

پیر کی قدم بوسی کرنا

سوال[۱۱۳۶۵]: پیر کی قدم بوسی کرنا کہ جس سے نقل سجدہ کی ہو اور اسی حالت میں زور زور سے چلانا کہ دوسرے آدمی کو خوف کے مارے لرزہ آجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

منع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحني له؟ قال: لا". (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني: ۲/۴۰۱، قديمي)

"أينحني له" من الانحناء، وهو إمالة الرأس، والظهر تواضعاً، وخدمةً قال: "لا" أي: فإنه في معنى الركوع وهو كالسجود من عبادة الله". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني: ۸/۴۶۱، رشيديه)

"تقبيل الأرض بين يدي العلماء، والعظماء فحرام، والفاعل، والراضي به اثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر؟ إن على وجه العبادة، والتعظيم كفر، وإن على وجه التحية لا، وصار اثما مرتكب للكبيرة". (ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء: ۶/۳۸۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الكراهية، الباب الثامن والعشرون: ۵/۳۶۹، رشيديه)

جھک کر سلام کرنا اور پیروں پر سر رکھنا

سوال[۱۱۳۶۶]: پیر صاحب کو مرید کا جھک کر سلام کرنا اور پیروں پر سر رکھنا کیا یہ عمل جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھک کر سلام کرنا منع ہے، پیروں پر سر رکھنا بھی منع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۴/۹۱ھ۔



---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه، أينحني له؟ قال: لا". (جامع الترمذي، كتاب الاستئذان، باب المصافحة: ۲/۱۰۲، قديمي)

"الانحناء إمالة الرأس والظهر، وهو المشهور. أن المراد هنا انحناء الظهر، كما قال محي السنة: إن انحناء الظهر مكروه، وإن كان يفعله كثير ممن ينسب إلى علم وصلاح. ونقل عن الشيخ أبي منصور أن تقبيل الأرض، وانحناء الظهر، وإمالة الرأس لايكون كفراً؟ بل إثما ومعصية وكبيرة؛ لأن المقصود التعظيم دون العبادة انتهى. وبعض المشايخ قد شدوا في المنع عن ذلك وقالوا: كاد الانحناء أن يكون كفراً". (التعليق الصبيح، كتاب الأداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني: ۵/۱۱۹، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب المصافحة والمعانقة: ۸/۴۲۲، رشيديه)

باب الترضي والترحم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ علیہما الصلوۃ والسلام کہنا

سوال[۱۱۳۶۷]: بعض حضرات اس چیز کے قائل ہیں کہ امام حسن اور حسین علیہما الصلوۃ والسلام کہنا ضروری ہے، آیا یہ ان کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے تو اس کہنے پر کیا غلطی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

علیہ الصلوۃ والسلام عامۂ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے کہنا رائج ہوگیا، بعض لوگ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معصوم مان کر ان کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں، سو یہ عقیدہ اور عمل

---

(۱) "(قوله: ولا يصلي على غير الأنبياء)؛ لأن في الصلاة من التعظيم ماليس في غيرها من الدعوات، وهي زيادة الرحمة، والقرب من الله تعالیٰ، ولا يليق ذلک بمن يتصور منه خطايا والذنوب إلا تبعاً ...... والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة: أن ذلک شعار أهل البدع، ولأن ذلک مخصوص في لسان السلف بالأنبياء عليهم الصلاة والسلام كما أن قولنا: عزوجل مخصوص بالله تعالیٰ، فلايقال: محمد عزوجل وإن كان عزيزاً جليلاً، ثم قال اللقاني: وقال القاضي عياض: الذي ذهب إليه المحققون، وأميل إليه ما قاله مالک وسفيان، واختاره غير ؛ احد من الفقهاء والمتكلمين أنه يجب تخصيص النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم وسائر الأنبياء بالصلاة والتسليم، كما يختص الله سبحانه عند ذكره بالتقديس والتنزيه ..... وأيضاً فهو أمر لم يكن معروفاً في الصدر الأول، وإنما أحدثه الرافضة في بعض الأئمة، والتشبه بأهل البدع منهي عنه، فتجب مخالفتهم". (ردالمحتار، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتى: ۹/۳۶۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة: ۵/۳۱۵، رشيديه)

غلط ہے، اس سے بچنا چاہیے(۱)۔ فقط۔

غیر مسلم کا درود شریف پڑھنا

سوال[۱۱۳۶۸]: کیا غیر مسلم کو درود شریف پڑھنے سے دنیوی فائدہ ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امید ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۶/۴/۱۵ھ۔



(۱) "﴿نوف إليهم أعمالهم﴾ فيها وجهان: أحدهما: أن يصل الكافر رَحِما، أو يعطي سائلاً، أو يرحم مضطراً، أو نحو ذلک من أعمال البر، فيجعل الله له جزاء عمله في الدنيا بتوسعة الرزق، وقرة العين فيما خوّل، ودفع مكاره الدنيا، روي ذلک عن مجاهد والضحاک". (أحكام القرآن للجصاص، هود: ۲۱۱/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للقرطبي: ۱۳/۱۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۲۵/۱۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

باب الحجاب

الفصل الأول في ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

نامحرم عورتوں کی جگہ پر جانا

سوال[۱۱۳۲۹] : اگر نامحرم عورت سے تنہائی میں بھی نہ ملے اور نہ اس کے چہرہ کی طرف نظر ڈالے ،تب ایسی جگہ جانا جائز ہے؟ جہاں نامحرم عورتیں ہوں، عام ہے کہ معمر ہوں یا غیر معمر؟ جو عورتیں بے پردہ رہتی ہیں،لیکن دین داروں سے پردہ کرتی ہیں اور ان کے سامنے سر وغیرہ ڈھک کر آتی ہیں،ان کے یہاں جانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس طرح عورت کو نامحرم مرد سے پردہ کرنا لازم ہے، مرد کو بھی نامحرم عورت سے بچنے کی کوشش لازم ہے،لہٰذا ایسی جگہ ہرگز نہ جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۹۴ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم﴾ (التوبة: ۳۰)

"عن عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "إياكم والدخول على النساء"، فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول: ۱/ ۵۷۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"الخلوة بالأجنبية مكروهة، وإن كانت معها أخرى كراهة تحريم". (رد المحتار، الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/ ۳۶۸، سعيد)

پرانی وضع کا برقعہ

سوال[۱۱۳۷۰]: جو برقعہ پرانے زمانہ کا ہے، اس میں بھی بے احتیاطی سے ستر کھل جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پرانی وضع کے برقعہ میں اگر ستر ناتمام ہو اور اس کے مقابلہ میں چادر سے ستر تام حاصل ہوتا ہو، تو چادر ہی کو استعمال کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

فیشنی مروجہ برقعہ

سوال[۱۱۳۷۱]: آج کل فیشنی مروجہ برقعہ جو ریشمی ہوتا ہے اور بدن سے چمٹا کر سیا جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) مقصد ستر کا چھپانا ہے، چاہے وہ برقعہ سے حاصل ہو جائے یا چادر سے، لہٰذا اگر کوئی برقعہ ایسا ہے، جس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اس کو ترک کر دیا جائے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (الأحزاب: ۵۹)

"روي عن عبدالله قال: "الجلباب الرداء" ...... وقال ابن عباس ومجاهد: "تغطي الحرة إذا خرجت جبينها ورأسها خلاف حال الإماء" ...... لما نزلت هذه الآية: ﴿يدنين عليهن من جلا بيبهن﴾ خرج نساء من الأنصار كأن على رؤوسهن الغربان من أكسية سود يلبسنها، قال أبوبكر: في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر، والعفاف عند الخروج". (أحكام القرآن للجصاص، الأحزاب، باب حجاب النساء: ۳/۴۸۶، دار الكتب العلمية بيروت)

"(ستر عورته وجوبه عام) أي: في الصلاة وخارجها (ولو في الخلوة) أي: إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في ستر العورة: ۱/۴۰۴، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو اگر کسی ضرورت سے مکان سے باہر جانا ہی پڑے تو میلی کچیلی چادر اوڑھ کر اس طرح جائے کہ جسم پر بھی کسی کی نظر نہ پڑے اور لباس بھی جاذب نظر نہ ہو، فیشنی برقعہ جس کا سائل نے ذکر کیا ہے، خود مستقل جاذب نظر ہوتا ہے، حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو عورت مہکتی ہوئی خوشبو لگا کر مکان سے نکلتی ہے، وہ ایسی ایسی ہے (۱)، یعنی لوگوں کو بدکاری کی دعوت دیتی ہے، یہی حال قریب قریب فیشنی برقعہ کا ہے، لہٰذا اس سے اجتناب چاہیے، ایسا لباس استعمال کرنا، جس سے بدن کی پوری ہیئت ظاہر ہوتی ہو، ہرگز جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دو بھائیوں کا ایک مکان میں رہنا

سوال [۱۱۳۷۲]: ایک ہی مکان میں دو مادرزاد بھائی رہتے ہیں، دونوں بھائی اور دونوں کی بیوی اسی مکان میں رہتی ہیں، ایسی صورت میں ایک بھائی کی بیوی پر دوسرے بھائی کی نظر اچانک پڑتی ہے، بات

---

(۱) "عن أبي موسیٰ رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "كل عين زانية، وإن المرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس، فهي كذا وكذا" يعني: زانية رواه الترمذي". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها: ۱/۲۱۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب الزينة، مايكره للنساء من الطيب، ص: ۷۰۱، دار السلام)

(وسنن أبي داود، كتاب الترجل، باب في المرأة تتطيب للخروج: ۳/۱۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "إن كان على المرأة ثياب فلا بأس بأن يتأمل جسدها، وهذا إذا لم تكن ثيابها ملتزقة بها بحيث تصف ما تحتها، ولم يكن رقيقاً بحيث يصف ما تحته، فإن كان بخلاف ذلك فينبغي له أن يغض بصره. وفي التبيين قالوا: ولا بأس بالتأمل في جسدها، وعليها ثياب مالم يكن ثوب يبين حجمها، فلا ينظر إليه حينئذ ..... مفاده: أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة، ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه".

(ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۶، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع فيما يحل للرجل النظر إليه: ۶/۲۸، مكتبه حقانيه كوئٹه)

چیت نہیں ہوتی، دوسرا بھائی جب باہر سے آ کر مکان میں کھانے کے لئے داخل ہوتے ہیں، تو پہلے کی بیوی پر نظر پڑتی ہے، بے حیائی وغیرہ کی بات یا اور کوئی بات نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکان کی تنگی اور غربت کے باعث کبھی ایسی نوبت آ جائے اور نظر فوراً ہٹالی جائے، تو امید ہے کہ پکڑ نہ ہوگی، لیکن ایسی جگہ جانے کے لئے پہلے شریعت نے استیذان تجویز کر رکھا ہے، اس کا لحاظ رکھا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۱۳۹۹ھ۔



(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا لا تدخلوا بيوتاً غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على أهلها﴾ (النور: ۲۷)

"المعنى حتى تطلبوا علم أهل البيت، والمراد حتى تعلموهم على أتم وجه، ويرشد إلى ذلك ما روي عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه: أنه قال: قلنا يا رسول الله! ما الاستئناس؟ فقال: "يتكلم الرجل بالتسبيحة والتكبيرة والتحميدة يتنحنح يؤذن أهل البيت" وما أخرجه ابن المنذر وجماعة عن مجاهد أنه قال: تستأنسوا تتنحنحوا تنخموا". (روح المعاني: ۱۳۴/۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للقرطبي: ۱۳۲/۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فصل في مايتعلق بصوت المرأة

(عورت کی آواز کا بیان)

مردوں کا ٹیپ عورتوں کے لئے عورتوں کا مردوں کے لئے

سوال[۱۱۴۷۳]: جوعورتیں مرد سے پردہ کرتی ہیں، ان کوغیر مرد کا ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ میں نعت، حمد بھر کرسننا جائز ہے یانہیں؟ عورتیں گنہگار ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ریڈیو پر تقریر آئے، جوضروری امور پر مشتمل ہو، اس کا سننا عورتوں کو درست ہے(۱)، مردوں کی آواز عورتوں کے حق میں منع نہیں (۲)، عورتوں کا ٹیپ ریکارڈ مردوں کونہیں سننا چاہیے (۳) اور گانا کسی کا کسی کو

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذات يوم أو ليلة، فإذا هو بأبي بكر وعمر رضي الله تعالىٰ عنهما فقال: ما أخرجكما من بيوتكما هذه الساعة ..... فلما رأته المرأة، قالت: مرحباً وأهلاً، فقال لها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أين فلان؟ قالت: ذهب يستعذب لنا من الماء".

قال النووي رحمه الله تعالىٰ: فيه جواز سماع كلام الأجنبية ومراجعتها الكلام للحاجة".

(شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك: ۱۷۷/۲، قديمی)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة: ۳۳/۴، دارالعلوم كراچی)

(وجامع الترمذي، كتاب الزهد، باب ماجاء في معشية الخ: ۶۲/۲، سعيد)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۳) "فظهر الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح". (الدر المختار). "(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه، ..... قال عليه السلام: =

نہیں سننا چاہیے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۹۹ھ۔

ریڈیو پر عورت کی اناؤنسری

سوال[۱۱۳۷۴]: ریڈیو پر عورت کا اناؤنسری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کو اپنی آواز بلا ضرورت شرعیہ نامحرموں کو پہنچانا اگرچہ ریڈیو کے ذریعہ ہو، موجب فتنہ ہے(۲)،

= "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء"، فلا يحسن أن يسمعها الرجل، وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۶، سعيد)

"ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۷۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (لقمان: ۶)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالىٰ: ﴿لهو الحديث﴾ على ماروي عن الحسن: "كل ما شغلك عن عبادة الله تعالىٰ، وذكره من السمر، والأضاحيك، والخرافات، والغناء، ونحوها ..... الخ". (روح المعاني، لقمان: ۶: ۲۱/۶۷، دار إحيا التراث العربي بيروت)

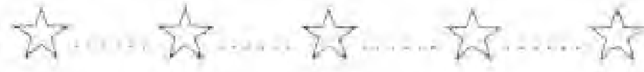
"وفي السراج: "دلت المسألة أن الملاهي كلها حرام ..... قال ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات". (الدرالمختار). "قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: واحتج بقوله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير: أن المراد الغناء ..... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل: ۸/۳۴۶، رشيديه)

(۲) "ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي، كتاب=

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی آواز کو بھی عورت فرمایا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۹ھ۔



= الصلاة، باب الأذان: ۲۷۷/۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وأما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۵۸/۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قديمى)

(۱) "(مالك أنه سمع أهل العلم يقولون: ليس على النساء رفع الصوت بالتلبية لتسمع المرأة نفسها) ش: وهذا كما قال: أنه ليس على النساء رفع أصواتهن بالتلبية؛ لأن النساء ليس شأنهن الجهر؛ لأن صوت المرأة عورة فليس عليها من الجهر، إلا بقدر ما تسمع نفسها، وما زاد على ذلك من إسماع غيرها فليس من حكمها، والجهر في الصلاة كذلك". (كتاب المنتقى، كتاب الحج، رفع الصوت بالإهلال: ۲۱۱/۳، دار الكتب الإسلامي القاهرة)

"قال الباجي: لأن النساء ليس من شأنهن الجهر؛ لأن صوت المرأة عورة، فليس عليها من الجهر إلا بقدر ما تسمع نفسها، وما زاد على ذلك من إسماع غيرها فليس من حكمها". (أوجز المسالك إلى مؤطا الإمام مالك رحمه الله تعالى، كتاب الحج، رفع الصوت بالإهلال: ۳۴۸/۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في كشف المغطا عن وجه المؤطا على هامش مؤطا الإمام مالك، رفع الصوت بالإهلال، ص: ۳۲۳، قديمى)

الفصل الثاني فيمن يجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)

دیور سے پردہ

سوال [۱۱۳۷۵]: ۱...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورت کے لئے دیور موت ہے، اس کا علم مجھے نہیں کہ کس موقع پر ارشاد فرمایا ہے اور منشاء ارشاد کیا ہے، کیا عورت کو بیوہ ہو جانے کے بعد دیور سے پردہ کرنا ضروری ہے؟ یا شوہر کی زندگی میں بھی دیور سے پردہ ضروری ہے؟

۲...... ایک ہی مکان میں والدین کے ساتھ کئی بھائی رہتے ہیں اور بعض مکان بھی بالکل چھوٹے ہوتے ہیں، بھاوج کے سوا بعض اوقات مکان میں کوئی اور عورت نہیں ہوتی، صرف شوہر اور اس کے بھائی مکان میں رہتے ہیں اور شوہر کی غیر موجودگی میں اپنے دیوروں کو کھانا وغیرہ دینا پڑتا ہے اور گھر میں شوہر کی غیر موجودگی میں صرف دیور ہی ہوتے ہیں، ان تمام صورتوں میں پردہ ضروری ہوتا ہے، اگر پردہ ضروری قرار دیا جائے تو تمام دیور اپنا مکان چھوڑ کر کہاں جا کر رہیں؟

بعض اوقات شوہر باہر ہوتا ہے، دیور ہی گھر کی نگرانی کرتے ہیں، اگر پردہ ہے تو گھر کی نگرانی شوہر کی عدم موجودگی میں مشکل ہو جائے گی، بعض اوقات بھاوج بیوہ ہو جاتی ہے اور کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، مجبوراً دیوروں کے زیر پرورش ہو جاتی ہے اور بچوں کی پرورش اور نگرانی دیوروں کے ذریعہ ہوا کرتی ہے، کیا ان تمام صورتوں میں دیور کے سامنے عورت نکل سکتی ہے اور گھر کے اور افراد کی طرح ان سے بھی گفتگو کے ساتھ رہنا سہنا ہو سکتا ہے، شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

۳...... اگر پردہ لازم ہو، تو پھر بھائیوں بھائیوں میں تعلق ویسے نہیں رہ سکتا، جیسے کہ بے پردگی میں اور مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کے پاس آنے جانے میں ہوا کرتا ہے، بھائیوں کا تعلق بھی غیروں جیسا ہو جائے گا، جیسے کہ اور دوستوں سے تعلق ہوا کرتا ہے، تمام بھائی اور بھائی کی بیویاں سب مل جل کر بھی ایک جگہ

بیٹھ نہیں سکتے، حالانکہ ایک ہی خاندان کے افراد ہیں، پردہ کی صورت میں ایک دوسرے سے کٹا ہوا ہو یا اس میں جو صورت ہو، مطلع فرمادیں، نیز اس کا خیال رکھیں، کہ آپس میں پردہ کی صورت میں تعاون ومعیت کے مواقع ختم ہو جائیں گے، ایک ہی خاندان کے افراد بجائے قریب ہونے کے دور ہو جائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... پردہ کی تاکید پر کسی نے سوال کیا تھا کہ کیا دیور سے بھی پردہ کیا جائے؟ اس پر ارشاد فرمایا تھا کہ دیور تو موت ہے(۱)، فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہے، اس سے پردہ شوہر کی زندگی میں بھی کیا جائے اور بعد میں بھی۔

۲...... بے تکلفی سے ہنسی مذاق نہ کیا جائے، چہرہ سامنے نہ کھولا جائے، تنہائی ایک کمرہ میں نہ ہو، وقت ضرورت بات کرنے میں مضائقہ نہیں، کھانا کسی بچے کے ہاتھ بھیج دیا کریں اس طریقہ سے پرورش ہوسکتی ہے، ایک مکان میں رہنا بھی ہوسکتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ فتنہ بھی نہیں ہوگا، ورنہ جب بے تکلفی کے تعلقات ہوتے ہیں، تو عموماً فتنہ ہو جاتا ہے(۲)۔

---

(۱) "أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إياكم والدخول على النساء، فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". (صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها، ص: ٩٦٢، دار السلام)

"قال النووي: والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير ابائه؛ لأن الخوف من الأقارب أكثر، والفتنة منهم أوقع لتمكنهم من الوصول إليها، والخلوة بها من غير نكير عليهم بخلاف غيرهم، وعادة الناس المساهلة فيه، وتخلي الأخ بامرأة أخيه فهذا هو الموت". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ٢٤٧/٦، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول: ١/٤٥٧، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) "وتمنع الشابة من كشف الوجه بين الرجال، لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة". (الدر المختار). "فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب، ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/٤٠٦، سعيد)

"وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين، وتمنع من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/٤٠٦، سعيد)

"الخلوة بالاجنبية حرام". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ٦/٣٦٨، سعيد)

۳..... جواب نمبر۲ میں جوصورت تحریر کی گئی ہے، ایسی صورت پرعمل کرنے سے بیگانگی ہوگی، خاندان میں یکجہتی رہے گی اور حکمِ شریعت پرعمل بھی رہے گا۔ اور مستورات آپس میں مل جل کر رہیں گی، ایک دوسرے کے خاندانوں سے پردہ رہے گا اور سب کے خاوند آپس میں ملے جلے رہیں گے اور ایک دوسرے کی بیوی سے علیحدہ رہے گا، اسی میں عزت ہے، اسی میں حفاظت ہے، ورنہ کہیں اکبر مرحوم کا قول صادق نہ آ جائے ؎

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا جس کو سمجھتے تھے کہ بیٹا ہے بھتیجا نکلا

اللہ پاک نفس وشیطان کے شر سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۹ھ۔

پھوپھی زاد خالہ زاد وغیرہ سے پردہ

سوال [۱۱۳۷۶]: پھوپھی ماموں کے دامادوں نیز شوہر کے بہنوئی کے سامنے عورت آسکتی ہے یا نہیں؟ اس طرح بیوی کی خالہ زاد بہن اور ماموں زاد پھوپھی زاد بہن ہے، کیا ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے؟ اسی طرح دودھ شریکی خالہ کے شوہر کے سامنے بھی عورت آسکتی ہے یا نہیں؟ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مذکورہ اعزہ میں سے بعض ایسے ہیں جو تعطیلات میں اپنے سسرال میں آ کر رہتے ہیں اور ایک ہی گھر میں، وہ عورتیں بھی رہتی ہیں، جن کے متعلق مسئلہ پوچھا جا رہا ہے، مثلاً: پھوپھی کے داماد اور بعض ایسے ہیں جن کے گھر میں جا کر کبھی کبھی مستقل طور پر ہفتہ، عشرہ، ماہ، پندرہ یوم رہنا ہوتا ہے، مثلاً: نندوئی کے گھر جا کر رہنا ہو، تو اب نندوئی سے پردہ کا سوال پیدا ہوتا ہے، جس طرح سامنے آنے کے لئے سوال کیا جا رہا ہے، اس کی نوعیت تو وہ ہی ہوگی جو نماز کی ہوتی ہے، کہ سارا بدن ڈھکا رہے، سوائے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے پنجوں کے، دودھ شریک خالہ کے لڑکے اور ان کے دامادوں کے سامنے بھی کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب سے پردہ لازم ہے، یہ سب نامحرم ہیں، جس سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے (۱)، اس سے

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ماوراء ذلکم﴾ (النساء: ۲۴) .... =

پردہ کیا جائے، مکان تنگ ہونے کی وجہ سے اگر دشواری ہو، تو بھی چہرہ نہ کھولے، بے تکلف ہنسی مذاق نہ کریں، ایک جگہ تنہائی نہ ہونے پائے، جو لوگ اجنبی ہوں ان میں فتنہ کم ہوتا ہے، ان کو ہمت بھی نہیں ہوتی، جو نامحرم عزیز قریب ہوں، ان میں فتنہ زیادہ ہوتا ہے (۱)، ان سے بچنے کے لئے بڑے اہتمام کی ضرورت ہے، اسی لئے حدیث شریف میں دیور کو موت فرمایا گیا ہے۔

"الحمو الموت" (مشكوة شريف: ۲۶۸/۲)(۲).

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۹ھ۔

خالہ زاد ماموں زاد بھائی وغیرہ سے پردہ

سوال [۱۱۳۷۷]: ہمارے یہاں اجتماع میں قرآن پاک کا ترجمہ سنایا جاتا ہے، ایک روز پردہ کا

= "ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لك حلال". (تفسير ابن كثير: ۴۷۴/۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

"أما المرأة الحرة التي لانكاح بينه وبينها، ولا حرمة ممن يحل له نكاحها، فليس ينبغي أن ينظر إلى شيء منها". (المبسوط للإمام محمد، كتاب الاستحسان: ۵۶/۳، إدارة القرآن كراچی)

"(أسباب التحريم أنواع: قرابة ومصاهرة .....) وتحل بنات العمات، والأعمام، والخالات والأخوال". (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۴۱۱/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير ابائه؛ لأن الخوف من الأقارب أكثر، والفتنة منهم أوقع لتمكنهم من الوصول إليها، والخلوة بها من غير نكير عليهم بخلاف غيرهم، وعادة الناس المساهلة فيه". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ۲۷۸/۶، رشيديه)

(وكذا في التعليق الصبيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ۱۴/۴، ۱۵، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الأداب، باب تحريم الخلوة بالأجنبية: ۲۱۶/۲، قديمی)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول: ۲۶۸/۲، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة: ۷۸۷/۲، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الأداب، باب تحريم الخلوة بالأجنبية: ۲۱۶/۲، قديمی)

ذکر بھی سنایا گیا، پردہ کا ذکر سنتے ہی عورتیں پریشان ہوگئیں، کیونکہ قرآن کریم کا حکم اٹل ہے، اب یہ تمام عورتیں دریافت کرتی ہیں کہ ہم تمام منہ ڈھانک لیں یا صرف نگاہیں نیچی کرلیں؟ ہم لوگ سید ہیں، سب سے پردہ کرتی ہیں، لیکن ماموں کے بیٹے، چچا اور خالہ کے بیٹے سے پردہ نہیں کرتی ہیں اور سسرال میں دیور، جیٹھ، نندوئی سے پردہ نہیں رکھتیں اور کہتی ہیں کہ یہ سب تو گھر کے ہیں، اُن سے کیا پردہ صرف نگاہ کا پردہ کافی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، سب سے پردہ لازم ہے، اگر مکان تنگ ہو، تو اتنا پردہ کافی ہے کہ چہرہ نہ کھولا جائے، گھونگھٹ کرلیا جائے، بے تکلفی، ہنسی مذاق نہ کیا جائے، ایک جگہ تنہائی نہ ہونے پائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۴/۲۹ھ۔

سوتیلی والدہ کے ساتھ سفر کرنا

سوال [۱۱۳۷۸]: میری سوتیلی والدہ ہے اور حقیقی والدہ نہیں ہے، کیا میرے ساتھ سوتیلی ماں

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء"، فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت" ..... سمعت الليث بن سعد يقول: الحمو أخ الزوج، وما أشبه من أقارب الزوج، ابن العم ونحوه". (صحيح مسلم، كتاب الأداب، باب تحريم الخلوة بالأجنبية، ص: ۹۶۲، دارالسلام)

"(أياكم والدخول على النساء) أي: غير المحرمات على طريق التخلية، أو على وجه التكشف ..... قال النووي: والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير ابائه؛ لأن الخوف من الأقارب أكثر، والفتنة منهم أوقع لتمكنهم من الوصول إليها، والخلوة بها من غير نكير عليهم بخلاف غيرهم، وعادة الناس المساهلة فيه، وتخلي الأخ بامرأة أخيه فهذا هو الموت". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ۲۷۸/۲، رشيديه)

"(أسباب التحريم أنواع: قرابة ومصاهرة .....) ..... وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال". (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، سعيد)

(سفر پر) جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوتیلی والدہ محرم ہے(۱)، اس کے ساتھ سفر کی اجازت ہے، وہ جاسکتی ہے، بشرطیکہ کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱٦ھ۔



(۱) "أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة ..... حرم ..... زوجة أصله وفرعه مطلقاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۹-۳۱، سعيد)

"يحمل قوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا ما نكح اٰباؤكم من النساء﴾ على الوطء، فاقتضى ذلك تحريم من وطئها أبوه من النساء عليه". (أحكام القرآن للجصاص، النساء، باب مايحرم من النساء: ۳/۱۴۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۴، رشيديه)

(۲) "(قوله: والصهرة الشابة) قال في القنية: ماتت عن زوج وأم فلهما أن يسكنا في دار واحدة إذا لم يخافا الفتنة، وإن كانت الصهرة شابة، فللجيران أن يمنعوها منه إذا خافوا عليهما الفتنة اهـ، وأصهار الرجل كل ذي رحم محرم من زوجته على اختيار محمد. والمسألة مفروضة هنا في أمها، والعلة تفيد أن الحكم كذلك في بنتها ونحوها كما لا يخفى". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۴/۱۸۴، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۲۳۹، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الثالث في الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی، میل جول اور مس کا بیان)

چوڑیاں پہنانے کا پیشہ

سوال[۱۱۳۷۹]: زید کے یہاں چوڑی پہنانے کا رواج ہے، عموماً عورتیں چوڑیاں پہنایا کرتی ہیں، زید چونکہ تنہا امور خانہ داری پورے نہیں کرسکتا ہے، اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی اس پیشہ کے ذریعہ زید کا ہاتھ بٹائے کیا زید کی یہ خواہش ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ ویسے صورت مذکورہ میں جو عام طور پر ہندوستان کی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے، جوکہ اوروں کے لئے جائز بظاہر معلوم نہیں ہوتا ہے، یہ کیسا ہے اور اس سے حاصل شدہ رقم مرد کے لئے اور بچوں کے لئے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت اگر پردہ میں رہے اور کسی نامحرم کے سامنے نہ آئے اور عورتوں کو چوڑیاں پہنا کر روپیہ حاصل کرے تو شرعاً وہ روپیہ درست ہے(۱)، کسی ایک قوم کے ساتھ اس پیشہ کے خاص ہوجانے کی وجہ سے اس کو دوسروں کے لئے ناجائز نہیں کہا جائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "وجاز إجارة الماشطة لتزين العروس إن ذكر العمل والمدة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الإجارة، مطلب يجب الأجر في استعمال السعد للاستغلال: ۶/۶۳، سعيد)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب التفسير، الأحزاب، باب قوله تعالى: ﴿لا تدخلوا بيوت النبي﴾: ۱۹/۱۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب التفسير: ۸/۶۷۸، قديمي)

(۲) "التحقيق عندي إباحة اتخاذه حرفة؛ لأنه نوع من الاكتساب، وكل أنواع الكسب في الإباحة سواء على المذهب الصحيح". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصيد: ۶/۴۶۲، سعيد)

=

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۹ھ۔



= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب: ۴/۱۸۴، مكتبه غفاريه كوئته)

الفصل الرابع في النظر إلى العورة وإفشائها

(اعضائے مستورہ کودیکھنے اورکھولنے کابیان)

برہنہ ورزش کرنا

سوال[۱۱۳۸۰]: زید پہلوانی کرتا ہے،لیکن ستر کھلی رہتی ہے،صرف قُبل ودبر پرلنگوٹ رہتی ہے، کسرت (۱) کے وقت تنہا بھی ہوتا ہے،اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تنہائی میں اس طرح ورزش منع نہیں،لوگوں کے سامنے اس طرح سترکھول کردرست نہیں (۲)۔واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

سیداحمدعلی سعید،دارالعلوم دیوبند،۲۱/۴/۸۶ھ۔

---

(۱)"کسرت:ورزش،ریاضت،مشق،مہارت"۔(فیروزاللغات،ص:۱۰۶۹،فیروزسنزلاہور)

(۲)واضح رہے کہ تنہائی میں بھی سترکوچھپانا لازمی اورواجب ہے،بغیرضرورت کے درست نہیں۔

"عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "احفظ عورتک إلا من زوجتک، أو ما ملکت يمينک" فقلت: يا رسول الله! أرأيت إذا كان الرجل خالياً؟ قال: فالله أحق أن يستحي منه". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ۲/۲۶۹، قديمي)

"فالله أحق أن يستحي منه" وهذا يدل على وجوب الستر في الخلوة إلا عند الضرورة". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ۶/۲۸۵، رشيديه)

"(قوله: ووجوبه عام) أي: في الصلاة وخارجها (قوله: ولو في الخلوة) أي: إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً، وفي الخلوة على الصحيح ...... ثم إن الظاهر أن المراد بما يجب ستره في الخلوة خارج الصلاة وهو مابين السترة والركبة فقط". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۴، سعيد)

دورانِ کاشت یا مچھلی کا شکار کرتے وقت اگر ستر کھل جائے، تو کیا کرے؟

سوال [۱۱۳۸۱]: سترِ عورت کے لئے جو حکم شریعت میں بتلایا گیا ہے اور جس موقع پر کپڑا یا ستر ترک کرنے کا حکم بتایا گیا ہے، اس کے علاوہ اوقات مثلاً: زمین میں بوتے وقت میں جب کہ پانی گھٹنہ کے اوپر ہو تو کپڑا اٹھانا پڑتا ہے یا مثلاً: راستہ میں کمر تک ہوتا ہے یا مثلاً: مچھلی پکڑتے وقت کہ اس صورت میں کپڑا ستر سے اوپر اٹھانا پڑتا ہے، بغیر اس کے کام نہیں ہو پاتا، از روئے شریعت کیا کام کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب پانی کمر تک ہو، تو بغیر لنگی اس میں داخل ہونے میں مضائقہ نہیں، راستہ چلتے ہوئے اور شکار کرتے ہوئے اور کھیتی کرتے ہوئے اس کا اہتمام کیا جائے کہ جس حصۂ بدن کا چھپانا ضروری ہے، وہ نہ کھلے بے خیالی میں گھٹنہ یا ران کھل جائے تو اس کو پھر ڈھانک لینا چاہیے، یہی احتیاط ہے، قصداً دوسروں کے سامنے نہ کھولیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "الرابع ستر عورته، وهي للرجل ماتحت سرته إلى ماتحت ركبته ..... ولا يضر التصاقه وتشكله ولو حريراً أو طينا يبقى إلى تمام الصلاة أو ماء كدر". (الدر المختار). "(قوله: ماء كدر) أي: بحيث لا ترى منه العورة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۴-۴۱۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۵۸، رشيديه)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار

(قمیص اور شلوار کا بیان)

لباس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

سوال[۱۱۳۸۲]: آج کل بعض ہمارے اسلامی بھائی لباس ایسا استعمال کرتے ہیں، جو کہنیوں سے اوپر ہوتا ہے اور سر پر بغیر ٹوپی یا کپڑے کے سر بازار چلتے پھرتے ہیں اور بعض ایسا لباس استعمال کرتے ہیں، جو اس زمانہ کے صلحاء کے خلاف لباس ہے، کیا اس طرح کا لباس استعمال کرنا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس کیسا تھا؟ اور آپ کے اصحاب کا لباس کس طرح تھا؟ بیان فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس فساق ویا کفار کا شعار ہو، اس کے استعمال کی اجازت نہیں (۱)، صلحاء کا لباس استعمال کرنا چاہیے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عامۃً لنگی استعمال فرمایا کرتے تھے، وہاں پاجامہ کا رواج کم تھا، پاجامہ

(۱) "ومن هنا كره لبسها جماعة من السلف والخلف، لما روي أبوداود والحاكم في المستدرك عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "من تشبه بقوم فهو منهم" وفي الترمذي عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "ليس منا من تشبه بقوم غيرنا". (زاد المعاد، فصل في ملابسه، ص: ۵۳، ۵۴، دارالفكر بيروت)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، رقم الحديث: ۸۵۹۳، نزار مصطفىٰ الباز مكة)

خریدنا اور پسند فرمانا بھی احادیث سے ثابت ہے(۱)، کرتا پوری آستینوں کا ہوتا تھا(۲)، ٹوپی عامۃً سر پر چپکی اور گول ہوتی تھی اس کے علاوہ بھی منقول ہے(۳)، عمامہ کی بھی عادت شریفہ تھی(۴)، چادر کا استعمال بھی

---

(۱) "عن سويد بن قيس رضي الله تعالىٰ عنه قال: أتانا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فساومنا سراويل". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲۵۶، قديمي)

"واشترى سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها، وقد روي في غير أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه". (زاد المعاد، فصل في ملابسه، ص ۵۴، دار الفكر بيروت)

(وكذا في جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ماجاء في صفة إزار، رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۱۶، إدارة تاليفات اشرفيه)

(۲) "عن أسماء بنت يزيد رضي الله تعالىٰ عنه، قالت: "كان كم قميص رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى الرصغ" رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۲/۱۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"كان يلبس القميص، وبل كان أحب الثياب إليه، وكانت كمه إلى الرسغ لايجاوز اليد". (زاد المعاد، فصل في ملابسه، ص: ۵۳، دار الفكر)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۵۱، إدارة تاليفات اشرفيه)

(۳) "عن أبي كبشة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان كمام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بطحا". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۴، قديمي)

"جمع كمة ...... وهي القلنسوة المدورة، أي: كانت مبسوطة على رؤوسهم لازقة غير مرتفعة عنها، ...... وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة، ويلبس ذوات الآذان في الحرب، وكان ربما نزع قلنسوة فجعلها سترة بين يديه وهو يصلي". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۴۱، رشيديه)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۰۴، ادارة تاليفات اشرفيه)

(۴) "كانت له عمامة تسمى السحاب كساها عليا، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة". (زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۳۵، مؤسسة الرسالة) .... =

کثرت سے فرماتے تھے(۱)، لباس مبارک عموماً سادہ ہوتا تھا، جو کچھ حق تعالیٰ نے عطا فرمادیا، قدر وشکر کے ساتھ بے تکلف استعمال فرمایا اور سرخ خالص اور ریشم کے لباس مرد کے لئے منع فرمایا ہے(۲)۔ مدارج نبوت، شرح شمائل، زاد المعاد میں تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

کیا نصف ساق تک کرتا پہننا ثابت ہے؟

سوال[۱۱۳۸۳]: نصف ساق تک کرتا پہننا فضول خرچی ہے یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حدیث پاک ہے(۳)، مدارج النبوۃ(۴)، زاد المعاد(۵)، شرح سفر السعادۃ(۶)، شرح شمائل

= (وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۴۷/۸، رشيديه)

(وكذا في شمائل كبرىٰ: ۲۰۶/۱، دار الاشاعت)

(۱) "عن أبي بردة رضي الله تعالىٰ عنه قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالىٰ عنها كسآءً ملبداً، وإزاراً غليظاً، وقالت: في هذا نزع روح النبي الله صلى الله عليه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب ماذكر من درع النبي، وعصاه وسيفه: ۴۳۸/۱، قديمي)

(وكذا في شمائل الترمذي، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص ۸، سعيد)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله: ۲۱۰/۱، ادارة تاليفات اشرفيه)

(۲) "عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة".

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال: ۸۶۷/۲، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب: ۱۹۲/۲، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول: ۱۱۴/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالىٰ عنه قال: أخذ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعض ساقي أو ساقه وقال: "هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت، فلا حق للإزار في الكعبين".

(شمائل الترمذي، باب ماجاء في إزار رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

ترمذی شریف(۱) میں موجود ہے۔ اس کو فضول خرچی کہنا غلط ہے، جو کہ حدیث شریف سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔



= (۴) (مدارج النبوۃ، (مترجم) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیرہن یا کرتے اور چادر مبارک کا دامن نصف پنڈلیوں تک تھا اور چادر گھٹوں سے نیچے نہ رکھتے"۔ (کرتہ مبارک، تہبند شریف: ۱/ ۶۸۲، خزینہ علم وادب لاہور)

(۵) "وكان ذيل قميصه وإزاره إلى أنصاف الساقين لم يتجاوز الكعبين". (زاد المعاد، فصل في تدبيره لأمر الملبس: ۴/ ۲۳۲، مؤسسة الرسالة بيروت)

(۶) (شرح سفر السعادة، فصل درپوشش حضرت نبوي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۳۳۳، مطبع نول كشور)

(۱) (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب اللباس: ۱/ ۱۳۴، تاليفات اشرفيه)

الفصل الثاني في لبس البنطلون والصُدرة وغيرهما

(پینٹ، کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

پرانے غیر ملکی کپڑوں کے استعمال کا حکم

سوال[۱۱۳۸۴]: موجودہ کوٹ، پتلون، سوئیٹر اور دیگر غیر ملکی اشیائے ملبوسات جس کے بارے میں لوگ بتلاتے ہیں کہ یہ نجس ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہاں سے آتے میں یا فروخت کرنے کے وقت احتیاط نہیں کی جاتی، لہذا ان مندرجہ لباس کو پہن کر نماز پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی گناہ تو نہیں؟ جب کہ بہت کثرت سے لوگ پہن کر بغیر پاک کئے استعمال کر رہے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو کپڑا غیر مسلموں کا بنایا ہوا ہو، اس کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، جب تک اس میں نجس شئی کا علم نہ ہو جائے (۱)، البتہ پتلون اگر اس کا استعمال کیا ہوا ہو، تو اس کو بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کبیری، ص:۲۰۴ (۲)۔ یہ تو طہارت سے متعلق ہے۔ فی نفسہ ایسا لباس استعمال کرنا مکروہ ہے، جو دوسروں کا شعار

(۱) "ومن شک في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة، أو لا فهو طاهر مالم يستيقن". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۱/۱۵۱، سعيد)

"قال أبو حفص البخاري رحمه الله تعالىٰ: من شک في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أم لا، فهو طاهر مالم يستيقن". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الطهارة، نوع آخر في مسائل الشک: ۱/۱۱۰، قديمي)

"شک في وجود النجس، فالأصل بقاء الطهارة" (شرح الحموي على الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، اليقين لايزول بالشک، الفن الأول في القواعد الكلية، النوع الأول: ۱/۱۸۸، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "قال بعض المشايخ تكره الصلاة في ثياب الفسقة؛ لأنهم لا يتقون الخمر، وقال صاحب الهداية في =

ہو(۱)اور نماز میں اس کا استعمال کرنا نماز کے لئے موجبِ کراہت ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا ٹائی عیسائیوں کا شعار ہے؟

سوال[۱۱۳۸۵]: سوٹ کے اوپر جو گلے میں ٹائی باندھی جاتی ہے، جس کا پٹہ گریبان تک لٹکا رہتا ہے، کیا وہ خاص کر کسی قوم کا شعار ہے، جواب سے مطلع فرمائیں۔

= التجنيس: الأصح أنها لا تكره؛ لأنه لم يكره من ثياب أهل الذمة إلا السراويل مع استحلالهم الخمر". (الحلبي الكبير، كتاب الطهارة، فروع شتى، ص: ۲۰۶، ۲۰۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

"وقال بعض المشايخ: تكره الصلاة في ثياب الفسقة؛ لأنهم لا يتقون الخمر، وقال المصنف: الأصح أنه لا يكره؛ لأنه لم يكره من ثياب أهل الذمة إلا السراويل مع استحلالهم الخمر، فهذا أولى، انتهى". (فتح القدير، كتاب الطهارات، باب الأنجاس وتطهيرها: ۱/۱۸۶، مكتبه رشيديه)

(وكذا في التجنيس والمزيد لصاحب الهداية، كتاب الطهارات، باب في النجاسة وتطهيرها: ۱/۲۷۴، إدارة القرآن كراچى)

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

"قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار، "فهو منهم" أي: في الإثم، أو الخير عند الله تعالىٰ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

"المبدء الثالث: أن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة، لايجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۸، مكتبه دار العلوم كراچى)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

(۲) "وتكره الصلاة في ثياب اليهودي". (مجموعة رسائل اللكنوي، الرسالة نفع المفتي والسائل، ذكر الثياب التي تكره الصلاة فيها: ۴/۱۳، إمداديه، مكة المكرمة)

(وكذا في السراجية الملحق بفتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، باب الصلاة النجاسة، ص: ۱۲، مطبع اللكنوى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عیسائیوں کا نشان ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۵ھ۔



---

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

"قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار، "فهو منهم" أي: في الإثم أو الخير عند الله تعالیٰ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمی)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۸۵۹۳: ۱۱/۵۷۲۳، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

الفصل الثالث في العمامة والقلنسوة

(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

ٹوپی کس طرح ہو؟

سوال [۱۱۳۸۶]: بازار میں مختلف قسم کی ٹوپی چالو ہے، اس میں سے کس قسم کی سنت ہے اور کس قسم کی ٹوپی کون کون نبی کے زمانے میں چالو ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے معلوم نہیں، آپ کے بازار میں کس کس قسم کی ٹوپی چالو ہے، حدیث پاک میں اتنا موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ٹوپی مبارک گول تھی (۱) اور سر مبارک سے ملی ہوتی تھی اور طویل ٹوپیاں بھی صحابۂ کرام سے منقول ہیں، یہاں تک کہ ٹوپی سے سترہ کا کام لینا بھی مروی ہے (۲) اور کتب فقہ میں سترہ کی مقدار ایک ذراع لکھی ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أبي كبشة رضي الله تعالى عنه قال: كان كمام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بطحا". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۳، قديمي)

"جمع كمة ... وهي القلنسوة المدورة، أي: كانت مبسوطة على رؤوسهم لازقة غير مرتفعة عنها، ... وكان يلبس القلانس اليمانية، وهن البيض المضربة، ويلبس ذوات الآذان في الحرب، وكان ربما نزع قلنسوة فجعلها سترة بين يديه وهو يصلي". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۳۱، رشيديه)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ما جاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۰۲، اداره تاليفات اشرفيه)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۳) "المستحب أن يكون مقدارها ذراعاً فصاعداً، لحديث مسلم عن عائشة رضي الله تعالى عنها: سئل =

رام پوری کیپ کا استعمال

سوال[۱۱۳۸۷]: زید نے اصغر کو کہا کہ کسی بھی اصلی رامپوری کیپ کا پہننا سنت کے خلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی ٹوپی پہننا ثابت نہیں ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جوٹوپی ثابت نہ ہو، وہ ناجائز ہے، ناجائز ہونے کا معیار الگ ہے(۱)، البتہ اس کو سنت کہنا صحیح نہ ہوگا اور اس کے استعمال سے سنت کا ثواب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۹/ ۸۸ھ۔

لمبی ٹوپی کا ثبوت

سوال[۱۱۳۸۸]: جناب مفتی صاحب! یہاں ہنگلی ضلع میں فرفرا ایک مقام ہے، پیری مریدی کا

= رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن سترة المصلي فقال: بقدر مؤخرة الرحل، وفسرها عطاء بأنها ذراع فما فوقه كما أخرجه أبوداود". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۳۰، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/ ۶۳۶، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل مايستحب الصلاة: ۲/ ۸۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "إن اللباس الذي يشتبه به الإنسان بأقوام كفرة، لايجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم، قال ابن نجيم في مفسدات الصلاة من البحر الرائق: "ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لايكره في كل شيء، فإنا نأكل ونشرب كما يفعلون، إنما الحرام هو التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه ..... فعلى هذا لو لم يقصد التشبه لايكره عندهما". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/ ۸۸، دارالعلوم كراچی)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مفسدات الصلاة، مطلب في التشبه بأهل الكتاب: ۱/ ۶۲۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۲/ ۱۸، رشيديه)

یہاں زبردست خانقاہ ہے اور اس کا سلسلہ بھی طویل ہے، حضرت مولانا ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ جو ایک زمانے میں بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کی اولاد کا سلسلہ بھی جاری ہے، چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں بڑا اختلاف اکابر کی کتابوں سے رکھتے ہیں، ان میں ایک گول اور لمبی ٹوپی ہے، لمبی ٹوپی کے سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ جواز کے بارے میں کلام نہیں، صرف ثبوت کے بارے میں عرض ہے۔

دوسری بات بذل المجہود کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مدینہ والوں کی ٹوپیاں اس طرح لمبی ہوتی تھیں، حضرت مولانا خود اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں، عبارت یوں ہے:

"والبرانس جمع برنس الخ. هو قلنسوة طويلة الخ: وهذا الثوب شائع عند أهل العرب يلبسون ليس فيه كما سألت عنه الخ". بذل المجهود: ۲/۱۳۰.

یہاں حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ لمبی ٹوپی سے تفسیر فرماتے ہیں اور نیز یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے اس کے متعلق سوال کیا، تو جواب میں اثبات کا پہلو نظر آیا۔ اب "کمام" کے صحیح معنی بالمشاہدہ آپ کی نظر میں کیا ہے؟

۲..... کیا اس حدیث سے لمبی ٹوپی کا ثبوت کافی ہو جاتا ہے یا اور کوئی حدیث ایسی ملتی ہے؟

۳..... اہل مدینہ سے متعلق اکثریت ان کی ٹوپی مشاہدہ میں آنجناب نے کیسا دیکھا؟ لمبی یا گول؟ لمبی تو کس شکل کی؟

۴..... استفسار محض معلومات کے لئے عرض ہے، کسی سے تعارض مقصد نہیں، تقی منصور صاحب بھی اس میں شریک ہے، سب بخیر ہیں، حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب علی گڑھ کی طبیعت خراب ہے، دعا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"عن أبي كبشة قال: كان كمام أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بطحا" رواه الترمذي. وقال هذا حديث منكر(۱). (كمام أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم) بكسر الكاف جمع كمة بالضم، كقباب وقبة، "وهي القلنسوة المدورة" سميت بها؛ لأنها تغطي الرأس" (بطحا) بضم الموحدة فسكون المهملة، جمع بطحاء، أي: كانت

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۴، قديمي)

مبسوطة على رؤوسهم، لازقة غير مرتفعة عنها"(١)۔

کمام کی دوسری تفسیر آستین کے ہے۔

"قال الطيبي فيه: إن انتصاب القلنسوة من السنة بمعزل، كما يفعله الفسقة، قلت: والآن صار شعار المشايخ من اليمنة، إلى قوله: وهن البيض المضرية، ويلبس ذوات الآذان في الحرب، وكان ربما نزع قلنسوته، فجعلها سترة بين يديه(٢)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسی ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے، جس کو نماز کے لئے سترہ بنایا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



---

(١) (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ٨/٢٠٩، رشيديه)

(٢) (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ٨/١٢١، رقم الحديث: ٤٣٣٣، رشيديه)

(٣) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : يلبس قلنسوةً ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". (جمع الوسائل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ١/١٦٦، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

"عن أبي كبشة الأنماري رضي الله تعالىٰ عنه، قال: كانت كمام أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بطحا، وفي رواية: أكمه، وهما جمع كثيرة وقلة، والكمة: القلنسوة المدورة، يعني: أنها كانت منبطحة غير منتصبة، وفي شرحه: وفي المصباح، الكمة بالضم، القلنسوة المدورة أنها تغطي الرأس". (شرح مواهب اللدنية، النوع الثاني في لباسه وفراشه: ٦/٢٧٨، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فيض القدير، باب "كان" هي الشمائل الشريفة: ٩/٤٩٤٣، رقم الحديث: ٧١٢٨، مصطفىٰ الباز مكه)

الفصل الرابع في لباس النساء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

جارجٹ کا استعمال

سوال [۱۱۳۸۹]: کیا بچیوں کو اور عورتوں کو گھر کے اندر رہتے ہوئے جالی کے باریک جارجٹ کے دوپٹے اڑھانے جائز ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن کے ذمے ستر عورت فرض ہے، ان کو کسی ایسے کپڑے کا استعمال درست نہیں جس سے ستر عورت نہ ہو پائے (۱)، چھوٹی بچیوں میں اگر چہ یہ اشکال نہ ہو، مگر جب ایسے کپڑے استعمال کرنے کی بچپن میں عادت ہو جائے گی تو اس سے باز رہنا دشوار ہو جائے گا۔ اس لئے ان کو بھی استعمال نہ کرائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔

عورت کا جالی دار دوپٹہ استعمال کرنا

سوال [۱۱۳۹۰]: ہلکے دوپٹے یا جالی کے دوپٹہ کا استعمال ایسی جگہوں میں جہاں نامحرم مرد نہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) یہ اس وقت ہے جب غیر محرموں کے سامنے جائے، لیکن اگر صرف محرم حضرات ہی کے سامنے جائے اور فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو، تو ایسے دوپٹے گھر کے اندر استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے خود ایک دوسرے سوال کے جواب میں اس طرح تحریر فرمایا ہے، دیکھیں، ''عورت کا جالی دار دوپٹہ استعمال کرنا''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچھ حصہ بدن کا ایسا ہے کہ اس کا مردوں اور عورتوں سب سے ہی چھپانا ضروری ہے(۱)، وہ اگر چھپا ہوا ہو، تو ایسے دوپٹوں کا استعمال درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/۸۹ھ۔

ساڑھی کا استعمال

سوال[۱۱۳۹۱]: زید حافظ قرآن اور فاضل دیوبند ہے، اپنی بیوی کو اپنی نگاہوں سے محفوظ اور شرعی حدود میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر ساڑھی پہناتا ہے، کیا اس کے لئے اپنی بیوی کو ساڑھی پہنانا جائز ہے؟ نیز امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس کیا تھا؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ ساڑھی کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں صلحاء کو اس سے پورا پرہیز لازم ہے(۲)، جس جگہ ان کا

---

(۱) "وينظر الرجل ...... من محرمه ..... إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته ...... وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۷-۳۷۱، سعيد)

"نظر المرأة إلى المرأة كنظر الرجل إلى الرجل ..... وأما نظره إلى ذوات محارمه فنقول: يباح له أن ينظر منها إلى موضع زينتها الظاهرة والباطنة. وهي الرأس، والشعر، والعنق، والصدر، والأذن، والعضد، والساعد، والكف، والساق، والرجل، والوجه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه ومالايحل: ۵/۳۲۷، ۳۲۸، رشيديه)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهية، تحديد عورة المرأة والرجل: ۳/۱۲، ۱۳، سعيد)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دارالحديث ملتان)

"قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار،=

شعار نہیں، بلکہ سب لوگ استعمال کرتے ہیں، وہاں اس کے استعمال کی ممانعت نہیں۔ امہات المؤمنین کے یہاں ساڑھی کا استعمال نہیں تھا، کرتہ، چادر، تہبند کا استعمال وہاں عام تھا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۵/ ۱۴۰۰ھ۔

ساڑھی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۱۱۳۹۲]: کیا عورت ساڑھی پہنے ہوئے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حصہ بدن کا نماز میں چھپانا فرض ہے، اگر وہ ساڑھی سے چھپا رہتا ہے تو اس سے نماز درست

= أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار، "فهو منهم" أي: في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/ ۱۵۵، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/ ۴۱، معهد الخليل)

(۱) "وعن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: أهديت لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حلة سيراء، فبعث بها إليّ فلبستها، فعرفت الغضب في وجهه، فقال: إني لم أبعث بها إليک لتلبسها، إنما بعثت بها إليک لتشققها خمراً بين النساء". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۴، قديمي)

"(فقال: "إني لم أبعث بها إليک لتلبسها، إنما بعثت بها إليک لتشققها") ...... أي: لتقطعها (خمراً) ...... (بين النساء) ...... والمعنى "لتقطعها قطعة قطعة كل قطعة قدر خمار، وتقسمها بين النساء". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۳۲۲: ۸/ ۲۰۱، ۲۰۲، رشيديه)

"وأخرج ابن مردويه عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: رحم الله تعالىٰ نساء الأنصار لما نزلت ﴿يا أيها النبى قل لأزواجک وبناتک﴾ الآية، شققن مروطهن فاعتجرن بها فصلين خلف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (روح المعاني، الأحزاب: ۲۲/ ۸۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عائشه رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كنت أغتسل أنا والنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من إناء واحد، وكلانا جنب وكان يأمرني فأتزر فيباشرني وأنا حائض ...... إلى اخر الحديث". (صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب مباشرة الحائض: ۱/ ۴۴، قديمي)

ہوگی (۱) اور جس جگہ ساڑھی کا عام رواج ہے، فساق یا کفار کا یہ مخصوص شعار نہیں، وہاں اس کا پہننا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت مرد کے لئے چھینٹ کا کپڑا استعمال کرنا

سوال [۱۱۳۹۳]: چھینٹ کا کپڑا مسلمان مرد کے لئے پہننا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل مرد اور عورت سب برابر کا لباس پہنتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس عورتوں کے لئے مخصوص ہے، مردوں کو اس کا استعمال کرنا ممنوع ہے، وھکذا بالعکس (۳)،

---

(۱) "والرابع ستر عورته ...... وهي للرجل ماتحت سرته إلى ماتحت ركبته ...... وللحرة ...... جميع بدنها ...... خلا الوجه والكفين". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۴، ۴۰۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص: ۲۱۰، قديمى)

(۲) جہاں پر فساق یا کفار کا شعار ہو یا اتنی چست ہو کہ ستر نظر آتا ہو (جیسا کہ آج کل عمومی طور پر اسی طرح ہے) تو اجتناب کرنا لازم اور ضروری ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تتبع أهواء الذين لايعلمون﴾ (الجاثية: ۱۸)

"وأهوائهم" هي ما يهوونه، وما عليه المشركون من هديهم الظاهر". (اقتضاء الصراط المستقيم، ص: ۲۷، نزار مصطفىٰ الباز)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

"من شبه نفسه بالكفار، مثلا: في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي: في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: ۸/۱۵۵، رشيديه)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: "لعن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم المتشبهين من =

جوعورت مرد کی ہیئت اختیار کرے اس پر لعنت آئی ہے، اسی طرح جو مرد عورت کی ہیئت اختیار کرے اس پر بھی لعنت آئی ہے (۱۲) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/ ۹۹ھ۔

عورت کے لئے سیاہ لباس

سوال[۱۱۳۹۴]: شادی شدہ عورت کے لئے چوڑیاں اور کالی پوت (۲) کامالا (۳) ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چوڑیاں اور کالی پوت کامالا شادی شدہ عورت کے لئے ضروری نہیں، البتہ ایسی ہیئت نہ بنائے جس سے شوہر کو نفرت ہو اور دوسرے یہ سمجھیں کہ یہ شوہر کے انتقال کی وجہ سے سوگ میں ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء: ۲/ ۸۷۴، قديمي)

"وعنه (ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وكذا في الجامع الصغير مع فيض القدير، رقم الحديث: ۷۲۶۵: ۱۰/ ۴۹۹۴، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۲) "پوت (پوتھ): شیشے یا کانچ کے دانے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۳) "مالا: پھولوں، موتیوں یا سونے کا ہار، گجرا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۴۶، فیروز سنز لاہور)

الفصل الخامس في الثياب المحرمة وغيرها

(ناجائز لباس کا بیان)

ریشم ملی ہوئی ٹرالین کا استعمال کرنا

سوال[۱۱۳۹۵]: ایک کپڑا جس کو ٹرالین کہتے ہیں، مرد کے لئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس میں ریشم بھی ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ریشم اس میں مغلوب ہو، تو مرد کے لئے درست ہے۔

"ويحل لبس ما سداه إبريسم والحمته غيره" كذا في ردالمحتار(۱).

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۲/۳/۲۸ھ۔

العبد نظام الدین، ۹۲/۳/۲۹ھ۔

مرد کے لئے کس رنگ کا کپڑا منع ہے؟

سوال[۱۱۳۹۶]: مرد کو کس رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو خالص سرخ اور زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا مکروہ ہے، باقی ہر رنگ کا درست ہے(۲)، اس کا لحاظ

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵٦/٦، سعيد)

(وكذا في فتح، باب العناية لملا علي القارئ، كتاب الكراهية: ۱۱۱/۳، سعيد)

(وكذا في الدرر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الكراهية والاستحسان: ۳۱۲/۱، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۲) "وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال ...... ولا بأس بسائر الألوان". =

رہے کہ کسی غیر کا شعار اختیار نہ کرے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲ھ۔



= (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۲۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس: ۵/۳۳۲، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تتبع أهواء الذين لايعلمون﴾ (الجاثية: ۱۸)

"وأهوائهم" هي ما يهوونه، وما عليه المشركون من هديهم الظاهر". (اقتضاء الصراط المستقيم، ص: ۲۷، نزار مصطفى الباز)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

"من شبه نفسه بالكفار، مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي: في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: ۸/۱۵۵، رشيديه)

الفصل السادس في أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

پھولوں کے ہار اور گجرے کا استعمال

سوال[۱۱۳۹۷]: پھولوں کا ہار بنا کر اور پھولوں کا گجرا وغیرہ بنا کر ہاتھوں میں اور گلے میں پہننا شوقیہ یا گول بنا کر ڈال دیں۔ اور عورتوں کو پھولوں کا ہار بنا کر چوٹی وغیرہ میں ڈالنا کیسا ہے؟ معلوم یہ کرنا ہے پھولوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردوں کے لئے نہ ہار کی اجازت ہے، نہ گجرے کی (۱)، البتہ خوشبو کے لئے ہاتھ میں لینے اور پاس رکھنے کی اجازت ہے، عورتیں زینت کے لئے سونے چاندی کے ہار اور دیگر زیورات استعمال کرسکتی ہیں، پھول کے ہار بھی استعمال کرسکتی ہیں۔

تنبیہ: عورتیں مہکتی ہوئی خوشبو کے ساتھ گھر سے نکل کر نامحرموں کے قریب سے نہ گزریں (۲)۔

---

(۱) "قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول: ۲/۳۷۹، قديمي)

"المتشبهين بالنساء من الرجال في الزي، واللباس، والخضاب، والصوت، والصورة، والتكلم، وسائر الحركات، والسكنات". (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، باب الترجل: ۴/۲۵۳، رشيديه)

"وتشبه الرجال بالنساء في اللباس، والزينة التي تختص بالنساء، مثل: لبس المقانع، والقلائد والمخانق، والأسورة، والخلاخل، والقرط، ونحو ذلك مما ليس للرجال لبسه". (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء: ۲۲/۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي موسىٰ رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "كل عين زانية، =

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۱۴۰۰ھ۔



= وإن المرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس، فهي كذا و كذا" يعني: زانية". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها: ۱/۲۱۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"وتعطرت المرأة ومرت بمجلس فقد هيجت شهوة الرجال، وحملتهم على النظر إليها، فإذن هي سبب لذلك، فتكون زانية". (التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها: ۲/۵۳، رشيديه)

(وسنن النسائي، كتاب الزينة، مايكره للنساء من الطيب، ص: ۷۰۱، دارالسلام)

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول في الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے

سوال[۱۱۳۹۸]: انگوٹھی (انگشتری) اوررواج (گھڑی) سیدھی ہاتھ میں پہننا سنت ہے یا بائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گھڑی ہاتھ میں پہننے کو سنت کہنا غلط ہے، پھر داہنے بائیں کا سوال سنت کی حیثیت سے بے محل ہے، انگوٹھی (وزن محدود میں) جس ہاتھ میں چاہے، پہن سکتا ہے، کوئی قید نہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۵ھ۔



(۱) "ولا يتحلى الرجال بذهب وفضة مطلقاً، إلا بخاتم ...... ولا يزيده على مثقال". (الدر المختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۸/۶، ۳۶۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۵/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۸/۸، رشيديه)

الفصل الثاني فيما يتعلق بساعة الوقت

(گھڑی کے استعمال کا بیان)

گھڑی کی چین

سوال [۱۱۳۹۹]: زید نے گھڑی میں فیتے کی چین باندھ کر نماز پڑھی، اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ چین وہی ہے جو آج کل عام گھڑیوں میں استعمال ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فیتہ گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھا جاتا ہے، یہ کوئی حلیہ زیور نہیں، اسی طرح چین گھڑی کی حفاظت کے لئے استعمال کی جاتی ہے یہ بھی زیور نہیں، مروجہ چین جو کہ نہ چاندی کی ہے، نہ سونے کی، گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ فیتہ باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "قال الشامي: وفي الجوهرة: والتختم بالحديد، والصفراء، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال والنساء". چونکہ روایاتِ فقہیہ میں مفہومِ مخالف حجت ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ انگوٹھی کے علاوہ دیگر چیزوں میں لوہا استعمال کرنا جائز ہے اور اسٹیل کی حقیقت لوہا ہے، اس لئے اسٹیل کی چین گھڑی میں استعمال کرنا جائز ہے۔ (حاشیۂ نظام الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة: ۱/۳۸۰، رحمانیہ)

چین کے استعمال کی دو صورتیں ہیں:

۱- اس کا باندھنا بذاتِ خود مقصود ہو، جیسے زینت کے لئے لوگ باندھتے ہیں۔

۲- بذاتِ خود مقصود نہ ہو، کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے۔

صورتِ اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں بلا کراہت جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ، متفرقات الحظر والإباحة: ۸/۲۱۳، سعید)

سونے کا پانی چڑھائی ہوئی گھڑی یا چین کا استعمال کرنا

سوال[۱۱۴۰۰]: گھڑی کی زنجیریں بعض لوہے کی ہوتی ہیں اور بعض پیتل وغیرہ کی اور جس کو ہم اسٹیل کہتے ہیں، وہ بھی ایک قسم کا لوہا ہوتا ہے، تو ایسی زنجیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طریقہ سے سونے کا پانی چڑھائی ہوئی گھڑی یا چین کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو لوہا یا رانگ اور پیتل وغیرہا کی انگوٹھی پر حدیث سے نکیر آئی ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة، وحلية سيف منها، ولا يتختم بغيرها، وذهب، وحديد، وصفر، ورصاص، وزجاج وغيرها" (درمختار)(۱).

"وقال الشامي: فرع: لا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة، وألبس بفضة حتى لايرى" التاتارخانية (شامي: ٥/٢٤٠، نعمانيه)(٢).

"وفي الجوهرة: وأما الآنية من غير الفضة والذهب، فلا بأس بالأكل والشرب فيها. والانتفاع بها كالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص، والخشب، والطين" (شامي: ٥/٢١٨)(٣).

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸-۳۶۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۴/۱۸۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهية: ۳/۶، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب: ۵/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل الحادي عشر في استعمال الذهب: ۶/۸۶، حقانيه پشاور)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۴، سعيد) .... =

"والخلاف في المفضض، أما المطلي فلا بأس به بالإجماع" (درمختار).

"والخلاف في المفضض أراد به ما فيه قطعة فضة، والأظهر عبارة العيني وغيره، وهي وهذا الاختلاف فيما يخلص: وأما التمويه الذي لايخلص فلابأس به بالإجماع؛ لأنه مستهلك فلا عبرة ببقائه لونا" (شامي: ۵/۲۱۹)(۱).

عبارات منقولہ سے معلوم ہوا کہ حلیہ اور غیر حلیہ میں فرق ہے۔ اول صرف فضہ کے محدود وزن میں مرد کے لئے درست ہے، اگر لوہے کی انگوٹھی یا چاندی کے پتر ے چڑھائے جائیں، جس سے لوہا مستور ہوجائے تو وہ بھی چاندی کے حکم میں ہوکر درست ہے، چاندی کا محض پانی اگر اس میں ہو، تو وہ درست نہیں، وہ پانی مستہلک ہے اور لوہے کے تابع ہے، غیر حلیہ میں اوانی جدیدہ کی اجازت ہے، اگر ان پر چاندی کا پانی ہو، تو ان کی بھی اجازت ہے، گھڑی کی زنجیر اگر بمقصد حلیہ استعمال کی جائے، تو اس پر حلیہ کا حکم ہوگا، ورنہ غیر حلیہ کا ہر دو کی تفصیل مع دلیل وعبارت نقل کردی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/۳/۸۴ھ۔



= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب: ۵/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۴۱، رشيديه)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۴۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب: ۵/۳۳۵، رشيديه)

الفصل الثالث في الحلية للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

شادی کے موقعہ پر مخصوص ہار پہننا

سوال[۱۱۴۰۱]: الف...... ہمارے علاقہ میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ جب لڑکی کا نکاح ہو جائے تو لڑکی اپنے گلے میں لچھہ ڈال لے (لچھہ ایک زیور ہے) جو ہار کی شکل میں ہوتا ہے، جس میں تسبیح کے دانوں کی طرح بالکل ہی باریک سیاہ دانے ہوتے ہیں، بعض عورتیں تو صرف ان ہی سیاہ دانوں سے پُر ہار (لچھہ) پہنتی ہیں اور بعض عورتیں سونے کا ہار بنالیتی ہیں، درمیان میں کہیں کہیں چند چنداں سیاہ دانوں کو رکھتی ہیں اور یہ ایسا رواج ہوگیا ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کے ہوتے ہوئے لچھہ نہ پہنے تو برا جانتی ہیں۔

گویا یہ ہار عورت کے لئے اس بات کا نشان ہے کہ اس کا شوہر زندہ ہے اور عورت کے گلے میں ایسا ہار نہ ہونا علامت ہے اس بات کی کہ اس کا شوہر نہیں ہے، اس ہار (لچھہ) کو مذکورہ خیالات کے ساتھ پہننا اور اس کو ضروری سمجھنا از روئے شریعت کہاں تک درست ہے؟ جائز ہے یا کہ ناجائز؟

ب...... اگر کوئی عورت مذکورہ خیالات سے نہیں بلکہ صرف زینت کے لئے ایک زیور سمجھ کر پہنے، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ج...... ہمارے علاقہ میں اکثر عورتیں ہر روز تقریباً اکثر کنگھی کرنے کے بعد میں پھول لگالیتی ہیں، یقیناً اس میں خوشبو بھی ہوتی ہے، جو نامحرم کو بھی متوجہ کرسکتی ہے۔ لہٰذا اس کا استعمال جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

الف...... ہار، زیور، زینت کے لئے درست ہے(۱)، یہ چیز کہ جس کے گلے میں ہار نہ ہو اس کے شوہر

---

(۱) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، والخلخال والطوق الخ". (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله =

نہیں، یہ کوئی شرعی چیز نہیں، عورت کی زینت درحقیقت شوہر ہی کے لئے ہے(۱)، اگر ہار نہ ہو، دوسرا زیور یا سامان زینت ہو، کیا یہ علامت نہیں؟! تاہم اس تخیل کے تحت اس کو ممنوع نہیں کہا جائے گا اور نہ یہ غیر مسلموں کا شعار ہے۔

ب......اوپر حکم معلوم ہوگیا۔

ج......اگر وہ مکان سے باہر نامحرموں میں اس طرح جائیں تو اس کی اجازت نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= للنساء: ۱/۲۹۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۲۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۵، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن﴾ (النور: ۳۱)

"وقد يجاب بأن الحل للنساء لأجل التزين للرجال، وترغيب الرجل فيها، وفي وطئها، وتحسينها في منظره". (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيديه)

"﴿إلا لبعولتهن﴾ أي: أزواجهن، فإنهم المقصودون بالزينة، والمأمورات نساء هم بهالهم، حتى أن لهم ضربهن على تركها". (روح المعاني، النور: ۳۱: ۱۸/۱۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن﴾ (النور: ۳۱)

"وأيضاً لو كان المراد من الزينة موقعها للزم أن يحل للأجانب النظر إلى ماظهر من مواقع الزين الظاهرة وهذا باطل؛ لأن كل بدن الحرة عورة". (روح المعاني: ۱۸/۱۴۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"الخامس: يحرم عليهن إبداء زينتهن إلا على الزوج والمحارم ..... السادس: يحرم عليهن إظهار صوت الحلي، وكل ما يكون سبباً لإظهار زينتهن الباطنة من التعطر عند الخروج". (أحكام القرآن لمفتي محمد شفيع رحمه الله تعالى: ۳/۴۳۷، ۴۳۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الخاتم: ۸/۲۵۴، ۲۵۵، رشيديه)

شادی میں دولہن کو پوت کا ہار پہنانا

سوال[۱۱۴۰۲]: عورتوں کو شادی کے بعد لچھہ (۲) پہنانا ضروری ہے، عوام میں مشہور ہے کہ کالی پوت (۱) جنت سے آئی ہے، جو بی بی فاطمہ کے گلے میں تھی، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کو گلے میں لچھہ پہننا بھی درست ہے، یعنی گلے میں پوت کا ہار پہننا جائز ہے (۳)، یہ بات کہ جنت سے یہ ہار آیا ہے، بے اصل ہے اور غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورتوں کا بالوں میں کلپ لگانا

سوال[۱۱۴۰۳]: کلپ ایک زیور ہوتا ہے، جس کو عورتیں سر کے بالوں میں لگاتی ہیں، ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلپ بالوں میں لگانا عورتوں کو جائز ہے، بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہو اور کفار یا فساق کا شعار نہ ہو کہ اصل جواز ہے۔ اور ممانعت وجہ مذکورہ پر ہے (۴)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "پوت: شیشے یا کانچ کے دانے، دانہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) "لچھا: سوت کی انٹی، ایک زیور، الجھی ہوئی ڈور، مسلسل اور پیچیدہ لپٹے ہوئے تار"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۵۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، والخلخال والطوق الخ".

(إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء: ۱۷/۲۹۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيديه)

(۴) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، =

لڑکیوں کے ناک کان چھیدنا

سوال [۱۱۴۰۴]: لڑکیوں کے کان اور ناک چھیدنا کیسا ہے؟ونیز ناک اور کان میں جو سوراخ لگائے جاتے ہیں،اس میں کتنے سوراخ لگانا احسن ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناک کان چھید کر لڑکیوں کو زیور پہننا شرعاً درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۱۳/۵/۸۹ھ۔



= والخلخال، والطوق، والعقد، والتعاويذ، والقلائد وغيرها ..... وأما التاج، فقال الرافعي: قال أصحابنا: إن جرت عادة النساء بلبسه جاز وإلاحرم؛ لأنه شعار عظماء الروم ..... يباح للنساء من حلي الذهب، والفضة، والجواهر كل ماجرت عادتهن بلبسه كالسوار، والخلخال، والقرط، والخاتم، وما يلبسه على وجوههن، وفي أعناقهن، وأيديهن، وأرجلهن، وآذانهن وغيره". (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال: ۲۸۹/۱۷، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في عمدة القارئ، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء: ۲۳/۲۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء: ۱۴۰/۹، مكتبة الرشد)

(۱) "ولا بأس بثقب أذن البنت والطفل استحساناً ملتقط. قلت: هل يجوز الخزام في الأنف؟ لم أره". (الدرالمختار). "(لم أره) قلت: إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۰/۶، سعيد)

"ولا بأس بثقب أذن الصغيرة؛ لأنه للزينة فصار كالختان". (فتح باب العناية بشرح النقاية، كتاب الكراهية: ۳۲/۳، سعيد)

(وكذا في الملتقط، كتاب الآداب، مطلب في كي البهائم وثقب أذن الطفل، ص: ۱۷۲، حقانيه)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

محمد ہُرمُز نام رکھنا

سوال[۱۱۴۰۵]: ایک شخص نے اپنے لڑکے کا نام ''محمد ہُرمُزعلی'' رکھا، یہ نام رکھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں یہ نام رکھنا ٹھیک نہیں ہے، ہرمز نام کس کا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہُرمُز شہزادۂ فارس کا نام تھا اور یہ نام ان لوگوں میں عام طور پر تجویز نہیں کیا جاتا تھا کہ جس کا دل چاہے اپنے بچے کا نام ہرمز رکھ دے، بلکہ اس کا اتنا احترام تھا کہ اس نام کو شاہی نام تصور کیا جاتا تھا، اس کے معنیٰ کچھ ایسے نہیں ملے، جو اسلام کے خلاف ہوں، اس لئے یہ نام بھی ناجائز نہیں، جیسے اور عجمی ناموں کے ساتھ لفظ محمد یا لفظ علی لگا دیا جاتا ہے، جیسے محمد دانش علی اسی طرح اس کا بھی حال ہے، یہ ناجائز نہیں، البتہ پیغمبروں اور صحابہ کے نام پر نام رکھنا (۱) یا ایسا نام رکھنا جس میں عبدیت کے معنیٰ ہوں اور اس کو اسماء الٰہیہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو، شرعاً پسندیدہ ہے، اس کی ترغیب احادیث میں آئی ہے (۲)، جیسے: محمد، احمد، ابراہیم، اسماعیل، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۸۶ھ۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سموا بأسماء الأنبياء، ولا تسموا بأسماء الملائكة".

قال المناوي رحمه الله تعالىٰ: فيكره التسمي بها كما ذكره القشيري، ويسن بأسماء الأنبياء". (فيض القدير: ۳۵۵۳/۷، رقم الحديث: ۴۷۱۷، نزار مصطفىٰ الباز)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، ص: ۶۹۷، دارالسلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الثالث: ۱۸۵/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أحب الأسماء إلى الله عز وجل عبدالله وعبدالرحمن". =

غلامِ اولیاء نام رکھنا

سوال[۱۱۴۰۶]: بندہ کا نام "غلامِ اولیاء" ہے، یہ نام عہد طفلی میں والد صاحب نے رکھا تھا، جو آج بھی چل رہا ہے، تمام اسناد وغیرہ میں یہی نام درج ہے، اس طرف خدا کا شکر ہے، کچھ اللہ والوں کے ساتھ رہا، ان بزرگوں نے میرے نام پر از روئے ہمدردی کچھ اعتراض کیا، ان لوگوں کے مطابق میرا نام پسند نہیں ہے، میرے نام کی شرعی حیثیت سے مطلع فرمائیں اور اگر آپ کی رائے میں نام بدلنا ضروری رہے تو دو نام بھی تجویز فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلام کا لفظ مشترک ہے، اس کے معنی عبد (بندہ) کے بھی ہیں اور اس کے معنی خادم بھی ہیں اور اس کے معنی نوعمر بھی ہیں (۱)، پہلے معنی کے اعتبار سے نام نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ "اولیاء کا بندہ" کہہ دیا گیا، حالانکہ سب کے سب صرف اللہ کے بندے ہیں، جن بزرگوں نے اعتراض کیا ہے، اس معنی کے اعتبار سے کیا، اگرچہ دوسرے معنی کے اعتبار سے یہ خرابی نہیں، پس اگر دشواری نہ ہو، تو بدل دینا بہتر ہے اور کوئی ایسا نام رکھ دیا جائے، جس میں عبد کی اضافت اللہ کی طرف ہو (۲)۔ مثلاً: عبد اللہ، عبد الرحمٰن، عبد الرحیم وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۷/۳/۸۴ھ۔

تارہ نام تبدیل کرنا

سوال[۱۱۴۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک لڑکی کا نام "تارہ" ہے، وہ لڑکی

= (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۲/۳۲۸، إمداديه)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب مايستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم: ۲/۲۰۶، قديمى)

(۱) "غلام: لڑکا، زرخرید، بندہ، انکسار کا کلمہ، نیازمند"۔ (فیروز اللغات، ص:۹۷۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أحب الأسماء إلى الله عزوجل عبدالله، وعبدالرحمن". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۲/۳۲۸، إمداديه)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب مايستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم: ۲/۲۰۶، قديمى)

شادی شدہ ہے، اس کا شوہر نیک نامی حاصل کرنے کے لئے اس کا نام تبدیل کرنا چاہتا ہے، مسئلہ غور فرما کر تحریر فرمائیں، اس سے قبل بھی آپ کو ایک لفافہ ارسال کر چکا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''تارہ'' نام بھی برا نہیں ہے، تاہم اگر شوہر اس سے عمدہ نام رکھنا چاہتا ہے اور بیوی بھی رضامند ہے تو اجازت ہے(۱)، عائشہ یا فاطمہ نام اچھا ہے، اس سے پہلے اس مضمون کا لفافہ آنا میرے علم میں نہیں، موجودہ لفافہ موصول ہوا، آج ہی جواب تحریر کردیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۲۶ھ۔

قصابوں کا اپنے آپ کو قریش کہنا

سوال[۱۱۴۰۸]: ہندوستان کے قصاب اپنے کو قریش کہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ قریش کی اہلیت کیا ہیں؟ کون کون لوگ قریش کہلانے کے مستحق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قریش نامی ایک شخص عرب میں گزرا ہے، جو اپنے اخلاق واعمال کے اعتبار سے اپنے دور میں بہت اونچا شمار ہوتا تھا، اس کی نسل سے جو لوگ عرب میں تھے، وہ قریش تھے(۲)، یہ صحیح ہے کہ اس کی نسل ونسبت کے

---

(۱) "معنى هذه الأحاديث تغيير الأسماء القبيح، أو المكروه إلى حسن. وقد ثبت أحاديث بتغييره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أسماء جماعة كثير من الصحابة". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الأدب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن: ۲/۲۰۸، قديمي)

(وكذا في التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب الأسامي: ۵/۱۵۲، رشيديه)

(۲) "قال ابن هشام: النضر هو قريش فمن كان من ولده فهو قرشي ..... وقال: ويقال: فهر بن مالک هو قريش ..... هذان القولان قد حكاهما غير واحد من أئمة النسب ..... قال أبوعبيد وابن عبدالبر: والذي عليه الأكثرون أنه النضر بن كنانة لحديث الأسعد بن قيس، قلت: وهو الذي نص عليه هشام بن محمد بن السائب الكلبي، وأبوعبيده معمر بن المثنى، وهو جادة مذهب الشافعي ..... وقال بعضهم كان قصي يقال له: قريش ..... وقيل: سموا بقريش بن الحارث بن يخلد بن النضر بن كنانة، وكان دليل بني =

لوگ عرب سے باہر بھی گئے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو بھی عرب سے باہر گیا، وہ قریش ہے، بلاتحقیق اپنا نسب بدل کر دوسرے کی طرف منسوب کردینا جائز نہیں، سخت گناہ ہے(۱)۔

جو شخص واقعۃً قریشی ہو، خواہ اب کسی ملک میں رہتا ہو، وہ اپنے کو قریشی کہے یا لکھے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۹۵ھ۔

اپنے سے زیادہ عمر والے کو چچا ماموں وغیرہ کہنا

سوال[۱۱۴۰۹]: کسی بھی زیادہ عمر کے آدمی کو چچا کہنا یا جو معمر شخص نانہال کے قصبہ یا گاؤں کا رہنے والا ہے اور اس سے کوئی رشتہ بھی نہ ہو، مگر دلداری یا احترام کے ناتے نانا ماموں کہنا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، یہاں احترام مقصود ہوتا ہے، نسبت حقیقی نہیں ہوتی، نہ دوسروں کو اس کا شبہ ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۶/ ۸۹ھ۔

= النضير، وصاحب ميرتهم، وكانت العرب تقول: قد جاء ت عير قريش ......". (البداية والنهاية، قريش نسباً واشتقاقاً: ۱/۵۹۷-۵۹۹، حقانيه)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من ادعى إلى غير أبيه، وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، ص: ۴۷، دارالسلام)

(وصحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف في شوال، ص: ۷۳۲، دارالسلام)

(وسنن النسائي، كتاب الحدود، باب من ادعى إلى غير أبيه، ص: ۵۷۳، دارالسلام)

(۲) "دخلنا على أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، فوجدناه يصلي العصر، فقلت: يا عم ما هذه الصلاة التي صليت؟ قال: العصر". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العصر: ۱/۷۷، قديمى)

"(قوله: ياعم) بكسر الميم، وأصله ياعمي فحذفت الياء، وهذا من باب التوقير لأنس؛ لأنه ليس عمه على الحقية". (عمدة القارئ، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العصر: ۵/۵۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب قسمة الغنائم، الفصل الثالث: ۷/۵۹۳، رشيديه)

باب خصال الفطرة

الفصل الأول في اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

داڑھی کٹانے اور منڈانے میں فرق

سوال[۱۱۴۱۰]: ایک شخص کی داڑھی کٹی ہوئی ہے، دوسرے شخص کی بالکل منڈی ہوئی ہے، کیا دونوں ایک ہی درجہ کے ہیں یا کچھ فرق ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ اگر دونوں ایک درجہ میں ہوں تو میں باقی داڑھی صاف کرادوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے داڑھی کٹانا جائز نہیں، منڈانا حرام ہے(۱)، احکام کی وقعت ومحبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آدمی ناجائز چیز کو چھوڑ دے، جائز کو اختیار کرے، اس کا یہ کہنا کہ اگر دونوں ایک ہی درجہ میں

---

(۱) "قال الله تعالیٰ: ﴿لعنه الله وقال لأتخذن من عبادك نصيبا مفروضاً ولأضلنهم ولأمنينهم ولأمرنهم فليغيرن خلق الله﴾ وخص من التغيير قص ما زاد من اللحية". (تفسير روح المعاني، النساء: ۱۱۹: ۱۴۹/۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "يارويفع لعل الحياة ستطول بك بعدي ...... وأخبر الناس أنه من عقد لحيته ...... فإن محمداً بريء منه". (مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، رقم الحديث: ۳۵۱: ۸۳/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند، ومجوس الأعاجم". (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطلب: الأخذ من اللحية: ۴۱۸/۲، سعيد)

ہوں،تو بقایا داڑھی صاف کرادوں گا،انتہائی جہالت کی بات ہے،اس کو ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہیے،اس کی تو ایسی مثال ہوگی،جیسے کوئی شخص دوتولہ غلاظت کھائے اور دوسرا دو چھٹانک کھاوے اور پہلا شخص یہ کہے کہ اگر ہم دونوں ایک درجہ میں ہوں تو میں دو چھٹانک غلاظت کھالوں گا اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔شرعی احکام میں اس قسم کی ضد کرنا نہایت خطرناک ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح:بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح:سید احمد علی سعید،نائب مفتی،دارالعلوم دیوبند،۲۲/۱/۸۷ھ۔

حلقوم کے بالوں کا حکم

سوال[۱۱۴۱۱]: حضرت مفتی سعداللہ صاحب کی کتاب''ہدایۃ النور''فارسی میں ہے،اس کا ترجمہ مولانا عبدالغنی رسولوی بارہ بنکوی نے''تنویرالشعور''کے نام سے کیا ہے،اس کتاب کے باب اول،فصل دوم کے اندر جو ڈاڑھی کے مسائل میں ہے،مرقوم ہے کہ ذقن یعنی ٹھوڑی اور دونوں رخساروں کے بالوں کو کہتے ہیں۔اس ذیل میں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ ذقن یعنی ٹھوڑی سے حلقوم تک کے اٹھے ہوئے حصے تک کے بال کیا قصر کئے جاسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حلق کے جس حصے پر بھی جو بال ہو،ان کو صاف کرنا ڈاڑھی کا کاٹنا نہیں ہے،وہ ڈاڑھی میں داخل نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ،چھتہ مسجد،دارالعلوم دیوبند،۶/۶/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "اللحی: منبت اللحیة من الإنسان وغیره ...... واللحیان: حائطا الفم، وهما العظمان اللذان فیهما الأسنان من داخل الفم من کل ذي لحی". (لسان العرب: ۲۴۳/۱۵، دار صادر بیروت)

"(اللحی) العظم علی الأسنان". (المغرب في ترتیب المعرب: ۲۴۴/۲، إدارة دعوة الإسلام) =

مونچھیں مونڈنا

سوال[۱۱۴۱۲]: حدیث شریف میں قص کا لفظ (آیا ہے)، آج کل جو استرہ بلیڈ سے مونچھیں منڈائی جاتی ہیں، یہ بدعت ہے، بہت سے اہل علم کو بھی دیکھا جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مونچھوں کے مونڈنے کے متعلق درمختار میں دوقول نقل کئے ہیں:

"حلق الشارب بدعة، وقيل: سنة الخ" "مشى عليه في الملتقى وعبارة المجتبى بعد ما رمز للطحاوي: حلقه سنة، ونسبه إلى أبي حنيفة، وصاحبيه رحمه الله تعالى، والقصص منه حتى يوازي الحرف الأعلى من الشفة العليا سنة بالإجماع الخ". (شامي: ٥/٢٦١)(١).

= "اللحية" بالكسر شعر الخدين والذقن". (القاموس المحيط: ٣٨٧/٤، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(١) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٤٠٧/٦، سعيد)

"وقال في الشامية في موضع آخر: "واختلف في المسنون في الشارب هل هو القص أو الحلق؟ والمذهب عند بعض المتأخرين من مشايخنا: أنه القص، قال في البدائع: وهو الصحيح. وقال الطحاوي: القص حسن، والحلق أحسن، وهو قول علمائنا الثلاثة". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ٥٥٠/٢، سعيد)

حضرت مفتی رشید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

"امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بالاتفاق اعلم بمذہب أبي حنيفة ہیں، آپ کی تحریر کے مطابق بـاتـفـاق ائمتنا الثلاثة رحمهم الله تعالیٰ حلق شوارب مسنون ہے.... حلق کا استیصال کالحلق سے أبلغ في المعنى والميسر في العمل ہونا ظاہر ہے، اس لئے حلق پر إحفاء بمعنى الاستيصال بالقص كالحلق کو ترجیح دینا خلاف معقول ہے"۔ (احسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، نيل المآرب بحلق الشوارب: ٨/٤٥١، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے حضرت مفتی احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "نيل المارب بحلق الشوارب" ملاحظہ فرمائیں۔

ایک قول سنت کا بھی ہے، لہٰذا مونڈانے والے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۹ھ۔

جواب صحیح ہے، استرہ سے مونڈنے یا بلیڈ سے حکم میں فرق نہ ہوگا۔ فقط۔

بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی کیا ناف تک تھی؟

سوال [۱۱۴۱۳]: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈاڑھی کیا ناف تک تھی؟ اس کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے ڈاڑھی کٹانا درست نہیں، ایک مشت کے بعد دونوں قول ہیں، صحیح یہی ہے کہ جو حصہ ایک مشت سے زائد ہو، اس کو کٹانا درست ہے (۱)، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے

---

(۱) "وتطويل اللحية إذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة، وصرح في النهاية: بوجوب قطع ما زاد على القبضة بالضم، ومقتضاه الإثم بتركه إلا أن يحمل الوجوب على الثبوت، وأما الأخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم". (الدرالمختار). "(قوله: وصرح في النهاية) حيث قال: وما وراء ذلک يجب قطعه هكذا عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "أنه كان يأخذ من اللحى من طولها وعرضها" أورده أبو عيسى يعني: الترمذي في جامعه ..... أن قول النهاية يحب بالحاء المهملة ولا بأس به ..... ولا بأس بأن يقبض على لحيته، فإذا زاد على قبضته شيء جزه". (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطلب الأخذ من اللحية: ۲/۴۱۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم: ۲/۴۹۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم: ۱/۴۶۰، دارالمعرفة بيروت)

ثابت ہے۔پس سنت تو ایک مشت ہی ہے،معمولی اضافہ ہو جائے تو اس میں بھی حرج نہیں،ناف تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈاڑھی احادیث سے ثابت نہیں،کتبِ تواریخ میں اتنا منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ اور پیٹ پر بال تھے اور ناف تک ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اون دھنی ہوئی ہو(۱)،ممکن ہے کہ اس کو کسی نے ڈاڑھی سمجھ لیا ہو۔حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ ڈاڑھی کے بال نہیں تھے،بلکہ سینہ کے بال تھے،اگر وہ ڈاڑھی کے بال ہوتے تو ان کو دھنی ہوئی اون سے تشبیہ نہ دی جاتی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیو بند،۸۶/۲/۱۸ھ۔

موئے زیرِ ناف بالوں کو صاف کرنا اور ڈاڑھی کے بالوں کو بڑھانا،اس میں کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۴۱۴]: ۱...... موئے زیرِ ناف کی صفائی کا حکم اسلام دیتا ہے اور داڑھی کے بال کو بڑھانے کا حکم دیتا ہے،اس کی کیا علت ہے اور کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ یہ اعتراض ایک غیر مسلم دہریہ کا ہے،جس کی نظر میں قرآن وحدیث کوئی چیز نہیں ہے،جسے متدل بنا کر جواب دہی کی جائے،وہ سرے سے منکر ہے،لہٰذا عقل وہوش وخرد کی روشنی میں ایسا مفصل جواب دیا جائے،جس سے باطل کو خاموش کیا جاسکے اور ناطقہ کو بند کر دیا جائے،بالکل ٹھوس وہوش وخرد سے لگتا ہوا ہونا چاہیے۔

ذبیحہ حلال،جھٹکا حرام کیوں ہے؟

سوال[۱۱۴۱۵]: ۲...... غیر مسلم کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ اہلِ اسلام جھٹکے(۲) کا گوشت نہیں کھاتے اور حرام سمجھتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اہلِ اسلام جانور کو ذبح کرتے ہیں اور جھٹکے کی صورت میں جانور کو کم تکلیف ہوتی ہے،بلکہ ایک ہی وار میں اس کو ختم ہو جانا پڑتا ہے اور ذبح کی صورت میں جانور اپنی جان تڑپ تڑپ

(۱) "عن أبي رجاء العطاردي قال: رأيت علي بن أبي طالب ربعة ...... كثير شعر الصدر والكتفين، كأنما اجتاب إهاب شاة". (تاريخ دمشق، حرف العين، علي بن أبي طالب: ۲۴/۲۰، دارالفكر بيروت)

(وكذا في البداية والنهاية، سنة خمس وثلاثين، خلافة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه: ۱۲۸/۲، مكتبه مصريه)

(۲) "جھٹکا: تلوار کے ایک ہی وار سے جانور کی گردن کاٹنا جو مسلمان کے نزدیک حرام ہے"۔(فیروز اللغات،ص:۵۱۸،فیروز سنز لاہور)

کرکھودیتا ہے، اس صورت مذکورہ میں اور جھٹکے میں اگر تقابل کیا جائے، تو ذبح میں تکلیف ایذارسانی اور ظلم زیادہ ہوتا ہے، اس طرح سے کیوں ہے؟ اس کا جواب بھی عقل کی رہنمائی میں دندان شکن جواب دیا جائے، اس قسم کے اعتراض سے مقصود اسلام کا مذاق اڑانا ہوتا ہے، لہٰذا غور کرکے جواب دیا جائے۔

حقیقی بہن اور خالہ زاد پھوپھی زاد بہن میں کیا فرق ہے؟

سوال[۱۱۴۱۶]: ۳..... پھوپھی ماموں خالہ کی لڑکیوں سے شادی اسلام کی نگاہ میں درست ہوجاتی ہے، لیکن ایک غیر مسلم ہندو اس کو برا گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اپنی بہن کی مانند ہے، اسلام اس سے شادی درست قرار دیتا ہے اور جائز سمجھتا ہے اور اپنی بہن کی لڑکی سے کوئی مذہب شادی بیاہ کو درست نہیں سمجھتا، بلکہ برا سمجھتا ہے، لہٰذا اس اعتراض کا جواب بھی بجائے نقل عقل سے دیا جائے، تاکہ مخالف اور باطل کو اس کے اعتراض کا جواب کافی وشافی مل جائے اور مطمئن ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جو شخص بنیاد ہی کا منکر ہے، اس سے کسی فرعی مسئلہ میں بحث کرنا، قرین دانش مندی نہیں، بلکہ عقل وخرد کے تقاضے کے ہی خلاف ہے، ہاں! اگر وہ محض اس مسئلہ کی وجہ سے قرآن وحدیث کا منکر ہے اور اس کے سمجھ میں آنے پر قرآن وحدیث کو تسلیم کرنے کا اور ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے، تو پھر اس کا جواب اہم ہوجائے گا اور محض یہ فرعی نہیں رہے گا، بلکہ بنیاد کو تسلیم کرنے کے لئے اس کو بنیاد قرار دیا جائے گا، یعنی اس مسئلہ کی علت وحکمت تو بہت معمولی ہے اس سے کہیں زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ قرآن وحدیث اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

اگر اس مسئلہ کی حکمت اس کی سمجھ میں آ بھی گئی، تو یہ اس کے لئے ذریعہ نجات نہیں اور اس کی زبان اعتراض سے بند نہیں ہوگی، وہ دس اعتراضات اور بھی کرسکتا ہے، لیکن قرآن وحدیث پر ایمان لے آئے، تو ایسے ایسے مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے اور ان کی حکمتوں کا سمجھنا بہت آسان ہوجائے گا اور نجات کا دروازہ کھل جائے گا، ورنہ اعتراضات کے دریا میں غوطہ لگاتے لگاتے عمر ختم ہوجائے گی اور ساحل پر نہیں پہنچ سکے گا(۱)۔

---

(۱) "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "بني الإسلام علی خمس: شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمداً رسول الله". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: بني الإسلام علی خمس: ۱/۶، قديمي) .... =

۲......اس کا جواب بھی نمبرا کی طرح ہے، جس جانور کو "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر ذبح کیا جاتا ہے، اس کو تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام سن کر اس بات سے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کے نام پر ذبح کیا جارہا ہے، اتنا مسرور ومست ہوجاتا ہے کہ ذبح کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اس کے خلاف جس طرح سے بھی اس کو مارا جائے، اس میں بہت اذیت وتکلیف اس کو محسوس ہوتی ہے۔

۳......اصولی جواب تو وہی ہے جو نمبرا میں لکھا گیا ہے، کتبِ فقہ میں ایسے نکاح کی اجازت موجود ہے(۱) اور کتبِ حدیث میں زمانہ خیر القرون میں ایسے نکاح کا ثبوت مذکور ہے، قرآن کریم سورہ احزاب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جن عورتوں سے نکاح کرنے کو حلال فرمایا گیا ہے۔

﴿يا أيها النبي إنا أحللنا لك﴾ اس میں ﴿وبنات عمك وبنات عماتك﴾ الخ(۲) بھی مذکور ہے اور امت کے لئے محرمات کو شمار کرا کے سورۂ نساء میں کلیہ بیان فرمادیا گیا ہے: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ الآية (٤).

غیر مسلم کے نزدیک جب نفس اسلام ہی باطل ہے، تو پھر ان مسائل میں اس کو بحث کرنا ہی بے کار وبے محل ہے، وہ اسلام کی عقلیت کو نہیں سمجھ پاتا تو اس کے فرعی مسائل کی عقلیت کو کیسے سمجھے گا، وہ عقل سے اس

= "فالتحقيق: أن الإيمان هو تصديق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالقلب في جميع ما علم بالضرورة مجيئه من عندالله إجمالاً، وأنه كاف في الخروج عن عهدة الإيمان". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، ص: ٨٦، قديمي)

(وكذا في شرح العقائد النسفية، ص: ١٢٠، قديمي)

(١) "وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال". (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٢٨/٣، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ٤٣٢/٣، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٤٦٩/٢، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) (الأحزاب: ٥٠)

(٣) (النساء: ٢٤)

قدر بعید بلکہ محروم ہے، کہ بہن کے معنی ومقصود کو بھی نہیں سمجھتا، جو جو رعایت حقیقی بہن کے ساتھ ہے، کیا وہی چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد کے ساتھ بھی ہے؟ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



الفصل الثاني في الشعر

(بالوں کا بیان)

صرف آگے کے بال کٹانا

سوال[۱۱۴۱۷]: عورتوں کے لئے صرف سامنے کے بال کٹانا کیسا ہے؟ اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر کے کچھ حصہ کے بال کٹانا اور کچھ حصہ کے باقی رکھنا منع ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/ ۹۹ھ۔

مانگ کہاں نکالے

سوال[۱۱۴۱۸]: عورتوں کے لئے سر میں مانگ نکالنا کیسا ہے اور کہاں مانگ نکالیں، یعنی سر کے بیچ میں یا کنارہ پر؟

---

(۱) خصوصاً عورت کے لئے تو سر کے بال کٹانا بالکل جائز نہیں، ایسی عورت جو سر کے بال کٹاتی ہے، ملعون ہوتی ہے۔

"وفيه: قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت، زاد في البزازية: وإن كان بإذن الزوج؛ لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (الدرالمختار). "قوله: (والمعنى المؤثر) أي: العلة المؤثرة في إثمها التشبه بالرجال، فإنه لا يجوز كالتشبه بالنساء". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

"وإذا حلقت المرأة شعر رأسها فإن كان لوجع أصابها فلا بأس به، وإن حلقت تشبه الرجال فهو مكروه". (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۵/۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲۰۳/۴، دارالمعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر کے بیچ میں مانگ نکالنا اچھا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۹ھ۔

ختنہ کے لئے ڈاکٹر کا مسلم ہونا شرط نہیں

سوال[۱۱۴۱۹]: یہاں پر ختنہ سرکاری ہسپتال میں کیا جاتا ہے، ختنہ کرنے والے اکثر ہندو ڈاکٹر ہوتے ہیں، تو ان کے ختنہ کرنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کام کے لئے ڈاکٹر کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم ختنہ کردے، تب بھی درست ہے، جیسے اور کوئی آپریشن یا علاج کردے یا غیر مسلم کسی محرم کا سر مونڈ دے، تو وہ حلال ہوجائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح بنوانا

سوال[۱۱۴۲۰]: ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ منگل اور ہفتہ کے دن

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان يسدل شعره وكان المشركون يفرقون رؤسهم ...... ثم فرق رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رأسه". (شمائل ترمذي الملحق بالجامع الترمذي، باب ماجاء في شعر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ، ص: ۳، سعید)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في الفرق: ۲/۲۲۴، مكتبه إمداديه ملتان)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل: ۲/۳۸۰، قديمي)

(۲) "فيه إشارة إلى أن المريض يجوز له أن يستطب بالكافر فيما عدا إبطال العبادة". (ردالمحتار، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۲/۴۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۴۹۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۲۸۰، إمداديه ملتان)

اصلاح (۱) نہ بنواؤ، کیونکہ اس دن اصلاح بنانے سے برص کی بیماری ہوتی ہے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۸۹ھ۔

بال صفا صابن کا استعمال

سوال [۱۱۴۲۱]: بال صفا صابن کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) اصلاح بنوانا: حجامت بنوانا، خط بنوانا۔

منگل اور ہفتہ کے بارے میں تو حدیث نہیں ملی، البتہ فیض القدیر میں بدھ کے روز ناخن کاٹنے سے منع کرنے کے سلسلہ میں ایک اثر کا ذکر ہے:

"وفي بعض الآثار النهي عن قص الأظافر يوم الأربعاء، وأنه يورث البرص. قال في المطامع: وأخبر ثقة من أصحابنا عن ابن الحاج، وكان من العلماء المتقين أنه همّ بقص أظافره يوم الأربعاء فتذكر الحديث الوارد في كراهته فتركه، ثم رأى أنها سنة حاضرة فقصها فلحقه برص، فرأى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في نومه فقال له: ألم تسمع نهي عن ذلک؟ فقال: يا رسول الله لم يصح عندي الحديث عنک. قال: يكفيک أن تسمع، ثم مسح بيده على بدنه فزال البرص جميعاً". (فيض القدير: ۱/۸۸، رقم الحديث: ۸، نزار مطفیٰ الباز)

لیکن واضح رہے کہ علامہ مناوی نے اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کی صراحت کی ہے کہ بدھ کے دن سے یا کسی بھی دن سے بدشگونی کرتے ہوئے کسی کام سے اجتناب کیا جائے، یہ بات بالکل درست نہیں، لہٰذا منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح بنوانا جائز اور درست ہے۔

"والحاصل أن توقي يوم الأربعاء على جهة الطيرة، وظن اعتقاد المنجمين حرام شديد التحريم؛ إذ الأيام كلها لا تضر ولا تنفع بذاتها". (فيض القدير: ۱/۸۸، رقم الحديث: ۸، نزار مصطفیٰ الباز)

(وكذا في كشف الخفاء، حرف الهمزة: ۱/۱۸، ۱۹، رقم الحديث: ۳، المكتبة العصرية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔



(۱) "ويبتدئ من تحت السرة، ولو عالج بالنورة يجوز كذا في الغرائب". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء: ۵/۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۲۰۳، دار المعرفة بيروت)

ایساصابن جس میں ناپاک اجزاء نہیں ہیں، استرہ ہی کے کام میں استعمال کرسکتے ہیں۔ (نظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة: ۱/۳۵۲، رحمانیہ)

الفصل الثالث في تقليم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

مغرب کے بعد ناخن کاٹنے کا حکم

سوال[۱۱۴۲۲]: کیا مغرب بعد ناخن کاٹنا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مجھے کسی فقہی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۷/۳/۱۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) مکروہ تو نہیں، البتہ عالمگیری میں ایک جزئیہ ہے جس سے عدم کراہت ثابت ہوتی ہے۔

"حكي أن هارون الرشيد سأل أبايوسف رحمه الله تعالىٰ عن قص الأظافير في الليل فقال: ينبغي، فقال: ما الدليل على ذلک، فقال: قول عليه الصلاة والسلام الخير لايؤخر". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان: ۳۵۸/۵، رشيديه)

الفصل الرابع في الختان

(ختنہ کا بیان)

عورتوں کا ختنہ

سوال[۱۱۴۲۳]: زید کہتا ہے کہ اسلام سے قبل عورتوں کا ختنہ ہوا کرتا تھا، یہ رواج عام تھا یا کہیں کہیں؟ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کے ختنہ کا تذکرہ کتبِ حدیث، فقہ میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو: طحطاوي، ص: ۷۸ علی مراقي الفلاح، كتاب الطهارت، فصل مایوجب الاغتسال(۱).

صرف یہ بات نہیں کہ اسلام سے قبل رواج تھا، یہ بات کہ کہاں کہاں رواج تھا اور کب تک رہا، معلوم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۸۵ھ۔

لڑکی کا ختنہ

سوال[۱۱۴۲۴]: لڑکی کا ختنہ کرانا کیسا ہے؟ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس جگہ سے کرانا چاہیے؟ شوہر اپنی بیوی کا ختنہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ نابالغ لڑکے اور لڑکیوں کا ختنہ کرانا سنت ہے؟ لڑکے اور

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الاغتسال، ص: ۹۸، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۱، سعيد)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهية: ۳/ ۳۷، سعيد)

لڑکیاں جوان ہوجائیں، تو ان کا ختنہ کرانا چاہیے یا نہیں؟ پردہ ضروری ہے یا ختنہ کرانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

موضع ختان سے لڑکی کا ختنہ ثابت ہے، عرب میں اس کا دستور تھا، لیکن جس طرح مردوں کے لئے سنت ہے، عورتوں کے لئے سنت نہیں، لہٰذا ان پر تاکید نہیں، کسی پر جبر نہیں کیا جائے گا، قابل پردہ لڑکیوں کے ختنہ کے لئے پردہ کو نہیں توڑا جائے گا، ہاں شوہر ختنہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

"(قوله: إذا التقى الختانان) ذكرهما بناء على عادة العرب من ختن نساء هم، وهو من الرجال دون حزة الحشفة، ومن المرأة موضع قطع جلدة كعرف الديك فوق مدخل الذكر، وهو مخرج الولد والمني والحيض، وتحت مخرج البول. ويقال له أيضاً: خفاض. قال في السراج: وهو سنة عندنا للرجال والنساء. وفي الفتح: أيجبر عليه أن تركه إلا إذا خاف الهلاك، وإن تركته هي لا" الخ طحطاوي، باب مايوجب الغسل، ص: ۷۸(۱).

لڑکے کا ختنہ جوان ہونے سے پہلے کردیا جائے، جوان ہونے پر پردہ لازم ہے، مرد کی بیوی اس کا ختنہ کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن غفرلہ، ۸۶/۴/۱۸ھ۔

نومسلم کا ختنہ

سوال [۱۱۴۲۵]: اگر کوئی غیر مسلم اسلام میں داخل ہووے اور یہ نومسلم عمر رسیدہ ہے، تو اس کی

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الاغتسال، ص: ۹۸، قديمي)

"ووقته غير معلوم. وقيل: سبع سنين كذا في الملتقى. وقيل: عشر. وقيل: أقصاه اثنا عشرة سنة. وقيل: العبرة بطاقته وهو الأشبه ...... وختان المرأة ليس سنة بل مكرمة". (في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۱، سعيد)

(وكذا في فتح باب العناية شرح النقاية، كتاب الكراهية، أمور الفطرة: ۳/۳۷، سعيد)

سنت کرانا مسلمانوں پر فرض عین ہے یا کیا؟ اگر مسلمان اس کی سنت کروانے پر غافل رہیں اور کچھ خیال نہ کریں تو ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض عین نہیں، البتہ اگر اس میں سنت (ختنہ) کرانے کی قوت ہو اور وہ برداشت کر سکے تو ختنہ کرا دینا بہتر ہے(۱)، حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نے اسّی سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا تھا(۲)، اگر وہ برداشت نہ کر سکے تو اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے مجبور نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "والأصل: أن الختان سنة ... ووقته غير معلوم وقيل: سبع سنين كذا في الملتقى وقيل: عشر وقيل: أقصاه اثنتا عشرة سنة وقيل: العبرة بطاقته وهو الأشبه". (الدر المختار). "(قوله: وهو الأشبه) أي: بالفقه، زيلعي وهذه من صيغ التصحيح". (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۱، سعيد)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهية، أمور الفطرة: ۳/ ۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الاغتسال، ص: ۹۸، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۹/ ۳۵۹، رشيديه)

(۲) "وقد اختتن إبراهيم عليه السلام وهو ابن ثمانين سنة، أو مائة وعشرين، والأول أصح". (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۲، سعيد)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "اختتن إبراهيم النبي عليه السلام وهو ابن ثمانين سنة بالقدوم". (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿واتخذوا الله إبراهيم خليلا﴾: ۱/ ۴۷۳، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل: ۲/ ۲۶۵، قديمى)

باب الصورة والملاهي

الفصل الأول في الصورة

(تصویر کا بیان)

دینی کلینڈر میں آیات لکھنا اور فوٹو لگانا

سوال[۱۱۴۲۶]: بھوپال شہر میں کچھ سال سے دینی کیلنڈر بکتے ہیں اور مفت بھی ملتے ہیں، جو اکثر کعبہ شریف یا مدینہ شریف یا قرآن شریف کے ہوتے ہیں، اکثر میں قرآن شریف کی آیات بھی ہوتی ہیں، اول تو ان کیلنڈروں کا ادب واحترام سے رکھنا بھی مشکل ہے اور بھی غم کی بات یہ ہے کہ اکثر مسلمان لوگ کیلنڈر کو کانچ میں جڑوا کر فریم کرا کر گھر میں رکھتے ہیں، لیکن قیامت یہ ہے کہ فوٹو یا تصویر کو باقی رکھتے ہیں، لیکن آیات قرآن کو کانٹ چھانٹ کر پھینک دیتے ہیں، جو سڑکوں، گلیوں اور گندی جگہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

غرضیکہ آیاتِ قرآنی کی آنکھوں دیکھی بے حرمتی ہو رہی ہے، بعض اخباروں اور رسالوں میں بھی آیات ہوتی ہیں، جو بعد کو ردی میں بک جاتی ہیں اور سودا سلف میں کاغذ کی پڑیاں بنتی ہیں، اس لئے آپ کو خط لکھا ہے کہ اس کا تدارک کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جس کاغذ پر آیات واحادیث لکھی ہوں اس کا احترام لازم ہے، پڑیہ وغیرہ میں استعمال کرنا منع ہے(۱)،

(۱) "لايجوز لف شيء في كاغذ فقه ونحوه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۶/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس: ۳۲۲/۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۱۹۴/۴، دار المعرفة)

گندی جگہ ڈالنا بالکل جائز نہیں حرام ہے(۱)، جاندار کا فوٹو زینت کے لئے کمروں میں لٹکانا ناجائز ہے(۲)۔ جاندار کا فوٹو اور آیات دونوں ایک جگہ ہوں یہ بھی بے ادبی اور خلافِ احترام ہے، آیات کو کھرچ کر ضائع کردینا اور فوٹو کو باقی رکھنا یہ قلبِ موضوع ہے، کہ جو چیز ضائع کرنے کی تھی اس کو باقی رکھا اور احترام کے ساتھ باقی رکھا اور جو چیز واجب الاحترام تھی اس کو ضائع کیا، البتہ کعبہ شریف اور مدینہ شریف کے نقشوں کا بھی احترام چاہیے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۱۱/ ۸۷ھ۔

چہرہ کی تصویر کا حکم

سوال[۱۱۴۲۷]: زندہ انسان کا نصف حصہ اوپر کا فوٹو کھنچوانا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ دلیل نقلی کے ساتھ تحریر فرمایئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو حکم پوری تصویر کا ہے وہی اوپر کے نصف حصہ کا حکم ہے، بلکہ اگر صرف چہرے اور سر کا فوٹو ہو، تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔

"كل شيء له رأس فهو صورة" (إتحاف السادة شرح إحياء العلوم

---

(۱) "وضع مصحفاً في قاذورة فإنه يكفر". (ردالمحتار، باب المرتد: ۴/۲۲۲، سعيد)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في القراءة والصلاة، ص: ۱۶۷، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۵، رشيديه)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عندالله المصورون" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۹۷: ۲/۱۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب، أو بساط، أو درهم، وإناء، وحائط، وغيرها". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/۶۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۲/۴۸، رشيديه)

للغزالي) كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ترس فيه تمثال رأس كبش، فكره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فاصبح يوما وقد أذهبه الله عز وجل (تلقيح فهوم أهل الأثر لابن الجوزي، ص: ۲۰، كذا في إمداد المفتين مع عزيز الفتاوى: ۸۰۷/۲٤)(۱).

یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کا فوٹو جائز ہے، حج کے لئے یا پاسپورٹ میں مجبوراً اجازت ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۱۷ھ۔

---

(۱) حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

صرف چہرہ کی تصویر یا نصف دھڑ کی یعنی نصف اعلیٰ کی، وہ بھی مکمل تصویر کے حکم میں ہے۔

لما في رواية الطحاوي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: الصورة الرأس فكل شيء ليس له رأس فليس بصورة. معاني الآثار: ۳٦٦/۱.

اور شرح احیاء العلوم میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے: "كل شيء له رأس فهو صورة، إتحاف السادة". (إمداد المفتيين، كتاب الحظر والإباحة، صرف چہرہ کی تصویر، ص: ۸۲۳، دار الاشاعت)

"المراد من الصور التي فيها الروح مما لم يقطع رأسه، أو لم يمتهن بالوطء". (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب: ۸۹: ۱۰۸/۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"(قوله: أو مقطوعة الرأس) أي: سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي .... لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة ..... وقيد بالرأس؛ لأنه لا اعتبار بإزالة الحاجبين أو العينين؛ لأنها تعبد بدونها، وكذا لا اعتبار بقطع اليدين". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ٦٤۸/۱، سعيد)

(۲) اگر یہ سفر کسی ضرورت شرعی کے لئے یا معاش کی شدید ضرورت کے لئے ہو، تو بوجہ اضطرار کے فوٹو کھنچوانا جائز ہے۔

"لما في شرح السير الكبير: وإن تحققت الحاجة إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال فلا بأس باستعماله؛ لأن موضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما في تناول الميتة". (تصویر کے شرعی احکام، ص: ۸۱، إدارة المعارف)

"اگر سفر ضروری ہو، تو تصویر کھنچوائی بھی مباح ہوگی، ورنہ نہیں"۔ (كفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة: ۲٤٤/۹، دارالاشاعت)

یادگار کے لئے کسی کا فوٹو مکان میں لگانا

سوال[۱۱۴۲۸]: اگر کسی کے گھر میں یا کسی دکان وغیرہ میں کسی کا فوٹو مثلاً: اپنا رشتہ دار کوئی بزرگ۔ یا کوئی کلاس کا گروپ جس میں ساتھی شامل ہیں، ان کی یادگار کے لئے یا کسی پردیسی کا فوٹو (یادگار کے لئے) لگایا جائے، یعنی فریم میں چڑھا کر ٹانگ دیا جائے، اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی جاندار کا فوٹو لینا ہی جائز نہیں، پھر اس کو فریم میں کرنا، زیبائش کے لئے لگانا، معصیت کو بلند درجہ دیتا ہے، فوٹو رشتہ دار کا ہو، یا کسی بزرگ کا یا دوستوں یا کسی کا بھی ہو، اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۶ھ۔

مکان میں خانہ کعبہ کی تصویر لگانا

سوال[۱۱۴۲۹]: کیا مکان میں کعبۃ اللہ اور روضہ شریف کی تصاویر کو فریم کر کے رونق وخوشنما طریقہ پر لگوانا تقویٰ کے خلاف ہے۔

---

(۱) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عندالله المصورون" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، رقم الحديث: ۴۴۹۷: ۲/ ۱۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، قالت: لما اشتكى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ذكر بعض نسائه كنيسة، يقال لها: مارية، وكانت أم سلمة وأم حبيبة رضي الله تعالىٰ عنهما أتتا أرض الحبشة، فذكرتا من حسنها وتصاوير فيها فرفع رأسه، فقال: "أولئک إذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجداً، ثم صوروا فيه تلک الصور، أولئک شرار خلق الله". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، رقم الحديث: ۴۵۰۸: ۲/ ۱۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"وبالجملة أن هذه التصاوير الملعونة جماع الإثم والفواحش، لو لم يكن فيها نص من الشارع عليه الصلاة والسلام لكانت المفاسد التي تنشأ منها كافية بلا ريب ونكران". (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۵/ ۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

ان مقاماتِ مقدسہ متبرکہ کی تصاویر کو آلۂ زینت بنانا خلافِ ادب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۹/۸۹ھ۔

مدینہ کا فوٹو اور اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا

سوال[۱۱۴۳۰]: ۱.....ایک شخص نے مسجد میں چار فوٹو کیمرے کے کھینچے ہوئے لگائے ہیں، دو فوٹوں میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، دو فوٹو مدینہ منورہ کے ہیں، جس میں گنبد اور صحن دکھلایا گیا ہے اور صحن میں بارہ کبوتر دانہ کھاتے ہوئے دکھلائے گئے، ایسی تصویروں کا مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۲.....ایسی تصویروں کی موجودگی میں نماز پنجگانہ درست ہوں گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کا فوٹو بنانا اور مکان وغیرہ میں لگانا درست نہیں (۲)، مسجد میں لگانا اور بھی قبیح ہے، اگر نمازیوں کے سامنے ہو، تو نماز بھی مکروہ ہوگی (۳)، جاندار کی تصویر نہ ہو، بلکہ دوسرے نقش ونگار ہوں جن کی وجہ سے

(۱) "تكره كتابة القرآن، وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم، والمحاريب، والجدران، وما يفرش".

(ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على مايشمل الثناء: ۱/۱۷۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس: ۵/۳۲۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطهارات، باب الحيض والاستحاضة: ۱/۱۷۳، رشيديه)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ماوطئ من التصاوير، ص: ۱۰۴۳، دار السلام)

"فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/۶۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۲/۴۸، رشيديه)

(۳) "(كره ..... لبس ثوب تماثيل) ذي روح، وأن يكون فوق رأسه، أو بين يديه، أو (بحذائه) يمنة، أو =

نمازیوں کا دھیان اس طرف لگتا ہو، تو ان کو بھی فقہاء نے خاص کر جدارِ قبلہ میں مکروہ لکھا ہے(۱)۔ فقط۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۶ھ۔

غیر مسلم کی دکان ظاہر کرنے کے لئے تصویر لگانا

سوال[۱۱۴۳۱]: پریس میں اردو، ہندی، انگلش چھپائی، کتابت، صباعت سب ہی قسم کی ہوتی ہے، برابر برابر دکان ہیں، ایک دکان میں قرآن دیوار پر چسپاں ہے اور دوسری دکان پر تصویر لگی ہوئی ہے، اس وجہ سے لگائی گئی ہیں کہ ہندو غیر مسلم گاہک نہیں آتے اور مسلم دکان سمجھ کر واپس ہو جاتے ہیں، اس حتی کرا گر تصویر دیوار پر لگی رہے، تو کیا حرج ہے؟ شریعت کی رو سے اگر کوئی صورت جواز کی ہو، تو تحریر کریں اگر نہ ہو تب بھی تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر رکھنا اور لگانا منع ہے(۲) اور اس نیت سے لگانا کہ دیکھنے والے یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان کی

=يسرة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۶۴۸/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۴۹/۲، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في كراهية الصلاة، ص: ۳۵۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "(ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي، ويكره التكلف بدقائق النقوش، ونحوها خصوصاً في جدار القبلة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۶۵۸/۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل: كره استقبال القبلة بالفرج: ۴۲۰/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۶۵/۲، رشيديه)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عندالله المصورون" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۹۷: ۱۳۹/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، وسواء كان في ثوب، أو بساط، أو درهم، وإناء، وحائط، وغيرها". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۶۴۷/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۴۸/۲، رشيديه)

دکان ہے بہت خطرناک ہے، گویا کہ اپنی دکان کو ایک غیر مسلم کی دکان ظاہر کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

تجارت کے لئے کپڑے پر فوٹو بنانا

سوال [۱۱۴۳۲]: بندہ پاورلوم کے کارخانہ میں کام کرتا ہے۔ ساڑھیوں کے کنارہ پر پھول پتی بھی بنانی پڑتی ہے، عرصہ سے لوگوں کی خواہش ہے کہ کنارہ پر مور بناؤ، میں ٹالتا رہا، مگر اب جب کہ روزگار خراب چل رہا ہے اور گاہکوں کا اصرار بڑھا تو میں نے مور کا ڈیزائن بنا دیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا ڈیزائن تیار کرنا جس سے شکل دار چیز بن گئی، جائز ہے یا ناجائز؟ نہ بنانے سے مالک ناراض ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے، خواہ کاغذ پر، خواہ کپڑے وغیرہ پر چاہے قلم سے بنائی جائے یا مشین سے یا کسی اور آلہ سے، یکدم بنائی جائے یا ایک عضو الگ الگ بنایا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں، بہرصورت ناجائز اور گناہ ہے، اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے روپیہ کے لالچ میں یا ویسے ہی نفس کی خواہش سے، کسی طرح اجازت نہیں (۱)۔

جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہ ہوگا۔ سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ نقصان اٹھاتا اور دوسروں کی ناگواری برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا،

(۱) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عندالله المصورون" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، رقم الحديث: ۴۴۹۷: ۱۳۹/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۶۴۷/۱، سعيد)

(وكذا في شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۱۹۹/۲، قديمي)

اگر مورکا سرنہ بنایا جائے تو اس کی شرعاً اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۸۵ھ۔

پلاسٹک کی گڑیاں اور تصویریں بیچنا

سوال[۱۱۴۳۳]: زید نماز اور زکوۃ کا پابند ہے، زید حج بیت اللہ میں تھا، اس کے بعض ذمہ داروں نے دکان پر کچھ تصویریں، ہولی کی پچکاریاں، چڑیاں، گڑیاں، پلاسٹک وغیرہ کی منگوالیں اور دوسرے سامان کے ساتھ اس کو بھی منگوالیا اور فروخت کرنے لگے، زید کہتا ہے کہ ان کو فروخت کرنے سے پرہیز لازم ہے، البتہ مہر بند سامان پر اس قدر شدت نہیں برتی جاسکتی، کہ وہ عموم بلوئی میں شامل ہے، اب زید کو اپنا کاروبار کس طرح جاری رکھنا چاہیے؟ تا کہ وہ کھلی ہوئی قباحت سے بچے اور سبب معاش کا طریقہ حلال اور طیب ہو سکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ خیال بہت مبارک ہے(۲)، اس کو اپنے سابق طور پر رہنا ہی چاہیے، نامناسب چیزوں کی

---

(۱) حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

صرف چہرہ کی تصویر یا نصف دھڑ کی یعنی نصف اعلیٰ کی، وہ بھی مکمل تصویر کے حکم میں ہے۔

لما في رواية الطحاوي عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه الصورة الرأس، فكل شيء ليس له رأس فليس بصورة. معاني الآثار: ۱/ ۳۶۶.

اور شرح احیاء العلوم میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے: "كل شيء له رأس فهو صورة، إتحاف السادة". (إمداد المفتيين، كتاب الحظر والإباحة: صرف چہرہ کی تصویر، ص: ۸۳۴، دار الاشاعت)

"المراد من الصور التي فيها الروح مما لم يقطع رأسه أو لم يمتهن بالوطء". (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب: ۸۹: ۲۲/ ۱۰۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"(قوله: أو مقطوعة الرأس) أي: سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي ...... لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة ...... وقيد بالرأس؛ لأنه لا اعتبار بإزالة الحاجبين أو العينين؛ لأنها تعبد بدونها، وكذا لا اعتبار بقطع اليدين". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/ ۶۴۸، سعيد)

(۲) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم، الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه =

تجارت سے پرہیز کرے، خواہ وہ مکروہ کے درجہ میں ہوں یا حرام ہوں (۱)، مہر بند سامان پر کسی چیز کی تصویر ہو، تو اس تصویر کی خرید وفروخت مقصود نہیں ہوتی، وہ تو محض مارک ہے (۲)، بخلاف گڑیاں اور جاندار کی تصویر کے کھلونے، کہ وہ مقصود ہوتی ہے، فرق ظاہر ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۲ھ۔

= لما يمتهن، أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة: ۱/۶۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۴۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة الخ: ۱/۲۸۵، رشيديه)

(۱) "(و) بطل (بيع مال غير متقوم) أي: غير مباح الانتفاع به ابن كمال فليحفظ (كخمر وخنزير وميتة لم تمت حتف أنفها)". (الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۵۵، سعيد)

"الحاصل: أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع". (الدرالمنتقى مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳/۸۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وهذا لأن محلية البيع بالمالية، والمالية بالانتفاع، والناس اعتادوا الانتفاع بالبعر، والسرقين من حيث الإلقاء في الأرض لكثرة الريع". (المحيط البرهاني، كتاب البيع، في بيع المحرمات: ۷/۳۰۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) لہٰذا اس کی بیع درست ہوگی۔

"الأمور بمقاصدها: يعني: أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ماهو المقصود من ذلك الأمر ..... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصد فاعلها: أي أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوط بمقاصدهم من تلك الأفعال. فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمراً مباحاً، كان فعله مباحاً، وإن قصد أمراً محرماً، كان فعله محرماً". (شرح المجلة لسليم رستم باز، المقالة الثانية: ۱/۱۷، ۱۸، رقم المادة: ۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۲۲، ۲۳، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، رقم القاعدة: ۲۴۲: ۱/۹۷، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير، ويدخل فيه فرس، أو ثور من خزف لاستيناس =

قانونی مجبوری کی بناء پر تصویر کھنچوانا

سوال [۱۱۴۳۴]: آج کل جیسا کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کسی بھی حکومت کے محکمہ میں جایئے، بغیر فوٹو کے کام نہیں چلتا، اسی طرح اگر ڈرائیوری وغیرہ سیکھے، اس میں بھی بغیر اس کے اجازت نہیں ملتی، تو کیا ایسی صورت میں ناچیز ٹیکسی ڈرائیوری یا آٹو رکشہ سیکھنا چاہتا ہے، اس میں فوٹو کے بغیر حکومت اجازت نہیں دیتی، تو کیا فوٹو نکلوا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کی تصویر بنانا خواہ فوٹو کے ذریعہ سے ہو، یا قلم کے ذریعہ سے یا کپڑے کی بناوٹ میں ہو، سب ناجائز ہے (۱)، تصویر بنانے والوں کو بہت سخت عذاب ہوگا (۲)۔ آدمی اگر قانون کی وجہ سے مجبور ہو، تو وہ معذور

= الصبي؛ لأنه لا قيمة له، ولا يضمن متلفه". (الدر المنتقى مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳/۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات: ۵/۲۲۶، سعيد)

(۱) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم، الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب، أو بساط، أو درهم، وإناء، وحائط، وغيرها". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة الخ: ۱/۶۴۷، سعيد)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، حكم الصور الشمسية: ۴/۱۶۳، مكتبه دار العلوم كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۴۸-۵۰، رشيديه)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، رقم الحديث: ۴۴۹۷: ۲/۳۸۵، قديمي)

"(عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها) أشد الناس عذاباً عندالله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله". (الجامع الصغير، رقم الحديث: ۱۰۵۲: ۲/۲۰۱۰، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض) =

ہے، پس اگر آپ ڈرائیوری سیکھنے پر مجبور ہیں کہ بغیر اس کے گزارہ نہیں، تو فوٹو میں آپ بھی معذور ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ۔

تصاویر کا فروخت کرنا

سوال[۱۱۴۳۵]: ایک شکل یہ بھی ہے کہ فریم کرنے والا اپنے پاس تصویریں رکھتا ہے، اس میں جاندار اور غیر جاندار سب ہی تصویریں ہوتی ہیں، گاہک اس میں اپنی پسند کی تصویر لے کر فریم کا آرڈر دے دیتا ہے، اس میں بھی دریافت طلب یہ ہے کہ جاندار چیز کی تصویر دکان میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی تصویر کو فروخت کرنے کے لئے دکان میں رکھنا اور اس کی تجارت کرنا بھی اس کو فریم کرنے سے زیادہ مکروہ ہے، اس سے پرہیز لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۴ھ۔

= (وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۴۰۴۰: ۱/۴۰۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وإن تحققت الحاجة له إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال، فلا بأس باستعماله؛ لأن المواضع للضرورة مستثناة عن الحرمة، كما في تناول الميتة". (شرح كتاب السير الكبير، باب مايكره في دار الحرب الخ: ۲۱۸/۳، مكتبه عباس احمد الباز رياض)

"الضرورات تبيح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساغة اللقمة بالخمر، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه". (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة الخامسة: ۲۵۱/۱، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة: ۱۶۳/۴، مكتبه دارالعلوم كراچى)

(۲) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها. اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب: إذا تردد الحكم بين =

تصاویر کی تجارت کرنا

سوال[۱۱۴۳۲]: اکثر مسلم تاجر آتش بازی، تاش اور تصاویر جس میں فلمی فوٹو اور ہندو مذہب کے دیوتاؤں کی تصاویر ہوتی ہیں، فروخت کرتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تصاویر اور تاش وآتش بازی کی تجارت بھی منع ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= سنة وبدعة: ۱/۶۴۷، سعید)

"عن عائشه رضي الله تعالىٰ عنها، أنه اشترت نمرقة فيها تصاوير، فلما راها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قام على الباب فلم يدخل، فعرفت في وجهه الكراهية، قالت: فقلت: يا رسول الله! أتوب إلى الله ورسوله ماذا أذنبت؟ فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ما بال هذه النمرقة؟ قلت اشتريتها لتعقد عليها وتوسدها، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ماخلقتم"، وقال: إن البيت الذي فيه الصورة لا تدخله الملائكة، متفق عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمی)

"لا يحل عمل شيء من هذه الصور، ولا يجوز بيعها ولا التجارة لها، والواجب أن يمنعوا من ذلك". (بلوغ القصد والمرام، ص: ۲۰، بحوالہ تصویر کے شرعی احکام، مؤلفہ: مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، تصاویر کی تجارت، ص: ۸۹، إدارة المعارف کراچی)

"ما قامت المعصية بعينه يكره تحريماً، وإلا فتنزيهاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۱، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"والثالث: بيع أشياء ليس لها مصرف الا في المعصية فيتمحض بيعها، وإجارتها، وإن لم يصرح بها، ففي جميع هذه الصور قامت المعصية بعين هذا العقد، والعاقدان كلاهما اثمان بنفس العقد، سواء استعمل بعد ذلك أم لا". (جواهر الفقه، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام: ۲/۴۴۸، دارالعلوم كراچی)

"ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب =

تصویر پر پھول چڑھانا

سوال[۱۱۴۳۷]: تصویر پر پھول چڑھانا یا ہار پہنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا بھی ناجائز اور ایسی تصویر کی تجارت کرنا بھی ناجائز ہے اور پھول چڑھانا بھی منع ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

برتنوں پر جاندار کی تصویر بنانے کی اجرت

سوال[۱۱۴۳۸]: ہمارے مرادآباد میں برتنوں کا کام ہوتا ہے، بعض برتن مورتی کا بھی بنتا ہے اور

= الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۱، رشيدية)

(۱) "عن طلحة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمي)

"فظاهر كلام النووي في شرح مسلم، الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ، وسواء كان في ثوب، أو بساط، أو درهم، وإناء، وحائط، وغيرها". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة ......: ۱/۶۴۷، سعيد)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، حكم الصور الشمسية: ۴/۱۶۳، مكتبه دارالعلوم كراچی)

"ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۱، سعيد)

"لا يحل عمل شيء من هذه الصور، ولايجوز بيعها ولا التجارة". (بلوغ القصد والمرام، ص: ۳۰، بحواله: تصویر کے شرعی احکام، عنوان: تصویر کی تجارت، ص: ۸۹، ادارة المعارف کراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۱، رشيديه)

بعض برتنوں میں مورتی اور ذی روح جانور اونٹ مچھلی وغیرہ بناتے اور کھودتے ہیں، یہ مورتی اور جانور کا بنانا، کھودنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

برتنوں پر جاندار کی تصویر بھی بنائی جاتی ہے اور پھول بیل بوٹے بھی بنائے جاتے ہیں، پس یہ بھی کچھ کام جائز ہوا کچھ ناجائز، اس کی وجہ سے پورے کام کو ناجائز نہیں کہا جائے گا اور اصل مالیت تو مال کی ہے، بعض برتنوں کی تصویر تو اس پر محض زینت کے لئے بناتے ہیں، جائز کام کی اجرت جائز ہوتی ہے، ناجائز کام کی اجرت ناجائز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۹ھ۔

تجارتی کتابوں پر فوٹو کا حکم

سوال [۱۱۴۳۹]: مکان اور دکان کے اندر بہت سی کتابیں رکھی ہیں یا اور چیزیں جو کہ دکان پر فروخت کی جاتی ہیں، سامان وغیرہ اور گھر کے سامان جو کہ استعمال میں آتے ہیں، ان کتابوں سامانوں پر فوٹو اور مورت، شکل وصورت وغیرہ ہوتی ہے، جو کہ مجبوراً رکھنی پڑتی ہیں اور خرید وفروخت کرنی پڑتی ہے، کیا ایسی صورت

(۱) قال الشيخ المفتي محمد شفيع العثماني رحمه الله تعالىٰ:

''بیع وشراء میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں، بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہو کر آجائیں جیسے: اکثر کپڑوں میں مورتی لگی ہوتی ہیں، یا برتنوں اور دوسری مصنوعاتِ جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے، تو اس کی خرید وفروخت تبعاً جائز ہے۔

''كما يستفاد من بلوغ القصد والمرام معزيا للهيثمي، ولما هو من القواعد المسلمة من فقه الأحناف أن كثيراً من الأفعال لايجوز قصداً ويجوز تبعاً، كما صرحوا في جواز بيع الحقوق تبعاً للدار ولا إصالة وقصداً''. (تصویر کے شرعی احکام، ص: ۸۸، إدارة المعارف كراچی)

''قد يثبت من الحكم تبعاً مالا يثبت مقصوداً، كالشرب في البيع، والبناء في الوقف''. (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في وقف المنقول تبعاً للعقار: ۴/ ۳۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۳۳۴، رشيديه)

میں رحمت کا فرشتہ داخل ہوگا یا نہیں؟ یا گناہ کا مستحق بنے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر ہو، تو اس پر کتاب وغیرہ رکھ کر اس کو پوشیدہ کردیا جائے، ورنہ رحمت کا فرشتہ نہیں آئے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، (صدر مفتی) دار العلوم دیوبند، ۱/ ۷/ ۱۴۰۷ھ۔

تصویر والے اخبارات ورسائل کا بیچنا

سوال[۱۱۴۴۰]: اردو انگریزی ہندی اخبارات ورسائل جن میں ہر قسم کی فحش وغیر فحش تصاویر سینماؤں کے اشتہار بعض مخرب اخلاق مضامین، رومانی واقعات وغیرہ خلافِ شرع امور ہوا کرتے ہیں اور تقریباً کوئی اخبار ان خلافِ شرع امور سے خالی نہیں ہوتا، ایسے اخبار کی ایجنسی مسلمانوں کو لینا کیسا ہے؟ جب کہ اکثر مسلمان لڑکے یہاں یہ کاروبار کرتے ہیں۔

ایم اے رحمٰن مکان نمبر ۱۰۳۴/ ۵۰۹، حیدر گوڑہ، حیدرآباد (اے-پی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اخبارات ورسائل میں کارآمد ومفید مضامین بھی ہوتے ہیں، اس لئے سب کی خرید وفروخت کو ناجائز

---

(۱) "قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمی)

"لاتدخل الملائكة أي: ملائكة الرحمة والبركة ..... قال الخطابي: إنما لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب، أو صورة مما يحرم اقتناء ه من الكلاب، والصور وأما ماليس بحرام مثل كلب الصيد، والزرع، والماشية، ومن الصور التي تمتهن في البساط، والوسادة، وغيرهما فلا يمنع دخول الملائكة بيته. وقيل: هو على عمومه، ورجحه القرطبي واختاره النووي. فقد قال النووي رحمه الله تعالىٰ: الأظهر أنه عام في كل كلب وصورة وإنهم يصتنعون من الجميع لإطلاق الأحاديث". (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۵/ ۶، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/ ۶۴۹، سعيد)

نہیں کہا جائے گا (۱)، جو مضامین لکھنے والے ہیں، خدائے پاک ان کو ہدایت دے کہ وہ مفید مضامین لکھا کریں اور دیکھنے والوں کو ہدایت دے کہ مخرب اخلاق مضامین سے پرہیز کریں اور برے اثرات قبول نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/ ۹۵ھ۔



(۱) قال الشيخ المفتي محمد شفيع العثماني رحمه الله تعالىٰ :

''بیع وشراء میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں، بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہوکر آجائیں جیسے: اکثر کپڑوں میں مورتی لگی ہوتی ہیں، یا برتنوں اور دوسری مصنوعات جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے، تو اس کی خرید وفروخت تبعاً جائز ہے۔

"كما يستفاد من بلوغ القصد والمرام معزيا للهيثمي، ولما هو من القواعد المسلمة من فقه الأحناف أن كثيراً من الأفعال لايجوز قصداً ويجوز تبعاً، كما صرحوا في جواز بيع الحقوق تبعاً للدار ولا إصالة وقصدا". (تصویر کے شرعی احکام، ص: ۸۸، إدارة المعارف كراچی)

"قد يثبت من الحكم تبعاً مالا يثبت مقصوداً، كالشرب في البيع، والبناء في الوقف".

(ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في وقف المنقول تبعاً للعقار: ۳۶۱/۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۳۴/۵، رشيديه)

الفصل الثاني في الملهي والتلفزيون

(سینما اور ٹی وی کا بیان)

کیا اخلاقی فلمیں اچھا شہری بناتی ہیں؟

سوال[۱۱۴۴۱]: مدرسہ دارالعلوم میں جدید نصاب میں داخل کتاب میں لکھوایا گیا ہے، وعظ، اچھی تقریریں، اخبار اور اخلاقی فلم اچھا شہری بناتی ہیں، ایسا لکھنا صحیح ہے؟ اس علم کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز قرار دیا جائے تو مناسب ہے اور طلباء پڑھتے ہیں اور طلباء کی ذہنیت گندی ہوتی ہے، اگر اخلاقی فلمیں دیکھنا جائز قرار دیا جائے، تو فلمیں خانۂ خدا کو بدرجۂ اولیٰ جائز قرار دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی شیٔ میں دنیوی فوائد کا ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں، جیسے: شراب میں نفع ہونے کا قرآن پاک نے بھی اقرار کیا ہے، پھر بھی وہ حرام ہے، کوئی بے وقوف اگر قرآن پاک میں اس کا نفع پڑھ کر اس کا استعمال کرنے لگے، یہ خود اس کی غلطی ہے۔

﴿يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما﴾ الآية(۱).

جو شخص فلمیں یا ہر قسم کے جھوٹے سچے اخبار دیکھتے ہیں، وہ شریعت کی نظر میں اچھے نہیں، رسالہ اخبار بنی (۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شائع شدہ ہے، اس کو دیکھئے، فلم پر بھی ان کا مستقل رسالہ ہے(۳)،

---

(۱) (البقرة: ۲۱۹)

(۲) (إمداد الفتاوىٰ، كتاب الحظر والإباحه، رسالہ اخبار بنی: ۴/۱۶۰، مکتبه دارالعلوم)

(۳) (إمداد الفتاوىٰ، كتاب الحظر والإباحه، رساله تصحيح العلم في تقبيح القلم: ۴/۱۶۰، مکتبه دارالعلوم)

ہاں! بازار میں لوگوں کی اصلاح میں ایسا شخص ضرور ہی اچھا شہری ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک عیب ہنر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیو بند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

نعت کو ساز پر سننا

سوال [۱۱۴۴۲]: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نعت شریف مع ساز کے سننا کیسا ہے؟ جب کہ نعت کے الفاظ پر غور کرتا ہو قطع نظر کرتے ہوئے ساز کے بالکل دھیان ہی نہ دیتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ساز کے ساتھ نعت شریف کو پڑھنا نہایت خطرناک ہے، فقہاء نے اس پر بہت سخت حکم لگایا ہے۔ سننے والا ایسی خطرناک چیز کو سن کر خود بھی خطرہ مول لیتا ہے، اگر چہ اس کا دھیان ساز کی طرف نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۷/۱۴۰۶ھ۔



---

(۱) "أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یکره رفع الصوت عند قراءة القران". (مصنف ابن أبي شیبة، کتاب فضائل القرآن، من کره رفع الصوت واللغط عند قراءة القرآن: ۱۵/۵۲۳، ۵۲۴، المجلس العلمي)

"عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: أنه کره رفع الصوت عند قراءة القران، والجنازة، والزحف، والذکر فما ظنک عند الغناء الذي یسمونه وجدا ومحبة، فإنه مکروه لا أصل له في الدین".

(ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۶/۳۹۸، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الکراهیه، فصل في المتفرقات: ۴/۲۱۹، مکتبه غفاریه کوئٹه)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

تاش کا حکم

سوال [۱۱۴۴۳]: تاش کھیلنا جب کہ کوئی شرط وغیرہ نہ ہو، جب کہ تاش پر فوٹو وغیرہ بھی ہوتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ محض تفریح کے لئے ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاش کھیلنا بغیر مالی ہار جیت (جوا) کے بھی جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۷ھ۔

---

(۱) تاش کے پتوں پر جاندار کی تصویریں بنی ہوتی ہیں اور اس میں انہماک سے دینی کاموں کا ضیاع لازم آتا ہے، لہٰذا بغیر جوا کے بھی اس سے اجتناب لازم ہے۔

"عن عبداللہ بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عندالله المصورون" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، رقم الحديث: ۴۴۹۷: ۱۳۹/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول: ۱۳۷/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"وبالجملة أن هذه التصاوير الملعونة جماع الإثم، والفواحش، لو لم يكن فيها نص من الشارع عليه الصلاة والسلام لكانت المفاسد التي تنشأ منها كافية بلا ريب ونكران". (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۶/۵، رشيديه)

شطرنج کی ممانعت پر دلیل

سوال[۱۱۴۴۴]: شطرنج کھیلنا مکروہ ہے یا حرام ہے؟ نیز اس کی ممانعت جن الفاظ کے ساتھ حدیث پاک میں آئی ہے، وہ تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شطرنج میں اگر قمار وغیرہ نہ ہو، تو مکروہ ہے، کذا في البحر (۱)۔

شطرنج کے متعلق صراحۃً کوئی حدیث صحاح میں دیکھنا محفوظ نہیں، البتہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الزواجر (۲) میں بعض روایت نقل کی ہیں، ابوداؤد شریف میں نردشیر کی ممانعت ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"من لعب بالنرد شير فقد عصى الله ورسوله" (أبوداود، باب في النهي عن اللعب عن النرد: ۲/۶۷۵)(۳).

---

(۱) (البحرالرائق، کتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۸۰، رشيديه)

"وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج ...... وهذا إذا لم يقامر، ولم يداوم، ولم يخل بواجب، وإلا فحرام بالإجماع". (الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۳۹۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشيديه)

(۲) "عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "إن لله تعالىٰ في كل يوم ثلاثمائة وستين نظرة إلى خلقه ليس لصاحب الشاه فيها نصيب" وفسر صاحب الشاه بلاعب الشطرنج؛ لأنه يقول: شاه". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الشهادات، الكبيرة الخامسة والأربعون: ۲/۳۳۲، دارالفكر بيروت)

"وروي عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "أشد الناس عذاباً يوم القيمة صاحب الشاه" يعني صاحب الشطرنج". (الزواجر، كتاب الشهادات، الكبيرة الخامسة: ۲/۳۳۲، دارالفكر بيروت)

"أن أباموسىٰ الأشعرى رضي الله تعالىٰ عنه قال: لا يلعب بالشطرنج إلا خاطئ. وعنه: أنه سئل عن لعب الشطرنج، فقال: هي من الباطل ولا يحب الله الباطل". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۲/۱۴۱، دارالكتب العلمة بيروت)

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في النهي عن اللعب بالنرد: ۲/۳۳۳، رحمانيه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۲/۱۴۰، دارالكتب العلمية بيروت)

نردشیر کی تشریح شطرنج کے ساتھ کی گئی ہے۔ کذا في فتح القدیر: ٦/٣٩(١).

اور کنز الدقائق کی شرح زیلعی: ٤/٢٢٣ میں حدیث شریف کے ہی الفاظ اس طرح بھی منقول ہیں:

"قال علیه الصلوة والسلام: "ملعون من یلعب بالنرد"(٢).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ٥/١/٨٩ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ٦/١/٨٩ھ۔



(١) (فتح القدير، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته: ٦/٤٨٥، رشيديه)

(٢) (تبيين الحقائق، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ٤/٢٢٣، إمداديه)

باب الموالات مع الکفار والفسقۃ

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

غیر مسلم بیمار کی خدمت اور اس کے لئے دعائے صحت

سوال[۱۱۴۴۵]: غیر مسلم مریضوں کی خدمت نصرت اور تیمارداری کرنا کیسا ہے؟ بعد از نماز ان کے لئے دعاءِ صحت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا بلندی اخلاق ہے، جب کہ کوئی دنیوی لالچ نہ ہو، دعائے صحت بھی درست ہے کہ حق تعالیٰ ہدایت دے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/ ۹۵ھ۔

مشرک کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا حکم

سوال[۱۱۴۴۶]: ایک شخص عبدالحیٔ تھا، اعمال شرکیہ میں مبتلا تھا، عقیدہ بھی شرک کا رکھتا تھا اور لوگوں کو بھی شرک میں مبتلا کرتا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر کہتا تھا، نذر ونیاز کرتا اور کراتا تھا غیر اللہ کی، اکابرین امت کو کافر کہتا تھا، اب وہ مرگیا، میں اس کو مشرک کہتا ہوں اور اس کے لئے دعائے

(۱) "(قوله: وجاز عيادته) أي: عيادة مسلم ذمياً نصرانياً أو يهودياً؛ لأنه نوع بر في حقهم، وما نهينا عن ذلك. وصح أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عاد يهوديا مرض بجواره". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۸/۶، سعيد)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهة: ۲۹/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۴/۸، رشيديه)

مغفرت وغیرہ کچھ نہیں کرتا ہوں، کیا میں اس کو شرعاً مشرک سمجھوں یا دعائے مغفرت وغیرہ کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص بحالت شرک مرے، اس کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے(۱)، مگر اس کا حکم لگانا کہ فلاں شخص مشرک مرا ہے یہ بھی آسان کام نہیں (۲)، بہرحال جس پر شرک کا حکم نہ لگایا جائے، دعاءِ مغفرت تو اس کے لئے بھی لازم نہیں، سکوت ہی مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

غیر مسلم کے مکان پر قیام اور اپنی حاملہ بیوی سے ہمبستری کرنا

سوال[۱۱۴۴۷]: اس بارے میں کہ مجھے اکثر دیہات میں جانا پڑتا ہے، کبھی کبھی رات بھی وہیں

---

(۱) "قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً﴾ ﴿ولا تصل﴾ الآية ...... والمراد من الصلاة المنهي عنها صلاة الميت المعروفة، وهي متضمنة للدعاء والاستغفار والاستشفاع". (روح المعاني: ۱۵۵/۱۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال: وشرطها أي: شرط الصلاة عليه إسلام الميت، وطهارته، أما الإسلام فلقوله تعالیٰ: ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً ولا تقم على قبره﴾ ...... ولأنها شفاعة للميت إكراماً له وطلباً للمغفرة، والكافر لا تنفعه الشفاعة، ولا يستحق الإكرام". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/ ۵۷۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/ ۳۱۴، رشيديه)

(۲) "عن أبي ذر رضي الله تعالیٰ عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/ ۸۹۳، قديمى)

"قال الإمام النووي رحمه الله تعالیٰ: في تأويل هذا الحديث أوجه: أحدها: أنه محمول على المستحل لذلك، وهذا يكفر". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: ياكافر!: ۱/ ۵۷، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر: ۱/ ۵۷، قديمى)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۹/ ۵۵، رشيديه)

گزارنی پڑتی ہے اور اکثر قیام غیر مسلم لوگوں میں ہوتا ہے اور وہ لوگ ناجائز چیزیں مثلاً: شراب، سور کا گوشت استعمال کرتے ہیں، کیا ایسی جگہ پر کھانا درست ہے؟

اگر بیوی حاملہ ہو، تو صحبت درست ہے یا نہیں؟ اس سے قبل میں نے آپ سے ہی سوال کیا تھا تو آپ نے لکھا تھا شرعاً کوئی پابندی نہیں، لیکن طبی نقطہ نظر سے قرب ولادت میں احتیاط کریں، لیکن یہاں لوگ ایسے ہیں وہ نہیں مانتے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں میری بحث ہندوستان کے بہت بڑے عالم سے ہوئی ہے میسور میں ۱۹۴۷ء سے قبل، مجھے ان عالم صاحب کا نام یاد نہیں آرہا، ان عالم صاحب نے فرمایا تھا کہ اتنا گناہ ہے جتنا جھوٹ بولنے میں ہے، دوسرے ایک صاحب کہتے ہیں میں نے خود کسی حدیث میں دیکھا ہے کہ ایک بھی دن کا شبہ ہو، تو صحبت جائز نہیں۔

کرم فرما کر چند حدیث کا حوالہ دے کر مطمئن فرمائیں، پہلے والے صاحب ''جماعت اسلامی'' سے تعلق رکھتے ہیں، دوسرا دیوبندی تھا، مگر کچھ مانتے ہیں، لیکن پھر بھی اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کا کھانا، ان کا برتن کچھ قابل اعتماد نہیں، اس سے پورا پرہیز کیا جائے۔ ہاں! اگر وہ برتن میں پاک چیز کھلائیں تو گنجائش ہے(۱)، جیسے کہ دکانوں پر ان کی بنائی ہوئی چیز (ہوٹل میں چائے وغیرہ) کی گنجائش ہے۔

بیوی سے صحبت کی اجازت تو قرآن پاک سے ثابت ہے۔ ﴿نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم﴾ الآیة(۲).

جس حالت میں اجازت نہیں، اس کی ممانعت بھی ثابت ہے، مثلاً: ﴿فاعتزلوا النساء في المحيض

(۱) "ويكره الأكل، والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل، أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولايكون آكلاً ولا شارباً حراماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر: ۳۴۷/۵، رشيديه)

(وكذا في النتف، كتاب الجهاد، باب مايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث: ۳۴۶/۴، رشيديه)

(۲) (البقرة: ۲۲۳)

ولا تقربوهن حتى يطهرن﴾ الآية(۱).

حالتِ حمل میں ممانعت نہ قرآن میں مذکور نہ حدیث میں، جو حضرات اس کو گناہ اور جھوٹ کے برابر کہتے ہیں ان سے ہی دلیل دریافت کی جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۲۸ھ۔

بھنگی کو کپڑا دینا

سوال[۱۱۴۴۸]: نمازی کے پرانے کپڑے بھنگی، بھنگن کو دینا کیسا ہے؟ بھنگی لوگ اکثر پرانے یا نئے کپڑے مانگتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

غریب کی حاجت پورا کرنے کے لئے نمازی آدمی کو بھی اپنا کپڑا دینا درست ہے، چاہے غریب بھنگی، بھنگن ہو یا کوئی اور (۳)۔



(۱) (البقرة: ۲۲۲)

(۲) "رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيح عند الكل، ويحل وطؤها عند الكل". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۲۴۱، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(۳) "وأما أهل الذمة فلايجوز صرف الزكاة إليهم بالاتفاق، ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالاتفاق وأما الحربي المستأمن ...... يجوز صرف التطوع إليه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف: ۱/۱۸۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۵۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۱/۴۲۶، إمداديه)

الفصل الأول في الشركة في أعياد الكفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

کفار کے جنازہ ومذہبی جلوس میں شرکت کرنا

سوال[۱۱۴۴۹]: ۱..... کفار کے جنازہ میں مسلمان کا شریک ہونا جائز ہے؟

۲..... کیا کفار کے ارتھی (۱) کو کندھا دینا جائز ہے؟

۳..... کفار کے مذہبی جلوس میں شریک ہونا مسلمانوں کو کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳..... نا جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱/ ۹/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "ارتھی: ہندوؤں کا جنازہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً ولا تقم على قبره﴾ (التوبة: ۸۴)

"والمراد من الصلاة المنهي عنها صلاة الميت المعروفة ..... والمراد لاتقف عند قبره للدفن أو للزيارة". (روح المعاني: ۱۰/ ۱۵۴، ۱۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب مايكره من الصلاة على المنافقين: ۱/ ۱۸۲، قديمی)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/ ۵۱۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۳/ ۵۷۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۴، سعيد)

وندے ماترم اور ترانہ

سوال[۱۱۴۵۰]: مسلم یونیورسٹی اور دینی مدارس وغیرہ میں کانگریس نے جو مسلم اور اسلام دشمن رویہ اختیار کیا ہے اس میں مسلمانوں نے فتویٰ کانگریس کے خلاف اور مسلم لیگ کے حق میں دیا، کیونکہ وہ ان تمام مسائل کے لئے جدوجہد کررہی ہے۔ وندے ماترم ایک ایسا ترانہ ہے جس کے متعلق پہلے بھی علمائے کرام کی طرف سے یہ فتویٰ صادر کیا جاچکا ہے کہ یہ ترانہ مسلمانوں کے عقائد کے برعکس شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ لہٰذا اس کا پڑھنا اور اس پر راضی ہونا وغیرہ درست نہیں۔

مہاراشٹر اسمبلی میں کانگریس حکومت کے وزیر داخلہ نے فرمایا کہ وندے ماترم ہر ایک کے لئے لازم ہے اور کسی بھی فرقہ کو خواہ مسلمان ہو یا اور کوئی اس وجہ سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اس کے مذہبی عقائد کے خلاف ہے، اس وجہ سے کہ یہ قومی ترانہ ہے، اگرچہ قومی ترانہ نہیں بلکہ جن گن من ہے، جو اس کی مخالفت کرے گا ہم اس کو برداشت نہیں کریں گے، اس طرح ۱۸/ مارچ کے ''پرتاپ دعوت'' وغیرہ اخبار میں ہے ''اس دیش میں رہنا ہے تو وندے ماترم گانا ہوگا''، بمبئی یوتھ کانگریس کی مسلمانوں کو وارننگ اسمبلی کے اندر مسلمانوں کی موجودگی میں یہ ترانہ پڑھا گیا تو ہم علماء کرام سے اسی وجہ سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

۱...... وندے ماترم کا گانا یا اس پر راضی ہونا یا اس پارٹی کی حمایت کرنا یہ امر بھی جائز ہے یا نہیں؟

۲...... ایسی پارٹی کو جو لازمی قرار دے رہی ہے اور نہ پڑھنے والے اور مخالفت کرنے والے کو ہدفِ ملامت بنارہی ہے، ایسی پارٹی کے اندر رہنا یا اس کی مدد کرنا یہ امر مباح ہے یا نہیں؟ اگر مباح ہے تو کس دلیل شرعی سے اور اگر نہیں تو کیوں اور جو مسلمان اس پارٹی کے اندر ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

۳...... کیا ہم کو لازم نہیں اسلامی اعتبار سے کہ ہم اس پارٹی کے خلاف مستقل محاذ بنائیں اور اپنی پارٹی بنائیں یا اس کو مدد دیں کہ جس کا کام خالص مسلمان کے اس طرح کے مسائل کے متعلق جدوجہد کرنا ہو، پہلی کی مثال کانگریس اور دوسری مثال لیگ ہے۔

۴...... ایسے مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے جو وندے ماترم ترانہ کے مسلمانوں پر بھی لازم کرنے کی پرزور حمایت کرتے ہیں؟ جب کہ ایک فتویٰ میں دیکھا کہ گانے والا اور راضی ہونے والا دونوں کا ایک حکم ہے، عیسائیوں کے ترانہ کے متعلق سوال تھا، مثلاً: ابھی حال میں فخر الدین علی احمد مرکزی وزیر (خوراک) نے بیان

دیتے ہوئے کہا تھا کہ لازمی ہونا چاہیے اس طرح کہ اس کا احترام بھی لازمی ہونا چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اول تو یہ ترجمہ اصل ترانہ کے انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہے، جب تک اصل الفاظ ترانہ کے سامنے نہ ہوں کوئی قطعی وحتمی بات نہیں کہی جاسکتی، پیش نظر ترجمہ کے الفاظ کا جہاں تک تعلق ہے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترانہ محض سیاسی انداز کا نہیں ہے، بلکہ اس میں مذہبی رنگ غالب ہے اور غیر متوازن وغیر معتدل محبت وعقیدت کا حامل جو اسلامی عقائد کے نظریات سے میل نہیں کھاتا، بلکہ متصادم ہے اور اسلام جو مزاج بنانا چاہتا ہے اس کے خلاف ہے اور بعض جملے موہم شرک بھی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو ان سے اجتناب وپرہیز لازم ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو اس سے قانوناً وعملاً مستثنیٰ کرائیں (۱)۔

۲...... جو لوگ منع کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں وہ شرعاً خود مستحق ملامت ہیں، اس بارے میں ایسے لوگوں کا تعاون نہ کیا جائے۔

۳...... وہ صورت اختیار کی جائے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو اور ان کے عقائد کو مجروح ہونے سے بچائے۔

۴...... ان کو شرعی مسئلہ بتلایا جائے، سمجھایا جائے اور اس کے بعد بھی نہ مانیں تو ایسے لوگ جو شرعی احکام وعقائد کی رعایت نہیں کرتے ہیں وہ شرعاً مستحق تعاون نہیں۔

---

(۱) بدقسمتی سے اس وقت ہندوستان پر بتدریج فرقہ پرستی کا غلبہ ہوتا جارہا ہے، فرقہ پرست سیاسی جماعتیں برسر اقتدار آرہی ہے اور انہوں نے بعض ریاستوں میں ایک ایسے ترانہ کو پڑھنے کا لزوم عائد کردیا ہے، جو مشرکانہ تصور پر مبنی ہے، میری مراد ''وندے ماترم'' سے ہے، یہ سنسکرت زبان کا فقرہ ہے اور اس کے معنی یہ ہے کہ ''میں اپنے مادر وطن کا پرستار ہوں اور اس کی عبادت کرتا ہوں''۔ حب الوطنی بری چیز نہیں اور اگر انصاف کے دائرہ میں ہو، تو اسلام اسے پسند کرتا ہے، یہ ایک فطری جذبہ ہے اور خدا ہی کی طرف سے ہر انسان کے اندر ودیعت ہے، لیکن اسلام میں خدا کے سوا کسی کی پرستش نہیں کی جاسکتی اور بندگی صرف خدا ہی کے لئے ہے، اس لئے اسلامی نقطہ نظر سے اس طرح کے اشعار کا پڑھنا اور ان کو قبول کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (جدید فقہی مسائل، متفرقات امارت وقضاء، وندے ماترم: ۱/ ۳۱۵، زمزم)

(وكذا في كفاية المفتي، كتاب السياسيات، مسلمان بچوں سے ہندوؤں کا گیت گانے پر احتجاج کیا جائے: ۹/ ۲۸۵، دار الاشاعت)

نوٹ: اخباری خبر پر کسی مسئلہ کی بنیاد مناسب نہیں اور نہ اس پر کوئی شرعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۱۵ھ۔

وندے ماترم

سوال[۱۱۴۵۱]: دفتروں اور مدرسوں میں وندے ماترم پڑھنے پر اگر اصرار کیا جائے تو پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے معنی کیا ہیں، اگر یہ شعار کفار ہے، تو اس سے بچنا لازم ہے اور اس کے لئے درخواست دے کر قانونی طور پر استثناء کرالیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چمار چودس میں سامان خریدنے جانا

سوال[۱۱۴۵۲]: دیوبند میں چودس میلہ جو اہل ہنود صاحبان کا مذہبی میلہ ہے اور چاند کی ۱۲،۱۳ تاریخ کو پوجا پاٹ کی رسم منائی جاتی ہے، جس میں اہل اسلام کا شرکت کرنا یقیناً گناہ ہوگا، مذکورہ بالا تواریخ کے بعد بھی چند روز بازار وغیرہ رہتا ہے، جس میں اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی ہے، بازار، دکانیں، پوجا پاٹ کے مندر سے دور خاصے فاصلہ پر لگتی ہے، اگر تواریخ مذکورہ بالا کے بعد اہلِ اسلام اس میلہ میں بانس کے سامان پٹی، سیروے، لاٹھی، لکڑی کے پائے، بکس، مسہریاں وغیرہ خریدنے کے لئے جائیں تو کیسا ہے؟ گناہ ہے یا نہیں؟ جانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چہ پوجا پاٹ کی تاریخیں صرف ۱۲،۱۳، ہیں، مگر یہ سب میلہ اس نام پر ہوتا ہے اور اس میں شرکت

(۱) تقدم تخریجہ تحت عنوان: وندے ماترم اور ترانہ

کرنے والے اس ناجائز میلہ میں شرکت کرتے ہیں، ان تاریخوں کے گزر جانے کے بعد بھی بقیہ ایام کا میلہ اس اصل میلہ کا بقیہ ہے(۱)، اگر کوئی شخص میلہ کے مقصدِ اصل سے بالکل جدا ہو کر محض اچھا سامان خریدنے کے لئے جائے تو وہ گو مقصد میلہ کی شرکت کا مجرم نہ ہو، لیکن دوسرے لوگوں کے ظنون اس سے فاسد ہوں گے اور ظنون فاسدہ کو استدلال کا موقع ملے گا اور مظنہ تہمت سے بچنا بھی لازم ہے(۲)، خاص کر اہلِ علم حضرات کے لئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۶/۱/۸۷ھ۔



(۱) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۱۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۲) "أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا سلّم يمكث في مكانه يسيرا، قال ابن شهاب: فنرى والله أعلم لكي ينفذ من ينصرف من النساء ..... وفيه اجتناب مواضع التهم". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب مكث الإمام في مصلاه بعد السلام: ۲/۴۲۸، قديمي)

"لاينبغي دخول مواضع التهم، ومن ملك نفسه خاف من مواضع التهم أكثر من خوفه من وجود الألم". (فيض القدير: ۵/۲۳۳۲، رقم الحديث: ۲۸۸۸، نزار مصطفى الباز رياض)

"(اتقوا مواضع التهم) ذكره في الإحياء، وقال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجد له أصلاً لكنه بمعنى قول عمر من سلك مسالك الظن اتهم". (كشف الخفاء، باب حرف الهمزة، رقم الحديث: ۸۸، ص: ۴۷، دارالكتب العلمية بيروت)

الفصل الثالث في إعانة الكفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

رام لیلا میں شرکت اور چندہ

سوال[۱۱۴۵۳]: ۱......رام لیلا جو ایک ناٹک (۱) کی طرح کھیلا جاتا ہے، جو کفر وشرک سے بھرپور اور جس میں پوجا پاٹ کیا جاتا ہے، رام لکشمن (رام کی بیوی) اور ہنومان (۲) وغیرہ کے پارٹ ادا کئے جاتے ہیں، چنانچہ اگر کوئی مسلمان لکشمن یا کرشن (۳) وغیرہ کا پارٹ ادا کرے، تو ایسے شخص کے لئے ازروئے شریعت مطہرہ کیا حکم ہے، اس کا دیکھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

۲......رام لیلا میں رام چند کی بیوی (سیتا) کے لئے زید نے ایک سونے کی نتھ (۴) بنوا کر دی اور بکر نے اسٹیج سازی کے لئے ٹیم بنوا کر پر دیا، محمود نے سیتا کا لباس ساڑھی کے لئے روپیہ دیا، لہٰذا ایسے شخص کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس قسم کی چیزوں میں مسلمان کے لئے شرکت حرام ہے، اگر غیر اللہ کی پوجا پاٹ کرے گا تو ایمان سے ہی محروم ہو جائے گا (۵)۔

---

(۱) ''ناٹک: ناچنے والا، رقاص، تماشہ کرنے والا، بہروپیا، ایکٹر، کھیل، تمثیل، ڈرامہ''۔ (فیروز اللغات، ص:۱۳۳۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''ہنومان: ہندوؤں کا ایک دیوتا، ہندوؤں کا ایک سردار، جس نے سیتا جی کی بازیابی میں رام چندر جی کی مدد کی تھی، بندر، بوزنہ''۔ (فیروز اللغات، ص:۱۴۵۲، فیروز سنز لاہور)

(۳) ''کرشن: شو کے اوتار، کنہیا جی، مجازاً سیاہ فام آدمی''۔ (فیروز اللغات، ص:۱۰۰۳، فیروز سنز لاہور)

(۴) ''نتھ: ناک میں پہننے کا زیور، سہاگ، جانوروں کے ناک کی رسی''۔ (فیروز اللغات، ص:۱۳۵۱، فیروز سنز لاہور)

(۵) ''وعن الإمام أبي حفص رحمه الله تعالى: لو أن رجلاً عبد ربه خمسين سنة، ثم جاء يوم النيروز، فأهدى =

۲..... ناجائز ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

مندر کے لئے چندہ دینا

سوال[۱۱۴۵۴]: میں نے مندر کے چندہ کے لئے کچھ روپیہ دیئے جن کی رسید ہم نے ان سے لی، پھر میں پچھتایا کہ میں نے غلطی کی تو اس کی بھی مذہب قرآن حدیث کی روشنی میں دلائل چاہتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی بہانہ سے ان سے وہ روپیہ لے لیجئے اور پھر اس نیت سے دیجئے کہ آپ ان مانگنے والوں کو دے رہے ہیں، اب ان کا کام ہے کہ جہاں جی چاہے خرچ کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

= إلى بعض المشركين هديةً، يريد تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، السادس في التشبيه: ۶/ ۳۳۴، رشيديه)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/ ۵۱۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۴، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: وينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير: ۲/ ۱۰، دارالسلام رياض)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، حقانيه پشاور)

(۲) اس لئے کہ مندر میں چندہ دینا اعانت علی المعاصی کے زمرہ میں آتا ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے، جب کہ دوسری صورت میں سامنے والے شخص کو روپیہ دینا مقصود ہے نہ کہ مندر کے لئے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"وينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير: ۲/ ۱۰، دارالسلام رياض)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، حقانيه پشاور)

باب مایتعلق بالجنّات

(جنّات کا بیان)

مؤکل اور جن کو تابع کرنا

سوال[۱۱۴۵۵]: مؤکلین اور جنّات کا بذریعہ آیاتِ قرآنی تابع کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر ان کے ذریعہ کسی کارِ خیر کو انجام دیا جاوے، مثلاً: زید یا اس کے مکان میں آسیب کا اثر ہے، اس کو ان کی قوت خفیہ کے ذریعہ سے زائل کردیا تو باعثِ اجر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مؤکلات اور جنّات کا تابع کرنا اگر آیاتِ قرآنی کو ناجائز طریق پر عمل کرنے سے ہو، تو ناجائز اور حرام ہے، اگر جائز طریق پر عمل کرنے سے ہو تب بھی اپنے منافع کی غرض سے ایک دوسری مخلوق کو پریشان کرنا اور تابع کرنا جائز نہیں، نیز اس میں بہت سے مفاسد ہیں: بعض دفعہ ناتجربہ کاری سے عمل الٹا پڑ جاتا ہے، بعض دفعہ ناواقفیت سے الفاظ صحیح نہیں پڑھے جاتے جس سے معنیٰ بدل جاتے ہیں اور عذاب کا اندیشہ ہے، پرہیز اگر پورا پورا نہ ہوسکے تو بسااوقات جنّات نقصان پہنچاتے ہیں، قتل کرڈالتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ رہا آسیب کا اثر زائل کرنا تو وہ مؤکلات کے تابع کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ اس کے دوسرے طریق بھی ہیں جو جائز اور بے خطرہ ہیں(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۵۱/۱۲/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

---

(۱) "نعم! يشهد فعله عليه الصلاة والسلام على أن تسخير الجن كان غير مرضي عنده؛ لكمال الأدب في شأن سليمان عليه السلام فغيره أولى به، وهذا الذي قلنا من جوازه إذا كان الجن يحل استعباده وتسخيره من الكفرة، وأما المسلم فلا يحل استرقاقه، أو تقييده من غير وجه كما في الإنسان، كما لا =

کسی پر آئے ہوئے جن اور پری کے ذریعہ علاج کرانا

سوال[۱۱۴۵۶]: ہمارے علاقہ میں ایک نوجوان جو اخلاقی اعتبار سے بہت نیک ہے، زندگی میں سادگی ہے، برسر روزگار ہے، اس کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ اس پر کسی مرحوم بزرگ (ولی) کا سایہ ہے، بزرگ اس پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور مختلف امراض، آسیبی اثر آپسی تنازعہ سے متعلق تفصیل سے بتاتے ہیں اور علاج بھی کرتے ہیں۔ سینکڑوں لوگ شفایاب ہوئے، لوگ اپنے طور پر عطیہ دیتے ہیں، ان کی کوئی مانگ نہیں، علاج میں شرکیہ فعل نہیں ہے۔ علاج تعویذ، گنڈا و پانی پر دم کرکے کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک ضعیف سال خاتون پر پریوں کا سایہ ہے، پریاں اس پر حاضر ہوتی ہیں اور نہایت فصیح اردو، مراٹھی میں گفتگو کرتی ہیں، جب کہ ضعیفہ اردو، مراٹھی بالکل نہیں جانتی، عمل میں شرکیہ فعل نہیں ہے، علاج کسی چیز پر دم کرکے اور گنڈا دھاگا دے کر کرتی ہے۔

۱.....مندرجہ بالا واقعہ سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

۲.....اس طریقہ علاج سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

۳.....اس علاج پر یقین رکھنے اور جائز جاننے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳..... جنات اور پریوں کا انسان مرد وعورت پر آنا اور اس قسم کی باتیں بتانا ممکن ہے(۱)، اردو،

= يخفى". (أحكام القرآن للتهانوي: ۴۴/۳، إدارة القرآن كراچي)

"فإذا تقرب صاحب العزائم والأقسام، وكتب الروحانيات السحرية، وأمثال ذلك إليهم بما يحبونه، فمن الكفر والشرك، صار ذلك كالرشوة والبرطيل لهم فيقضون بعض أغراضه كمن يعطي غيره مالاً ليقتل له من يريد قتله، أو يعينه على فاحشة، أو ينال معه فاحشة، ولهذا كثير من هذه الأمور يكتبون فيها كلام الله تعالىٰ بالنجاسة وقد يقلبون حروف ﴿قل هو الله أحد﴾ أو غيرها بنجاسة". (آكام المرجان، الباب الثامن والأربعون، ص: ۱۰۰، خير كثير)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن والمعوذات: ۲۴۱/۱۰، قديمي)

(راجع للتفصيل: معارف القرآن: ۲۶۵/۷، ادارة المعارف)

(۱) "ذكر أبو الحسن الأشعري في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الجن تدخل في بدن=

مراٹھی یا کسی اور زبان میں گفتگو کرنا بھی ممکن ہے(۱)، علاج کے لئے کسی دوا کا بتلانا اور اس سے شفاء کا حاصل ہونا بھی ممکن ہے، حدیث وقرآن کی دعائیں پڑھ کر دم کر کے اور تعویذ گنڈا دے کر استعمال کرانے سے جنات کا دفع ہوجانا بھی ممکن ہے(۲) اور مریض کا شفا پاجانا بھی ممکن ہے، لیکن ایسی حالت کی بتائی ہوئی بات کو حجت شرعیہ قرار دینا درست نہیں(۳)۔ مثلاً: اگر وہ بتائے کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے تو اس کے بتانے سے اس

= المصروع ...... وقال القاضي عبدالجبار: إذا صح ما دللنا عليه من رقة أجسامهم، وأنها كالهواء لم يمتنع دخولهم في أبداننا كما يدخل الريح، والنفس، والمتردد الذي هو الروح في أبداننا من التخرق والتخلخل". (آكام المرجان، الباب الحادي والخمسون في بيان دخول الجن، ص: ۱۰۸، خير كثير)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب المرضى، باب فضل من يصرع من الريح: ۳۱۸/۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في زاد المعاد، الطب النبوي، فصل في هديه صلى الله تعالى عليه وسلم في علاج الصرع، ص: ۴۷۹، دارالفكر بيروت)

(۱) "قال عبدالله بن أحمد بن حنبل في فضائل الصحابة ...... وكان بها امرأة في جنبها شيطان يتكلم". (آكام المرجان، الباب الثامن والستون في بيان جواز سوال الجن، ص: ۱۳۸، خير كثير)

"والتكلم ببعض اللغات المخالفة للسان المعروف منه فذلك شيطان يتكلم على لسانه كما يتكلم على لسان المصروع". (شرح العقيدة الطحاوية، الملامية والفرق الصوفية، ص: ۵۱۱، قديمي)

(۲) "يجوز أن يكتب للمصاب وغيره من المرضى شيء من كتاب الله عزوجل ذكره بالمداد المباح ويغسل ويسقى". (آكام المرجان، فصل في حكم مايكتب للمرضى، ص: ۱۰۴، خير كثير)

(وكذا في مجموع فتاوى ابن تيمية، أصول الفقه، فصل كتابة شيء من كتاب الله بالمراد: ۳۶/۱۹، مكتبة العبيكان)

(۳) "لاشك أن الله تعالى أقدر الجن على قطع المسافة الطويلة في الزمن القصير بدليل قوله تعالى: "قال عفريت من الجن أنا آتيك به قبل أن تقوم من مقامك" فإذا سأل سائل عن حادثة وقعت، أو شخص في بلد بعيد فمن الجائز أن يكون الجني عنده علم من تلك الحادثة، وحال ذلك الشخص فيخبر، ومن الجائز أن لايكون عنده علم فيذهب، ويكشف، ثم يعود فيخبر، ومع هذا فهو خبر واحد، ولا يفيد غير الظن، ولا يترتب عليه حكم غير الاستئناس". (آكام المرجان، الباب الثامن والستون، في بيان جواز سؤال الجن، ص: ۱۳۹، خير كثير)

شخص کو چور قرار دینا درست نہیں، جب کہ معالجہ صحیح طریقہ پر ہو، اس میں کوئی شرکیہ عمل یا کوئی غلط چیز نہ ہو جائز ہے اور اس کی وجہ سے کچھ ہدیہ دیا جائے اس کا لینا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۹۹ھ۔

کیا جنّات کو سردی کا عذاب ہوگا؟

سوال[۱۱۴۵۷]: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جنّات کو آگ کا عذاب نہیں پہنچتا، لہٰذا ان کو سردی کا عذاب دیا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آگ کے عذاب سے بھی ان کو تکلیف ہوگی، اگر چہ وہ آگ سے بنے ہیں، جیسے: آدمی مٹی سے بنے ہیں، مگر مٹی کی اینٹ مارنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



---

(۱) سیأتي تخریجه تحت عنوان: ''تعویذ دے کر یا پانی دم کر کے اجرت لینا''۔

(۲) قال الله تعالی: ﴿ولو شئنا لآتینا کل نفس هداها ولکن حق القول مني لأملئن جهنم من الجنة والناس أجمعین﴾ (السجدة: ۱۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿أما القسطون فکانوا لجهنم حطبا﴾ (الجن: ۱۵)

''أي: تقدر أمرهم وانتهی إلی أن یکونوا حطبا لجهنم تتلظی بهم وتزداد اشتعالا کما تتلظی النار بالحطب، ودل هذا علی أن الجن یعذبون بالنار''. (في ظلال القرآن، الجن: ۴/۵۶۲، دار النشر)

باب مایتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول في السحر

(سحر کا بیان)

سحر کا حکم

سوال[۱۱۴۵۸]: کیا مسلمان کو جادو کرنا جائز ہے اور جو جادو کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سحر کبیرہ گناہ ہے۔ کذا في شرح الفقه الأکبر(۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۹۴ھ۔

کیا سحر ابھی بھی باقی ہے؟

سوال[۱۱۴۵۹]: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے اُصحاب سے مروی ہے کہ ساحر کافر ہے اور ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

"السحر حرام بلا خوف ...... واعتقاد إباحته کفر" الخ(۲).

---

(۱) "والمراد بها (أي: الکبائر) نحو: القتل، والزنا...... والسحر......". (شرح الفقه الأکبر، ص: ۵۲، قدیمی)

"في الفتح: السحر حرام بلا خلاف بین أهل العلم". (ردالمحتار، مطلب: في الساحر والزندیق: ۴/۲۴۰، سعید)

(وکذا في إعلاء السنن، حکم السحر وحقیقة: ۱۲/۲۳۸، إدارة القرآن کراچی)

(۲) بعینہ یہ عبارت تو فتح القدیر میں نہ مل سکی، اس کے قریب یہ عبارت موجود ہے:

"وتعلیم السحر حرام بلاخلاف بین أهل العلم، واعتقاد إباحته کفر، وعن أصحابنا، ومالک، =

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی سحر کیا گیا تھا، تمام اقوال کے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ سحر ابھی تک باقی ہے، ایک شخص کو اعتراض ہے کہ سحر کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مٹانے آئے تھے، مٹ گیا اگر کوئی کہے کہ سحر ابھی تک باقی ہے تو وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پر دھبہ سا دیا، تو اس شخص سے سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر سحر باقی ہوتا تو امام اور فقہاء رحمہ اللہ تعالیٰ کیوں اس کے ناجائز وحرام ہونے کا فتویٰ دیتے، پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بت پرستی کو بھی مٹانے آئے تھے، مگر ابھی تک باقی ہے۔ راقم الحروف کا خیال صحیح ہے یا معترض کا خیال اصح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سحر مٹانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو دنیا سے فنا کر دیا گیا، یہ واضح فرمانا مقصود ہے کہ سحر بدتر چیز ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے۔ یہی حال کفر کا ہے، کہ اس کے مٹانے کا مقصود بھی اس کی قباحت اور برائی کو واضح فرمانا ہے اور اس کے لئے جہاں تک ہو سکے، جدوجہد کرنا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے کفر دنیا سے ختم نہیں ہو گیا تھا۔

البتہ جزیرۂ عرب میں اسلام کا غلبہ اور تسلط ہو چکا تھا، کفار، مجوس وغیرہ سے خلفاء راشدین نے جہاد فرمایا، اگر یہ مقصود ہوتا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کفر دنیا سے ختم ہو جائے گا۔ تو "الجهاد ماض في أمتي إلى يوم القيامة"(۱) کیوں فرماتے۔

= وأحمد يكفر الساحر بتعلمه وفعله". (فتح القدير، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۳۳۳، رشيديه)

(۱) واضح رہے کہ یہ حدیث بعینہ ان الفاظ سے ثابت نہیں، البتہ معنیٰ ثابت ہے۔

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ثلاث من أصل الإيمان الكف عمن قال: لا إله إلا الله، ولا نكفره بذنب، ولا نخرجه من الإسلام بعمل. والجهاد ماض منذ بعثني الله إلى أن يقاتل آخر أمتي الدجال ...". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۲۵، رحمانيه)

"قال عليه الصلاة والسلام: "الجهاد ماض إلى يوم القيامة" قلت: أخرجه أبو داود في سننه، عن يزيد بن أبي نشبة عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ثلاث من أصل الإيمان ... والجهاد ماض منذ بعثني الله إلى أن يقاتل آخر أمتي الدجال ...". (نصب الراية، كتاب السير: ۳/۵۸۳، حقانيه)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، كتاب السير، باب الغزو مع أئمة الجور: ۹/۲۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

نیز "لا هجرة بعد الفتح لكن جهاد ونية" (۱) کیوں فرماتے، نیز حدیث میں یہ بھی ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے تمام مؤمنین ختم ہوجائیں گے، شرارِ خلق (کفار) باقی رہ جائیں گے، ان پر ہی قیامت قائم ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۹ھ۔



(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا هجرة بعد الفتح، ولكن جهاد ونية". (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والسير: ۱/۳۹۰، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب المبايعة بعد فتح مكة: ۲/۱۳۰، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب البيعة، باب ذكر الاختلاف في انقطاع الهجرة، رقم الحديث: ۴۱۷۹، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس". (صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة: ۲/۴۰۶، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب لاتقوم الساعة إلا على شرار الخلق: ۳/۲۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل الثاني في العوذة

(تعویذ کا بیان)

تعویذ دے کر یا پانی دم کر کے اجرت لینا

سوال[۱۱۴۶۰]: تعویذ یا تاگہ دم کر کے کسی ہندو یا مسلمان کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا پانی پر دم کر کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر مرض والا بعد آرام کچھ انعام وغیرہ دے تو لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی پر دم کر کے یا تاگہ کا گنڈا بنا کر مسلم وغیر مسلم سب کو دینا درست ہے اور سب پر دم کرنا اور پھونک ڈالنا بھی درست ہے، تعویذ پر آیت لکھ کر مسلم وغیر مسلم سب کو دینا درست ہے، مگر اس طرح کہ ایک کاغذ یا کپڑا اس پر چڑھا دیا جائے، یا موم جامہ کر دیا جائے تا کہ بے وضو یا ناپاک اس کو مس نہ کرے(۱) اور تعویذ گنڈا دیئے یا دم کرنے پر اجرت لینا بھی درست ہے(۲)۔ بشرطیکہ جانتا ہو اور دھوکہ نہ دیتا ہو، بلا اجرت کے زیادہ برکت ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "**یحرم** ...... **مس مصحف** ...... **إلا بغلاف متجاف غیر مشرز**". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطهارة، يطلق الدعاء على مايشمل الثناء: ۱/۱۷۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطهارة، مايمنعه الحيض: ۱/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فروع إن أجنبت المرأة، ص: ۵۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالیٰ عنه: أن رهطا من أصحاب النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم انطلقوا في سفرة سافروها، فنزلوا بحي من العرب، فاستضافوهم فأبوا أن يضيفوهم قال: فلدغ سيد =

اسمائے کفار سے تعویذات میں مدد لینا

سوال [۱۱۴۲۱]: الف...... بعض تعویذات نظر بدوغیرہ کے ایسے ہیں کہ جس میں بڑے بڑے کفار وشیاطین کے نام لکھے جاتے ہیں اوران سے تعویذات میں مدد لی جاتی ہے، توان کے نام سے تعویذات میں مدد لینا کیسا ہے؟

ب...... کس قسم کے تعویذات ازروئے شرع بنانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف...... ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کا شرک ہے(۱)۔

= ذلك الحي، فشفوا له بكل شيء لاينفعه شيء فقال بعضهم: لو اتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا بكم لعل أن يكون عند بعضهم شيء ينفع صاحبكم، فقال بعضهم: إن سيدنا لدغ فهل عند أحد منكم؟ يعني: رقية، فقال رجل: من القوم إني لأرقي، ولكن استضفناكم فأبيتم أن تضيفو، ما أنا براقٍ حتى تجعلوا لي جعلاً، فجعلوا له قطيعا من الشاء، فأتاه فقرأ عليه بأم الكتاب، وتفل حتى برء كأنما انشط من عقال، قال: فأوفاهم جعله الذي صالحوه عليه، فقالوا: اقتسموا، فقال الذي رقى: لا تفعلوا حتى نأتي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فنستأمره، فغدوا على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكروا له، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من أين علمتم أنها رقية؟ أحسنتم واضربوا لي معكم بسهم". (سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب في كسب الأطباء: ۲/۱۳۰، رحمانيه)

"جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي؛ لأنها ليست عبادة محضة، بل من التداوي". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة: ۶/۵۵، سعيد)

"لا بأس بالاستئجار على الرقى والعلاجات كلها". (شرح معاني الآثار، كتاب الإجارة، باب الاستئجار على تعليم القرآن: ۲/۲۹۷، سعيد)

(۱) "عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله تعالىٰ عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترىٰ في ذلك؟ فقال: "أعرضوا عليّ رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك". (صحيح مسلم، كتاب السلام باب لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك، رقم الحديث: ۵۷۳۲، ص: ۹۷۵، دارالسلام رياض) =

ب...... اسمائے الٰہیہ آیاتِ قرآنیہ اُدعیہ ماثورہ سے تعویذ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/ ۹۴ھ۔



= ''رقية فيها اسم صنم، أو شيطان، أو كلمة كفر، أو غيرها مالا يجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها''. (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ۳۱۸/۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

الفصل الثالث في العمليات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

عامل بننے کا طریقہ

سوال [۱۱۴۶۲]: زید نے بکر سے تعویذات کے متعلق کہا کہ نقش بھرنے مجھے بھی بتادو، بکر نے کہا کہ سیکھ لو، مگر اس کے لئے شرط ہے (عامل ہونے کے لئے) زید! اللہ کے ایک ہزار نقش بھر دو، اسی روز روزہ رکھو اور میدہ گوندکر نقشوں پر لپیٹ دو، جب تک یہ نقش بھرو، اس درمیان میں کسی سے کلام نہ کرو اور نہ اٹھو، فقط نماز کی اجازت ہے، جب نقش بھر چکو تو کچھ شرینی لے لو اور اپنے مکان سے چل دو، راستہ میں کسی سے مت بولو، حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہ دو اور دریا پر جا کر اپنے پیر کا تصور کرو کہ میں پیر کے پاس کھڑا ہوں، یا میرے پیر میرے پاس ہیں اور وہاں جا کر سلام کرو اور بقدر جواب کے خاموش کھڑے رہو اور قرآن پاک پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلسلہ بسلسلہ تمام مردوں کو ایصال ثواب کرو اور آنکھیں بند رکھو۔

اس کے بعد کہنا کہ یا خضر علیہ السلام یہ قرآن پاک اور نقش وشیرینی آپ کو پیش کرتا ہوں، آپ اس کو قبول فرمالیں اور تصور یہ رکھو کہ میرے پیر یہاں پر نہیں ہیں، بلکہ حضرت خضر علیہ السلام یہاں پر حاضر ہیں یہ کہ نقش وشیرنی دریا میں ڈال دو اور اپنے مکان کو واپس آجاؤ، دریا میں سے کچھ بھی آواز آئے، مڑ کر مت دیکھنا، تم اس کے عامل بن جاؤ گے اس کے بعد تعویذ کر سکتے ہو، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس نیت سے کرتا کہ ہم کو آمدنی ہوگی، تقویٰ میں کوئی خرابی تو نہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس عمل میں ایک چیز یہ قابل تأمل ہے کہ دریا کی طرف جاتے ہوئے کسی کے سلام کا جواب دینے کو بھی منع کر دیا گیا ہے، حالانکہ وہ شرعاً ضروری ہے، الا یہ کہ ذکر وتلاوت وغیرہ میں آدمی مشغول ہو(۱)، دوسری چیز

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خمس تجب للمسلم على أخيه: رد السلام، =

یہ ہے کہ دریا پر پہنچ کر یہ تصور کرنا کہ پیر میرے پاس کھڑے ہیں یا میں پیر کے پاس کھڑا ہوں اوران کوسلام کرنا یہ بھی خیالی تصور کوسلام ہے جوکہ شرعاً ثابت نہیں (۱)، یہ قیاس نہ کیا جائے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی تو صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے، اس لئے کہ صلوۃ وسلام کو ملائکہ لے کر جاتے ہیں اور خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ احادیث میں موجود ہے (۲)۔ تصور کوسلام کرنے اور بقدر جواب خاموش رہنے کا ثبوت نہیں۔ تیسری چیز حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں یہ مجموعہ تحفہ پیش کرنا بے اصل ہے، ثواب تو زندہ مردہ

= وتشميت العاطس، وإجابة الدعوة، وعيادة المريض، واتباع الجنائز". (صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب حق المسلم للمسلم: ۲/۲۱۳، قديمي)

"اعلم أن ابتداء السلام سنة، ورده واجب". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول: ۵/۹۸، رشيديه)

"ويجب رد جواب كتاب التحية كرد السلام ... يكره على عاجز عن الرد حقيقة كاكل، أو شرعاً كمصل، وقارئ، ولو سلم لا يستحق الجواب". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۱۵، سعيد)

(وصحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱/۱۶۶، قديمي)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة: ۲/۷۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور: ۱/۳۷۱، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۲/۲۸۷، رحمانيه)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام". (سنن النسائي، كتاب الصلاة، باب التسليم على النبي، ص: ۱۷۹، دارالسلام)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته" رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، الفصل الثالث: ۱/۱۹۰، ۱۹۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تجعلوا بيوتكم قبوراً، ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم". (سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب زيارة القبور: ۱/۲۹۳، رحمانيه)

سب کو پہنچایا جاسکتا ہے، لیکن نقش اور شیرینی ان کی خدمت میں پیش کرنا محض بے معنی ہے(۱)، نہ اس جگہ پر ان کا وجود دلیل شرعی سے ثابت ہے نہ حساً مشاہدہ ہے، لہٰذا یہ پیش کرنا بھی خیالی تصور ہی ہوا، جو شخص نقش تعویذ عمل جانتا ہے اور اس میں کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے، تو اس کو اجرت لینا بھی درست ہے اور وہ آمدنی جائز ہے، تقویٰ کے بھی خلاف نہیں، جیسے حکیم اور ڈاکٹر معالجہ پر کچھ اجرت لیں درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۰/ ۵/ ۸۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۱۲/ ۵/ ۸۱ھ۔

نقوش میں یاجرئیل لکھنا

سوال[۱۱۴۶۳]: بعض نقوش کے ساتھ ''یاجبرئیل'' وغیرہ لکھا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منع لکھا ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۲/ ۴/ ۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیو بند، ۱۲/ ۴/ ۱۳۸۶ھ۔

---

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۴۴۲

(۲) "جوزوا الرقیة بالأجرة ولو بالقرآن کما ذکره الطحاوي؛ لأنها لیست عبادة محضة، بل من التداوي". (ردالمحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم في عدم جواز الاستئجار علی التلاوة: ۶/ ۵۵، سعید)

"لا بأس بالاستئجار علی الرقی والعلاجات کلها". (شرح معاني الآثار، کتاب الإجارة، باب الاستئجار علی تعلیم القرآن: ۲/ ۲۹۷، سعید)

(۳) جن عملیات وتعویذات کے معنی خلافِ شرع ہوں، ان کا استعمال ناجائز ہے۔ آج کل بہت لوگ اس میں مبتلا ہیں، مثلاً: (ایسے عملیات کرتے ہیں جن میں) کسی مخلوق کو نداء ہوتی ہے، خواہ پڑھنے میں یا لکھنے میں جیسے: یا جبریل یا میکائیل یہ سب شرعاً ممنوع اور باطل ہے۔ (عملیات اور تعویذات اور اس کے شرعی احکام، ص: ۱۳۴، مکتبہ خلیل)

شیٔ مسروق کے لئے عمل کرنا

سوال[۱۱۲۶۴]: کسی شخص کو چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عمل، جادو ہو یا قرآن پاک سے ہو، اپنی چیز کے ملنے کی کرے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آیاتِ قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے دعا کرانا، کہ یا اللہ! میری چیز مل جائے، درست ہے(۱)، حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے(۲)، لیکن سحر درست نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۹۴ھ۔

---

(۱) "وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سحراً، وكفراً، وغير ذلك، وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعيد)

"النوع الذي كان أهل الجاهلية يعالجون به، ويعتقدون فيه، وأما ما كان من الآيات القرآنية، والأسماء والصفات الربانية، والدعوات المأثورة النبوية، فلا بأس، بل يستحب سواء كان تعويذاً، أو رقية، أو نشرة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ۸/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب السلام، باب الطب الخ: ۲/۲۱۹، قديمی)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "ما من أحد يدعو بدعاء إلا آتاه الله ما سأل، أو كف عنه من السوء مثله مالم يدع بإثم أو قطيعة رحم". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/۱۷۵، سعيد)

"عن ابن عمر (رضي الله تعالى عنهما) عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الضالة: أنه كان يقول: اللهم راد الضالة، وهادي الضلالة، تهدي من الضلالة، أردد علي ضالتي بقدرتك وسلطانك، فإنها من عطائك وفضلك". (المعجم الكبير، السادس، رقم الحديث: ۱۳۱۱۰: ۶/۱۹۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الأذكار، باب مايقول: إذا انفلتت دابته الخ، رقم الحديث: ۱۷۱۰۶: ۱۰/۱۸۹، دار الفكر بيروت)

(۳) "الكاهن: الساحر والمنجم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية، فهو مثل الكاهن ...... وما يعطى هؤلاء =

2

ستاروں کی چال برائے علاج

سوال[۱۱۴۶۵]: فی نفسہٖ نقش لکھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ کہتے ہیں کہ نقوش کی چال ستاروں کی چال پر ہوتی ہے، اس میں ستاروں کو مؤثر ماننا پڑتا ہے اور نقش کے خانے متعین ہوتے ہیں کہ یہ مشتری کا خانہ ہے، یہ زہرہ کا، یہ مریخ کا، اگر درست ہیں تو بہشتی زیور میں بیس کا نقش اور پندرہ کا کیوں لکھا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نقش کا ایک مستقل حساب ہے، ستاروں کو مؤثر بالذات سمجھنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۳۸۶ھ۔

سانپ وغیرہ کے کاٹنے پر زہر کا اثر اتارنے کا عمل

سوال[۱۱۴۶۶]: اگر کسی سانپ یا کوئی اور زہریلا کیڑا کاٹے تو مسلمان ہندو لوگوں کے پاس جا کر منتر پڑھوانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہماری اسلامی شریعت میں ایسا کوئی منتر یا دعا ہو، تو واضح کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعمالِ قرآنی (۲)، شمس المعارف (۳) الدرالمنظم (۴) میں سانپ اور دوسرے زہریلے جانوروں

= حرام بالإجماع، كما نقله البغوي والقاضي عياض وغيرهما". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۴۹، قديمي)

"في الفتح: السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم". (ردالمحتار، مطلب: في الساحر والزنديق: ۴/۲۴۰، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، حكم السحر وحقيقة: ۱۲/۲۳۸، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "وبعضهم زعم أن لها تأثيراً يعرفه المنجم غير ذلك، كالسعادة، والنحوسة، وطول العمر، وقصره وسعة العيش، وضيقه إلى غير ذلک ...... وهو مما لاينبغي أن يعوّل على أن يلتفت إليه، فليس له دليل عقلي أو نقلي، بل الأدلة قائمة على بطلانه متكفلة بهدم أركانه". (روح المعاني، الصافات: ۲۳/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۴۶۷۲: ۱/۳۸۸، مكتبه مصطفىٰ نزار الباز رياض)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الطب، باب السحر: ۱/۲۴۳، قديمي) ....=

کے کاٹنے سے جو زہر چڑھ جاتا ہے، اس کے اتارنے کی دعائیں منقول ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سانپ کے کاٹے کا منتر

سوال[۱۱۴۶۷]:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصراً با حصن نارس، ایک پیا ایک پانی، ایک رہنداری، اترے اترے تیرے سرپر سنک ڈھالی، نہیں اترے گا، تجھے راجا گرڑ کی دہائی، گڈر میں بیٹھوں گڑر سے پھاڑ پھاڑ کھائے، رگرو کی سکت میری بھگت، پھل منتری الیسوری جانے۔

یہ مذکورہ عمل سانپ اتارنے کا ہے، اس کے ذریعہ سے سانپ اتارنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا منتر پڑھنا جس میں شرک ہو، غیر اللہ کی دہائی ہو، یا اس کے معنی معلوم نہ ہوں، درست نہیں ہے۔ اور اس منتر میں غیر اللہ کی دہائی ہے، اس لئے یہ ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۲/۳/۸۶ھ۔

=(۲) (اعمالِ قرآنی، برائے درد و زہر نیش، ص: ۱۷۸، دارالاشاعت)

(۳) (شمس المعارف، زہریلے جانوروں کا زہر دور کرنے کا عمل، ص: ۸۳، کتب خانہ شانِ اسلام)

(۴) لم أجده

(۱) "عن عوف بن مالک الأشجعي رضي الله تعالیٰ قال: کنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: یا رسول الله! کیف تریٰ في ذلک؟ فقال: "أعرضوا علي رقاکم لابأس بالرقی مالم یکن فیه شرک". (مشکاة المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول: ۲/۳۸۸، قدیمی)

"رقية فیها اسم صنم، أو شیطان، أو کلمة کفر، أو غیرها مالا یجوز شرعاً، ومنها مالم یعرف معناها". (مرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثاني: ۸/۳۱۸، رشیدیه)

(وکذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعید)

نیم کے گرد چکر لگا کر سانپ کے کاٹے کا علاج

سوال[۱۱۴۲۸]: ہمارے پاس میں ایک درخت نیم کا ہے، کسی کو سانپ کاٹ لے تو اس نیم کے درخت کے پانی سے غسل کرا کر درخت کے اطراف میں تین مرتبہ پھرنا پڑتا ہے، سگی گنیسی تریملو کا نام لے کر اس درخت نیم کے اطراف میں پھرنا پڑتا ہے تو سانپ کا اثر جاتا رہتا ہے، تو کیا مسلمان کا اس طرح پر پھرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نیم کا پتہ اور اس کا پانی زہر اتارنے کے لئے مفید ہے اس میں مضائقہ نہیں، لیکن نام مذکورہ لے کر تین دفعہ اس کے اطراف پھرنا یہ عمل ایسا ہے، جیسے غیر مسلم اپنے دیوی دیوتا کے ساتھ کرتے ہیں، اس لئے یہ نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱۰/۴ھ۔

عمل حاضرات اور اس سے علاج کا حکم

سوال[۱۱۴۲۹]: ۱...... حاضرات کیا چیز ہے؟ اور حاضرات کسے کہتے ہیں؟ اور حاضرات کی کتنی قسمیں ہیں؟

۲...... حاضرات سے کیا فائدہ ونقصان ہے؟ کیا شریعت میں اس کی کچھ اصلیت ہے؟

۳...... حاضرات کے ذریعہ علاج کرانا اور زندہ ومردہ روحوں سے بات چیت کرنا اور کرانا کیسا ہے؟

---

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

"قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار، "فهو منهم" أي: في الإثم أو الخير عند الله تعالیٰ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۱، معهد الخليل)

۴..... حاضرات کے ذریعہ لوگ بچوں کو دکھا کر تقریر کرواتے ہیں اور تعویذ لکھواتے ہیں، تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟

۵..... حاضرات میں جو لوگ آتے ہیں وہ اپنے کو فرشتہ بتلاتے ہیں، تو کیا وہ صحیح کہتے ہیں یا جنات ہوتے ہیں، اپنے کو مغالطہ دیتے ہیں، جنات ہوتے ہوئے اپنے کو فرشتہ بتلاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح جنات کے بھی پَر ہوتے ہیں؟

۶..... حاضرات میں زیادہ تر چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں آٹھ سال سے بارہ سال تک دیکھتے ہیں اور آوازیں سنتے ہیں تو کیا وہ لڑکے اور لڑکیاں صحیح جواب دیتے ہیں؟

۷..... حاضرات کے ذریعہ شہدائے کرام و بزرگان دین اور علماء کرام کی روحیں آکر بات چیت کرتی اور تحریر کرتی ہیں، تو کیا یہ صحیح ہے؟ ایسا ہو سکتا ہے؟ اور بھی بہت سے لوگوں کی روحیں آجاتی ہیں یا یہ جنات ہی لوگ ہوتے ہیں وہ دھوکہ دینے کے لئے اپنے کو بزرگانِ دین اور علماء کرام وغیرہ بن کر بچوں کے سامنے آکر بات چیت کرنے اور تقریر کرنے لگتے ہیں اور تعویذ وغیرہ بچوں کا ہاتھ پکڑ کر لکھواتے ہیں؟

۸..... کیا حاضرات کرنے والے اور کرانے والے گنہگار ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں؟

۹..... حاضرات کو چھوٹے بچے یعنی لڑکے اور لڑکیاں ہی کم عمر والے کیوں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں؟ اور بڑی عمر والے کیوں نہیں دیکھ اور سن پاتے ہیں؟ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پندرہ اور بیس سال تک کی عمر کی لڑکیاں دیکھ کر آوازیں سن لیتی ہیں؟

۱۰..... اسلام میں حاضرات کے سیکھنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ بعض لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اور بعض لوگ آیت کریمہ سے اور بعض لوگ قرآن شریف کی سورتوں اور آیتوں سے حاضرات کرتے ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس سے حاضرات ہوتا بھی ہے؟

۱۱..... کیا حاضرات سے عقائد خراب ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ حاضرات کے ذریعہ روحانی علاج اور جسمانی علاج بھی ہو جاتا ہے، کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کو کافر جن یا آسیب وغیرہ ستاتے ہیں اور سحر وجسمانی بیماریوں کے مریضوں کو حاضرات کے ذریعہ فائدہ ہوا ہے، مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مہربانی فرما کر شریعت مقدسہ کی رو سے دینے کی زحمت کریں، تاکہ اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

روح کے لئے پانچ صفات ہیں: عاقلہ، غضبانیہ، شہوانیہ، خیالیہ، واہمہ۔ جس میں عاقلہ غالب ہو اور بقیہ صفات اتنی مغلوب اور مضمحل ہوں کہ ان کا ظہور ہی نہ ہوتا ہو، ایسی روح کو روح ملکی کہتے ہیں، جس میں غضبانیہ غالب ہو وہ حیوانیہ سبعیہ ہے، جس میں شہوانیہ غالب ہو وہ حیوانیہ بہیمیہ ہے، جس میں خیالیہ اور واہمیہ غالب ہو، وہ جنیہ ہے، جس میں پانچوں صفات اعتدال کے ساتھ ہوں وہ انسانیہ ہے، پھر اگر انسان عاقلہ کو حاکم بنا کر بقیہ چاروں کو تابع اور محکوم رکھیں تو اس کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، یہاں تک کہ ملائکہ سے بڑھ جاتا ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام۔

اگر قوت غضبانیہ حاکم ہو جائے تو مزاج میں درندگی اور سبعیت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے لوگوں کو بڑی وحشت ہوتی ہے۔ ایسا آدمی ہر وقت دوسروں کو ستانے اور زیر اقتدار رکھنے کی ہر غلط سے غلط تدبیر اختیار کرتا ہے، کوئی مروت اس میں باقی نہیں رہتی، اگر شہوانیہ حاکم ہو جائے تو نفسانی خواہشات پوری کرنے میں اس کی زندگی خرچ ہوتی ہے، کوئی شرم وحیاء باقی نہیں رہتی۔ اگر خیالیہ اور واہمیہ حاکم ہو جائے تو جنات سے اس کو مناسبت پیدا ہو جاتی ہے، اپنے قوت خیالیہ کے ذریعہ دوسروں میں تصرف کر لیتا ہے۔

حاضرات میں اکثر تو عامل کی قوت متخیلہ کا تصرف ہوتا ہے، کہ جیسے جیسے وہ بیان کرتا یا سوچتا جاتا ہے، بچے کو وہ چیز نظر آتی چلی جاتی ہے، کبھی اس کے تعلقات جنات وشیاطین سے ہوتے ہیں، وہ اس کے کہنے پر مختلف صورتوں میں سامنے آجاتے ہیں۔ حاضرات کوئی شرعی دلیل نہیں، لہٰذا اس کے ذریعہ نہ کسی کو چور وغیرہ مجرم قرار دیا جا سکتا ہے، نہ کسی کو بَری کیا جا سکتا ہے، اس میں خطرات بھی ہوتے ہیں، بسا اوقات جنات شیاطین عامل پر بھی اثر کر دیتے ہیں، اگر عامل محفوظ رہ بھی گیا، تو اس کی نسل در نسل سے انتقام لیتے ہیں۔

جنات کو حق تعالیٰ نے ایک قوت دی ہے کہ وہ مختلف صورتوں میں آسکتے ہیں، جانوروں کی صورتوں میں بھی آسکتے ہیں اور اپنا نام بھی جو چاہے بتا سکتے ہیں، بڑے بڑے ولی بزرگ کا نام بھی بتاتے ہیں، مریض پر بھی جنات تصرف کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کو بیماری بھی لاحق ہوتی ہے اور صحت بھی ہو سکتی ہے، جو لوگ مر چکے ہیں ان کا بھی نام بتا دیتے ہیں کہ میں فلاں ہوں۔

نابالغ بچوں پر اور عورتوں پر واہمہ کا اثر زیادہ ہوتا ہے، اس لئے حاضرات سے وہ زیادہ متاثر ہوتی ہیں،

قوت خیالیہ کو جس قدر آدمی جمع رکھے گا، اسی قدر اس کو جنات سے تلبس ہو جائے گا، اس کے لئے مستقل عملیات بھی ہیں، جن کے ذریعہ جنات تابع ہو جاتے ہیں، بعض عمل جائز ہیں، بعض ناجائز۔ عافیت اجتناب میں ہی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۹۹ھ۔

ہمزاد تابع کرنا دستِ غیب اور کیمیا وغیرہ

سوال[۱۱۴۷۰]: ۱...... سورۂ لمزۃ کو چالیس روز تک فجر کی سنت اور فرض کے درمیان خاص تعداد تک ذکر کرنے کے بعد کچھ نقد وزر یکمشت مل جاتا ہے اور اس نقد کی کوئی حد نہیں ہے، تو یہ صورت بھی دست غیب کے افراد میں شامل ہو کر حرام ہو جاوے گی یا نہیں؟

۲...... اگر کسی کو کیمیا کا صحیح نسخہ کسی بزرگ سے بحالتِ بیداری مشافہۃً یا بحالت خواب بہ ندائے ہاتف معلوم ہو جائے تو کیمیا بنا کر اس سے اپنی گزراوقات کرنا اس کے لئے جائز ہوگا یا نہیں؟ مشہور ہے کہ کیمیا بنانا ناجائز ہے، کیونکہ اس کی دھن میں اضاعت مال اور اضاعت وقت ہوتا ہے، لیکن پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔

۳...... دستِ غیب کے ذریعہ کسی سے ایسے قرض کا ادا کرنا جس کی ادائیگی کی بظاہر کوئی صورت نہ ہو،

---

(۱) حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی عمل کی حقیقت اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''انگوٹھی یا (ناخن) وغیرہ کے ذریعہ سے جو حاضرات کا عمل کیا جاتا ہے، یہ سب واہیات ہے، اس جگہ جن وغیرہ کچھ بھی حاضر نہیں ہوتے، بلکہ جو کچھ عامل کے خیال میں ہوتا ہے، عامل جو کچھ بھی اپنے پورے تخیل سے کام لیتا ہے، وہی اس میں نظر آنے لگتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس عمل کے لئے بچہ اور عورت کا ہونا شرط ہے، کیونکہ ان کے خیالات زیادہ پراگندہ نہیں ہوتے اور ان میں شک کا مادہ بھی کم ہے، اس لئے ان کی قوت متخیلہ (یعنی خیالات) جلدی متاثر ہوتے ہیں...... اصل بات یہ ہے کہ عامل جب تصور جما کر بیٹھتا ہے کہ معمول کو ایسا نظر آئے گا تو اس عامل کی قوت خیالیہ سے معمول (جس پر عمل کیا جارہا ہے اس) کے خیال میں وہ تصورات متشکل و متمثل نظر آجاتے ہیں، سو یہ مسمریزم کا ایک شعبہ ہے، جس کی بنیاد محض خیال ہے، اس میں کوئی خارجی چیز موجود نہیں ہوتی...... بہت سے تعویذ گنڈے والے حاضرات کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کے قائل ہیں اور میرا تجربہ ہے کہ حاضرات محض خیالات کا تصرف ہے''۔ (عملیات و تعویذات اور اس کے شرعی احکام، حاضرات کا عمل اور اس کی حقیقت، ص: ۱۸۴، ۱۸۵، مکتبہ خلیل)

جائز ہے یا ناجائز؟

راقم: بشیر احمد موضع کھجور ہیڑی ضلع سہارنپور، بمعرفت مولوی محمد یوسف تھانوی

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اس میں بھی تفصیل ہے، یعنی دینے والے نے اگر خوشی اور اعتقاد سے دیا ہے، تو جائز ہے(۱)، ورنہ ناجائز، ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت بھی دست غیب میں شامل ہے۔

۲...... کیمیا کے متعلق جو کچھ مشہور ہے وہ صحیح ہے، اضاعت مال بھی ہے اور اضاعتِ وقت بھی، اگر بڑی جانفشانی کے بعد کامیابی ہوگئی تو اس کا خرچ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اضاعت مال وغیرہ عوارض سے خالی ہو اور سونا خالص ہو، جیسا کہ بازار میں فروخت ہوتا ہے اور کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو(۲)۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية: ۱/۵۴۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب جارية فباعها: ۶/۱۶۶، دارالكتب العلمية بيروت)

"لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

(۲) "يحتمل أن المراد به الكاف الذي هو إشارة إلى الكيمياء، ولا شك في حرمتها لما فيها من ضياع المال، والاشتغال بمالا يفيد ...... هذا وقد ذكر العلامة ابن حجر في باب الأنجاس من التحفة: أنه اختلف في انقلاب الشيء عن حقيقة كالنحاس إلى الذهب، هل هو ثابت؟ فقيل: نعم! لانقلاب العصا ثعبانا حقيقة وإلا لبطل الإعجاز، وقيل: لا؛ لأن قلب الحقائق محال. والحق: الأول إلى أن قال: تنبيه، كثيراً ما يسأل عن علم الكيمياء وتعلمه، هل يحل أولا؟ ولم نر لأحد كلاماً في ذلك والذي يظهر أنه يبنى على هذا الخلاف، فعلى الأول من علم العلم الموصل لذلك القلب علما يقينا جاز له علمه وتعلمه إذ لا محذور فيه بوجه، وإن قلنا بالثاني أو لم يعلم الإنسان ذلك العلم اليقيني فيه بوجه، وكان ذلك وسيلة إلى الغش فالوجه الحرمة اهـ ملخصاً، وحاصله: أنه إذا قلنا بإثبات قلب الحقائق وهو الحق جاز العمل به وتعلمه؛ لأنه ليس بغش؛ لأن النحاس ينقلب ذهباً أو فضة حقيقة، وإن قلنا: إنه غير ثابت لايجوز؛ لأنه غش كما لا يجوز لمن لايعلمه حقيقة لما فيه من إتلاف المال أو غش المسلمين". (ردالمحتار، مقدمة، مطلب في الكهانة: ۱/۴۵، ۴۶، سعيد) =

۳..... ناجائز ہے، کیونکہ ناجائز طریقہ سے یہ مال حاصل ہوا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۱/۱۲/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

پنڈت سے چور کا پتہ معلوم کرنا

سوال[۱۱۴۷۱]: بکر کے گھر سے مال چوری ہوگیا ہے اور پتہ نہیں کہ کس نے کیا ہے، اب بکر پنڈت کے گھر جاتا ہے اور پوچھ کر آتا ہے اور چور پکڑتا ہے، سزا دیتا ہے، اب بکر کو پورا یقین ہوگیا کہ پنڈت نے صحیح کہا ہے، عوام کو بھی یقین ہوگیا ہے، کیا مسلمانوں کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پنڈت وغیرہ کسی سے غیب کی باتیں دریافت کرنا اور اس پر یقین رکھنا سخت گناہ ہے، مسلمانوں کو اس سے توبہ لازم ہے، ہرگز اس کے پاس نہ جائیں نہ اس سے باتیں دریافت کریں، اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۶ھ۔

= (وكذا في روح المعاني، القصص: ۷۸: ۲۰/۳۴۰، رشيديه)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۴۵۱

(۲) "عن بعض أزواج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من أتى عرافاً فسأله عن شيء، لم تقبل له صلاة أربعين ليلة". (صحيح مسلم، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲/۲۳۳، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من أتى كاهنا فصدقه بما يقول ..... فقد برئ بما أنزل على محمد". (سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الكهان: ۲/۱۸۹، رحمانيه) .... =

دستِ غیب

سوال[۱۱۴۷۲]: دستِ غیب کا کیا حکم ہے؟ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امدادالفتاویٰ میں لکھا ہے کہ یہ جنّات کے ذریعہ سے چوری ہے جو کہ حرام ہے(۱)۔

ہمزاد تابع کرنا، دستِ غیب اور کیمیا

سوال[۱۱۴۷۳]: کیا اپنا ہمزاد اور کسی دوسرے کا ہمزاد تابع کرنا جائز ہے؟ اسی طریقہ سے ان کے ذریعہ کسی کارِ خیر کو انجام دینا یا کوئی اسلامی خدمت کرنا یا ان سے ذاتی خدمت کرانا کیا حکم رکھتا ہے؟ دستِ غیب کے متعلق اگر یہ یقینی طور سے معلوم ہو جائے کہ یہ عطیہ ہم کو مؤکلات اپنی جیب خاص سے دیتے ہیں، غیر کا مال نہیں لاتے تو اس کا صرف کرنا اس وقت جائز ہوگا یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمزاد کیا ہے اور تابع کرنے کا طریق کیا ہے، جب تک طریقہ معلوم نہ ہو جواب نہیں دیا جاسکتا۔

"لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي"

فتاوی عالمگیری: ۲/۷۷۸(۲)۔

صورت مذکورہ میں اگر مؤکلات مجبوراً دیتے ہیں تو ناجائز ہے اور اگر خوشی سے معتقد ہو کر دیتے ہیں تو اس میں کچھ خرابی نہیں، لیکن ایسا عمل مفقود ہے، اگر معلوم ہو جائے کہ کسی غیر کا مال لاکر دیتے ہیں، تب بھی ناجائز

= "من أتی کاهنا أو عرافا، فصدقه بما یقول، فقد کفر بما أنزل علی محمد، أخرجه أصحاب السنن الأربعة، وصححه الحاکم عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه". (ردالمحتار، کتاب السیر، باب المرتد، مطلب في الکاهن والعراف: ۴/۲۴۲، سعید)

(۱)(امدادالفتاویٰ، مسائل شتی، تحقیق دست غیب: ۴/۵۵۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیه)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب في التعزیر بأخذ المال: ۴/۶۱، سعید)

ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۲/۵۱ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔



باب الأشتات

قومیت کی وجہ سے افضل وغیر افضل ہونا

سوال[۱۱۴۷۴]: اسلام میں جو چھوٹی بڑی افضل وکمتر قوم کی بنائے مخاصمت پیدا کرے، وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

محلّہ کی مسجد میں مذکورہ بالا کشمکش موجود ہے، اگر کوئی نمازی دوسرے محلّہ کی مسجد میں اپنی مسجد کو چھوڑ کر جماعت کو جائے یا دوکان ومکان پر تنہا نماز پڑھ لے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قومیں سب اللہ کی بنائی ہوئی ہیں، یہ تفریق وتقسیم دنیاوی مصالح وتعارف وغیرہ کے لئے ہے، اس سے دنیا ہی میں کچھ قومیں بڑی اور اونچی شمار ہوتی ہیں، کچھ کم درجہ کی، مگر محض قوم کی وجہ سے کسی کو حقیر وذلیل سمجھنا درست نہیں اور اخروی نجات کا مدار بھی قومیت پر نہیں، اللہ کے احکامات کو جو بھی زیادہ مانے، وہ اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے(۱)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ نے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها الناس إنا خلقنكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عندالله أتقاكم إن الله عليم خبير﴾ (الحجرات: ۱۳)

"حدثنا من شهد خطب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمنى في وسط أيام التشريق وهو على بعير، فقال: يا أيها الناس ألا إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا لأسود على أحمر، ولا لأحمر على أسود إلا بالتقوىٰ". (تفسير قرطبي، الحجرات: ۱۳: ۱۶/۲۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن درة بنت أبي لهب رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قام رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو على المنبر، فقال: يا رسول الله! أي الناس خير؟ قال: خير الناس أقرأهم وأتقاهم لله عز وجل وأمرهم =

بہت اونچا کیا، ان کے اخلاق عالیہ سب سے بلند ہیں (۱)، ان کی اولاد اگر ان کے طریقہ پر چلے، تو وہ سب سے بلند اور مستحق اعزاز ہے۔

اصل اعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول حاصل ہوجائے اور اس کا قانون یہ ہے کہ اعتقادات حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اور اخلاص جس کو جس قدر زیادہ حاصل ہو، وہ اسی قدر مقبول ہے، پھر اگر محض قومیت کی وجہ سے لوگ اسے حقیر سمجھیں، تو وہ خود جواب دہ ہوں گے، یہ جس قدر بھی صبر وتحمل کرے گا اس کے درجات بلند ہوں گے، بایں ہمہ اگر برداشت نہیں کرسکتا اور نزاع وکشمکش ہی ہوجانے کا اندیشہ ہے، تو اس سے بچنے کے لئے دوسری مسجد میں بھی تحصیل جماعت کے لئے جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۸ھ۔

= بالمعروف وأنهاهم عن المنكر وأوصلهم للرحم". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث درة بنت أبي لهب رضي الله تعالى عنها، رقم الحديث: ۲۶۸۸۸: ۷/۵۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تسبوا أصحابي فلوأن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا مابلغ مد أحدهم ولا نصيفه". (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب تحت باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لو كنت متخذا خليلاً الخ: ۱/۵۱۸، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: "من كان مستنا، فليستن بمن قدمات، فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة، أولئک أصحاب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، كانوا أفضل هذه الأمة، أبرها قلوبا، وأعمقها علما، وأقلها تكلفا، اختارهم الله لصحبة نبيه، ولإقامة دينه، فاعرفوا لهم، واتبعوهم على آثارهم، وتمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم وسيرهم، فإنهم كانوا على الهدى المستقيم". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثالث: ۱/۳۲، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: أنتم أكثر صياما وأكثر صلاة وأكثر اجتهادا من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهم كانوا خيرا منكم!! "قالوا: لم يا أبا عبدالرحمن؟ قال: "هم كانوا أزهد في الدنيا وأرغب في الآخرة". (حياة الصحابة، الآثار في صفة الصحابة الكرام رضي الله تعالى عنهم: ۱/۲۶، هدية الراجحي للصرافة والتجار)

ایک نیکی کا ثواب کتنا ہے؟

سوال[۱۱۴۷۵]: ایک نیکی کا کتنا ثواب ملتا ہے اور نیکی کتنی لمبی چوڑی ہوتی ہے، یعنی کتنا ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک نیکی کا ثواب دس گنا تو قرآن کریم میں عام طور پر ہے(۱)، بعض دفعہ بعض نیکی کا ثواب دس سے بھی زیادہ ہوتا ہے، لاکھوں تک پہنچ جاتا ہے، حق تعالیٰ چاہے بے حساب ثواب دے دے، بندے نہ اس کو گن سکتے ہیں نہ ناپ سکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۹۴ھ۔

کیا چودھویں صدی پر دنیا ختم ہوجائے گی؟

سوال[۱۱۴۷۶]: ۱۳۹۱ھ جو چل رہی ہے اور چودھویں صدی پوری ہونے میں صرف ۹/ سال اور باقی ہیں، پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی ارشاد ایسے بھی ہیں، کہ دنیا کی زندگی چودھویں صدی کے بعد کچھ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها﴾ (الأنعام: ۱۶۰)

(۲) "عن أبي عثمان قال: بلغني عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: إن الله يجزي المؤمن بالحسنة ألف ألف حسنة، فأتيته فقلت: يا أباهريرة! بلغني أنک تقول: إن الله يجزى المؤمن بالحسنة ألف ألف حسنة؟ قال: نعم! وألفي ألف حسنة". (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزهد، كلام أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه: ۱۹/ ۲۱۹، المجلس العلمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه، أنه قال: إن الله عزوجل يعطي عبده المؤمن بالحسنة الواحدة ألف ألف حسنة قال: فقضي أني انطلقت حاجاً أو معتمرا فلقيته فقلت: بلغني عنک حديث أنک تقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "إن الله عزوجل يعطي عبده المؤمن الحسنة ألف ألف حسنة، قال أبوهريرة رضي الله تعالیٰ عنه: لا، بل سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: يقول إن الله عزوجل يعطيه ألفي ألف حسنة". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه: ۳/ ۳۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني، البقرة: ۱/ ۷۵۷، رشيديه)

اور ہے یا نہیں؟

بعض غیرمسلم کہتے ہیں کلجگ (۱) کے بعد ستجگ (۲) ایک دور اور ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟ احادیث نبوی اور آسمانی صحیفہ کے استدلال پر جواب سے مطلع فرمائیں اگرچہ غیرمسلم حضرات کے کہنے پر یقین تو نہیں ہے، لیکن اتنی بات ہمیں درج کرنا ہی ضروری تھا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس دنیا کے باقی رہنے یا ختم ہوجانے کے سلسلے میں چودھویں صدی کا تذکرہ کہیں کسی حدیث یا آیت میں نہیں دیکھا، قیامت کی جونشانیاں بڑی بڑی احادیث میں مذکور ہیں، ان سے تو معلوم نہیں ہوتا کہ چودھویں صدی پر دنیا ختم ہوجائے گی۔ حضرت مہدی علیہ السلام (۳)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ونزول، مغرب سے طلوع شمس (۴) وغیرہ سب باقی ہیں۔ ۹/ سال میں یہ سب چیزیں پوری نہیں ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۱ھ۔

---

(۱) ''کل جگ: آخری زمانہ جس کے بعد قیامت آجائے گی''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''ست جگ: ہندوؤں کے نزدیک دنیا کے چار قرنوں میں سے پہلا قرن جس میں سچائی ہی سچائی تھی، سچا زمانہ، دیوتاؤں کا زمانہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲۲، فیروز سنز لاہور)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يواطئ اسمه اسمي". رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة، الفصل الثاني: ۲/۲۹۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنه خليفة الله المهدي". (سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ص: ۵۹۵، دارالسلام)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يخرج ناس من المشرق فيوطئون للمهدي". يعني: سلطانه". (سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ص: ۵۹۶، دارالسلام)

(۴) "قال صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنها لن تقوم حتى ترون قبلها عشر ايات" فذكر الدخان، والدجال، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسى ابن مريم عليه السلام......". (صحيح مسلم، كتاب الفتن، فصل في ظهور عشر آيات: ۲/۳۹۳، قديمي) =

کسی عضو کے چوتھائی کا حکم

سوال[۱۱۴۷۷]: گھٹنے کی چوتھائی کی پیائش کا حساب کیا ہے؟ آیا گھٹنے کے پورے ٹھیکرے سے لگے گا یا اوپر سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حصہ کو گھٹنہ کہا جاتا ہے، اس کی چوتھائی مراد ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

اس امت میں مسخ کیوں نہیں؟

سوال[۱۱۴۷۸]: اگلی امتوں کی صورتیں ان کے اعمال بد کی وجہ سے بدل جاتی تھیں، لیکن موجودہ زمانے میں موجودہ لوگوں کی صورتیں اعمال بد کرنے پر بھی نہیں بدل رہی ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کی خاطر اس امت کو مسخ عام سے محفوظ رکھا گیا ہے، مگر کچھ نہ کچھ اثر اس امت میں ہونے کی بھی حدیث شریف میں خبر دی گئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۸/۳/۹۱ھ۔

= (ومشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب العلامات بين يدي الساعة، الفصل الأول: ۲/۲۹۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "والركبتان: موصل مابين أسافل أطراف الفخذين، وأعالي الساقين وقيل: الركبة موصل الوظيف والذراع". (لسان العرب، المادة: ركب: ۱/۴۳۳، دار صادر)

(وكذا في القاموس المحيط: ۱/۲۷، دار الفكر بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾ (الأنبياء: ۱۰۷)

"إن الرحمة في حق الكفار أمنهم ببعثه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الخسف، والمسخ، والقذف، والاستئصال". (روح المعاني، الأنبياء: ۱۰۷: ۱۷/۱۳۸، رشيديه)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر، والحرير =

کچھ دھوپ، کچھ سایہ میں بیٹھنا

سوال[۱۱۴۷۹]: کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنے کی ممانعت، یہ ممانعت اندیشۂ مضرت سے ہے، مضرت نہ ہو، تو مخالفت نہیں، اس پر مزید عرض ہے کہ مضرت سے کس قسم کی مضرت مراد ہے، جس کی کیفیت کے علم سے جواب کا نفع حاصل ہو سکے، بظاہر تو محسوس ہونے والی کوئی مضرت نظر نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ طبی مضرت ہے، شراح حدیث نے ایسا ہی لکھا ہے، تفصیل مطلوب ہو، تو اطباء سے رجوع کریں(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۲ھ۔

درخت کے ملے جلے سایہ میں بیٹھنا

سوال[۱۱۴۸۰]: کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنے سے ممانعت جو حدیث شریف میں آئی

= ...... ويمسخ آخرين قردة، وخنازير إلى يوم القيامة". (صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر: ۸۳۷/۲، قديمي)

(وكذا في تفسير البيضاوي: ۴۴/۳، رحيميه ديوبند)

(۱) "فليتحول إلى الظل ندباً وإرشاداً، لأن الجلوس بين الظل والشمس مضر بالبدن؛ إذ الإنسان إذا قعد ذلك المقعد فسد مزاجه لاختلاف حال البدن من المؤثرين المتضادين كما هو مبين في نظائره من كتب الطب ...... فإن قلت: هذا ينافيه خبر البيهقي عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قاعداً في فناء الكعبة بعضه في الظل وبعضه في الشمس، قلت: محل النهي المداومة عليه، واتخاذه عادة بحيث يؤثر في البدن تأثيراً يتولد منه المحذور، أما وقوع ذلك مرة على سبيل الاتفاق فغير ضار". (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۱۱: ۸۳۴/۲، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الجلوس والنوم والمشي، الفصل الثاني: ۴۹۰/۸، رشيديه)

(وكذا في عون المعبود، كتاب الأدب، باب في الجلوس بين الظل والشمس: ۱۴۱/۱۳، دارالفكر بيروت)

ہے(۱)، تو بعض مکانوں میں دھوپ اتنی کم آتی ہے کہ جاڑے کے موسم میں پورا بدن دھوپ میں نہیں آسکتا، نیز گرمی کے موسم میں درختوں کے سایہ میں دھوپ ملی جلی ہوتی ہے، تو بظاہر ضروری ہوا۔ یہ مذکورہ مکانات کی دھوپ اور درختوں کے سایوں سے بچے، یہ کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ممانعت اندیشۂ مضرت سے ہے، مضرت نہ ہو، تو ممانعت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

کیا جس دن عید ہو، اس دن محرم ہے؟

سوال[۱۱۴۸۱]: لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جس دن عید ہوتی ہے، اسی دن محرم ہوتا ہے، کیا یہ

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا كان أحدكم في الفيء فقلص عنه الظل، فصار بعضه في الشمس وبعضه في الظل، فليقم". رواه أبوداود.

"في شرح السنة عنه، قال: "إذا كان أحدكم في الفيء فقلص عنه فليقم، فإنه مجلس الشيطان". هكذا رواه معمر موقوفاً. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الجوس والنوم والمشي، الفصل الثاني: ۲/۱۷۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الجلوس بين الظل والشمس: ۲/۳۲۰، رحمانيه)

(۲) "فليتحول إلى الظل ندباً وإرشاداً؛ لأن الجلوس بين الظل والشمس مضر بالبدن، إذ الإنسان إذا قعد ذلك المقعد فسد مزاجه لاختلاف حال البدن من المؤثرين المتضادين كما هو مبين في نظائره من كتب الطب ..... فإن قلت: هذا ينافيه خبر البيهقي عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قاعداً في فناء الكعبة بعضه في الظل وبعضه في الشمس، قلت: محل النهي المداومة عليه، واتخاذه عادة بحيث يؤثر في البدن تأثيراً يتولد منه المحذور، أما وقوع ذلك مرة على سبيل الاتفاق فغيرضار". (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۱۱: ۲/۸۳۴، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز مكة)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب الجلوس والنوم والمشي، الفصل الثاني: ۸/۴۹۰، رشيديه)

(وكذا في عون المعبود، كتاب الأدب، باب في الجلوس بين الظل والشمس: ۱۳/۱۳۱، دار الفكر بيروت)

ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات کہ جس دن عید ہو، اسی دن محرم ہو، شرعی دلیل سے ثابت نہیں، کچھ لوگوں کا تجربہ ہے، جو دائمی نہیں، اس کے خلاف بھی ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۵ھ۔

ایک گھنٹہ کا انصاف کتنی سال کی عبادت سے بہتر ہے؟

سوال [۱۱۴۸۲]: کیا ایک گھنٹہ کا انصاف کرنا سات سال کی عبادت سے بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک گھنٹہ کا انصاف کرنا، سات سال کی عبادت سے بہتر ہے، اس کا حوالہ مجھے یاد نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "والمنجمين ومن يستسقي بالأنواء وقد يعرف بطول التجارب أشياء من ذكورة الحمل وأنوثته إلى غير ذلك...... وقد تختلف التجربة وتنكسر العادة ويبقى العلم لله تعالى وحده". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، لقمان: ۳۴: ۱۴/۵۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال علي القاري في شرح الشفاء: الأولياء وإن كان قد ينكشف لهم بعض الأشياء، لكن علمهم لايكون يقينياً، وإلهامهم لايفيد إلا أمراً ظنيا، ومثل هذا عندي، بل هو دونه بمراحل علم النجومي ونحوه براسطة أمارات عنده بنزول الغيث وذكورة الحمل وأنوثته أو نحو ذلك، ولا أرى كفر من يدعي مثل هذا العلم فإنه ظن عن أمر عادي". (روح المعاني، لقمان: ۳۴: ۲۱/۱۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال ابن العربي: وكذلك قول الطبيب: إذا كان الثدي الأيمن مسود الحلمة فهو ذكر، وإن كان في الثدي الأيسر فهو أنثى، وإن كانت المرأة تجد الجنب الأيمن أثقل فالولد أنثى، وادعى ذلك عادة لا واجباً في الخلقة لم يكفر ولم يفسق". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الأنعام: ۵۹: ۷/۳۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) لم أجده

دانۂ گندم کی تشبیہ

سوال[۱۱۴۸۳]: عوام کے اندر مشہور ہے کہ گندم کی جوصورت وہیئت ہے، وہ فرج عورت کے مشابہ ہے عذاب حواء علیہا السلام کی وجہ سے، جیسے: حیض آنا عورتوں کوعذاب حواء کی طرف اشارہ ہے، ناخن ہاتھ کے یہ جنت کی اشیاء میں سے ایک شئی ہے، کیا یہ باتیں درست ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بعض کتب میں بھی درج ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

دانت والے بچہ کی پیدائش

سوال[۱۱۴۸۴]: میرے بچی پیدا ہوئی ہے، مگر اس کے دانت ہیں، جس روز سے یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے، ہر طرح کی مصیبت میں ہوں، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نحس ہے، اس وجہ سے میں اس کا عقیقہ بھی نہیں کرسکا، اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی نحوست کی چیز نہیں، ایسا خیال ہرگز نہ کریں، عقیقہ کرنا مستحب ہے(۲)، اگر وسعت ہو تو عقیقہ کرویں، سلف میں بھی بعض دانت والے پیدا ہوئے ہیں، جیسے: ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) لم أجده

(۲) "نسب إلى أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا يقول بالعقيقة، والموهم إليه عبارة محمد في موطئه، والحق أن مذهبنا استحبابها". (العرف الشذي، أبواب الأضاحي، باب العقيقة: ۲/۲۷۲، سعيد)

(وكذا في التعليق الممجد على موطأ الإمام محمد، كتاب الضحايا، باب العقيقة، ص: ۲۹۱، المصباح)

(وكذا في مشكل الآثار للطحاوي، باب بيان مشكل ماروي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في العقيقة: ۸۱/۳، مؤسسة الرسالة) .... =

جنون کی قسمیں اوراس کے تصرفات

سوال[۱۱۴۸۵]: ۱...... پاگل اورمجنون اپنی ملک میں تصرف کرسکتا ہے یانہیں؟

۲...... کیاکم فہم کا بھی وہی حکم ہے، جو پاگل ومجنون کا ہے یااس کے متغائر؟

۳...... کسی انسان پرجن چیزوں کے پائے جانے کے بعد پاگل اورمجنون ہونے کاحکم لگایا جاسکتا ہے، انہیں مفصل تحریرفرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... مجنون کی دوصورت ہیں، ایک مجنون جواپنے مصالح ومضارمیں بالکل تمیز نہ کرسکے اورجنون ہمہ وقت قائم رہے، اس کاتصرف نافذ نہ ہوگا۔ دوسرا مجنون غیرمغلوب یعنی جس کومصالح ومضارکی کچھ تمیزہو، یااس کا جنون کبھی رہتاہو، کبھی زائل ہوجاتاہو، اس کاحکم کم فہم جیساہے۔ جوجواب نمبر۲ میں مذکورہے۔

"فلا يصح طلاق صبي، ومجنون مغلوب أي: لايفيق بحال. وأما الذي يجن ويفيق فحكمه كمميز" (نهاية).

"ولا إعتاقهما، ولا إقرارهما نظراً لهما" (الدرالمختار مع هامش الشامي نعمانيه، ص: ۹۰(۱)).

= (۳) "سمعت أحمد بن حنبل يقول: ولد الضحاك بن مزاحم وله ثنيتان". (طبقات الحنابلة، الطبقة الأولى، سليمان بن الأشعث: ۱/۱۹۰، السنة المحمدية)

حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہماکے زمانہ میں بھی ایک بچہ دانت والاپیداہواتھا۔

"أن امرأة غاب عنها زوجها، ثم جاء وهي حامل، فرفعها إلى عمر، فأمر برجمها، فقال معاذ: إن يكن لك عليها سبيل، فلا سبيل لك على ما في بطنها، فقال عمر رضي الله تعالى عنهما: احبسوها حتى تضع، فوضعت غلاماً له ثنيتان، فلما رأه أبوه، قال: ابني، فبلغ ذلك عمر رضي الله تعالىٰ عنهما فقال: عجزت النساء أن يلدن مثل معاذ، لو لا معاذ هلك عمر". (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحدود، باب من قال: إذا فجرت وهي حامل: ۱۴/۵۴۳، المجلس العلمي)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحجر: ۶/۱۴۴، سعيد)

"(لايصح تصرف المجنون المغلوب بحال) يعني: لا يجوز تصرفه بحال، ولو أجازه الولي =

"واحترز بـه عـن الـمـجنون الذي يعقل البيع ويقصده، فإن تصرفاته كتصرفات الصبي العاقل على ما يجيء" (شامی نعمانیہ، ص: ۹۰)(۱)۔

۲..... کم فہم کا تصرف اگر نافع محض ہوا تو نافذ ہوگا، اجازتِ ولی پر موقوف نہیں اور اگر ضار محض ہو، تو نافذ نہ ہوگا، اگرچہ ولی اجازت دے دے اور جو تصرف دائر بین النفع والنقصان ہو، وہ اجازتِ ولی پر موقوف ہوگا۔

"وتـصـرف الـصـبـي والـمـعتـوه الـذي يعقل البيع والشراء إن كان نافعاً محضاً كالإسلام صح بلا إذن، وإن ضاراً كالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا، وإن أذن بـه وليهما، وما تردد من العقود بين نفع وضرر كالبيع والشراء توقف على الإذن حتى لو بلغ فأجازه نفذ" (الدر المختار مع الشامي: ۵/۱۰۸)(۲)۔

۳..... انسان میں خداوندقدوس نے جو قوتِ عاقلہ ممیزہ ودیعت فرمائی ہے، جس سے وہ حسن وقبح، نفع وضرر میں تمیز کرتا ہے، انجام کار پر نظر رکھتا ہے، اس قوت میں خلل واقع ہوجانے کو جنون کہتے ہیں، جس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، جنون کبھی تو پیدائشی ہوتا ہے، کبھی خلط اور مزاج میں بے اعتدالی پیدا ہوجانے سے ہوجاتا ہے اور کبھی شیطانی غلبہ یا دماغی صدمہ سے ہوجاتا ہے، جب وہ قوتِ ممیزہ اپنا کام نہ کرسکے اور اس کے آثار ظاہر نہ ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ جنون ظاہر ہوگیا، جنون کی ایک ہلکی اور کھلی علامت بلاوجہ ہنسنا اور رونا بھی ہے۔

"(قـولـه: والـمـجنون) قال في التلويح: الجنون اختلال القوة المميزة

= ..... وإن كـان يجن تارة ويفيق أخرى فهو في حال إفاقته كالعاقل، والمعتوه كالصبي العاقل في تصرفاته". (البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر: ۸/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في درر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الحجر: ۲/۲۷۳، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المأذون: ۶/۱۷۳، سعيد)

"(وتـصـرفهما إن نفع كالإسلام والاتهاب صح بدونه) أي: بدون الإذن (وإن ضر كالطلاق والعتاق لا وإن) وصلية (أذنا به وما نفع) تارة (وضر) أخرى (كالبيع والشراء صح به) أي: بالإذن".

(درر الحكام مع غرر الأحكام، كتاب المأذون: ۲/۲۸۱، مير محمد كتب خانه كراچي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب المأذون: ۴/۹۷، دار المعرفة بيروت)

بين الأمور الحسنة والقبيحة المدركة للعواقب بأن لا تظهر آثارها وتتعطل أفعالها، إما لنقصان جبل عليه دماغه في أصل الخلقة، إما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط أو آفة، وإما لاستيلاء الشيطان عليه، وإلقاء الخيالات الفاسدة إليه بحيث يفرح ويفزع من غير ما يصلح سبباً"(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نجد

سوال[۱۱۴۸۶]: نجد سے کیا مراد ہے؟ صوبہ نجد یا عراق کی بلند زمین؟ مدلل لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

وہاں کے جغرافیہ والوں سے اس کی تحقیق کیجئے، یہ کوئی فقہی مسئلہ بھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

بادل اور رعد کس کا نام ہے؟

سوال[۱۱۴۸۷]: ۱...... بادل کیا چیز ہے؟ سمندر کی بھاپ ہے، کیا سمندر سے پانی پی کر برستا ہے یا آسمان سے پانی برستا ہے؟

۲...... رعد دوزخ کی آگ ہے یا حضرت علی کی تلوار جو بادل میں گرجتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... سمندر سے پانی پی کر بادل برستا ہے اور آسمان سے بھی بارش ہوتی ہے، اس بارش سے کھیتی وغیرہ

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في تعريف السكران وحكمه: ۳/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب خيار العيب: ۶/۶۸، رشيديه)

(وكذا في التلويح مع التوضيح، القسم الثاني من الكتاب في الحكم، فصل في الأمور المعترضة على الأهلية، منها الجنون: ۲/۶۰۷، نور محمد)

اُگتی ہے، مگر یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں، اس کی تحقیق سے کیا فائدہ۔

۳..... رعد اس فرشتہ کا نام ہے، جو بادل پر مسلط ہے، بعض نے کہا اس فرشتہ کی آواز کا نام ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۴/۸۶ھ۔

مجنوں کس قبیلہ سے تھا، کیا لیلیٰ مجنوں کی شادی ہوگی؟

سوال[۱۱۴۸۸]: اقوال عام ہے کہ مجنوں لیلیٰ کے عشق میں سرگرداں تھا، اس کا تعلق کس قبیلہ سے تھا؟ لوگ کہتے ہیں کہ بروزِ حشر ان کی شادی ہوگی، یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بنوعذرہ سے تھا(۲)، بروزِ حشر لیلیٰ مجنوں کی شادی کے متعلق جو لوگ یقین کے ساتھ کہتے ہیں، ان سے ہی دلیل پوچھیے، پھر ہم کو بھی مطلع کردیں تو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۴/۹۵ھ۔

---

(۱) "واختلف العلماء في الرعد، ففي الترمذي عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: سألت اليهود النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم عن الرعد ماهو؟ قال: ملك من الملائكة (مؤكل بالسحاب) معه مخاريق من نار يسوق بها السحاب حيث شاء الله ...... الخ ...... وعلى هذا التفسير أكثر العلماء، فالرعد: اسم الصوت المسموع، وقاله علي رضي الله تعالیٰ عنه وهو المعلوم في لغة العرب". (تفسير القرطبي، البقرة: ۱۹: ۱/۱۵۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وهي أن الرعد -كما ورد في الحديث وجرت به العادة- يسوق السحاب من مكان الآخر ...... وللناس في الرعد والبرق أقوال: والذي عوّل عليه أن الأول صوت زجر الملك المؤكل بالسحاب". (روح المعاني، البقرة: ۱۹: ۱/۱۷۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير المدارك، البقرة: ۱۹: ۱/۳۰، قديمي)

(۲) کتب تاریخ وتراجم میں اکثر مؤرخین نے مجنوں کا قبیلہ "بنوعامر" بیان کیا ہے، نہ کہ بنوعذرہ۔ جیسا کہ درج ذیل حوالہ جات میں مذکور ہے۔ ....=

ایک رفاہی سوسائٹی کی شرائط

سوال[۱۱۴۸۹]: تمام مسلمین کی پریشانیاں دیکھتے ہوئے ہم نے ایک سوسائٹی قائم کی ہے، جس کا نام یوتھ مسلم ویلفیئر سوسائٹی ہے، جو کہ ہندوستان کے غریب طلباء، حاجت مند، اسلامی کام اور مسلمانوں کے فائدوں کے لئے قائم کی گئی ہے، سوسائٹی کے اس وقت تقریباً میرٹھ شہر میں ۱۰۰۰/ممبران ہیں، سوسائٹی کا رجسٹریشن کرانے سے پہلے ہم آپ سے چند رائے کے منتظر ہیں، کیونکہ سوسائٹی پوری طرح سے اسلامی قوانین کے تحت چلائی جائے گی اور اس کے لئے ہم سب آپ کی ہدایات چاہتے ہیں، سوسائٹی کی چند مخصوص شرطیں ہم نے منعقد کی ہیں، جو اس طرح ہیں:

۱-سوسائٹی صرف عام مسلمین کی بھلائی کے بارے میں کام انجام دے گی۔

۲-سوسائٹی کا ممبر صرف ایک مسلم طالب علم ہی ہوسکتا ہے۔

۳-سوسائٹی کی ممبر شپ وہ شخص بھی پا سکتا ہے، جو اسلامی قانون کو تہ دل سے سرانجام دے سکے، چاہے وہ ان پڑھ انسان ہو۔

۴-سوسائٹی کا ممبر ہونے کے لئے کم سے کم ۱۸/سال کی عمر پورا ہونا ضروری ہے۔

= "قيس المجنون: ومن به يقاس المجنون، هو قيس بن الملوح بن مزاحم، وقيل: قيس بن معاذ ..... وهو مجنون ليلىٰ بنت مهدي أم مالك العامرية، وهو من بني عامر بن صعصعة، وقيل: من بني كعب بن سعد". (تاريخ الإسلام للذهبي، الطبقة السابعة، ذكر أهل هذه الطبقة: ۴۵۳/۴، دار الكتب العلمية بيروت)

"قيس بن الملوح بن مزاحم العامري: شاعر غزل، من المتيمين من أهل نجد، لم يكن مجنونا وإنما لقب بذلك لهيامه في حب ليلى بنت سعد". (الأعلام للزركلي، حرف القاف، مجنون ليلىٰ: ۲۰۸/۵، دار العلم للملايين بيروت)

"مجنون ليلى قيس بن الملوح بن مزاحم؛ اشتهر بعشق ليلىٰ في الدنيا، وهو أحد بني كعب بن عامر بن صعصعة .....". (شذرات الذهب، سنة سبعين ومائة: ۳۴۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"هو على ما يقوله من صحح نسبه وحديثه قيس، وقيل: مهدي، والصحيح أنه قيس بن الملوح بن مزاحم بن عدس بن ربيعة بن جعدة بن كعب بن ربيعة بن عامر بن صعصعة". (كتاب الأغاني، أخبار مجنون بني عامر بن صعصعة: ۳۲۹/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۵-سوسائٹی کی ممبرشپ لینے کے بعد کسی بھی حکومتی پالیسی کا استعمال اور دخل اندازی سوسائٹی میں نہیں کرے گا، چاہے وہ کسی بھی پارٹی کا ممبر کیوں نہ ہو۔

۶-سوسائٹی کے سارے کام اسلامی قانون کے تحت ہوں گے، جو ہر ایک ممبر کو ماننے ہوں گے۔

۷-سوسائٹی کے سکریٹریوں کی میٹنگ ماہ میں دوبار منعقد کی جائے گی۔

۸-ممبر کا کام نئے ممبر بنانا اور ایک مسلم کی پریشانی کو دور کرنا ہے۔

۹-سوسائٹی میں جماعت طلباء کا دوسرا مقام ہے، جو کہ مرکزی اداروں کے طلباء ہیں۔

۱۰-کوئی بھی ممبر سوسائٹی میں ہونے والی کمیوں اور سوسائٹی کی افضلیت کو بطور تحریر بیان سیدھا چیف کو پیش کرسکتا ہے، جس کو سوسائٹی عمل میں لانے کی پوری کوشش کرے گی۔

۱۱-ہر محلّہ اور ہر گاؤں کا ایک جوائنٹ سکریٹری ہوگا، جس کے تحت سارے ممبران کام کریں گے۔

۱۲-ہر جوائنٹ سکریٹری کا فرض ہوگا کہ اپنے ممبروں کی پریشانیوں کو دور کرے اور ہر نئی تحقیق سوسائٹی کو دے۔

۱۳-ممبروں میں ہونے والے آپسی فساد کی رپورٹ دینا ہر ممبر کا فرض ہوگا، جس سے وہ جھگڑا اسلامی قانون کے مطابق سلجھایا جاسکے۔

۱۴-سوسائٹی کا ہر ممبر ایک روپیہ ماہوار چندہ جوائنٹ سکریٹری کو جمع کرائے گا۔

۱۵-ممبروں کے ذریعہ جمع تمام روپیہ شہر کے مختلف حصوں میں پڑھنے والے تمام غریب طلباء کی فیس میں اور شہر کے تمام غریب لوگوں میں جو حاجت مند ہوں گے، ان میں تقسیم کیا جائے گا۔

۱۶-سوسائٹی کا پورا خرچ سوسائٹی کے چندہ سے پورا کیا جائے گا۔

۱۷-اگر سوسائٹی کا ممبر اپنے ذریعہ معاش کے لئے اپنا نجی کام کرنا چاہتا ہے تو سوسائٹی بطور قرض اس کے اس مقصد کے لئے روپیہ دے گی، جو اسے قسط وار چکانا پڑے گا۔

۱۸-تمام روپیہ شہر کچہری سے اسٹامپ کے ذریعہ معاہدہ کے مطابق ہی دیا جاسکتا ہے۔

۱۹-ماہوار روپیہ نہ دینے والے ممبر کو ممبرشپ سے الگ کردیا جائے گا اور کوئی بھی سوسائٹی سے ہونے والے فائدہ سے محروم کردیا جائے گا۔

۲۰-دوبارہ ممبرشپ بننے کے لئے اسے پچھلے ہر ماہ کا چندہ جمع کرنا پڑے گا۔

۲۱- کبھی بھی ضرورت کے وقت کسی بھی ممبر کو طلب کیا جا سکتا ہے۔ جس پر اسے ضرور حاضر ہونا پڑے گا، حاضر نہ ہونے پر اسے سوسائٹی سے الگ سمجھا جائے گا، بشرطیکہ وہ شہر سے باہر نہ ہو۔

۲۲- سوسائٹی کے چیف تمام سیکریٹریوں و جوائنٹ سیکریٹری اور ممبروں کی میٹنگ ہر تیسرے ماہ کی آخری تاریخ میں ہوگی، جس میں ہر ممبر کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

۲۳- سوسائٹی کے ہر ممبر کو ایک شناختی کارڈ اور ایک بیج دیا جائے گا، جو اسے ہر وقت اپنے پاس رکھنا ہوگا، ضرورت پڑنے پر وہ طلب کیا جا سکتا ہے، جو اسے دکھانا ہوگا۔

۲۴- بیج یا سوسائٹی کی طاقت کا غلط استعمال کرنے والے کو سوسائٹی سے الگ کر دیا جائے گا اور چیف کے ذریعہ جو فیصلہ دیا جائے گا، وہ اسے ماننا پڑے گا۔

۲۵- آپس میں اتفاق و اتحاد اور محبت کے ساتھ سوسائٹی کو چلانا اور سوسائٹی کو زندہ رکھنا ہے، اس بات کا ہر ممبر کو خیال رکھنا پڑے گا۔

۲۶- سوسائٹی کی ایک کیبنٹ (۱) ہوگی، جو جوائنٹ سیکریٹری کی شنوائی کرے گی۔ اور سوسائٹی کا کوئی بھی کام بنا کیبنٹ کے پاس ہوئے رد سمجھا جائے گا۔

۲۷- کوئی بھی ممبر بنا مقصد بتائے سوسائٹی سے استعفا نہیں دے سکتا۔

۲۸- سوسائٹی پوری طرح دیو بند کے اسلامی قانون کے تحت چلے گی۔

۲۹- کسی بھی ممبر یا جوائنٹ سیکریٹری وہ کیبنٹ سیکریٹری کو بنا وجہ بتائے ہٹانے کا پورا حق سوسائٹی کے چیف کو ہوگا۔

ان ساری شرطوں میں کون شرط ٹھیک ہے، کون نہیں، اس بارے میں آپ سے گزارش ہے کہ آپ کو جو شرط صحیح معلوم ہو اور مقاصد کو پورا کرنے میں پورا کام کرتی ہو، یا جو شرط ہم نے صحیح نہ لکھی ہو، یا ہم کو نہیں پتہ، آپ اس بارے میں لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کی تحریر کردہ ۲۹ شرطیں جو کہ درحقیقت سوسائٹی کا کام چلانے کے لئے اصول کے درجہ میں مطالعہ

---

(۱) "کیبنٹ: کابینہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۳۱، فیروز سنز لاہور)

کیں، ان میں نمبر ۲۰/ کے متعلق عرض ہے کہ پچھلے ہر ماہ کا چندہ جمع کرنا لازم قرار دیا گیا ہے، جو کہ نمبر ۲۰/ جرمانہ مالی کی ہے، اس لئے اس قید کو ختم کیا جائے (۱)۔ ۲۱/ میں صرف شہر سے باہر ہونے کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، حالانکہ عدم حاضری کا سبب بیماری وغیرہ بھی کوئی عذر ہوسکتا ہے، اس لئے بلا عذر کی قید لگادی جائے۔

نمبر ۲۴/ سزا کے ساتھ مطابق شرع کی قید لگادی جائے، نمبر ۲۹/ میں ممبر یا سیکرٹری کو ہٹانے کا پورا حق چیف کو دیا گیا ہے اور وہ بھی بنا وجہ بتائے اس قدر وسیع اختیار نہیں دینا چاہیے، اگر قصور وار ہو تو اس پر اول فہمائش کی جائے پھر چیف مشورہ کرکے الگ کرے، اس لئے چند اہل مشورہ کو متعین کرلیا جائے، اللہ تعالیٰ اخلاص سے، استقامت دے، خدمت اور کام کا رخ صحیح رکھے، ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

رات میں جھاڑو دینا، منہ سے چراغ گل کرنا، دوسرے کا کنگھا استعمال کرنا

سوال [۱۱۴۹۰]: اغلاط العوام، ص: ۸۱ پر ایک مسئلہ ہے، جس کا مضمون یہ ہے: بعض لوگ رات کو جھاڑو دینے کو یا منہ سے چراغ گل کرنے کو یا دوسرے کے کنگھا کرنے کو اگرچہ باجازت ہو، برا سمجھتے ہیں، اس کی بھی کوئی اصل نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر رات میں جھاڑو دی جائے تو درست ہے، لیکن احقر نے شیخ فریدالدین عطار کی جو کتاب ''پند نامہ'' ہے، اس کا مطالعہ کیا تو اس کے ص: ۳۴ پر یہ مصرع دیکھا:

شب مزن جاروب ہرگز خانہ در

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں جھاڑو نہ دینی چاہیے، چونکہ احقر کو ان دونوں کا علم نہیں ہے کہ منع کس حیثیت سے ہے اور اجازت کس حیثیت سے ہے، بایں وجہ ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا دفع تعارض کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

''پند نامہ'' فقہ کی کتاب نہیں، نہ فقہی حیثیت سے اس میں ممانعت مذکور ہے، بلکہ بتانا یہ ہے کہ مکان

---

(۱) "لایجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي ...... والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۳/۱۶۵، رشيديه)

صاف کرنے اور جھاڑو دینے کا وقت عرفاً دن ہے، رات نہیں، ہر کام اپنے وقت پر کرنا چاہیے، مگر یہ تعیین فقہی تعیین نہیں کہ اس کے خلاف کرنے سے آدمی گنہگار ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

آبِ زمزم گرم کرکے پینا

سوال [۱۱۴۹۱]: سردی کے موسم میں آبِ زمزم کو گرم کرکے پینا کیسا ہے؟ آیا آبِ زمزم شریف کو گرم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ماء زمزم لما شرب له" (۲).

---

(۱) بعض عوام عصر کے بعد جھاڑو دینے کو برا سمجھتے ہیں، یہ بھی محض بدشگونی ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔ (اغلاط العوام، شگون (بدفالی) اور فال کی اغلاط، ضمیمہ جدیدہ، ص: ۴۸، زمزم)

سوال [٤٦٤]: پندنامہ میں جو شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مصرعہ تحریر فرمایا ہے:

ع- شب در آئینہ نظر کردن خطاست

یہ ممانعت شرعی ہے یا کسی مصلحت سے اور اگر مصلحت ہے تو کیا مصلحت ہے؟ اسی طرح رات کو جھاڑو دینا خواری کا باعث ہے اور دیواروں کا کپڑے سے صاف کرنا خواری لاتا ہے، یہ کس طرح ہے اور کس وجہ سے ہے اور ایک یہ بات مشہور ہے کہ رات کو چارپائی کی اوادئن کھینچنا منحوس ہے، یہ کس طرح سے ہے؟

الجواب: ان امور کی شرع میں کچھ اصل نہیں، جو محض عوام میں مشہور ہیں، ان کی اصل ڈھونڈنے کی تو کوئی ضرورت نہیں، البتہ جو بزرگوں کے کلام میں پایا جاتا ہے، تو از قبیل حکمت وطب ہے، ورنہ یہ کہا جاوے گا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن غالب تھا، اس لئے بعض روایات کو سن کر تنقید راوی کی نہ کی، اس کو صحیح سمجھ کر لکھ دیا، پس وہ معذور ہیں اور قابل عمل نہیں۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحۃ، مسائل شتی، پندنامہ شیخ فریدالدین عطار میں جو رات کو آئینہ ...... ۳۷۰/۴، دارالعلوم کراچی)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ماء زمزم لما شرب له، فإن شربته تستشفي به شفاک الله، وإن شربته مستعیذا عاذک الله، وإن شربته لیقطع ظمأک قطعه" قال: وکان ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه إذا شرب ماء زمزم قال: اللهم أسألک علما نافعاً، ورزقاً واسعاً، وشفاء من کل داء". (المستدرک للحاکم، أول کتاب المناسک: ۶۴۳/۲، قدیمی) =

آب زمزم ٹھنڈا بھی نقصان نہیں دیتا، بلکہ جس مقصد کے لئے پیا جائے، اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا فرماتے ہیں، تاہم گرم کرنا بھی ممنوع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۹۵ھ۔

کیا احکامِ شرع میں امیر وغریب کا فرق ہے؟

سوال[۱۱۴۹۲]: کیا اسلام میں امیر وغریب کا بھی کوئی فرق ہے؟ کہ اگر بڑا آدمی ہو تو جا ہے جو کچھ کرے، اس کو معاف، مسئلہ چھوٹوں کے لئے ہے اور ان ہی کی پکڑ ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو احکام عام ہیں، ان میں امیر، غریب کا فرق نہیں وہ سب کے لئے یکساں ہیں، مثلاً: نماز (۱)، روزہ (۲) امیر وغریب سب پر فرض ہے، جو بھی ترک کرے گا، سخت گنہ گار ہوگا۔ شراب، زنا، جھوٹ، غیبت، چوری وغیرہ سب کے لئے حرام ہے، کسی کی خصوصیت نہیں، بعض احکام میں فرق ہے، مثلاً: زکوۃ (۳)، فطرہ (۴)، قربانی (۵)، حج (۲)، مالدار پر فرض وواجب ہے، غریب پر نہیں، زکوۃ غریب کو لینا جائز ہے، مالدار

= "جابر بن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "ماء زمزم لما شرب له". (سنن ابن ماجة، أبواب المناسك، الشرب من زمزم، ص: ۲۱۹، ۲۲۰، قديمي)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاريء، مبحث مهم في شرب زمزم، وحديث ماء زمزم لما شرب له، : ص ۳۲۸-۳۳۰، مصطفىٰ محمد)

(۱) "هي (الصلاة) فرض عين كل مكلف". (الدر المختار). "المكلف هو المسلم، البالغ، العاقل، ولو أنثى أو عبداً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۱/ ۳۵۲، سعيد)

(۲) "(هو إمساك عن المفطرات حقيقة أو حكماً في وقت مخصوص من شخص مخصوص) مسلم كائن في دارنا، أو عالم بالوجوب". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم: ۲/ ۳۷۱، سعيد)

(۳) "سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام". (ردالمحتار، كتاب الزكوة: ۲/ ۲۵۸، سعيد)

(۴) "تجب موسعاً في العمر على كل مسلم ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية". (ردالمحتار، باب صدقة الفطر: ۲/ ۳۶۰، سعيد)

(۵) "وشرائطها: الإسلام، والإقامة، واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر". (ردالمحتار، كتاب =

کو لینا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱/۲۷ھ۔

مغرب کی اذان کے وقت پانی پینا

سوال [۱۱۴۹۳]: ہماری مسجد کے امام صاحب کہتے ہیں کہ مغرب کی اذان کے وقت پانی وغیرہ نہ پینا چاہیے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ دوسرے لوگ بھی تائید کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً اس وقت پانی پینے کی ممانعت نہیں، اغلاط العوام (۳) میں بعض مسائل مشہور ہیں، یہ بھی ان میں سے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۹ھ۔

حرام روزی یا حرام لقمہ کھانے سے عبادت قبول نہیں ہوتی

سوال [۱۱۴۹۴]: حرام روزی کا لقمہ اگر پیٹ میں اتر جائے تو اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی

= الأضحية: ۶/۳۱۲، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ (آل عمران: ۹۷)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين والمؤلفة قلوبهم والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل﴾ (التوبة: ۶۰)

"مصرف الزكاة والعشر ...... هو فقير ......". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

(۳) قال الشيخ التهانوي رحمه الله تعالى:

"مشہور ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان کھانا پینا برا ہے اور اس کی وجہ یہ تصنیف (گھڑی، بنائی) کی ہے کہ مرتے وقت یہی نظر آتا ہے اور شیطان پیشاب کا پیالہ پینے کے لئے لاتا ہے، سو اگر کھانے پینے کی عادت نہ ہوگی تو انکار کردے گا، شرع میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں"۔ (اغلاط العوام، (مکمل) کھانے پینے کی اغلاط، ص: ۱۹۰، زمزم پبلشرز)

اور اس کی اولاد بھی حرام ہوگی، حرام روزی سے بنا ہوا بدن بھی دوزخ میں جائے گا۔ حوالہ حدیث سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام روزی کھانے سے عبادت قبول نہیں ہوتی، اتنی بات صحیح ہے، مگر قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عبادت مستحق انعام نہیں اور حق تعالیٰ اس سے راضی نہیں، یہ مطلب نہیں کہ فرض ادا نہیں ہوتا (۱)، یہ بات کہ اس کی اولاد بھی حرامی ہوگی، میرے علم میں نہیں، البتہ اتنی بات صحیح ہے کہ جو گوشت حرام روزی سے بنے وہ جہنم کی آگ کا مستحق ہے (۲)، یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں تفصیل سے مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: من اشترى ثوبا بعشرة دراهم، وفيه درهم حرام لم يقبل الله له صلاة مادام عليه، ثم أدخل إصبعيه في أذنيه وقال: صُمّتا إن لم يكن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سمعته يقوله، رواه أحمد" (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثالث: ۱/۵۱۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"(لم يقبل الله له صلاة) أي: لا يثاب عليها، وإن كان مثابا بأهل الثواب، وأما أصل الصلاة فصحيحة بلا كلام، ذكره ابن ملك. وقال الطيبي رحمه الله تعالى: كان الظاهر أن يقال منه، لكن المعنى لم يكتب الله له صلاة مقبولة مع كونها مجزئة مسقطة للقضاء كالصلاة في الدار المغصوبة". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۶/۳۲، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لايدخل الجنة لحم نبت من السحت، وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به" رواه أحمد والدارمي والبيهقي في شعب الإيمان". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني: ۱/۵۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "(لايدخل الجنة) أي: دخولا أوليا مع الناجين، بل بعد عذاب بقدر أكله للحرام مالم يعف عنه، أولا يدخل منازلها العلية، أو المراد أن يدخلها أبدا إن اعتقد حل الحرام، وكان معلوما من الدين بالضرورة، أو المراد به الزجر والتهديد والوعيد الشديد، ولذا لم يقيده بنوع من التقييد (كانت النار أولى به) =

چیتل کی کھال کا مصلیٰ

سوال[۱۱۴۹۵]: چیتل ایک جانور مثل گائے ہے۔اس کی کھال کی جانماز کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چیتل(۱) کی کھال پر بیٹھنا، کھانا کھانا، نماز پڑھنا سب درست ہے،(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= أي: من الجنة لتطهره النار عن ذلك بإحراقها إياه، وهذا على ظاهر الاستحقاق، أما إذا تاب، أو غفرله من غير توبة، وأرضى خصومه، أو نالته شفاعة شفيع فهو خارج من هذا الوعيد". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۶/۲۳، رشيديه)

(۱) "چیتل: ایک قسم کی نیل گاؤ"۔(فیروز اللغات،ص:۵۵۷،فیروز سنز لاہور)

(۲) "ولا بأس بجلود النمر والسباع كلها إذا دبغت أن يجعل منها مصلى أو منبراً لسرج". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۴/۱۷۷، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس مايكره من ذلك ومالا يكره: ۶/۳۳۳، رشيديه)

کتاب الفرائض

الفصل الأول في التركة وتصرف الميت فيها

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

زندگی میں میراث تقسیم کرنا

سوال[۱۱۴۹۶]: زید اپنی زندگی میں اپنی میراث اپنی بیوی بچوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، مثلاً: سولہ آنے ہیں، اس کو ایک لڑکا ایک لڑکی ایک زوجہ میں کس طرح تقسیم کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بہتر یہ ہے کہ دو آنے بیوی کو دے دے(۱) اور سات آنے لڑکے کو، سات آنے لڑکی کو دے دے، جس طرح میراث میں لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا ہوتا ہے، اس طرح یہاں نہ کرے، بلکہ دونوں کو برابر دے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۸۹ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتهم﴾ (النساء: ۱۲)

(۲) "قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: اعدلو بين أولادكم في العطية". (صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب الهبة للولد، ص: ۴۱۸، دار السلام)

"وفي الخلاصة: "المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة". (البحرالرائق، كتاب الهبة: ۴۹۰/۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس: ۳۹۱/۴، رشيديه)

زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرنے کا حکم

سوال[۱۱۴۹۷]: زید کے پاس اس کے باپ دادا کی چھوڑی ہوئی جو زمین ہے، اس کے تین حصے کر رہے ہیں، ایک حصہ بڑے لڑکے بکر کو دے رکھا ہے، جو عرصہ بیس سال ہوا الگ کھیتی کر رہا ہے، ایک چھوٹے لڑکے عمرو کو دے رکھا ہے اور اپنا حصہ چھوٹے لڑکے کے ساتھ شامل کر کے کاشت کر رہا ہے، اب بڑا لڑکا اس بات پر بضد ہے کہ تمہارا جو تیسرا حصہ ہے اس کے نصف حصہ میں میں کاشت کروں گا یعنی جائیداد کے دو حصے کر کے دونوں بھائی کاشت کریں گے، باپ نے کہا جب تک میں زندہ ہوں، اپنے حصے پر قابض ہوں، بعد میرے مرنے کے دونوں تقسیم کریں، اس کا جواب جلد دیں اور فرمائیں کہ میری ناراضی میں میرا حصہ ان کو جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑے لڑکے کو ضد کرنے کا حق نہیں، آپ نے جو کچھ اپنی زندگی میں دے دیا وہ بھی آپ کا احسان ہے، بلاتکلف اپنا حصہ آپ چاہے جس لڑکے کے ساتھ رکھیں یا الگ رکھیں، کوئی اعتراض یا زبردستی نہیں کرسکتا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۲۵ھ۔

زندگی میں جائیداد تقسیم کرتے وقت بیٹی کو محروم کرنا

سوال[۱۱۴۹۸]: ۳۷/ بیگھہ زمین سسرال سے میرے حصے میں آئی اور ۱۹/ بیگھہ میرے پاس موروثی ہے، موروثی زمین کا بیس گنا ادا کر رہا ہوں اور ۳۵/ سال سے برابر ادا کر رہا ہوں، کل جگہ ۵۶/ بیگھہ ہے

(۱) "الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، کتاب البیوع، مطلب في تعریف المال والملک الخ: ۵۰۲/۴، سعید)

"کل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۶۵۴/۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

"لايمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً إلا إذا أضر بغيره". (شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۷: ۶۵۷/۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

اپنے تینوں لڑکوں کو ۱۴، ۱۴/ ۱۴ تقسیم کر کے دے دی ہے اور سب کے رہائشی مکانات الگ الگ بنوا دیئے ہیں، ایک لڑکی تھی، اس کی شادی کر دی، وہ اپنے گھر بار کی ہوگئی ہے، زمین سے کوئی حصہ نہیں دیا ہے اور میرے پاس ۱۴/ بیگھہ زمین ہر دو قسم کی زمینوں کو ملا کر باقی بچی ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ۱۴/ بیگھہ زمین کو بیچ کر زیارت حج بیت اللہ کو جاؤں، تو کیا یہ حج میرے لئے جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حج تو آپ کا ہو جائے گا، لیکن آپ نے لڑکی کو زمین نہیں دی، یہ اس کی حق تلفی ہوئی ہے، حالانکہ جتنی جتنی لڑکوں کو دی ہے، اتنی ہی لڑکی کو دینا چاہیے تھی، اپنی زندگی میں جب اولاد کو بطور عطیہ زمین وغیرہ دی جائے، تو سب کا حق برابر ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۴/۹۴ھ۔

بعض اولاد کو کم اور بعض اولاد کو زیادہ دینے کا حکم

سوال [۱۱۴۹۹]: ۱..... مجیب الرحمٰن کے دو لڑکے ہیں، لشکر علی، گوہر علی۔ لشکر علی کے چار لڑکے ہیں، امداد علی، سیارت علی، جہانگیر علی، منوری اور چار لڑکیاں، عزیزن، کلثوم، زینب اور مریم۔ اور گوہر علی کا صرف

(۱) "ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض ..... عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كان سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: أنه لابأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم، يعطي الابنة مايعطي للابن، وعليه الفتوىٰ، هكذا في فتاوىٰ قاضي خان، وهو المختار، كذا في الظهيرية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس الخ: ۳۹۱/۴، رشيديه)

"وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصد فسوى بينهم، يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوىٰ". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۶۹۶/۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الهبة: ۳۹۹/۳، ۴۰۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده والهبة للصغير: ۲۷۹/۳، رشيديه)

ایک لڑکا سدھن علی ہے، ابھی سب لوگ زندہ ہی تھے کہ اچانک لشکر علی اور گوہر علی کا انتقال ہوگیا اور ساری چیزیں ابھی مجیب الرحمن کے قبضے میں تھی، زمین اور جائیداد کے مالک وہی تھے، تو اب لشکر علی اور گوہر علی کے لڑکے اور لڑکیوں کو دادا جان سے کچھ حق ملے گا یا نہیں؟

۲...... مجیب الرحمن کے پوتوں میں سے ایک پوتے امداد علی بھی ہے جو کہ سب سے بڑے ہیں، جنہوں نے دادا سے چار بیگھہ زمین اپنے نام سے قبالہ (۱) کرالی ہیں، اب یہ معلوم نہیں کہ خوشی سے قبالہ کردیا یا بوڑھے سے زبردستی کرایا گیا، کیونکہ اب دونوں حضرات دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور بقیہ تمام زمین چاروں بھائیوں میں تقسیم ہو چکی ہے، تو اب تینوں بھائیوں اور چار بہنوں کا اس زمین میں جو اُن کے بڑے بھائی نے دادا سے قبالہ کرایا ہے، حصہ ہوگا یا نہیں؟ اور اگر ہوگا تو کتنا ہوگا؟

امداد علی کے لڑکے کہتے ہیں جب وہ چار بیگھہ زمین کا قبالہ ہمارے والد مرحوم کے نام سے ہے تو وہ زمین خاص طور سے ہماری ہوگئی اور چونکہ لشکر علی دادا صاحب (مجیب الرحمن) کی موجودگی میں انتقال کر چکے ہیں، اس لئے سارے پوتے پوتیاں محروم ہو جائیں گی اور جو زمین ہمارے والد صاحب نے اپنے دادا میاں سے قبالہ کرادیا ہے وہ ان کی زمین تھی، اب اس نے جس کے نام سے قبالہ کردیا، خاص طور سے وہ زمین اس کی ہوگئی۔ اور تم تینوں بھائی اور چاروں بہنوں کی، اس میں کوئی حق نہیں جیسے کہ اگر دادا صاحب کسی سے اپنی زمین فروخت کردیتے تو وہ اسی کی ہو جاتی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دادا صاحب کو بڑے پوتے سے زیادہ محبت تھی اس وجہ سے یہ چار بیگھہ زمین زیادہ دی ہے۔

اور ان تینوں بھائی بہنوں کا کہنا ہے کہ اس میں ہمارا بھی حصہ ہوگا، کیونکہ تمہارے والد صاحب سب سے بڑے اور گھر کے مالک بھی تھے، انہوں نے دادا سے پھسلا کر قبالہ کرالیا، اس لئے ہم لوگوں کا بھی حصہ ہوگا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب دادا میاں کا انتقال ہو رہا تھا، تب تمہارے والد صاحب نے ہم لوگوں کے لئے یہ بات نہیں کہی ہے (کہ) بھائی یہ چار بیگھہ زمین دادا صاحب نے الگ ہمارے نام سے قبالہ کردی ہے اور دادا صاحب کے مرنے کے کئی سال بعد تک ہم چاروں بھائی ساتھ ہی رہیں اور پھر اس کے بعد سب الگ الگ

(۱) ''قبالہ: تمسک، بیع نامہ، کاغذ جس سے کسی چیز پر ملکیت ظاہر ہو، جائیداد، جاگیر یا مکان کا کاغذ یا سند''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۰۴، فیروز سنز لاہور)

ہو گئے تو اس وقت بھی ہم لوگوں سے یہ بات نہیں کہی، بلکہ دو چار بیگھہ زمین برابر برابر تقسیم کردی، لیکن (یہ تقسیم صرف) کاغذی طور پر ہے، کچھ قبالہ وغیرہ دیا، وہ اپنے وصال کے وقت ہی کیا کہ اب یہ ۴۰ یا ۴۵ سال کے بعد تم کہتے رہو گے یہ چاروں بیگھہ زمین ہمارے باپ کے نام سے قبالہ ہیں، اس لئے ہم لوگوں کا ہے، اب یہ نہ ہوگا، کیونکہ تمہارے والد صاحب سے ہم لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نہ کیا تھا اور فی الحال وہ زمین تینوں بھائیوں کے قبضہ میں ہے، لیکن سرکاری ٹیکس لگ رہا ہے، امداد علی کے لڑکے کو یا ان تینوں بھائیوں اور چاروں بہنوں کا بھی کچھ حصہ ہوگا؟ مدلل بیان کریں اور یہ بھی بیان فرمادیں کہ اگر مجیب الرحمن نے خوشی سے قبالہ کردیا ہے، تو کیا حکم ہے؟ اور اگر زبردستی کرایا گیا تو کیا حکم ہے؟

۳..... کسی شخص کے چار لڑکے ہیں اور ان کو کسی سے زیادہ محبت ہے اور کسی سے کم ہے اور اس طریقہ سے انہوں نے زمین وغیرہ تقسیم کی کہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم اور کسی کو کچھ نہیں، تو ایسا کرنا کسی باپ کو اپنے بیٹوں کے درمیان جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ بیٹے تو سب اسی کے ہیں۔

۴..... اگر کوئی لڑکا اپنے والد سے الگ ہو کر زمین وغیرہ کو طلب کررہا ہے تو اس کا طلب کرنا کیسا ہے؟ ان کے والد کو دینا ہوگا یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی دادا اپنے پوتے سے اپنے لڑکے کے مرنے کے بعد کہے کہ ''میں تم کو یہ زمین وغیرہ کچھ نہ دوں گا'' کسی ناراضگی کی بناء پر، تو اس کے محروم کرنے کی وجہ سے پوتا محروم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مجیب الرحمٰن کے انتقال کے وقت کوئی لڑکا لڑکی موجود نہیں، صرف پوتے پوتیاں ہیں، تو یہ سب دادا کی میراث کے حق دار ہیں (۱)، دو برابر پوتے کو اکہرا ہر پوتی کو ملے گا، سدحسن علی، شکر علی کے لڑکوں کی طرح

(۱) "فالعصبة نوعان: نسبية وسببية، فالنسبية ثلاثة أنواع: عصبة بنفسه، وهو كل ذكر لايدخل في نسبته إلى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت وأصله ..... فأقرب العصبات الابن، ثم ابن الابن وإن سفل ..... وعصبة بغيره وهي كل أنثى تصير عصبة بذكر يوازيها، وهي أربعة: البنت بالابن، وبنت الابن بابن الابن الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/ ۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/ ۷۷۳-۷۷۵، سعيد) =

برابر کے شریک ہیں (۱)۔

۲...... اگر دادا نے اپنی تندرستی میں (مرض الوفات) سے پہلے ہوش وحواس قائم رہتے ہوئے چار بیگھہ زمین اپنے اس پوتے امداد علی کو ہبہ کردی زبانی یا تحریری اور اپنا قبضہ اٹھا کر پوتے کا اس پر قبضہ کرادیا تو وہ زمین اس پوتے کے ملک ہوگی (۲)، دادا کی میراث قرار دے کر دوسرے پوتے اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے، اگر ہبہ کا ثبوت ہوتو اس کو تسلیم کرنا لازم ہے، دوسرے پوتوں کا مطالبہ قابل تسلیم نہیں (۳)، اگر ہبہ نہیں کیا، نہ زبانی نہ تحریری (۴) یا ہبہ تو کیا ہے لیکن مرض الوفات میں ہوش وحواس بجا نہ رہنے کی حالت میں کیا ہے (۵)۔ یا ہبہ

= (وكذا في السراجي، باب العصبات، ص: ۱۳، قديمی)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وإن كانوا إخوة رجالاً ونسآء فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۷۶)

"إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ الأنثيين". (تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/ ۴۸۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض: ۶/ ۴۴۸، رشيديه)

(۲) "ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة، ويستوي فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغاً". (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني: ۴/ ۳۷۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الهبة: ۵/ ۶۹۰، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۳/ ۲۸۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (البقرة: ۱۸۸)

"لا يجوز لأحد أن يأخذ أحد مال أحد بلا سبب شرعي أي: لا يحل في كل الأحوال عمداً أو خطاء أن يأخذ أحد مال أحد بوجه لم يشرعه الله تعالىٰ ولم يبحه؛ لأن حقوق العباد محترمة". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/ ۲۶۴، رشيديه)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمی)

(۴) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۵) "إن هبة المريض مرض الموت لأحد ورثته، لا تجوز، إلا أن يجيزها الورثة الباقون بعد موت =

کر کے اس پر قبضہ نہیں کرایا(۱)، تو ان سب صورتوں میں وہ دادا کا ترکہ ہے، دیگر متروکہ جائیداد کی طرح اس کی تقسیم ہوگی۔

۳.....اولاد ہونے میں سب برابر ہیں، لیکن محبت میں کمی زیادتی بھی ہوتی ہے، کسی کے اخلاق اعمال اچھے ہوتے ہیں، کسی کے نہیں ہوتے اور بھی اسباب تفاوت محبت کے ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے اگر کسی کو کچھ دے دے تو اس پر پکڑ نہیں، ہاں! کسی کو نقصان پہونچانے کا مقصد نہیں ہونا چاہیے، ورنہ گناہ ہوگا (۲)، اولاد

= الواهب؛ لأن هبته وإن كان هبة حقيقة، لكن لها حكم الوصية". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الهبة، الفصل الثاني: ۳/۴۰۳، حقانيه پشاور)

(۱) "لاتجوز هبة المريض ولا صدقته إلا مقبوضة فإذا قبضت، فجازت من الثلث، وإذا مات الواهب قبل التسليم، بطلت". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب العاشر في هبة المريض: ۴/۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، نوع في هبة المريض: ۶/۲۳۹، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة: ۵/۷۰۰، سعيد)

"لايتم حكم الهبة إلا مقبوضة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني: ۴/۳۷۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۳/۲۸۱، شركت علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الهبة: ۶/۴۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الهبة: ۳/۱۹۱، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) "قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: اعدلو بين أولادكم في العطية". (صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب الهبة للولد، ص: ۴۱۸، دارالسلام)

"وروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: أنه لابأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل في الدين، وإن كانا سواء يكره. وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: أنه لابأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم، يعطي الابنة مثل مايعطي للابن، وعليه الفتوى". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس: ۴/۳۹۱، رشيديه)

"لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده يسوي بينهم، يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوى". (الدرالمختار، =

ہونے میں برابری کی وجہ سے میراث میں تفاوت نہیں ہوگا، سب لڑکے برابر کے حق دار ہوں گے۔

۴..... کوئی لڑکا اپنے والد سے کچھ مانگے اور اپنی ضرورت ظاہر کریں تو شرعاً مضائقہ نہیں، اللہ پاک وسعت دے تو والد کی خدمت بھی کرے اور ان سے کچھ نہ مانگے، لیکن بطور میراث زندگی میں مانگنے کا حق نہیں (۱)۔ والد صاحب دیکھے کہ فلاں لڑکے کو حاجت زیادہ ہے، حسب وسعت اس کی ضرورت پورا کرنے میں والد کو بھی اجر ملے گا، والد کا یہ کہنا کہ میرے انتقال کے بعد میرے فلاں لڑکے کو کچھ نہ دیا جائے اور میری جائیداد سے اس کو محروم کردیا جائے، بے کار ہے، شرعاً کچھ بھی معتبر نہیں، میراث بہرحال ملے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

ماں کا مرض وفات میں بیٹی کو چوڑیاں دینا

سوال [۱۱۵۰۰]: ایک عورت اپنی بیماری میں بے ہوش وحواس اپنی سونے کی چوڑیاں اپنی لڑکی کو

= کتاب الهبة: ۵/۶۹۶، سعید)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث: ۶/۳۳۷، رشيديه)

(۱) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أوحكماً، ووجود وارثه عند موته ..... والعلم بجهة إرثه".

(ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۸، سعيد)

"قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: وهل إرث الحي من الحي أم من الميت؟ المعتمد الثاني".

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته .....؛ لأن التركة في الاصطلاح ماتركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۸، ۷۵۹، سعيد)

"أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث ..... قال مشايخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث". (البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشيديه)

(۲) "الإرث جبري لايسقط بالإسقاط". (تكملة ردالمحتار، كتاب الدعوىٰ: ۱/۵۰۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

دے دیتی ہے، اپنے شوہر اور اپنے بڑے لڑکے کی موجودگی میں عورت کی اس بات پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے، عورت کا اسی بیماری میں انتقال ہو جاتا ہے، عورت کے سونے کے بٹن والد کے پاس رکھے ہوئے ہیں، عورت کے انتقال کے بعد باپ سونے کے بٹن اپنی مرضی سے بیٹی کو دے کر یہ مشورہ دیتا ہے کہ وہ چوڑیاں جو ماں کی تمہارے پاس ہیں، اس میں یہ بٹن اور کچھ سونا اپنے پاس سے ڈلوا کر تم اپنی چوڑیاں بنوالو، باپ چوڑیاں، بٹن اور بیٹی کا کچھ سونا لے کر بیٹی کو نئی چوڑیاں بنوا کر دے دیتا ہے، اب ماں کے انتقال کو عرصہ ساڑھے پانچ سال ہوا تو وہی باپ لڑکی سے یہ کہتا ہے کہ چوڑیاں میرے حوالہ کی جائیں، باپ کا یہ سوال جائز ہے یا ناجائز؟ حکم شرع سے خبردار کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ماں نے بیماری کی حالت میں سونے کی چوڑیاں اپنی بیٹی کو دی ہیں، پھر ماں کا اس بیماری میں انتقال ہو گیا تو یہ بحکم وصیت ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تمام ورثاء بالغ ہیں اور وہ اس پر رضامند ہیں، تو بیٹی ان چوڑیوں کی مالک ہو گئی اور ان چوڑیوں میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۱)، ماں کے سونے کے بٹن جو والد کے پاس رکھے ہوئے تھے، وہ ترکہ میں داخل ہیں، ان میں جملہ ورثاء کا حصہ ہے (۲)، اگر تقسیم سے وہ بٹن والد کے

---

(۱) "حاصل هذه المادة: أن هبة المريض مرض الموت لأحد ورثته لاتجوز إلا أن يجيزها الورثة الباقون بعد موت الواهب؛ لأن هبته وإن كانت هبة حقيقة، لكن لها حكمُ حكم الوصية من حيث تعلق حق الوارث بها، كما في البزازية". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الهبة، الفصل الثاني، المادة: ۸۷۹: ۳/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، نوع في هبة المريض وغيره: ۶/۲۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب العاشر: ۴/۴۰۰، رشيديه)

(۲) "أن أعيان المتوفى المتروكة مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم". (شرح المجلة، لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، المادة: ۱۰۹۲: ۴/۱۳، رشيديه)

"لاشك أن أعيان الأموال يجري فيها الإرث". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الفرائض: ۲/۲۹۷، إدارة القرآن كراچی)

حصہ میں آئے یا دیگر ورثاء نے وہ والد کو دے دیئے تو وہ والد کی ملک ہو گئے، بشرطیکہ سب ورثاء بالغ ہوں (۱)، پھر والد نے جب وہ اپنی بیٹی کو دے دیئے تو وہ بیٹی کی ملک ہو گئے، اب والد کو بیٹی سے جبراً واپس لینے کا حق نہیں رہا، خاص کر جب کہ وہ بٹن اپنی اصلی حالت میں نہیں رہے، بلکہ ان کا سونا چوڑیوں میں شامل کرلیا گیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ مہدی حسن غفرلہ، ۱۱/۳/۸۶ھ۔

مالِ یتیم میں تجارت کرنا

سوال[۱۱۵۰۱]: والد کے انتقال کے بعد والدہ دوسرا نکاح کرلیتی ہے تو اس صورت میں مال یتیم بچوں کو ملنا چاہیے یا ان بچوں کی والدہ کو؟ مالِ یتیم سے کوئی دوسرا پیشہ مثلاً: تجارت وغیرہ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مالِ یتیم کے منافع بچوں کو ملنا چاہیے یا تجارت کرنے والے کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مال بچوں کے والد کا تھا، انتقالِ والد کے بعد آٹھواں حصہ اس میں سے بچوں کی والدہ کا

---

(۱) "وشرائط صحتها في الواهب العقل والبلوغ والملك، فلا تصح هبة صغير ورقيق".
(الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۴/۳۷۴، رشيديه)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الهبة، المادة: ۸۵۹: ۳/۳۷۵، رشيديه)

(۲) منع الرجوع من المواهب سبعة — فزيادة موصولة موت عوض
وخروجها عن ملك موهوب له — زوجية قرب هلاك قد عرض

(ردالمحتار، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة: ۵/۶۹۹، سعيد)

"من وهب لأصوله وفروعه أو لأخيه ..... شيئاً، فليس له الرجوع" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الهبة، المادة: ۸۶۶: ۳/۳۸۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الخامس: ۴/۳۸۶، ۳۸۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة، باب الرجوع: ۳/۵۰۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

ہے (۱)، اس کو اختیار ہے، اپنا حصہ جو چاہے کرے، بعد جو حصہ بچوں کا ہے، نیز جو مال براہِ راست یتیموں کی ملک ہے، خواہ ان کو والد نے اپنی حیات میں دیا ہو یا کسی اور طرح ان کو ملا ہو، اس میں والدہ کو مالکانہ تصرف کا حق نہیں (۲)، اس کو محفوظ رکھا جائے، اس میں تجارت بھی نہ کی جائے، مبادا خسارہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

یتیم بچوں کی رقم محفوظ رہے یا ان پر خرچ ہو؟

سوال [۱۱۵۰۲]: یتیم بچوں کی کچھ رقم بچوں کے تایا کی طرف ہے، یتیم بچوں کی پرورش ان کا دادا کر رہا ہے، سرپرست دادا بچوں کے تایا سے وہ رقم لینا چاہتا ہے اور تایا صاحب انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب بچے سمجھدار ہو جائیں گے، اس وقت بچوں کو وہ رقم ادا کروں گا، بچوں کا سرپرست بچوں کی رقم میں سے جو اُن پر خرچ کر رہا ہے، اس میں سے کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

"وللزوجة الربع عند عدمهما، والثمن مع أحدهما". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۴، رشيديه)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمىٰ ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ (النساء: ۱۰)

"والولاية في مال الصغير إلى الأب، ثم وصيه، ثم وصي وصيه، ثم إلى أبي الأب، ثم إلى وصيه، ثم إلى القاضي، ثم إلى من نصبه القاضي". (الدر المختار، كتاب الوكالة، قبيل باب الوكالة بالخصومة والقبض: ۵/۵۲۸، ۵۲۹، سعيد)

"لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته". (الدر المختار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء: ۷/۳۰۱، رشيديه)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۶: ۱/۲۶۴، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ان کی ملک میں رقم ہے تو ان کے ضروری مصارف اس رقم سے پورے کئے جا سکتے ہیں، تایا کو انکار کا حق نہیں۔

"الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله"(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند۔

بیوہ کا تمام ترکۂ زوج پر قبضہ کرنے کا حکم

سوال[۱۱۵۰۳]: مرحوم مہندی اور متین نے ایک قطعہ اراضی والدہ کے ترکہ میں پائی تھی، مہندی کے انتقال پر ان کی بیوہ ان کے حصہ کی حق دار ہوئیں، خود کفیلی کے باعث انہوں نے اس کو مدرسہ میں وقف کر دیا، مہندی کے انتقال کے بعد متین ہی دونوں حصوں پر قابض رہے، مفلسی کے باعث ضرورۃً مرحوم متین نے دونوں حصوں کو اپنے رشتہ کے بھائی نظر حمید صاحب کو مبلغ پانچ سو روپے میں اس شرط پر دے دی کہ جب روپیہ دیں گے تو زمین واپس لے لیں گے، تقریباً دس سال سے نظر حمید صاحب دونوں حصوں پر کاشت کرتے ہیں اور پیداشدہ غلہ خود ہی لے لیتے ہیں۔

لیکن لگان تینوں کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے، جس کو وہ غریبی کی وجہ سے ادا نہیں کر پاتے تھے، جب متین نے زمین کو فروخت کر کے قرض اور لگان بقایا کی ادائیگی چاہی، تو نظر حمید نے یہ کہا کہ "میں نے اسے خرید لیا تھا" لیکن وہ بات ثبوت میں نہ آنے پر وہ اپنے پانچ سو روپیہ لے کر زمین چھوڑنے پر تیار ہو گے، اب مدرسہ نے جس میں بیوہ کی زمین وقف تھی، اس میں متین کا حصہ مبلغ آٹھ سو روپیہ میں خرید لیا اور بقایا لگان کی ادائیگی جو مدرسہ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ رجسٹری کے موقع پر قیمت ادا کرنے کو کہا اور متین نے اس کو بخوشی منظور کرتے ہوئے بغیر

---

(۱) "الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۴۱، رشيديه)

(وكذا في الجوهرة النيرة، كتاب النفقات: ۲/۱۱۵، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقات: ۳/۶۱۲، سعيد)

کسی جبر واکراہ کے اپنا حصہ بدست ورکنگ کمیٹی ممبروں کے روبروفروخت کردیا اورنظر حمید صاحب بھی بغیر کسی اعتراض کے اپنے پانچ سوروپے لینے پر تیار ہوگئے۔

لیکن بارش اور تعمیر مدرسہ کی وجہ سے رجسٹری کرنے میں پندرہ بیس یوم کی تاخیر ہوگئی اور متین صاحب اچانک انتقال کرگئے، اب مرحوم کے ورثہ میں تین لڑکے، ان کی بیوہ اور دوشادی شدہ لڑکیاں ہیں، ان میں سے دولڑکے بالغ اور ایک نابالغ ہے، جس کی عمر تقریباً تیرہ چودہ سال ہوگی، موجود ہیں۔ یہ بھی حضرات مرحوم کی فروخت کردہ اراضی کو مدرسہ کے بدست فروخت کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں فقیہان کیا فرماتے ہیں، اگر یہ زمین قیمت کی ادائیگی میں مدرسہ کی ملکیت ہونے میں کوئی شرعی عذر نہ رکھتی ہو، تو قیمت کی ادائیگی کے بعد قانونی ضابطے میں لائی جائے اور قبضہ کیا جائے؟

الراقم ڈاکٹر حشمت علی صدر مدرسہ فیضان العلوم، سجادگنج ضلع بارہ بنکی یوپی

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہندی کے ترکہ سے بیوہ حق شوہر کی مستحق تھی، کل ترکہ کی مستحق نہیں تھی (۱)، اپنے حصہ مملوکہ کو وقف کرنے کا بھی اس کو حق تھا (۲)، پھر متین نے اگر کل زمین پر قبضہ کیا تو یہ بھی غلط ہوا (۳)، اس کے حصہ کل زمین

(۱) سوال وجواب میں اس بات کا ذکر نہیں کہ مہندی کی اولاد ہے یا نہیں، بہرحال اولاد ہونے کی صورت میں بیوی ثمن اور نہ ہونے کی صورتمیں ربع کی حق دار ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

"وللزوجة الربع عند عدمهما والثمن مع أحدهما". (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۴، رشيديه)

(۲) "الملک ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال ... الخ: ۴/۵۰۲، سعيد)

"ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء". (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۱/۶۴۳، حنفيه كوئٹه)

(وكذا في شرح المجلة، المادة: ۱۱۹۲: ۱/۶۵۴، دارالكتب العلمية بيروت) .... =

کو بیع بالوفاء کردیا تو یہ بھی غلط ہوا (۱)، اس کی جو صورت اختیار کی گئی، وہ بھی غلط ہے اور اتنی مدت تک نظر حمید نے اس زمین کی پیداوار اپنے استعمال میں رکھی، یہ بھی غلط ہے (۲)، پھر متین نے اگر مدرسہ کے ہاتھ اس زمین کو فروخت کردیا یعنی ایجاب وقبول کرلیا، لیکن قانونی حیثیت سے اس کی تحریر مکمل نہیں ہوئی کہ متین کا انتقال ہوگیا تو اس کی وجہ سے وہ بیع فسخ نہیں ہوگی (۳)۔

اگر بیع کا ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا، صرف وعدہ اور ارادہ تھا کہ متین کا انتقال ہوگیا اور تو وہ زمین ورثہ کی ملک ہے، اگر بالغ ورثاء اس کی بیع کرنا چاہتے ہیں اور نابالغ کے حق میں بھی مناسب یہی ہے کہ بیع کردی جائے،

= (۳) "لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/۲۶۴، رشیدیه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۶۱، ۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(۱) "وفي حاشية الفصولين: هو أن يقول بعت منک علی أن تبیعه مني متی جئت بالثمن، فهذا بیع باطل، وهو رهن، وحكمه حكم الرهن، وهو الصحيح". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب الصرف، مطلب في بيع الوفاء: ۵/۲۷۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الفصولين، الفصل الثامن عشر: ۱/۲۳۴، اسلامی کتب خانه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب البيع، الفصل العشرون: ۸/۲۶۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "لايحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون رباً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۷۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الرهن: ۸/۲۳۸، رشيديه)

(۳) "قال: البيع ينعقد بالإيجاب والقبول ..... وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع، ولا خيار لواحد منهما". (الهداية، كتاب البيوع: ۳/۱۸-۲۰، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول: ۳/۲، ۳، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب البيوع: ۵/۴۲۹، رشيديه)

تو بیع کرنا اور مدرسہ کو اس کا خریدنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خدمت گار لڑکی کو اپنی پوری جائیداد دے کر دوسروں کو محروم کرنا

سوال[۱۱۵۰۴]: خلیق میاں کی پہلی بیوی سے تین لڑکیاں تھیں، اس بیوی کے مرنے کے بعد دوسری عورت سے شادی کی، اس دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہوئی، پھر تیسری شادی کی، لیکن اس سے ایک بھی اولاد نہیں ہے اور تیسری بیوی ابھی تک زندہ ہے، خلیق میاں اور اس کی بیوی کافی ضعیف ہو چکے ہیں اور چاروں لڑکیاں اپنے سسرال میں رہتی ہیں، خلیق میاں نے اپنی چاروں لڑکیوں کو اپنی خدمت کے لئے بلایا، تو تین لڑکیوں نے انکار کر دیا اور صرف ایک لڑکی خدمت کے لئے تیار ہوگئی، اب اگر خلیق میاں اپنی پوری جائیداد اس لڑکی کو دے دے، جو خدمت کے لئے تیار ہے، تو کیا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس میں کسی قسم کی شرعی خرابی تو نہیں ہے؟ نیز خلیق کے مرنے کے بعد ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکیاں سب ترکہ میں برابر کی شریک ہوں گی (۲)، جس نے خدمت کی ہے، اس کو سعادت حاصل ہوئی، جنہوں نے بلامجبوری کے انکار کیا، وہ اس سعادت سے محروم ہیں (۳)، لیکن میراث سے محروم نہیں ہوں

---

(۱) "قال العلامة القرطبي رحمه الله تعالىٰ تحت "ويسئلونك عن اليتمىٰ قل إصلاح لهم خير": لما أذن الله جل وعز في مخالطة الأيتام مع قصد الإصطلاح بالنظر إليهم، وفيهم كان ذلك دليلاً على جواز التصرف في مال اليتيم ...... وكل ما فعله على وجه النظر فهو جائز، وما فعله على وجه المحاباة وسوء النظر فلا يجوز". (الجامع لأحكام القرآن، البقرة: ۲۲۰: ۴۲/۳، دار إحيا التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني، البقره: ۲۲۰: ۱۱۲/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وأما النساء: فالأولىٰ البنت، ولها النصف إذا انفردت، ولبنتين فصاعداً الثلثان، كذا في الاختيار شرح المختار". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۴۴۸/۶، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۸، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۷۴/۹، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً إما يبلغن عندك الكبر أحدهما =

گی (۱)، اگر اس رنج کی وجہ سے باپ نے ساری جائیداد اس خدمت گزار لڑکی کو دی اور بقیہ کو محروم کر دیا تو باپ کو گناہ ہوگا (۲)، ایسا نہیں کرنا چاہیے، تقسیم ترکہ کا سوال مرنے کے بعد ہوتا ہے، زندگی میں نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۳۰/۳/ ۸۷ھ۔



= أو كلهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريماً﴾ (الإسراء: ٢٣)

وقال الله تعالىٰ: ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفاً﴾ (لقمان: ١٥)

"عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: الوالد أوسط أبواب الجنة، فأضع ذلک الباب أو احفظه.

وعن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! ما حق الوالدين على ولدهما؟ قال: "هما جنتک ونارک". (سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، باب بر الوالدين: ٢/ ٢٦٠، قديمي)

"وعن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني: ٢/ ٤١٩، قديمي)

(١) "الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط". (تكملة ردالمحتار، كتاب الدعوىٰ: ١/ ٥٠٥، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ٤/ ٤٩٣، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ٧/ ٤١٧، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) "رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء ويكون آثماً فيما صنع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس: ٤/ ٣٩١، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الهبة: ٥/ ٦٩٦، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغير: ٦/ ٢٣٧، رشيديه)

الفصل الثاني في مايتعلق بدين الميت و أمانته

(میت کے قرض اورامانت کا بیان)

قرض کی ادائیگی اور تقسیمِ میراث کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۰۵]: احقر کی ایک ہمشیرہ کا انتقال والدصاحب کی زندگی میں آپریشن کے ذریعہ ایک بچہ ریحانہ تولد ہوکر انتقال ہوا تھا، ان ہمشیرہ کی شادی میں والد صاحب نے ایک مکان جہیز میں دیا تھا، بچی ریحانہ کی پرورش والدہ ہی نے کی ہے اوراب بالغ ہوچکی ہے، جہیز میں دیئے ہوئے مکان کو والدصاحب نے اپنی زندگی میں ضرورتاً پندرہ سوروپیوں میں فروخت کرکے اس رقم کوخرچ کر لئے تھے، بعدازاں والد نے ایک اور مکان فروخت کرکے ریحانہ کی رقم پندرہ سو کے بجائے پچیس سوروپے علیحدہ کرکے محفوظ کردیئے تھے، لیکن بعد میں ان روپیوں سے ایک انجن اور پمپ خرید کر زراعت کے لئے بورنگ پرنصب کرادیئے اور زبانی وتحریری یہ ہدایت کئے ہیں کہ پچیس سوروپے ریحانہ کی شادی کے وقت ادا کریں، علاوہ ازیں کچھ سرکاری رقم تقریباً پانچ صد روپے بضمن شادی وغیرہ ادا کرتے ہیں۔

اب ہم بھائیوں نے یہ طے کیا کہ ایک زمین جو آٹھ ایکڑ ہے، قرض کی ادائیگی کے لئے علیحدہ کردیں، یعنی لڑکی کی شادی کے وقت ڈھائی ہزار روپے اس کو دیں گے، اس کو چھوڑ کر باقی زمین کو سات حصوں میں منقسم سمجھا گیا، یعنی ہم پانچ بھائیوں کے پانچ حصے اور والدہ کا ایک حصہ اور باقی ایک حصہ میں دو بہنوں کا آدھا آدھا حصہ، لیکن عملاً اس پوری زمین کے ٹکڑے نہیں کئے گئے اور فی الحال زمین کو آمدنی کے لئے چھوڑ کر ان ہی کو اس کے انتظام ونگرانی کا ذمہ دار قرار دیا، لیکن والدہ چاہتی تھیں کہ آمدنی انہیں دی جائے اور خرچ سب مل کر تقسیم کرلیں، لیکن اس کو قبول نہیں کیا گیا، احقر کی رائے ہے کہ اس سالم زمین کو فروخت کرکے اس کی رقم سے حیدرآباد میں ایک مکان خریدلیں اوراس کے کرایہ کی آمدنی سے اپنا خرچ پورا کریں۔

اب حضرات والا سے حسب ذیل امور میں رہبری چاہتا ہوں:

۱...... حضرت والد صاحب مرحوم کے قرض کی ادائیگی کے لئے صرف زمین کا فی الحال علیحدہ کر دینا کافی ہے یا اس کو فروخت کر کے فی الفور نقد رقم سے قرض ادا کر دینا ضروری ہے؟

۲...... ہماری اس طرح کی تقسیم شرع کے موافق ہے یا نہیں؟ یعنی اس طرح جائیداد کے سات حصے کر کے پانچ مرد لڑکوں کو، دو لڑکیوں کو ایک حصہ، والدہ کو ایک حصہ۔

۳...... زمین کی اس طرح کی تقسیم کہ ایک ہی جگہ رکھ کر ہر ایک کو اس کے حصہ کے موافق حق دار قرار دینا مناسب ہے یا نہیں؟

۴...... زمین کی آمدنی وخرچ کا ذمہ دار والدہ کو قرار دینا، جب کہ وہ اس سے متفق نہ ہو رہی ہوں۔

۵...... والدہ کو اس طرح کا مشورہ دینا کہ وہ مہر میں آئی ہوئی زمین کا جملہ حصہ فروخت کر کے اس کی نقد رقم سے شہر میں گھر خرید یں اور اس کے کرایہ سے اپنی ضروریات پوری کریں، مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... جس کا قرض ہے، اس سے معاملہ کرلیا جائے، وہ اگر رضامند ہو کہ زمین لے لے تو زمین دے دی جائے، اگر وہ نقد کا طالب ہو، تو زمین فروخت کر کے اس کی قیمت دے کر قرض ادا کر دیا جائے (۱)۔

۲...... آپ کی والدہ کا اس میں حصہ ۱/۸ ہے (۲)، جیسا کہ آپ نے بھی لکھا ہے کہ اگر تمام بھائی بہن بخوشی والدہ کو زائد دینا چاہیں، تو اختیار ہے (۳)۔

---

(۱) حقوق واجبہ بالذمۃ کا اس کے مالک تک پہنچا دینا ضروری ہے۔

"الأصل: أن الحقوق إذا تعلقت بالذمة وجب استيفائها". (قواعد الفقه، أصول الكرخي، ص: ۳۲، الصدف پبلشرز)

"الأصل براءة الذمة". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۸: ۱/۲۵، رشيديه)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۵۸، الصدف پبلشرز)

(۲) "فللزوجات حالتان الربع بلا ولد، والثمن مع الولد". (الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۷۰، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن﴾ (النساء: ۱۲)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(۳) "والملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في =

۳......سب رضامند ہوں تو زمین کو ایک جگہ رکھ کر سب کو حق دار قرار دینا بھی درست ہے، تقسیم کرکے الگ کرنا ضروری نہیں (۱)۔

۴......جب انتظام ان کے قابو کا نہیں، تو ان پر کیوں بار ڈالا جائے۔

۵......مشورۂ خیر دینے میں کوئی حرج نہیں، مگر ان کو مجبور نہ کیا جائے، ان کا دل چاہے مشورہ قبول کریں نہ چاہے نہ قبول کریں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۸۸ھ۔

امین کی وفات کے بعد اس کے ورثہ سے امانت کا مطالبہ کرنا

سوال[۱۱۵۰۲]: ایک شخص نے بڑی رقم ایک شخص کو امانت رکھنے کے لئے دی، امین صاحب کا اچانک انتقال ہوگیا، اس رقم کا علم دینے والے کو اور امین صاحب کو تھا، بعد میں امین صاحب کے لڑکے سے اس رقم کا مطالبہ کررہے ہیں اور یہ رقم گھر میں یا باہر کہیں بھی معلوم نہیں ہورہی ہے، معلوم کرنا ہے کہ ان کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ان کے لڑکے کا کیا فریضہ ہے، وہ اس میں کیا کریں؟

= تعریف المال والملک ...... الخ: ۴/۵۰۲، سعید)

"کل یتصرف في ملکه کیف شاء". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، الباب الثالث، الفصل الأول، المادة: ۱۱۹۲: ۴/۱۳۲، رشیدیه)

"یلزم في الهبة رضا الواهب". (شرح المجلة، کتاب الهبة، الباب الثاني، المادة: ۸۶۰: ۳/۴۷۲، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(۱) "یقع کثیراً في الفلاحین ونحوهم أن أحدهم یموت فتقوم أولاده علی ترکته بلا قسمة، ویعملون فیها من حرث وزراعة وبیع ...... وکل ذلک علی وجه الإطلاق والتفویض لکن بلا تصریح بلفظ المفاوضة، ولا بیان جمیع مقتضیاتها". (الفتاویٰ الکاملیة، کتاب الشرکة، ص: ۵۰، حقانیه پشاور)

(وکذا في تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الشرکة: ۱/۹۴، إمدادیه)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب الشرکة: ۴/۳۰۷، سعید)

(۲) "المشورة لیست للتقلید، بل للتنبه والاستحضار". (أحکام القرآن للتهانوي: ۲/۱۷، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

مالک رقم کو مرحوم کے ورثہ سے مطالبہ کا پوراحق ہے، وارثوں کو اگر معلوم ہے کہ رقم موجود ہے، فلاں جگہ ہے تو ان کے ذمہ اس کا دے دینا لازم ہے(۱)، اگر وہ اقرار نہ کریں، بلکہ یہ کہیں کہ مالک رقم جھوٹ بولتا ہے کہ اس نے ہمارے والد صاحب کے پاس کوئی رقم امانت رکھی اور مالک کے پاس گواہ موجود نہیں، تو وارثوں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ ہمارے والد کے پاس ہمارے علم کی حد تک کوئی انہوں نے امانت نہیں رکھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۱/۱۴۰۰ھ۔



---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿من بعد وصية يوصي بها أو دين﴾ (النساء: ۱۱)

"ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد". (الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "ولو أنه رجلاً قدم رجلاً إلى القاضي، وقال: إن أبا هذا قدمات، ولي عليه ألف درهم دين ...... إن لم تكن للمدعي بينة، وأراد استحلاف هذا الوارث، يستحلف على العلم عند علمائنا رحمه الله تعالىٰ: "بالله ماتعلم أن لهذا على أبيك هذا المال الذي ادعى وهو ألف درهم ولا شيء منه"؟ فإن حلف انتهى الأمر، وإن نكل يستوفي الدين من نصيبه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون: ۳/۴۰۶، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الدعوىٰ، باب دعوى النسب: ۵/۵۸۵، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين في التركة: ۲/۳۸، اسلامی كتب خانه)

الفصل الثالث في وصية الميت وإقراره

(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

وصیت کی اقسام

سوال[۱۱۵۰۷]: وصیت کتنی قسم کی ہوتی ہے؟ اور کون کون قابل تسلیم بروئے شرع محمدی سمجھی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وصیت چار قسم کی ہوتی ہے: واجب، مستحب، مباح، مکروہ۔

"أي: هي وصية واجبة بالزكوة والكفارات وفدية الصيام والصلوة التي فرط فيها، ومباحة للغني، مكروهة لأهل فسوق، وإلا فمستحبة" اهـ (درمختار مع هامش الشامي: ٥/٤١٥، نعمانيه)(١).

وصیت کے لئے شرائط بھی ہیں، ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وصیت وارث کے حق میں نہ ہو، اگر وارث کے حق میں وصیت کی تو وہ دیگر جملہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی، وہ نہ چاہیں تو نافذ نہیں ہوگی۔ (والبسط في ردالمحتار)(٢). فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا: ٦/٦٤٨، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ٤/٤١٧، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوصايا: ٩/٢١٣، رشيديه)

(٢) "وأما شرائطها: ...... وكونه أجنبياً حتى أن الوصية للوارث لاتجوز إلا بإجازة الورثة". (البحرالرائق، كتاب الوصايا: ٦/٢١٢، رشيديه) .... =

وارث کے حق میں وصیت کا حکم

سوال[۱۱۵۰۸]: کیا یہ بات ممکن ہے کہ متروکہ منقولہ جائیداد میں سے ایک وارث کو حصہ دیئے جانے کی وصیت کی جائے اور دیگر ورثاء کو اس میں حصہ نہ دیا جائے، بلکہ کسی اور مصرف میں خرچ کرنے کی وصیت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں، صورتِ مسئولہ میں وصیت بہن کی لڑکیوں کے حق میں ہے، جو کہ شرعاً وارث نہیں۔

"لاتجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجوزها الورثة" عالمگیری: ٤/٣٢٣(١)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۵ھ۔

تحریراً کسی کو وصی بنانے کا حکم

سوال[۱۱۵۰۹]: محمد یونس کا انتقال ہوگیا، جس نے ایک نابالغ لڑکا وارث چھوڑا اور مال میں ایک مکان اور ایک دکان اور کچھ نقد روپیہ چھوڑا اور ایک چچازاد بھائی۔ جب جنازہ تیار ہوکر نماز کے لئے لایا گیا، تو اس وقت ایک تحریر نمازیوں کو سنائی گئی، وہ یہ تھی کہ "میرے مرنے کے بعد میرے مال وغیرہ کے نگران اول مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ہوں گے اور ان کے ساتھ دو آدمی اور ہوں گے، جن کے نام یہ ہیں: حاجی محمد صدیق صاحب اور مستری عبدالرحمٰن صاحب"۔ لوگوں نے سن کر کہا کہ ٹھیک ہے، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے چند

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ٦/٩٠، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ٤/٤١٨، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا: ٦/٦٥٥، ٦٥٦، سعيد)

(١) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ٦/٩٠، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا: ٦/٦٥٥، ٦٥٦، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ٤/٤١٨، مكتبه غفاريه كوئٹه)

آدمیوں کے دستخط کرائے اور اس کی تصدیق کرائی۔

یہ تحریر مرحوم کے سرہانے سے نکلی تھی، اس پر کسی آدمی کی شہادت وغیرہ نہیں تھی اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ مرحوم نے کسی آدمی سے کہا ہو کہ مرنے کے بعد اس تحریر کو ان حضرات کے پاس پہنچا دے اور نہ اس کو لفافہ بذریعہ ڈاک بھیجا، لفافہ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ تحریر کافی عرصہ پہلے لکھی ہوئی ہے، زمانہ فراش کی نہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کا خیال بعد تحریر بدل گیا تھا اور نہ بذریعہ ڈاک بھیجا جا سکتا تھا، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات اس تحریر کی بناء پر مرحوم کے لڑکے اور مال کے متولی متصرف شرعاً بن سکتے ہیں یا نہیں؟ یا مرحوم کے چچازاد بھائی لڑکے اور مال کا ولی ومتصرف ہیں، شرعاً ان دونوں میں سے کس کو حق حاصل ہے ولی ہونے کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد یونس مرحوم نے جب اپنی تحریر میں مولانا خلیل الرحمن کو اپنا وصی بنا دیا اور اپنے بچے اور ترکہ کی نگرانی ان کے سپرد کر دی اور انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا، تو وہ شرعاً وصی ونگراں ہو گئے (۱)، اگرچہ تحریر اپنے انتقال سے کچھ دیر پہلے لکھی ہو اور اس کو بذریعہ ڈاک نہ بھیجا، خیال بدلنے کا قرینہ تحریر کیا جا رہا ہے، اسی طرح اس تحریر کو محفوظ رکھنا اور ضائع نہ کرنا اور اس پر خیال بدل جانے کو تحریر نہ کرنا، خیال باقی رہنے کا بھی قرینہ ہے (۲)، اگر خیال بدل جاتا تو اس تحریر کو باقی کیوں رکھتے، ضائع کر دیتے یا اس پر لکھوا دیتے کہ اب میرا خیال بدل گیا ہے، میں ان کو وصی نہیں بناتا۔ بہرحال اب ولایت مال چچازاد بھائی کو حاصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) "قال محمد رحمه الله تعالیٰ في الجامع الصغير في رجل يوصي إلى رجل فقبله في حياته الموصي فالوصية لازمة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب التاسع: ۶/۱۳۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، باب الوصي: ۴/۴۵۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوصايا، باب الوصي وما يملكه: ۹/۳۰۷، رشيديه)

(۲) "الأصل بقآء ما كان على ما كان"

يعني: أن الذي ثبت على حال في الزمان الماضي ثبوتاً أو نفياً، يبقى على حاله ولا يتغير مالم يوجد دليل يغيره". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۵: ۱/۲۰، رشيديه) .... =

وصیت کے بعد رجوع کرنا

سوال[۱۱۵۱۰]: ایک مسلمان اپنے خاص رشتہ دار کو زبانی اور تحریری وصیت کر کے ایک جگہ یعنی مکان برائے رہائش دے دیتا ہے، حقوق ملکیت اپنے انتقال کے بعد لکھ دیتا ہے، اس لئے عرض خدمت ہے کہ کیا وہ شخص اپنی زندگی میں مکان کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے، اس کے بارے میں اسلامی شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وصیت کرنے کے بعد اگر وصیت سے رجوع کرے، تو وصیت ختم ہو جائے گی۔

"وله أي: للموصي الرجوع عنها" (درمختار مع هامش الشامي نعمانيه: ٥/٤٢١)(١).

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۱/۸ھ۔

وصی کا ضرورت سے زائد خرچ کرنا

سوال[۱۱۵۱۱]: وصی حضرات نے ایک مکان کو منہدم کرا کے دوبارہ تعمیر کرا دیا ہیں، حالانکہ وہ اس حالت میں تھا کہ صرف اس کا برآمدہ پٹوا دینا چاہیے تھا، اس میں اس کے دو ہزار روپے لگ گئے، کچھ مقروض ہو گیا، اس طرح کا تصرف کرنا نابالغ وارث کی وراثت میں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اس کو ضروری سمجھتے تھے، تو ان کو حق تھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في شرح الحموي على الأشباه، القاعدة الثالثة: ١/١٨٧، إدارة القرآن كراچی)

(١) (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الوصايا: ٦/٦٥٨، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ٤/٤٢٢، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ٦/٩٢، رشيديه)

(٢) "وكما ثبت له ولاية الحفظ ثبت له ولاية كل تصرف، هو من باب الحفظ كبيع المنقول، وبيع مايتسارع إليه الفساد". (البحرالرائق، كتاب الوصايا، باب الوصي ومايملكه: ٩/٣١٤، رشيديه) =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۱۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۱۳ھ۔

کیا وصی، نابالغ وارث کو مدرسہ میں داخل کردے یا اس کے مال سے کفالت کرے؟

سوال[۱۱۵۱۲]: ۱......وصی نے نابالغ بچہ کو ایک مدرسہ میں داخل کردیا ہے، جہاں پر وہ زکوۃ، صدقہ وغیرہ کھا رہا ہے، اس کا مال ہوتے ہوئے اس کو ایسا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا اس کا انتظام اس کے مال میں سے کرنا چاہیے؟

۲......ایسے نابالغ بچے کا نقد روپیہ تو مکان وغیرہ کی تعمیر میں لگادیا جائے اور اس کے کھانے کپڑے کے خرچ کی وجہ سے اس کو کسی یتیم خانہ میں داخل کردیا جائے، جہاں زکوۃ صدقہ وغیرہ سے ہی خرچ چلتا ہو، اس صورت میں شرعاً مکان تعمیر کرنا کرانا اور اس کے روپیہ سے اس کا خرچ اٹھانا ضروری ہے یا نہیں؟ مکان تعمیر کراکے اس کو یتیم خانہ میں داخل کرادینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کرادینا تو بڑی خیرخواہی اور عین مصلحت ہے(۱)، لیکن اگر اس کی ملک میں اتنا مال ہے کہ وہ مصرف زکوۃ نہیں، تو اس پر زکوۃ صرف کرنا جائز نہیں(۲)، بلکہ اس کے مال سے اس کی

= (وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا، باب الوصي وهو الموصى إليه: ۶/۷۰۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه: ۶/۱۳۷، رشيديه)

(۱) "له أن ينفق في تعليم القرآن والأدب إن تأهل لذلك". (الدرالمختار). "(قوله له أن ينفق الخ) كذا في مختارات النوازل، وفي الخلاصة وغيرها: إن كان صالحاً لذلك جاز، وصار الوصي مأجوراً وإلا فعليه أن يتكلف في تعليم قدر ما يقرأ في صلاته". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء: ۶/۷۲۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصيه: ۴/۳۴۸، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الوصايا، الفصل السادس: ۴/۴۴۰، امجد اكيڈمى لاهور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما الصدقٰت للفقرآء والمسٰكين ...... ﴾ (النور: ۶۰) .... =

کفالت کی جائے (۱)۔

۲......امور مذکورہ بالا سے اس کا جواب ظاہر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۵/ ۸۹ھ۔

داماد کا وصی بننے سے انکار کرنا

سوال[۱۱۵۱۳]: زید نے اپنی زمین اپنا گھر سب اپنی لڑکی کو دے دیا اور زید نے اپنے داماد سے کہا: ’’اگر تم اس زمین کو اور اس گھر کو نہ لوگے، تو میں روزِ قیامت تمہارا دامن گیر ہوں گا‘‘۔تو زید کے داماد نے غصہ میں کہا: ’’اگر تم اس طرح کی گفتگو کروگے تو میں آپ کی زمین کا بالکل متلاشی نہ ہوں گا‘‘۔تو زید نے کہا: ’’جو اچھا لگے کرنا‘‘۔اب زید کے بھائی عمرو نے زید کی لڑکی کو کچھ بھی نہیں دیا اور زبردستی قابض ہوگیا، تو ایسی صورت میں کیا زید اپنے داماد کا روزِ قیامت دامن گیر ہوگا یا نہیں؟ ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟

۲......زید مرگیا اور اس کے بھائی محمد ساجد نے ترکہ میں سے زید کی لڑکی کو کچھ بھی نہیں دیا، تو ایسی صورت میں محمد ساجد کی شریعت اسلامیہ کی رو سے کچھ گرفت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جب کہ داماد نے وصی بننے سے انکار کردیا تو وہ اس سے بری الذمہ ہوگیا (۲)، اب زید اپنے داماد

= "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة، لايصرف ...... ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۳۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الزكاة، باب من توضع الزكاة فيه: ۲/ ۲۷۷، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱/ ۱۸۹، رشيديه)

(۱) "الصغير إذا كان له مال فنفقته في مال". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/ ۳۴۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/ ۶۱۲، سعيد)

(۲) "يشترط في الوصية القبول صريحاً أو دلالة ...... أو ردها فذلك باطل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/ ۹۰، رشيديه) ...... =

کا دامن گیر روز قیامت نہیں ہوگا، البتہ زید کے بھائی نے ظلم کیا کہ مرحوم بھائی کی لڑکی کو کچھ نہیں دیا، حالانکہ وہ شرعی وارث ہے، قیامت میں بھی وہ اس ظلم کی سزا بھگتے گا اور دنیا میں بھی اس پر وبال پڑے گا (۱)، داماد اگر کچھ اپنی مظلوم بیوی کی مدد کر سکتا ہو تو کرے (۲)۔

۲..... بہت بڑی گرفت ہوگی، وہ ظالم اور غاصب ہے (۳)، زمین اگر مرحوم کی ملک ہو اور اس میں وراثت جاری ہوتی ہو تب یہ حکم ہے، جو نمبر ۲ میں تحریر کیا (۴) اگر زمین ملک مرحوم نہیں تھی، بلکہ محض کاشت کے

= "ولا بد في الوصية من القبول". (مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ۴/۴۲۰، ۴۲۱، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الفصل الأول: ۶/۴۳۳، رشيديه)

(۱) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب البيوع، كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها: ۲/۳۲، سعيد)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنصر أخاك ظالماً أو مظلوماً، فقال رجل: يا رسول الله! أنصره مظلوماً فكيف أنصره ظالماً؟ قال: تمنعه من الظلم، فذلك نصرك إياه". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص: ۴۲۲، قديمي)

(۳) "الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب وهو الاستيلاء على مال الغير ظلماً، أخرج الشيخان عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من ظلم قيد شبراً من أرض أي: قدره، طوقه من سبع أرضين". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الغصب: ۱/۴۳۴، دارالفكر بيروت)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الاول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمي)

(۴) نمبر ۲ سے مراد جواب نمبر ۱ ہے۔

لئے تھی اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، تو اس کا یہ حکم نہیں بلکہ اصل مالک کو اختیار ہے کہ اپنی زمین جس کو چاہے، کاشت کے لئے دے دے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وصیت کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۱۴]: وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟ اس نوعیت سے کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے، ہندہ۔ وارث حقیقی اور کوئی لڑکا نہیں، اس سلسلہ میں زید کو جو تحقیق ہے وہ یہ کہ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾(۲).

اگر لڑکا موجود نہ ہو، تو آدھا مال لڑکی کا بقیہ عصبہ کا، یہ لوگ جس کا حصہ قرآن مجید میں مقرر ہے، ان کو ذوی الفروض کہتے ہیں، ان کی مختلف شکلیں ہیں، منجملہ ان کے دو جز دریافت طلب ہیں۔

ایک یہ کہ اختلاف دارین نہ ہو، دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو، اس وقت ان کو حصہ ملے گا، اس سے جو باقی ہے وہ عصبہ کا ہے، اس مقام پر اختلاف دارین سے کیا مراد ہے؟ آیا ہندوستان و پاکستان کے مثل تفاوت مکانات کا اختلاف یا مقامی اختلافات، مکانات، رہن سہن کی علیحدگی مراد ہے؟ دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو، اس مقام پر انفرادی خاندانی اختلاف مراد ہے یا اجتماعی ملکی سیاسی مراد ہے؟ اس زمانہ کا حال جب کہ دور دورہ مرحلہ ہے، اب بموجب حضرات اہل حق کا کیا فیصلہ ہے؟ ان کا کیا فرمان حکم ہے؟

کسی خاص علت کی بناء پر نوعیت حکمت سے مندرجہ ذیل کیفیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کل جائیداد کا تہائی نواسوں کے نام بقیہ لڑکی کے نام وصیت نامہ لکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ اپنا کسی قدر حصہ اس میں ہبہ

---

(۱) "الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال ..... الخ: ۵۰۲/۴، سعيد)

"ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء". (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۶۴۳/۱، حنفيه كوئٹه)

(وكذا في شرح المجلة، المادة: ۱۱۹۲: ۶۵۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (النساء: ۱۱)

کے شامل کیا جائے، اگر ہوسکتا ہے تو اس کی تفصیلی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

مسائل مذکورہ کی تفصیلی کیفیت یہ ہے:

زید

لڑکی حقیقی وارث ہندہ	دو حقیقی بھتیجے پاکستانی	سوتیلا بھائی ہندوستانی	سوتیلی بہن ہندوستانی
ہندوستانی ایک ۱	۲	۱ علاتی	۱ علاتی

زید کے یہ بھائی بہن مذکورہ زید کی ماں کے سوتیلے لڑکے لڑکیاں ہیں اور ایک کے پاس جو جائیداد ہے وہ زید کی حقیقی ماں کے ترکہ سے ملی ہے، ماں کے مال سے سوتیلے لڑکی لڑکے کا حق ثابت نہیں، اس حقیقت صورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زید کے حقیقی باپ کے لڑکے یعنی بھائی بہن مذکورہ زید کی وفات کے بعد اگر قائم رہیں تو زید کی جائیداد سے ان کا حق ثابت ہوگا یا نہیں؟ زید کا قوی غالب گمان ہے کہ اگر میں نے لڑکی کے نام قانونی وصیت نامہ نہ لکھ دیا یا ہبہ رجسٹری شدہ نہ کیا اس کے نام مرنے کے بعد، تو میرے بعد دوسرے عزیز جائیداد پر مکمل قبضہ کر کے لڑکی کے نواسوں کو محروم کر دیں گے، ایک عجیب خلفشار کا اندیشہ ہے، اس کے حفظِ ماتقدم کے سلسلہ میں اگر شرعی قانون اختیار نہیں کیا جاسکتا ہے، تو دوسری ایسی کون سی شکل اختیار کی جاسکتی ہے، جو کہ بالکل ہی خلاف نہ ہو، شریعت میں تہائی وصیت کی گنجائش ہے، لیکن کس کے لئے ہے اور کس کے لئے نہیں، اس کے کیا مواقع محل ہیں اور کتنی مقدار ہبہ کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے، نیز ہبہ اور وصیت میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اختلاف دارین اہل اسلام کے حق میں مانع نہیں، بلکہ دوسرے غیر مسلموں کے حق میں مانع ہے(۱)۔

(۱) "موانعه ..... اختلاف الدارين حقيقة أو حكماً". (الدر المختار). "اختلاف الدار لا يؤثر في حق المسلمين كما في عامة الشروح، حتى أن المسلم التاجر أو الأسير لو مات في دار الحرب ورث منه ورثته الذين في دار الإسلام، كما في سكب الأنهر". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ٦/٧٦٧، ٧٦٨، سعيد)

"وكذلك اختلاف الدارين سبب لحرمان الميراث ..... ولكن هذا في أهل الكفر لا في حق المسلمين، حتى أن المسلم إذا مات في دار الإسلام، وله ابن مسلم في دار الهند أو الترك يرث". =

جو غلامی مانع ہے وہ یہاں متحقق نہیں، نہ کوئی غلام اس اعتبار سے پاکستان میں ہے نہ ہندوستان میں، نواسے صورتِ مسئولہ میں وارث نہیں (۱)، ان کے حق میں ایک تہائی کا وصیت نامہ لکھ دینا شرعاً درست اور معتبر ہے، تقسیمِ وراثت سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی (۲)، زید کو جائیداد کسی بھی طرح سے ملی ہو، اس کے نصف کی حق دار اس کی لڑکی، بقیہ نصف کے تین حصے بنا کر دو، حصے سوتیلے (علاتی) بھائی کو ملیں گے، ایک حصہ سوتیلی (علاتی) بہن کو ملے گا، بھتیجوں کو کچھ نہیں ملے گا (۳)۔

= (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۲۵، رشيديه)

(وكذا في الشريفية شرح السراجية، فصل في الموانع، ص: ۱۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۸، مكتبه غفاريه، كوئته)

(۱) "هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين ..... وهم أولاد البنات وأولاد بنات الابن الخ". (الدرالمختار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام: ۶/۷۹۱، ۷۹۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۹۶، ۳۹۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب العاشر: ۶/۴۵۸، رشيديه)

(۲) "وأما شرائطها: ..... وكونه أجنبياً حتى إن الوصية للوارث لاتجوز، إلا بإجازة الورثة ..... أن يكون الموصى به مقدار الثلث لا زائداً عليه". (البحر الرائق، كتاب الوصايا: ۹/۲۱۲، رشيديه)

"يبدأ من تركة الميت ..... بتجهيزه ..... ثم تقدم وصيته أي: على القسمة بين الورثة، من ثلث مابقي، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹-۷۶۱، سعيد)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۳) نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۲، تصحیح ۶

میت

بیٹی	بھائی (علاتی)	بہن (علاتی)	بھتیجے
نصف	عصبہ	عصبہ	محروم
۳/۱	۲	۱	

قال الله تعالى: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾ (النساء: ۱۱) .... =

''ہبہ'' وارث کو بھی کیا جا سکتا ہے، غیر وارث کو بھی اور اس کے لئے اپنی صحت وتندرستی میں اپنا قبضہ ہٹا کر موہوب لہ کا قبضہ کرا دینا ضروری ہوتا ہے(۱)، وصیت انتقال موصی کے بعد نافذ ہوتی ہے(۲) اور وہ وارث کے حق میں نہیں ہوتی، الا یہ کہ سب ورثا اس پر راضی ہو جائیں(۳) اور غیر وارث کے حق میں معتبر مانی جاتی ہے بغیر ورثاء کی رضامندی کے بھی، نیز وہ ایک تہائی ترکہ میں معتبر ہوتی ہے، اگر ورثہ رضامند ہوں تو اس سے زائد

= ''فيبدأ بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية الخ''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ٦/٧٤٤، رشيديه)

''العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ٦/٤٥١، رشيديه)

قال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ١١)

(۱) ہبہ واہب کی طرف سے تبرع ہے اور تبرع وارث وغیر وارث سب کے حق میں جائز ودرست ہے، اسی طرح تبرعات میں قبضہ بھی شرط ہے، ورنہ تبرع تام نہیں ہوگا۔

''وأما مايرجع إلى الواهب فهو: أن يكون ممن يملك التبرع؛ لأن الهبة تبرع''. (بدائع الصنائع، كتاب الهبة: ٥/١٦٨، رشيديه)

''وتتم الهبة بالقبض الكامل''. (الدرالمختار، كتاب الهبة: ٥/٦٩٠، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ٤/٣٧٤، رشيديه)

(۲) ''التركة تتعلق بها حقوق أربعة: ... ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الكفن والدين''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ٦/٧٤٤، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ٣، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٦٧، رشيديه)

(۳) ''لاتجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجوزها الورثة''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ٦/٩٠، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا: ٦/٦٥٥، ٦٥٦، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ٤/٤١٨، مكتبه غفاريه كوئته)

(۴) ''ثم تصح الوصية لأجنبي من غير إجازة الورثة''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ٦/٩٠، رشيديه) =

میں بھی معتبر ہوسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۹/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

غیر کے مال میں وصیت کا حکم

سوال[۱۱۵۱۵]: ایک شخص نے اپنے ہی پیسے سے جائیداد اور زمین خریدی اور اس کی تعمیر میں اپنا ہی پیسہ لگایا، صرف بھائی صاحب کو تقریباً دس ہزار کے قریب ادھار دیا، کیونکہ ان کی دکان بلوے میں لٹ گئی تھی اور وہ کاروبار کرتے لگے، چونکہ ان کا بڑا لڑکا ایک پاکستان میں اچھی ملازمت پر ہے، لہٰذا اس نے اپنے والد کو پاکستان بلانے کے لئے لکھا، انہوں نے دوکان کو خرد برد کرنا شروع کردیا اور چونکہ میں ملازمت پر تھا، اس لئے اس کی دیکھ بھال نہ کرسکا، لہٰذا مجھ کو جب معلوم ہوا تو مجھ میں اور بھائی صاحب میں جھگڑا بھی ہوا، اس لئے غصہ کی حالت میں جو جائیداد میں نے بذات خود پیدا کی تھی اور میرے والد مرحوم کی وراثت میں ملی تھی، وہ بھی اپنی بیوی کے نام کردی اور بیع کی قیمت مبلغ پانچ ہزار روپے اپنے ملنے والے سے چند گھنٹوں کے لئے لی تھی اور بعد رجسٹری کے واپس کردی تھی، اب اس شخص کی زوجہ نے وفات سے قبل اپنے سب بھائیوں اور بہنوں کو بلا کر سب اہل محلّہ کے سامنے وصیت کی کہ

> ’’دیکھو! اپنے بہنوئی سے دغا مت کرنا، یہ جائیداد سب انہیں کی ہے، میرا اس میں کچھ نہیں ہے اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے، میری دلجوئی کے لئے میرے نام کردی تھی،

= ’’وتجوز بالثلث للأجنبي، وإن لم يجز الوارث ذلك‘‘. (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶/ ۶۵۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوصايا: ۹/ ۲۱۳، رشيديه)

(۱) ’’ولا تجوز بما زاد على الثلث، إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار‘‘. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/ ۹۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوصايا: ۹/ ۲۱۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶/ ۶۵۰، ۶۵۱، سعيد)

کیونکہ میرے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے بیع میرے نام کردی ہے بلا قیمت، جو کچھ میرا حصہ تم کو ورثہ میں پہونچے گا وہ سب ان کے نام واپس کردینا''۔

زوجہ کے بھائیوں نے وعدہ کیا اپنی ہمشیرہ سے اور اہلِ محلّہ بھی موجود تھے، وعدہ کیا کہ ''ہم اپنے بہنوئی سے دغا نہیں کریں گے''۔

اس واقعہ کو گیارہ سال ہو چکے ہیں اور وہ وعدہ کو پورا نہیں کر رہے ہیں اور ٹال مٹول کر رہے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان کی نیت خراب ہوگئی ہے اور وہ پورا نہیں کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کی بابت شرع متین میں کیا حکم ہے؟ اور ایسے لوگوں کو کچھ حصہ بھی پہونچتا ہے یا نہیں؟ وہ لوگ یہ چاہتے ہیں جب وہ مرجائیں تو ہم لوگ زبردستی ان کی جائیداد پر قبضہ کرلیں، کیونکہ ان کے پاس اتنا اثاثہ نہیں کہ وہ عدالتی کارروائی کرسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی زوجہ نے جو وصیت بھائیوں کو کی ہے، وہ شرعاً واجب العمل نہیں (۱)، البتہ اگر جائیداد واقعۃً بیوی کو نہیں دی تھی، بلکہ مصلحۃً اس کے نام کردی تھی اور کہہ دیا تھا کہ ''دینا مقصود نہیں ہے'' تو بیوی اس کی مالک ہی نہیں ہوگی (۲)، وہ بیوی کا ترکہ نہیں ان کو اس کے لینے کا کوئی حق ہی نہیں، اگر واقعۃً بیوی کو دے دی تھی تو اس

(۱) ''وأما شرائطها: ...... وكونه أجنبياً حتى أن الوصية للوارث لاتجوز، إلا بإجازة الورثة ...... أن يكون الموصى به مقدار الثلث لا زائداً عليه''. (البحرالرائق، كتاب الوصايا: ۹/ ۲۱۲، رشيديه)

''يبدأ من تركة الميت ...... بتجهيزه ...... ثم تقدم وصيته أي: على القسمة بين الورثة، من ثلث مابقي، ثم يقسم الباقي بين ورثته''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹-۷۶۱، سعيد)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(۲) ''فإن تواضعا على الهزل بأصل البيع أي: توافقا على أنهما يتكلمان بلفظ البيع عند الناس، ولا يريد انه، واتفقا على البناء أي: على أنهما لم يرفعا الهزل ولم يرجعا عنه، فالبيع منعقد لصدوره من أهله في محله، لكن يفسد البيع لعدم الرضا بحكمه، فصار كالبيع بشرط الخيار أبداً، لكنه لايملك بالقبض لعدم الرضا بالحكم؛ حتى لو أعتقه المشتري لاينفذ عتقه هكذا ذكروا، وينبغي أن يكون البيع باطلاً لوجود حكمه، وهو أنه لايملك بالقبض''. (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في حكم البيع مع الهزل: ۴/ ۵۰۷، سعيد) =

میں ضرور میراث جاری ہوگی، نصف کا شوہر حق دار ہوگا اور نصف دیگر ورثاء کو حصہ رسد ملے گی (۱)، اگر بیوی کو دے کر واپس لے لی اور بیوی اس پر رضامند ہوگئی، تب بھی وہ بیوی کا ترکہ نہیں (۲)، دوسرے کی چیز پر ناحق قبضہ کرنا غصب اور ظلم ہے، جس کا وبال سخت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب البيوع: ۱/ ۲۵۹، مكتبه إمداديه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، باب الصرف، مطلب في بيع التلجئة: ۵/ ۲۷۳، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاوى، كتاب البيوع: ۳/ ۲۹، ۳۱، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۱) "أن أعيان المتوفى المتروكة مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، المادة: ۱۰۹۲: ۴/ ۳۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۴، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الفرائض: ۳/ ۴۹۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ماتركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال".

(ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية السراجي، ص: ۲، قديمی)

(۳) "الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب وهو الاستيلاء على مال الغير ظلماً، أخرج الشيخان عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من ظلم قيد شبراً من أرض أي: قدره، طوقه من سبع أرضين". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الغصب: ۱/ ۴۳۴، دارالفكر بيروت)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/ ۴۵۳، قديمی)

بینک میں جمع شدہ روپیہ کا بیوی کے نام وصیت کرنا

سوال[۱۱۵۱۲]: شوہر کا کچھ روپیہ بینک میں جمع ہے، شوہر نے یہ لکھا ہے کہ ''میرے انتقال کے بعد یہ روپیہ میری بیوی کو ملے'' کیا اس روپیہ میں ماں کا حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے اپنے نام پر جمع کرکے یہ کہہ دیا کہ ''میری بیوی کو ملے'' تو ہبہ نہیں (۱)، بلکہ شوہر کا ترکہ ہے (۲)، جس میں بیوی ایک چوتھائی کی حق دار ہے (۳) اور ایک تہائی کی ماں حق دار ہے (۴)، تقسیم ترکہ سے پہلے مہر کی ادائیگی لازم ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) ''لایتم حکم الهبة إلا مقبوضة''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الهبة، الباب الثاني: ۴/۳۷۷، رشیدیه)

(وکذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعید)

(وکذا في الهدایة، کتاب الهبة: ۳/۲۸۱، مکتبه شرکت علمیه)

(۲) ''لأن الترکة في الاصطلاح ماترکه المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال''.

(ردالمحتار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیه)

(وکذا في دلیل الوارث علی هامش السراجي، ص: ۲، قدیمی)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما ترکتم إن لم یکن لکم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

''وللزوجة الربع عند عدمهما''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشیدیه)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۷۳، رشیدیه)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن لم یکن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث﴾ (النساء: ۱۱)

''الثالثة: الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد وولد الابن ...... والثلث عند عدم هؤلاء''.

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۴۹، رشیدیه)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۷۰، رشیدیه)

(۵) ''یبدأ من ترکة المیت بتجهیزه ...... ثم تقدم دیونه ...... ثم یقسم الباقي بین ورثته''. (الدرالمختار =

کیا وصی مالِ یتیم کو استعمال کرسکتا ہے؟

سوال[۱۱۵۱۷]: جو شخص یتیم بچوں کی پرورش کررہا ہے، مالِ یتیم میں سے وہ سرپرست بھی اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے بوقتِ حاجت اس قلیل پر کفایت کی جائے، ایسا نہ ہو کہ اس وعید میں آجائے۔

﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمىٰ ظلماً إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا﴾ الآية النساء: ٤، ١٠ آیت (١).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۱۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مورث کے وعدہ کی تکمیل ورثہ کے ذمہ ضروری ہے؟

سوال[۱۱۵۱۸]: زید فالج جیسے دیرینہ مرض میں مبتلا تھا، اپنی تنگ دامنی کی وجہ سے رہائش کا مکان

= مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ٦/٧٥٩-٧٦٢، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٦٥، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ٦/٤٤٧، رشيديه)

(١) (النساء: ١٠)

قال الله تعالىٰ: ﴿ومن كان فقيراً فليأكل بالمعروف﴾ (النساء: ٦)

"ففي صحيح مسلم عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها في قوله تعالىٰ: ﴿ومن كان فقيراً فليأكل بالمعروف﴾ قالت: نزلت في ولي اليتيم الذي يقوم عليه ويصلحه، إذا كان محتاجاً جاز أن يأكل منه ...... وقال بعضهم: المراد اليتيم إن كان غنياً ...... والأول قول الجمهور، وهو الصحيح". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ٣/٣٤، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فروخت کرڈالا، زید نے اپنے غیر حقیقی داماد خالد سے کہا کہ تم میری خدمت کرو، میں تمہاری ذاتی زمین پر ایک پختہ کمرہ کی تعمیر کرادوں گا، یہ بات کہنے تک محدود نہ تھی، بلکہ قسمیں کھا کر وثوق دلایا کہ جتنے روپے تعمیر کمرہ پر صرف ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا، زید کے عزم مصمم کا اثبات اثاث تعمیر خرید نے سے بھی عیاں ہوتا ہے، مثلاً: پختہ اینٹیں لکڑی وغیرہ اور زیر تعمیر کمرہ کی بنیاد بھرانا، زید کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر مشتری اپنے مکان سے نکالے، تو میرے رہنے کی جگہ مہیا رہے گی، لیکن سیمنٹ کی کمیابی کی وجہ سے مجوزہ کمرہ کی تعمیر مکمل نہ ہوسکی اور زید اسی اثناء میں انتقال کر گیا، اب اس کے بچے ہوئے روپے سے تعمیر کی تکمیل ہوگی کہ نہیں؟ ورثہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید نے جو وعدہ وارادہ کیا تھا، ورثاء اس کی تکمیل کے ذمہ دار نہیں (۱)، جو روپیہ موجود ہے، وہ اس نے ہبہ نہیں کیا یہ سب زید کا ترکہ ہے (۲)، ورثاء حسب حصص شرعیہ تقسیم کرلیں، اگر زید نے وصیت کی ہوتی تو ایک

---

(۱) زید پر خود اس وعدہ وارادہ کی تکمیل ضروری نہیں تھی، تو اس کے ورثاء پر بھی لازم نہیں کہ اس کے بعد اس کی تکمیل کریں، البتہ اگر وعدہ کرتے وقت ہی پورا کرنے کا ارادہ نہیں تھا، تو وہ گناہ گار رہے۔

"(سئل) فيما إذا وعد زيد عمراً أن يعطيه غلال من أرضه الفلانية ..... فاستعملها وامتنع من أن يعطيه من الغلة شيئاً، فهل يلزم زيداً شيء بمجرد الوعد المزبور؟ (الجواب) لايلزم الوفاء بوعده شرعاً، وإن وفى فبها ونعمت والله سبحانه الموفق". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة: ۲/ ۳۵۲، ۳۵۳، إمداديه)

"قوله: الخلف في الوعد حرام، قال السبكي: "ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب الوفاء"، وقال صاحب "العقد الفريد في التقليد": "إنما يوصف بما ذكر أي: بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف ..... وأما من عزم على الوفاء، ثم بدا له فلم يف بهذا لم يوجد منه صورة نفاق كما في الإحياء من حديث طويل عند أبي داود والترمذي مختصراً بلفظ "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف فلا إثم عليه". (شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۳/ ۲۳۲، إدارة القرآن كراچی)

"قال العلامة الملا على القارئ رحمه الله تعالىٰ: ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي فعليه الإثم". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد: ۸/ ۶۱۵، رشيديه)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". =

ثلث ترکہ میں اس کا نفاذ ہوتا(۱)۔ اب کچھ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۹۵ھ۔



= (ردالمحتار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعید)

(وكذا في دليل الوارث على هامش السراجي في الميراث، ص: ۲، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(۱) "ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الكفن والدين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۷، رشيديه)

الفصل الرابع في ذوي الفروض

(ذوی الفروض کا بیان)

تقسیم جائیداد وترکہ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسائل میں کہ زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے، اس کارخانہ کی عمارت پر تقریباً ۴۰/ سال قبل زید مرحوم کے ۳۵۰۰۰/ پینتیس ہزار روپے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے، زید نے اپنی حین حیات میں مذکورہ بالا عمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رکھ کر بطور قرض دس ہزار روپے لے کر کاروبار چلایا تھا، چند سالوں کے بعد تجارت میں بھاری خسارہ ہوکر کاروبار ختم ہوگیا، کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی اس عمارت کو بالا مذکورہ روپے بھر کر رہن سے چھڑا نہ سکے، رہن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور و بے بس ہوکر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان کے زیورات تخمیناً پانچ ہزار روپیوں سے زیادہ رقم کے ان سے اس وعدہ پر لے کر کہ مذکورہ جائیداد کو رہن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعہ رجسٹری دستاویز منتقل کردیں گے، بیوی سے یہ وعدہ پکا کر کے ان سے زیورات بطور قرض حاصل کر لئے اور ان کو فروخت کر کے پانچ ہزار روپے لے کر زید مذکورہ رہن والے کا جن کے پاس یہ جائیداد بطور رہن کے رہا، گفتگو کر کے یہ بات طے کر لی کہ رہن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپے بھر دیں گے اور بقیہ رقم کارخانہ کے ماہانہ کرایہ کی آمد میں سے وہ جمع کرتے جاویں، اس طرح یہ معاملہ طے کر کے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپے یا کچھ زائد رقم دستیاب ہوئی، اس رقم کو رہن والے کو بھر دیا اور میعاد رہن ختم ہونے پر اس جائیدا کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا کہ اس اثناء میں زید کا اچانک انتقال ہوگیا، زید مرحوم کے دولڑکے اور ایک لڑکی تینوں نے متفقہ طور پر، لڑکی نے اپنی جانب سے اپنے شوہر کو گواہی کے لئے وکیل بنا کر ان تینوں نے اپنے والد مرحوم کے حسب وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دستاویز بنا کر رجسٹری کر کے جائیداد ماں کے قبضہ میں کلیۃً دے دی اور اس طرح

یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہوگئی، اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھے۔

اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، اس کو اس کا پورا علم تھا اور اس عرصہ میں کبھی انہوں نے اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد سے یا بہو سے اس کے متعلق نارضامندی کا اظہار نہیں کیا، زید مرحوم کی والدہ اس واقعہ کے چار پانچ سال بعد تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں، ان کے بعد ان کے بڑے لڑکے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ سب اور خاندان کے اکثر افراد بخوبی آگاہ تھے، ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائیداد زیر رہن رہ چکا ہے اور زید مرحوم کی بیوی نے اپنے زیورات شوہر کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دے کر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائیداد رہن سے نہ چھوٹتی اور اس میں ڈوب کر ختم ہو جاتی۔

یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوہ بیوی کے نام بذریعہ دستاویز رجسٹری منتقل ہو کر تقریباً ۳۰/ سال کی طویل مدت گزر گئی اور تیس برس سے زید کی بیوی کے قبضہ میں کلیۃً چلا آرہا ہے، وہی اس کی آمدنی اور سیاہ وسفید کی مالکہ تھیں، اس عرصہ میں زید کی والدہ کلثوم بی زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا، آخر وہ راہی عدم ہوئیں، ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر کیا، چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں، ان لوگوں کا بھی انتقال ہوگیا (تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزر چکا) زید مرحوم کی بیوی خیر النساء صاحبہ جن کے نام یہ جائیداد ہے، مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلیۃً چلا آرہا تھا اور آمدنی وغیرہ کی وہی مالکہ رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوئے، انتقال کر گئیں، اب آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیش نظر رکھ کر ذیل کے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں:

۱...... مذکورہ سب حالات کے پیش نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے چھ سات سال بعد انتقال فرمایا، ان کی اولادیں وارثوں کی طرف سے مذکورہ بالا زید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جائیداد میں زید مرحوم کی والدہ ماجدہ یعنی دادی کے حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ، ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (پھوپھی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابل سماعت اور حق بجانب ہوگا؟

۲...... مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدنی کا مطالبہ تیس سال بعد اور صاحبِ جائیداد کے انتقال کے بعد ان کے وارثوں سے کریں تو یہ قابلِ قبول اور حق بجانب ہے؟

۳...... مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی تیس سال کی آمدنی کے طالب ہوں (مطالبہ کریں) تو کیا یہ بھی قابلِ سماعت ہوگا؟ اگر ہو تو یہ کس کے ذمہ واجب الاداء ہے؟ اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار روپیہ ادا کر سکے، نہ جائیداد بعوض قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے، ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں بعد ادائے دینِ مہر و دیگر قرض سب ورثہ کا حصہ تھا(۱)، والدہ کا بھی اور تمام اولاد کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض کو بصورت زیور و نقد نہیں ادا کیا گیا بلکہ جائیداد کی صورت میں ادا کیا گیا تا کہ مرحوم کا وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی ہو جائے، اس کے لئے ضرورت تھی کہ سب ورثہ متفق ہو کر صورت اختیار کریں، یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوتا، مگر ایسا نہیں کیا گیا یہ کوتاہی ہوئی، تاہم جب زید کی اولاد نے اس کی تکمیل کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کر دیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جب کہ وہ بھی ۶/۱ کی بطور وراثت حق دار تھیں، بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضامند تھیں اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیم میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے۔

پس صورتِ مسئولہ میں زید کی بیوی اس جائیداد کی مالک ہوئی، پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثہ کا حق ہے، زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں(۲)،

(۱) "یبدأ من ترکة المیت بتجهیزه ...... ثم تقدم دیونه ...... ثم یقسم الباقي بین ورثته أي: الذین ثبت إرثهم بالکتاب أو السنة أو الإجماع". (الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹-۷۶۲، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیه)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشیدیه)

(۲) "ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجیة، والولاء".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشیدیه) .... =

مگر اس جائیداد میں والدہ کا جو کچھ حصہ تھا، وہ تو بعوض قرض زوجہ زید کے پاس چلا گیا، ہاں! اس کے علاوہ جو کچھ والدہ کا ترکہ ہو، اس میں سے ان کو حصہ ملے گا اور زید کی اولاد کو اپنی دادی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا، اس لئے کہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہو گیا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے(۱)۔

۲...... یہ مطالبہ درست نہیں (۲)۔

۳...... یہ بھی درست نہیں (۳)۔

تنبیہ: یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام بعوض قرض منتقل کرنے پر والدۂ زید کی رضامندی معلوم ہو، اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے کہ مقدار قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائیداد کی مالیت بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، گو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ نہ بھی کیا ہو، تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا (۴)۔ انتقال والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا

= (وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ٦/٧٦٢، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ٤/٥٩٣، مكتبه غفاريه كوئته)

(١) "وعصبة أي: من يأخذ الكل أي: إذا انفرد والأحق الابن، ثم ابنه". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٨١، رشيديه)

"الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالميراث جزء الميت أي: البنون، ثم بنوهم ... الخ". (السراجي في الميراث، باب العصبات، ص: ١٤، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ٦/٤٥٢، رشيديه)

(۲) چونکہ مذکورہ عمارت زید کی بیوہ کی ملک ہے، لہٰذا اس کی آمدنی کی بھی وہی مالک ہوگی، کسی کو بھی اس سے آمدنی کے مطالبہ کا حق نہیں۔

"لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ٥/٦٨، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ٤/٦١، ٦٢، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل التعزير: ٢/١٦٧، رشيديه)

(٣) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(٤) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم=

بھی حصہ ہوگا، پھران کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا(۱)، پھران کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا، البتہ مدت طویلہ گزر جانے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطۃً اور قضاءً نہیں رہا(۲)، تاہم عنداللہ دیانۃً برأت نہیں ہوئی، اس لئے ان سے مفاہمت ومصالحت کرکے سبکدوشی کرلی جائے یا ان کو جائیداد میں سے حصہ دے کر راضی کیا جائے یا قیمت دی جائے یا معاف کرایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

ماں اور بیوی میں تقسیم میراث

سوال[۱۱۵۲۰]: زید کا انتقال ہوا، اس نے ایک ماں، ایک بیوی وارث چھوڑے اور کوئی نہیں

= "ألا لا تظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" أي بأمر أو رضا منه". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۶/۱۴۹، رشيديه)

(وكذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوحاً ...... الخ: ۶/۱۶۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب البيوع: ۱/۲۵۵، قديمى)

(۱) "لو قال وارث: تركت حقي، لا يبطل حقه؛ إذ الملک لايبطل بالترک". (الأشباه والنظائر، مايقبل الإسقاط: ۳/۳۵۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في ردالمحتار، باب إقرار المريض، فصل في مسائل شتى: ۵/۶۲۳، ۶۲۵، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين، كتاب الفرائض، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين: ۲/۴۰، اسلامی کتب خانه)

(۲) "رجل تصرف زماناً في أرض ورجل آخر رأى الأرض والتصرف، ولم يدّع، ومات على ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوى ولده، فتترک على يد المتصرف؛ لأن الحال شاهد اهـ، والله سبحانه وتعالىٰ الهادي وعليه اعتمادي.

(أقول) والحاصل: من هذه النقول أن الدعوىٰ بعد مضي ثلاثين سنة أو بعد ثلاثة وثلاثين لاتسمع إذا كان الترک بلا عذر من الأعذار المارة؛ لأن تركها هذه المدّة مع التمكن يدل على عدم الحق ظاهراً". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الدعوىٰ: ۲/۳، مكتبه إمداديه كوئٹه)

ہے،توترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے ذمہ قرض مہر وغیرہ جو کچھ ہے، اس کوادا کرنے کے بعد چوتھائی ترکہ بیوی کو ملے گا(۱) اور تہائی ترکہ ماں کو ملے گا(۲)، بقیہ دادا پردادا وغیرہ کی اولاد میں کوئی عصبہ ہو، تو اس کو ملے گا(۳)، تمام ورثہ کی تفصیل لکھ کر معلوم کرلیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تین بہنوں اور ایک بیوی میں تقسیمِ میراث

سوال[۱۱۵۲۱]: ایک شخص سنی المذہب کچھ عرصہ ہوا کہ فوت ہوگئے، ان کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی متوفی کے والدین زندہ ہیں، صرف ان کی منکوحہ بیوہ ہے، جائیداد، مکان، دکان، چکی اور باغات پر مشتمل ہے، جو متوفی کی خود بنائی ہوئی ملکیت ہے اور کل جائیداد مع زیورات مکان کا وصیت نامہ متوفی نے اپنی منکوحہ بیوہ کے حق میں اپنی ہی زندگی میں رجسٹری کرایا تھا، جس کی رو سے بیوہ ساری جائیداد کی حق دار ہوتی ہے، لیکن متوفی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

"وللزوجة الربع عند عدمهما". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث﴾ (النساء: ۱۱)

"الثالثة: الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد وولد الابن ..... والثلث عند عدم هؤلاء". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۴۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۰، رشيديه)

(۳) "فيبداء بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشيديه)

کی بہن جو یہاں کی باشندہ ہے، کا ایک لڑکا ہے جو اپنے کو ساری جائیداد کا وارث بتاتا تھا، ان حالات میں معاملہ متنازعہ ہو گیا ہے، اس صورت میں شرعی قانون کی رو سے کل جائیداد کی وراثت کن کے حق میں منتقل ہوتی ہے اور کس کس قدر، یہ بھی بتانے کی زحمت کریں کہ وہ وصیت نامہ جو متوفی نے اپنی زندگی میں اپنی منکوحہ بیوی کے حق میں بذریعہ رجسٹری کیا تھا، وہ بحال رہے گا یا ساقط ہو جائے گا۔

نوٹ: مرحوم کی زندگی ہی سے تین یتیم بچے پرورش پا رہے تھے، جن میں ایک بچی شادی کے قابل ہے، وہ تینوں بچے اب بھی بیوہ کے پاس پرورش پاتے ہیں، کیا شرعی جائیداد میں ان کا بھی کچھ حق ہے؟ متوفی کی تین حقیقی بہنیں ہیں، ایک یہاں اور دو پاکستان کی باشندہ ہو چکی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرحوم کے دادا، پردادا میں کوئی مرد موجود نہیں، تو مرحوم کا ترکہ بعد ادائے دَین مہر وغیرہ، چار حصے بنا کر ایک حصہ بیوہ کو ملے گا اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کو ملے گا (۱)، جو بہنیں دوسرے ملک میں ہیں، ان سے ان کے حصہ کے متعلق معاملہ طے کر لیا جائے۔ جو بچے پرورش میں ہیں، وہ شرعی وارث نہیں (۲)۔ فقط

(۱) تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۴

مـــــــــــ

بیوہ	بہن	بہن	بہن
۱	۱	۱	۱

واضح رہے کہ بہنوں کو ثلثان بطور ذوی الفروض ہونے کے ملا اور باقی ورثہ نہ ہونے کی وجہ سے علیٰ سبیل الرد کے ملا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

"الخامسة: "الأخوات لأب وأم، للواحدة النصف، وللثنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/۴۵۰، رشيديه)

"فيبداء بذوي الفروض، ثم بالعصبات النسبة، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوي الفروض النسبية بقدر حقوقهم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(۲) "يستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". =

واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

تین بیٹوں اور دو بیٹیوں میں تقسیمِ میراث

سوال[۱۱۵۲۲]: ایک مکان ہے جو ہندہ کے نام ہے، ہندہ کے تین لڑکے ہیں اور دو لڑکیاں، ہندہ کا بڑا لڑکا ہندہ کے انتقال کے بعد کہتا ہے کہ آدھے مکان کا میں مالک ہوں، کیونکہ مکان کے سلسلہ میں آدھی رقم میں نے والدہ کو دی تھی اور صورت حال یہ ہے کہ مکان کا بیع نامہ ہندہ ہی کے نام ہے، اب اگر اس نے ہندہ کو آدھی رقم دی ہے تو وہ رقم ہبہ ہوئی یا نہیں؟ کیونکہ کچھ علماء نے ہبہ ہی بتائی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کہنے سے کیا وہ بڑا لڑکا آدھے مکان کا مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بڑے لڑکے نے رقم والدہ کو دے دی اور یہ نہیں کہا کہ یہ قرض ہے، میں واپس لوں گا تو وہ رقم ہبہ ہی شمار ہوگی (۱)، اب اس مکان میں سے اس رقم کی وجہ سے بڑا لڑکا کچھ بھی حق دار نہیں اور ہندہ کے وارث

= (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "فصل في القرض (هو عقد مخصوص) أي: بلفظ القرض ونحوه (يرد على دفع مال مثلي لآخر ليرد مثله)". (الدر المختار). "(قوله: عقد مخصوص) الظاهر: أن المراد عقد بلفظ مخصوص؛ لأن العقد لفظ، ولذا قال أي: بلفظ القرض ونحوه أي: كالدين وكقوله: أعطني درهماً لأرد عليك مثله".

(الدر المختار مع رد المحتار، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض: ۵/۱۶۱، سعيد)

"التمليك: هو جعل الرجل مالكاً، وهو على أربعة أنحاء: ...... الثاني تمليك العين بلا عوض، وهي الهبة". (قواعد الفقه، ص: ۲۳۷، صدف پبلشرز)

"(هي) شرعاً (تمليك العين مجاناً) أي بلا عوض". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعيد)

صرف یہی تین لڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔ ہندہ کے والدین اور شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا ہے، تو ہندہ کا ترکہ جس میں یہ مکان بھی شامل ہے، دو دو حصے تینوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کا حصہ

سوال [۱۱۵۲۳]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، ہندہ زید کے یہاں متعدد بار آ گئی، مگر اولاد نہیں ہوئی اور انتقال کر گئی، زید نے ہندہ کے باپ (اپنے خسر کو ان کے مانگنے پر پورا مہر دے دیا) اور خسرِ زید (ہندہ کے باپ) نے کل روپیہ فوراً مسجد کو دے دیا اور اب پتہ چل رہا ہے کہ شوہر کا بھی حق ہوتا ہے، پس زید یہ سن کر اپنے حصے کا روپیہ واپس مانگ رہا ہے تو آیا شوہر کا حق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو جو مہر کا روپیہ زید نے ہندہ کے باپ کو دیا تھا، اس نے کل مسجد پر دے دیا تھا تو زید کو روپیہ اب کون دے گا؟ آیا خسر (ہندہ کے باپ) دے گا یا مسجد سے زید کے حصے کی مقدار واپس کرلیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کے مہر سے نصف کا زید مستحق ہے (۲)، زید کے خسر کو لازم تھا کہ نصف زید کے پاس رہنے

---

(۱) نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۸

میـــت

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۲	۱	۱

قال اللہ تعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (النساء: ۱۱)

"العصبات: وهم کل من لیس له سهم مقدر، ویأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جمیع المال". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۱۵۴، رشیدیه)

(وکذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الفرائض، العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولکم نصف ماترک أزواجکم إن لم یکن لهن ولد﴾ (النساء: ۱۲) .... =

دیتا(۱)، اب جب کہ پورا روپیہ مسجد میں دے چکا ہے تو یہ بھی حق ہے کہ نصف واپس لے لے، وہ اس طرح کہ خسر اہل مسجد سے نصف واپس لے کر زید کو دے دے (۲)، اگر زید نہ لے، بلکہ وہ اپنی طرف سے محسوب کر لے تو وہ بھی مستحسن ہے، اجر ہوگا، ہندہ کا جو سامان جہیز وغیرہ تھا اس میں بھی زید نصف کا مستحق ہے، اگر اپنے خسر سے اس طرح معاملہ کر لے کہ جس قدر زید کا حصہ (نصف مہر) مسجد کو دے دیا ہے، اسی کے عوض بقیہ سامان میں سے زید کو دے دیا جائے، تب بھی درست ہے، یعنی نصف سامان تو حق وراثت زید کو مل جائے اور نصف مہر کے بقدر خسر اپنی میراث پدری سے زید کو دے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۴ھ۔

بیوی کا حصہ

سوال[۱۱۵۲۴]: محمد ایوب خان کے دولڑکے محمد یعقوب خان اور محبوب خان پہلی بیوی سے تھے، جن کا شادی کے بعد محمد ایوب خان نے جائیداد تقسیم کی اور الگ کر دیا اور محمد ایوب خان نے دوسرا نکاح کیا، اس بیوی سے ایک لڑکا محمد ریاض خان پیدا ہوا، جس کی ایوب خان نے شادی کر دی، اور اپنی کل جائیداد جو اُن کے یعنی

= "فللزوج النصف عند عدم الولد وولد الولد". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/ ۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۷۴، رشيديه)

(۱) "لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/ ۲۶۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل التعزير: ۵/ ۱۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/ ۶۱، ۶۲، سعيد)

(۲) "أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكاً باتاً ...... وينقض وقف استحق بملك أو شفعة". (ردالمحتار، كتاب الوقف: ۴/ ۳۴۰، ۳۴۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۲/ ۵۶۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۳۱۴، رشيديه)

ایوب خان کے نام تھی، وہ محمد ریاض خان کے نام کردی، پھر ریاض خان کا انتقال پرملال ہوا، اب ریاض خان کی بیوی کے سسرال والے یہ کہتے ہیں کہ قانوناً کل جائیداد کی مالک ہماری لڑکی یعنی مسمّی وکیلہ ہے اور یعقوب خان محبوب خان وایوب خان کہتے ہیں کہ ایسا نہیں، بلکہ اس جائیداد کے چار حصے ہوتے ہیں اور تم صرف ایک حصہ کی مالک ہو اور مقدمات شروع ہوئے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شرعاً قرآن وحدیث کی رُو سے اس جائیداد کی مالک مرحوم ریاض کی بیوی مسماۃ وکیلہ ہے یا نہیں؟ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شرعاً ۴/ حصے ہوں گے اور وہ ایک حصہ کی مالک ہوگی کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو شوہر کے ترکہ مملوکہ سے میراث ملتی ہے، اگر شوہر نے اولاد نہ چھوڑی ہو تو بیوی کو ایک چوتھائی ترکہ ملتا ہے، اس سے زیادہ کی میراث اس کو نہیں ملتی، البتہ جو دَینِ مہر ہو، اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا لازم ہوتا ہے (۱)۔

﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (۲)

مجموعہ ترکہ پر حیثیتِ وراثت شرعیہ اس کا دعویٰ کرنا اور قبضہ کا مطالبہ کرنا شرعاً صحیح نہیں، ہاں! اگر قانوناً جو زمین جس کی کاشت میں ہو، اس کے انتقال کے بعد اس کی بیوی کو بحیثیت کاشتکار ملتی ہو اور اصل مالک سرکار

---

(۱) "المسمّى دين في ذمته وقد تأكد بالموت فيقضى من تركته". (الهداية، باب المهر: ۲/۳۳۷، شركت علميه ملتان)

"يبداء بتكفينه وتجهيزه ...... ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ...... ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) (النساء: ۱۱)

"وللزوجة الربع عند عدمهما". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۴، رشيديه)

ہو،تو پھر قانون کا اعتبار ہوگا (۱)،اس میں شرعی میراث جاری نہیں ہوگی، کیونکہ وہ ورثاء کی ملک ہی نہیں،جس میں میراث جاری ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۱/ ۸/ ۸۹ھ۔

تین بھائیوں، ایک بہن اور بیوی کے درمیان تقسیمِ میراث

سوال[۱۱۵۲۵]: مسمی محمد عیسیٰ صاحب انتقال کر گئے،حسب ذیل ورثاء چھوڑے تین حقیقی بھائی: محمد ادریس، محمد موسیٰ، محمد الیاس جو حیات ہیں، ایک بہن قبولہ، ایک بیوی زہرا خاتون، محمد عیسیٰ مرحوم نے اپنے سالے محمد ظہیر کی لڑکی انجم آرا کو بچپن سے پالا، اس کو اپنی لڑکی بنا کر رکھا، اب بعد انتقال مال وجائیداد کا حق دار کون ہوگا؟ کیا انجم آراء کو جائز ہے کہ وہ اپنی ولایت کو محمد عیسیٰ مرحوم کی طرف منسوب کرے؟ محمد عیسیٰ کے بھائیوں میں سے کوئی ایک بغیر اجازت دیگر ورثاء تمام جائیداد انجم آرا کے کرادے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

کیا محمد عیسیٰ کے انتقال کے بعد بلا اجازت ان کے بھائیوں کے، ان کو مکان دے سکتا ہے اور وہ ان کے مال میں سے کھا سکتی ہے، ان فریقوں میں سے کوئی ایک بھی بغیر ان تمام فریقوں کی اجازت کسی قسم کا مال وجائیداد میں تصرف کر سکتا ہے، اگر تصرف کرے تو عنداللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ انجم آرا کی شادی میں محمد عیسیٰ کے مال وجائیداد سے یہ جہیز وغیرہ سامان دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جہیز لینے والا جانتا ہے کہ عیسیٰ مرحوم کے مال سے شادی ہورہی ہے تو وہ ماخوذ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ نیز عیسیٰ مرحوم کی بیوی زہرا خاتون کی پرورش کا ذمہ دار کون ہے؟ آیا محمد عیسیٰ کے بھائیوں پر دیکھ بھال کرنا ضروری ہے یا خود زہرا کے بھائی جو کہ زندہ ہیں، پرورش کے کوئی ذمہ دار نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد عیسیٰ مرحوم کے انتقال کے بعد اس کے ذمہ جو کچھ قرض اور دین مہر وغیرہ ادا کیا جائے، پھر جو کچھ

---

(۱) "(أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع وإلا فلا) أي: يتبع ولا تجوز مخالفته". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة: ۵/ ۴۲۲، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه، القاعدة الخامسة، تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة: ۱/ ۳۳۲، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في القواعد الفقه، الفن الأول، القواعد الكليه: ۱۰۸، مير محمد كتب خانه)

ترکہ بچے اس کے ایک تہائی سے اس کی وصیت پوری کی جائے (اگر وصیت کی ہو) پھر جو کچھ بچے اس کو اس طرح تقسیم کیا جائے (۱):

مسئلہ ۴/۲۸

زوجہ	اخ	اخ		اخ	اخت
زہرہ	ادریس	موسیٰ	۳/۲۱	الیاس	قبولہ
۱/۷	۲	۲		۲	۳

یعنی ۲۸ حصہ بنا کر سات حصہ مرحوم کی بیوی زہرہ کو ملیں گے، چھ چھ حصے تینوں بھائیوں ادریس، موسیٰ، الیاس کو ملیں گے، تین حصے بہن قبولہ کو ملیں گے (۲)، مرحوم نے سالے کی لڑکی انجم آرا کو پالا ہے، اس کو بحیثیت وراثت کچھ نہیں ملے گا (۳)، ہاں! اگر اس کے لئے کچھ وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ میں اس کو

---

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبداء بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۷-۷۵۸، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۱)

وقال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض، العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(۳) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

پورا کیا جائے گا (۱)، اس کے علاوہ نہ تو وارث ہے نہ مرحوم کے ترکہ سے کچھ کھانے پینے کی اجازت ہے، وہ ترکہ بطور وراثت دوسروں کا ہوگیا، البتہ مرحوم کے ورثہ میں سے جو جو وارث چاہے اپنا حصہ اس لڑکی کو دے سکتا ہے (۲)، تمام ترکہ دینے کا حق نہیں، دوسرے کا حصہ نہیں دے سکتا (۳)، اگر دیں گے تو اس کا استعمال نہ انجم آرا کو جائز ہوگا نہ اس کے شوہر وغیرہ کو، مرحوم کی زوجہ زہرہ اگر غریب ہے، نادار ہے تو اس کے بھائی اس کی ہمدردی کریں (۴)، بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ کرا دیا جائے، تو بے فکری ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/ ۸/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين". (السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۶۰، ۷۶۱، سعيد)

(۲) "ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء". (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۱/ ۶۴۳، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال ..... الخ: ۴/ ۵۰۲، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۱/ ۶۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) چونکہ ترکہ تمام ورثاء کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور کسی کو دوسرے کے حصہ میں تصرف کا حق نہیں، الا یہ کہ وہ اجازت دے دے۔

"لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه". (شرح المجلة، رقم المادة: ۹۶: ۱/ ۶۲، رشيديه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الغصب، ص: ۲۷۶، قديمي)

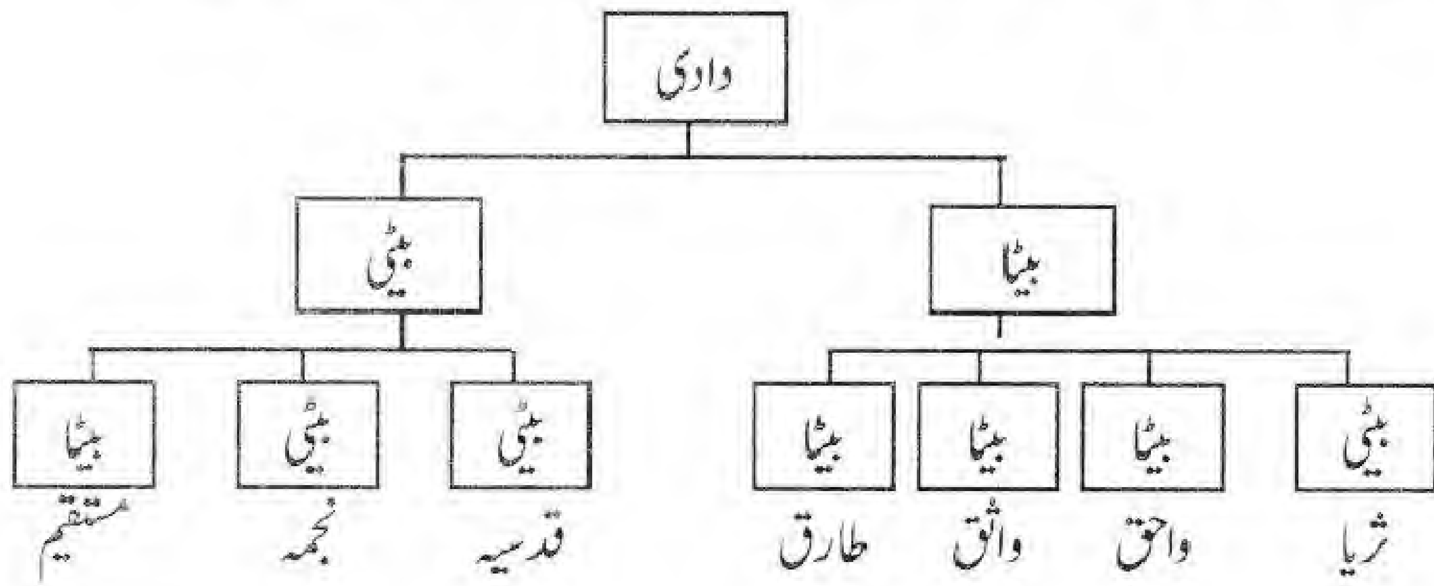
(وكذا في ردالمحتار، كتاب الغصب: ۶/ ۲۰۰، سعيد)

(۴) "عن أبي موسىٰ رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أطعموا الجائع، وعودوا المريض وفكو العاني". (مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض ..... الخ، الفصل الأول: ۱/ ۱۳۳، قديمي)

"عن النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادّهم وتعاطفهم كمثل الجسد، إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول: ۲/ ۴۲۲، قديمي)

مناسخہ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۲۶]: ایک مکان ہے جو کہ موروثی ہے اور یہ مکان ہماری دادی مرحوم کی ذاتی ملکیت تھی، اس کے انتقال کے بعد ترکہ پہونچا ان کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کل یہی اولاد تھی (ہماری دادی جان کے)، لہذا بیٹا یعنی ہمارے والد مرحوم کے دو حصے ہوئے اور بیٹی کا ایک، لیکن ان دونوں بھائی بہنوں نے اپنی زندگی میں بٹوارہ نہیں کیا اور بغیر بٹوارہ عمل میں لائے، ہمارے والد ہماری پھوپھی انتقال کر گئیں، ہماری پھوپھی کی تین اولاد ہیں، یعنی ایک بیٹا اور دو بیٹی اور ہمارے والد کی اولادیں چار ہیں یعنی ہم تین بھائی اور ایک بہن۔



اب یہ بھی جان لیں کہ ہمارے دونوں بھائی بچپن ہی سے کمزور دماغ واقع ہوئے ہیں اور ان کی دماغی حالت صحیح نہیں کہی جاسکتی۔ چھوٹا بھائی واثق تو نیم پاگل ہے اور بڑے بھائی طارق پاگل تو نہیں کہہ سکتے، لیکن انہیں عقل وسمجھ کی حد سے زیادہ کمی ہے اور دماغ کمزور ہونے کی وجہ سے کچھ بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے، ثریا بہن اور ہم دماغی حیثیت سے بہتر ہیں۔ ہماری پھوپھی ہمیشہ سعودی عرب میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں اور ہم پر پورا بھروسہ کرتی ہیں، ہماری دونوں پھوپھی زاد بہن خودسر ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں، بزرگوں کا کہنا نہیں مانتی، البتہ چال چلن ان کا درست ہے، ان کا چھوٹا بھائی مستقیم بھی ہمارے بھائیوں کی طرح ہے۔

مذکورہ مکان کی بات چیت جب ہم نے اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے چند سال قبل کی تو وہ لوگ راضی نہیں ہوئے کہ ہم لوگوں کو ہمارے والد کا دو حصہ مکان میں ملے، اگر زبردستی کی جاتی اور قانونی کارروائی کی جاتی تو اندرونی معاملہ تو کوئی دیکھتا نہیں اور لوگ یہ کہتے کہ لڑکیوں کو بے سہارا پاکر ستا رہے ہیں، اس لئے ہم خاموش رہے، سال گزشتہ جب ہم نے تلاش معاش کے لئے امریکہ جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ والدہ اور بھائیوں کا

حصہ ان کے حوالہ کردیں تو ہم نے پھوپھی زاد بہنوئی سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا، لیکن بے فائدہ۔

وہ اس بات پر مصر ہیں کہ جتنا حصہ ہمارے قبضہ میں ہے، جو آدھے سے بھی بہت کم ہے، بس اتنا ہی لے کر اطمینان کرلیں اور بقیہ حصہ مکان کا ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیں، ہم نے سمجھایا، لیکن وہ نہیں مانیں، جب ہم نے قانونی کارروائی کی دھمکی دی تو رونے لگی اور کہا کہ تھوڑا سا لے لو، اس پر میرے دماغ میں یہ بات آ گئی کہ جو تھوڑا سا یہ لوگ دینے کو راضی ہوئے ہیں اور زیادہ کے اصرار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ وہ ہرگز نہیں مانے گی اور نہ مانے گی تو پھر مقدمہ لڑنے کے سوائے کوئی چارہ نہ ہوگا، اس طرح وہ مکان بکتا نہیں کہ جس کے لئے گاہک تیار تھا، اس طرح میرے امریکہ جانے میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی، میرے نفس کو بڑی تسکین ہوئی کہ جو خاندان میں کسی سے نہ دبیں ان کو ہم نے دبا لیا، ان تینوں باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو تھوڑی سی زیادہ زمین وہ دینے کو کہہ رہی تھیں، ہم لینے کو تیار ہوگئے، جس کے لینے کے بعد بھی پورے مکان میں ۲/۳ کے بجائے آدھے سے کم ہی حصہ ہم لوگوں کو ملا۔

ہماری والدہ مرحومہ کو اس کے متعلق خبر نہ تھی، ہم نے وثیقہ اس طرح لکھوایا کہ ہمارے والد نے اس مکان کا اپنا حصہ ہماری والدہ کو زبانی ہبہ کردیا تھا، جو حقیقت نہیں تھا، وثیقہ پر دستخط ان لوگوں کا اور میرا بحیثیت مختار عام کے ہوگیا، لیکن یہ اس وقت ہم نے نہ سوچا کہ ایسا کر کے ہم اپنے بھائیوں اور بہنوں اور والدہ کی حق تلفی کر رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ چھوڑی ہوئی سب جائیداد ہم لوگوں نے انتظامی سہولت کے خیال سے والدہ مرحومہ کے نام کرادیا تھا۔

والدہ کو جب معلوم ہوا کہ ہم مکان فروخت کرنا چاہتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ کہیں والدین کی حیات میں بٹوارہ ہوتا ہے، وہ چاہتی نہ تھیں کہ بٹوارہ ہو، پھر انہوں نے کہا کہ پہلے مکان نجمہ وغیرہ سے (ہماری پھوپھی زاد بہنوں سے بٹوارہ کرلو گے تب نا) ہم نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے جھنجھٹ کون مول لے، جتنا بھی دینے کو تیار ہوں ہم لے کر معاملہ ختم کرلیتے ہیں، ہم نے یہ نہیں کہا پھر معاملہ ختم کردیا ہے، والدہ نے کہا اپنا حصہ کوئی کیسے چھوڑ دے گا، پھر وہ خاموش ہوگئیں، اس واقعہ کے چار روز بعد ان کا انتقال ہوگیا، خانگی بٹوارہ نامہ جو ہمارے اور ہماری پھوپھی زاد بہنوں کے درمیان ہوا وہ سادہ کاغذ پر ہوا تھا، وہ کاغذ ہمارے پاس ہے، فریق دوم کے پاس کوئی کاغذ نہیں ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ:

ا...... جو بٹوارہ ہم اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے کرچکے ہیں، اسی پر عمل کریں، اس پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی والدہ، اپنے بھائیوں، اپنی بہن کے حصوں کی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں، کیونکہ ان کی بغیر

اجازت جب کہ ہم ان کے منتظم تھے، ہم نے ان کے حصے کی تھوڑی زمین اور مکان اپنی پھوپھی زاد بہنوں کے حوالہ کردیا ناجائز طریقہ سے۔

۲..... جو بٹوارہ ہم اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے کر چکے ہیں، اس کو کالعدم سمجھیں اور بٹوارہ نامہ پھاڑ کر پھینک دیں۔

جو صورت ہو، اُس سے آگاہی بخشیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بٹوارہ پھوپھی کی اولاد کے ساتھ آپ نے کیا، وہ بغیر دیگر ورثہ (بہن، بھائیوں، والدہ) کی اجازت سے کیا، آپ کو اس کا حق نہیں تھا، اگر سب نے منظور نہیں کیا تو وہ قابل عمل نہیں (۱)، دادی صاحبہ کے انتقال کے وقت اگر ان کے والدین اور شوہر موجود نہیں تھے، تو ان کا ترکہ تین حصے ہوکر ایک حصہ آپ کی پھوپھی صاحبہ کا تھا اور دو حصے آپ کے والد صاحب کے، پھر والد صاحب کے انتقال پر ان کا ترکہ آٹھ حصے ہوکر ایک حصہ آپ کی والدہ کا اور ایک حصہ آپ کی بہن کا اور دو دو حصے آپ تینوں بھائیوں کے ہوئے (۲)، پھوپھی کی اولاد کو ۳/۱ سے جس قدر زائد دیا اس کی قیمت لگا کر اب والدہ کے انتقال کے بعد اس کے سات حصے بنالیں، ایک حصہ اپنی طرف

(۱) "لایجوز التصرف في مال غیره بلا إذنه ولا ولایته". (الدرالمختار، کتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعید)

(وکذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/۲۶۴، رشیدیه)

(وکذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، کتاب الغصب، ص: ۲۷۶، قدیمی)

(۲) نقشۂ تقسیم

مسئلہ ۳

میـــــــــــــــــــــــــــــــت

بیٹا	بیٹی
۲	۱

مسئلہ ۸

میـــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۱	۲	۲	۲	۱

سے بہن ثریا کو دے دیں اور دو دو حصے دونوں بھائیوں واثق، طارق کو دے دیں، اپنے دو حصے گویا کہ بٹوارہ کی صورت میں پھوپھی کی اولاد کو دے ہی چکے ہیں، ان بہن بھائیوں کو اس پر راضی کرلیں کہ انہوں نے اتنا اتنا اپنا حصہ فروخت کردیا، والدہ کا حصہ بھی سب آپ چاروں کو پہونچنا ہی تھا (جب کہ ان کے والدین نہیں تھے) اس طرح کر لینے سے آپ کو نہ عدالت میں جانا پڑے گا، نہ وعدہ خلافی ہوگی، نہ بہن بھائیوں کی حق تلفی ہوگی، نہ آخرت کا مؤاخذہ ذمہ میں رہے گا۔

بہن بھائیوں میں سے جو اپنا حصہ جو کہ پھوپھی کی اولاد کے پاس بٹوارہ میں چلا گیا، جس کے سات حصے بنانے کے لئے اوپر لکھا گیا ہے، بخوشی معاف کردے تو آپ اس کے حصہ کی قیمت دینے سے بری ہوجائیں گے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۱ھ۔

میراث میں لڑکیوں کا حصہ

سوال [۱۱۵۲۷]: دیہات میں چونکہ لڑکیوں کو حصہ دینے کا رواج نہیں، اس لئے لڑکیاں جھگڑتی نہیں اور بعض لڑکیوں کو علم نہیں کہ ہمارا حصہ بھی جائیداد وغیرہ میں ہے یا نہیں، ایسی صورت میں اگر خبر نہ کی جاوے اور معاف کرالیا جاوے، تو معاف ہوگا یا نہیں؟ اور اگر خبر کردے کہ ان میں تیرا بھی حصہ ہے، لیکن تو معاف کردے تو معاف ہوگا یا نہیں؟ اور اگر بے خبری میں گزر گئی کہ میرا حصہ بھی ہے یا نہیں، تو وہاں مواخذہ کرے گی یا نہیں؟

سائل: محمد یونس گوڑگانوی متعلم جامعہ ہذا

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی کا حق ذمہ سے بغیر اس کے ادا کئے یا بغیر صاحبِ حق کے معاف کئے ساقط نہیں ہوتا (۱)، اگر دنیا

(۳) "والدين الصحيح هو في التنوير وغيره" مالايسقط إلا بالأداء أو الإبراء". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الكفالة، المادة: ۶۳۱: ۲۴/۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الكفالة، مطلب كفالة المال قسمان ..... الخ: ۳۰۲/۵، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب الكفالة: ۱۶۵/۲، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "والدين الصحيح هو في التنوير وغيره: "مالا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء". (شرح المجلة لخالد =

میں نہ حق کوادا کیا نہ صاحب حق سے معاف کرایا تو قیامت میں مواخذہ ہوگا (۲)، اگر صاحب حق کو اس کے حق کی اطلاع کی گئی اور اس نے خوشی سے معاف کر دیا، تو پھر وہ حق معاف ہو جائے گا اور قیامت میں مواخذہ نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۶/۱۱/۵۱ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

تقسیم ترکہ وقرض کی ایک صورت کا حکم

سوال [۱۱۵۲۸]: ہمارے والد رحمہ اللہ تعالیٰ عمدون عرصۂ چالیس سال ہوئے انتقال فرما گئے، ان کے چار بیٹے، حاجی قاسم، حاجی محمد، عبدالغفور، عبدالشکور ایک بھائی نمبر ۳ عبدالغفور والد صاحب کے زمانہ ہی میں اپنا علیحدہ کاروبار کرتے تھے، وہ مقروض ہو گئے، والد کے انتقال کے بعد ان کی خواہش ہوئی کہ اگر سب مل کر میرا قرض ادا کردیں، تو میں اپنے حصہ سے دست بردار ہو جاؤں گا، چنانچہ سات ہزار روپے ان کے قرض میں سب نے مل کر ادا کر دیا، وہ تحریری طریقہ پر دست بردار ہو گئے، باقی تین بھائی قاسم، حاجی محمد، حاجی عبدالشکور نے مشترک کاروبار شروع کیا۔ ایک مکان حاجی قاسم وعبدالشکور کے نام خریدا گیا۔

اس سے متصل ایک بڑی زمین حاجی محمد کے نام پر خریدی گئی، اس قطعۂ زمین اور مکان کو ملا کر ایک بڑا

= الأتاسي، كتاب الكفالة، المادة: ۱۳۱: ۳/۲۴، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الكفالة، مطلب في كفالة المال قسمان ..... الخ: ۵/۳۰۲، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب الكفالة: ۲/۱۶۵، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمي)

مکان کئی منزلہ تعمیر کیا گیا، ایک چھوٹا مکان بنام حاجی محمد و حاجی قاسم ہے، اس کے علاوہ ایک دکان قاسم کی زوجہ کے نام پر خریدی گئی، اس شرط پر کہ زوجہ حاجی قاسم کے انتقال پر بنام حاجی عبدو، حاجی محمد عمرو، حاجی محمد (عبدو کا پوتا) ہوگی، حاجی محمد نے ایک مکان حاجی قاسم کے نام خریدا اور چھوگالال والا مکان فروخت کر کے ساڑھے چھ ہزار روپے حاصل کئے، قاسم نے پوتوں کے نام وصیت نامہ تحریر کر کے قبضہ میں دے دیا، ایک مکان زوجہ کو حاجی محمد نے خرید کر از سر نو تعمیر کرایا۔

والد کے انتقال کے چار سال بعد ہی والدہ کا انتقال ہوا، جس کو چھتیس سال کا عرصہ ہوا، انتقال کے وقت ایک طلائی ہار سترہ تولے کے بارے میں ایک پوتے کے لئے وصیت کر گئیں اور اب پینتیس سال کے بعد ایک بھائی نے اس پوتے کے سپرد کر دیا، حاجی محمد نے دو حج کئے اور بیوی کو کرائے اور اولاد کی شادیاں کیں، دوسرے بھائی نے بھی اولاد کی شادیاں کیں، کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ حاجی محمد کہتے ہیں، کہ سب مکانات وغیرہ میری ذاتی کمائی ہیں اور اسی طرح ان کی زوجہ کہتی ہیں کہ یہ سب کچھ میرے شوہر کی کمائی کا حصہ ہے، بتیس ہزار روپے اس کاروبار پر قرض ہیں، حاجی محمد اس کی ادائیگی کے لئے متفکر ہیں، ہم سب کے مشترک کاروبار کی اس صورت میں شرع شریف کی رو سے کس طرح تقسیم عمل میں آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبدو کے انتقال کے بعد چار بیٹے برابر کے وارث تھے، پھر تین نے اور ان کی والدہ نے مل کر عبدالغفور کا قرض سات ہزار روپے ادا کیا، اس شرط پر کہ عبدالغفور ترکۂ پدری سے دستبردار ہو جائے گا، گویا کہ انہوں نے اپنا حصۂ میراث مبلغ سات ہزار روپیہ میں اپنے بھائیوں اور والدہ کے ہاتھ فروخت کر دیا، لہٰذا اب عبدو کے ترکہ میں تین لڑکے اور بیوی شریک رہے (۱)۔

---

(۱) "التخارج وهو تفاعل، والمراد به ههنا أن يتصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشيء معلوم من التركة، وهو جائز عند التراضي. نقله محمد في كتاب الصلح: عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما ... فورثها عثمان رضي الله تعالىٰ عنه مع ثلث نسوة آخر. فصالحوا عن ربع ثمنها على ثلاثة وثمانين ألفاً، فقيل: هي دنانير، وقيل: دراهم". (الشريفيه شرح السراجية، فصل في التخارج، ص: ۷۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلح، فصل في التخارج: ۵/۶۴۲، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الكفالة، المادة: ۱۵۷۱: ۴/۵۹۳، رشيديه)

پھر کاروبار مشترک رہنے کی وجہ سے آمدنی بھی سب کی برابر مشترک رہی، اس مشترک آمدنی سے جو مکان حاجی قاسم وحاجی عبدالشکور کے نام خریدا گیا اور جو زمین حاجی محمد کے نام خریدی گئی، وہ بھی سب مشترک ہے، پھر جو مکان کئی منزلہ وہاں تعمیر کیا گیا، وہ بھی مشترک ہے، چھوٹے مکان یک منزلہ جو کہ حاجی محمد وحاجی قاسم کے نام پر ہے، وہ بھی عبدو کے ترکہ سے ہے یا مشترک آمدنی سے ہے، وہ بھی مشترک ہے، جو دکان لب سڑک حاجی قاسم کی زوجہ کے نام خریدی گئی ہے، اس کا بھی یہی حال ہے، جو شرط اس میں لگائی ہے، وہ بھی لغو ہے، اسی طرح حاجی محمد کا خرید کردہ مکان جس کی وصیت حاجی قاسم نے پوتوں کے نام کی اور زوجہ حاجی محمد کا لکھنو والا خرید وتعمیر کردہ مکان یہ بھی مشترک ہے(۱)۔

والدہ کے انتقال کے بعد اگر ان کے والدین میں کوئی زندہ نہیں، تو ان کا ترکہ چاروں بیٹوں کو ملے گا، یعنی عبدالغفور بھی اس ترکہ مادری میں شریک ہوگا(۲) جو کہ پہلے ترکہ کو بھائیوں کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا، والدہ نے جو طلائی ہار کی وصیت پوتے کے لئے کی ہے، اگر یہ والدہ کے ترکہ کے ایک تہائی کے اندر ہے، تو شرعاً یہ صحیح اور معتبر ہے، اگر ایک تہائی سے زائد ہے، تو یہ چار بیٹوں کی اجازت پر موقوف ہے(۳)، والدہ اپنے شوہر کے

---

(۱) "(سئل) في إخوة خمسة سعيهم وكسبهم واحد وعائلتهم واحدة، حصلوا بسعيهم وكسبهم أموالاً، فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أخماساً"؟

(الجواب) ما حصله الإخوة الخمسة بسعيهم وكسبهم يكون بينهم أخماساً". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الشركة: ۱/۹۵، مكتبه إمداديه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ الكاملية، كتاب الشركة، ص: ۵۰، مكتبه القدوس)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "ولا تجوز بما زاد على الثلث، إلا أن يجيزه الورثة بعد موته، وهم كبار". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/۹۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوصايا: ۹/۲۱۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۵۰، ۶۵۱، سعيد)

ترکہ سے آٹھویں حصہ کی حق دار ہے(۱)۔

مشترک روپے سے جو حج کئے گئے، ایک بار یا دو بار اولاد کی جو شادیاں کی گئیں اور جو کچھ بھی ان میں خرچ ہوا، یہ سب اجازت ورضامندی سے جیسا کہ عامۃً مشترک کاروبار میں مشترک خاندان ہر کم وبیش میں صرف ہوا ہی کرتا ہے، اب اس کا کوئی حساب نہیں، کاروبار میں مشترک ہوتے ہوئے حاجی محمد کا یہ کہنا کہ سب مکانات وغیرہ میری ذاتی کمائی ہے، اسی طرح ان کی زوجہ کا اس میں ہمنوائی کرنا غلط اور شرعاً غیر معتبر ہے(۲)، تیس ہزار روپے جو اس کاروبار پر قرض ہے، وہ بھی سب مشترک ہے، سب کو اس کاروبار سے وہ قرض ادا کرنا لازم ہے، کسی کو انکار کرنے کا حق نہیں(۳)۔ اب اگر علیحدگی چاہتے ہیں تو اولاً قرض ادا کردیں پھر جو کچھ بچے اس کو برابر تقسیم کرلیں، نقد بھی سامان بھی، زمین بھی، مکان بھی، دکان بھی۔

عبدالغفور کا تعلق نہ والد صاحب کے ترکہ سے رہا، نہ قرض سے، نہ وہ ترکہ لیں گے، نہ قرض میں شریک ہوں گے، والدہ کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی کے حق دار ہیں(۴)۔ اور جو قرض ان کے حصہ میں آئے گا، وہ ان کے ذمہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۱ھ۔

تقسیمِ ترکہ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۲۹]: حسب ذیل صورت میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت اختیار کی جائے؟ زید کی خالہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۳۵

(۳) "أن كل دين لزم أحدهما بتجارة أو مايشبهها لزم الأخر بمقتضى تضمنها الكفالة". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، الفصل الخامس، المادة: ۱۳۵۶: ۲۸۰/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الشركة، الفصل الثالث: ۳۰۹/۲، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الشركة: ۵۴۸/۲، ۵۴۹، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۵۳۵

مسماۃ ہندہ نے پاکستان میں انتقال کیا، جوکہ قانونی اعتبار سے پاکستانی بن گئی تھیں، ان کی کچھ امانت زید ان کے حقیقی بھانجے کے پاس ہے، یہاں ہندہ مذکورہ کے پوتے پوتیاں پاکستان میں ہیں اور ہندوستان میں صرف حقیقی وارث ایک لڑکی ہے اور بھانجہ ''امین'' وراثت از اراضی بصورت ملکیت ہے۔

ہندہ

لڑکی حقیقی وارث ہندوستانی	پوتے پاکستانی، پوتیاں پاکستانی حقیقی	حقیقی زید بھانجہ ہندوستانی ایک
۴	۳	۱

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھانجہ مستحق نہیں (۱)، ہندہ کا ترکہ مملوکہ بیس حصے بنا کر دس حصے لڑکی کو ملیں گے، دو حصے تینوں پوتوں کو ملیں گے، ایک ایک حصہ چاروں پوتیوں کو ملے گا (۲)، وارث کسی دوسرے ملک میں ہونے کی وجہ سے محروم نہیں

(۱) ''هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة، ولا يرث مع ذي سهم، ولاعصبة سوى الزوجين ...... وهم أولاد البنات ...... وأولاد الإخوة والأخوات لأم أو لأب''. (الدرالمختار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام: ۶/ ۷۹۱-۷۹۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۹۶-۳۹۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب العاشر: ۶/ ۴۵۸، رشيديه)

(۲) نقشۂ تقسیم ملاحظہ ہو:

مسئلہ / ۲، تصـ ۲۰

مسـ

بیٹی ۱	پوتے ۳	پوتیاں ۴	بھانجہ ۱
نصف	عصبہ	عصبہ	محروم
۱۰	۶	۴	

قال الله تعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾ (النساء: ۱۱)

''فيبدأ بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية الخ''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

''العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/ ۴۵۱، رشيديه) =

ہوتا (۳)، اگر زمین ہندہ کی ملکیت تھی (حکومت مالک نہیں) تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین۔

دو بیویوں کی اولاد کے درمیان تقسیم میراث

سوال [۱۱۵۳۰]: ہمارے والد صاحب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور والد صاحب نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح کیا، اس سے چار لڑکے ہیں، اب والد و والدہ دونوں کا انتقال ہوگیا، لہٰذا اب ہمارے آپس میں جائیداد کے متعلق جھگڑا ہے، بڑا بھائی کہتا ہے کہ سب جائیداد میں سے آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا تمہارا چار بھائیوں کا ہے، لہٰذا اب یہ مشورہ ہوا ہے کہ فتویٰ منگالیں، جس طرح علماء دین شرع کے مطابق جواب دیں گے، آیا یہ اس طرح صحیح ہے جس طرح ہمارا بھائی کہتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑے بھائی کا یہ دعویٰ کرنا کہ آدھا میرا حصہ ہے، غلط ہے، پانچوں بھائی برابر کے حق دار ہیں (۱)، اگر

= (وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۴، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض، العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"وكذلك اختلاف الدارين سبب لحرمان الميراث ...... ولكن هذا في أهل الكفر لا في حق المسلمين، حتى أن المسلم إذا مات في دار الإسلام، وله ابن مسلم في دار الهند أو الترك يرث".

(البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۷، ۷۶۸، سعيد)

(وكذا في الشريفية شرح السراجية، فصل في الموانع، ص: ۱۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۸، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) "أما العصبة بنفسه، فكل ذكر لاتدخل في نسبته إلى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت ...... الخ". (السراجي في الميراث، باب العصبات، ص: ۱۴، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۴۵۱، رشيديه) .... =

ایک بھائی ایک ماں سے ہے اور چار بھائی دوسری ماں سے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ بڑے بھائی کی والدہ کے ترکہ میں وہ بھائی جو دوسری والدہ سے ہیں، وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے، اسی طرح چاروں کی والدہ کا ترکہ ان چاروں کو ملے گا، بڑا بھائی جو کہ پہلی بیوی سے ہے وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوگا (۲)۔ مگر والد کے ترکہ میں سب ہی برابر کے حصہ دار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۸۹ھ۔

بیوی کے بیٹے کو مالک بنانے کا وعدہ کیا پھر اس کی اپنی اولاد ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۵۳۱]: زید نے اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے پہلے شوہر سے جو دو بچے تھے جو اپنے ساتھ لائی تھی اور زید کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے زید نے دس آدمیوں کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ میری ہر چیز کا مالک یہ لڑکا ہے اور بعد میرے بھی یہی ہوگا، جس کا نام مختار احمد ہے، بعد چھ سات سال کے اس عورت کے بطن سے دو تین بچے ہوئے، مگر ایک لڑکا بقید حیات ہے، جس کا نام محمد فاروق ہے، جب سن بلوغ ہوا تو زید نے یکے بعد دیگرے دونوں لڑکوں کی شادی کردی، چند سال بعد محمد فاروق اپنے بڑے بھائی مختار احمد سے کہتا ہے کہ تم میرے گھر سے نکل جاؤ، چونکہ یہ مکان میرے باپ کا ہے، یہاں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، کیا ازروئے شرع مختار احمد کا حق واقعۃً نہیں ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟ دوسری بات یہ ہے کہ زید اب بہت پریشان ہے کہ میں وعدہ کرچکا ہوں اور میں آج بھی اپنے وعدے پر قائم ودائم ہوں اور شریعت جو فیصلہ کرے گی، اسے مانوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے اپنی دوسری بیوی کے ساتھ آئے ہوئے مختار احمد کو اپنی ہر چیز کا مالک بنایا اپنی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی، لیکن کوئی چیز اس کو اپنی ملک سے نکال کر دے کر اس پر اس کا جداگانہ قبضہ نہیں کرایا، تاکہ ہبہ شرعاً کامل اور معتبر ہوجاتا، زید اب بھی زندہ اور اپنی ہر چیز پر قابض ہے، لہٰذا یہ ہبہ بےکار اور غیر معتبر ہے (۱)، جب

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، فصل في العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(۲) مذکورہ دونوں صورتوں میں اسباب ارث میں سے کوئی سبب نہیں پایا جارہا۔ لہٰذا ان کو میراث میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(۱) "وتتم الهبة بالقبض الكامل". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد) .... =

تک زید زندہ ہے، مکان خود زید کا ہے، مختار احمد یا محمد فاروق کا اس پر دعویٰ ملکیت غلط ہے(۱)، زید کے انتقال پر وراثت اس کے لڑکے محمد فاروق کو پہونچے گی، مختار احمد زید کا بیٹا نہیں، اس کو وراثت نہیں پہونچے گی (۲)، زید نے جس وقت دس آدمیوں میں وعدہ کیا تھا، اس وقت زید کے اولاد نہیں تھی، بیوی کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا اور اسی کے حق میں وعدہ کیا تھا۔

لیکن اپنی اولاد پیدا ہوجانے کی وجہ سے اب اس وعدہ کو پورا کرنے میں اپنی اولاد کی حق تلفی ہے، اس مجبوری کی وجہ سے اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے، تو گنہگار نہیں ہوگا (۳)۔ اگر مختار احمد اور محمد فاروق میں کچھ مصالحت

= "لا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة ويستوي فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني: ۳۷۷/۴، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۲۸۱/۳، شركة علميه)

(۱) "لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بلا سبب شرعي". (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۶۸/۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۶۱/۴، ۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل التعزير: ۱۶۷/۲، رشيديه)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۴۴۷/۶، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۷۶۲/۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴۹۵/۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(۳) "إذا كان الولد في عيال أبيه ومعيناً له يكون جميع ماتحصل من الكسب لأبيه، وما اشتراه ودفع ثمنه من مال أبيه إن كان شراؤه لأبيه بإذنه لايكون الاختصاص بدون وجه شرعي، بل خاص بالأب، فإن كان شراؤه لنفسه، ودفع ثمنه من مال أبيه بلا إذنه، يكون خاصاً به وبدل الثمن مضمون للأب".

(الفتاوى الكاملية، كتاب الشركة، ص: ۱۵۰، رشيديه)

"الأب وابنه يكتسبان في صنعة، ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله؛ لكونه معيناً له، وألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب". (ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة: ۳۲۵/۴، سعيد) =

کرادے تو بہتر ہے، ورنہ مختار احمد کے حق میں ایک تہائی کی وصیت کرنے کا زید کو حق حاصل ہے(۱)، جس کو زید کے بعد پورا کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۳۰ھ۔



= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشركة، الباب الرابع: ۲/ ۳۲۹، رشيديه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۱/ ۱۷، مكتبه إمداديه كوئته)

(۱) "تجوز بالثلث". (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶/ ۶۵۰، سعيد)

"ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبارٌ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا: ۶/ ۹۰، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوصايا: ۹/ ۳۱۴، رشيديه)

الفصل الخامس في استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدمِ استحقاق وراثت کا بیان)

مکانِ مشترک اور کسب مستقل ہونے کی صورت میں تقسیمِ میراث کا حکم

سوال [۱۱۵۳۲]: محمد رضاء عرف جمن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا اور یہیں رہنے لگے، محمد رضاء عرف جمن کے دولڑکے تھے، بڑے کا نام رحمت اللہ اور شمس الدین تھا، محمد رضا صاحب سلائی کا کام کرتے تھے اور محمد رحمت اللہ نے پہلے کمپونڈری سیکھی اور اس کے بعد حکیمی کرنے لگے تھے، محمد رضاء عرف جمن اور رحمت اللہ صاحب دونوں الگ الگ کام کرتے تھے اور روپیہ دونوں دیتے تھے، جس سے گھر کے اخراجات پورے ہوتے تھے، بعد میں محمد رضاء صاحب نے کام کرنا بند کردیا، جس کی وجہ سے وہ گھر کے لئے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے اور یہ سب لوگ مل کر آپس میں رہتے تھے، بعدہ رحمت اللہ نے بنارسی کپڑے کا کام شروع کردیا اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بنکی چلے گئے اور وہیں سے تجارت کرتے تھے، زوجہ رحمت اللہ (دفاتن) کہا کرتی تھیں کہ محمد رحمت اللہ نے تین بیسی روپیہ اپنے والد محمد رضا سے لیا تھا اور اس کپڑے کا کاروبار شروع کیا اور بعد اپنے والد کا روپیہ واپس کردیا، جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

بہرحال یہ ظاہر ہے کہ محمد رحمت اللہ صاحب بنارسی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور وہ بارہ بنکی میں رہتے تھے اور جب موقع ملتا تھا، بنارس بھی آتے تھے، یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی اہلیہ دفاتن اور بچے اور ان کے والد محمد رضاء اور ان کے چھوٹے بھائی محمد شمس الدین ان کی یہاں سے مدد لیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو کپڑا وغیرہ یہاں بنارس میں بننے کا آرڈر دیا کرتے تھے تو اس کو یہاں سے بارہ بنکی یا جہاں رحمت اللہ کہتے تھے پارسل کردیا کرتے تھے اور کوئی کام جو رحمت اللہ کہتے تھے وہ یہاں کردیا کرتے تھے، محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا اور ایک مکان بارہ بنکی میں اپنے چھوٹے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدے، اس

کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہوگیا، لیکن کاروبار حسب دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے۔

کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہیں اور اپنے دولڑکے محمد حسین، محمد قاسم اور ایک لڑکی بصیرت اور اپنی زوجہ دفاتن اور گہنہ جات اور کچھ روپیہ چھوڑا، اب چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے سب کاروبار دیکھنے لگے اور یہاں سے بارہ بنکی چلے گئے تاکہ وہاں کا کاروبار دیکھیں، محمد شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے گہنہ جات وصول کر کے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام سے خریدی اور کچھ دنوں میں بارہ بنکی کا کاروبار ختم ہوگیا اور شمس الدین صاحب یہاں بنارس چلے آئے، یہاں آکر کچھ دنوں شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ الگ کھانے پینے لگے، اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کس کی مانی جائے گی؟ رحمت اللہ کی یا شمس الدین صاحب کی یا محمد رضاء عرف جمن کی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو مکان محمد رضاء عرف جمن نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے، ورثہ میں شرعی حصوں کے موافق تقسیم ہوگا (۱)، محمد رضا اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، کمائی ہر ایک کی مستقل تھی (مشترکہ نہیں تھی)، البتہ گھر کا خرچہ مشترک چلاتے تھے، اس کمائی کے دونوں جداگانہ مالک تھے (۲)، پھر محمد رضاء نے کام بند کر کے کمائی کا سلسلہ ختم کر دیا، صرف محمد رحمت اللہ کماتے اور سب خرچ برداشت کرتے رہے، پھر محمد رحمت اللہ

---

(۱) "لا شک أن أعيان الأموال يجري فيها الإرث". (البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشیدیه)

"أن أعيان المتوفى المتروكة مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم". (شرح المجلة، لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، المادة: ۱۰۹۲: ۴/۳۱، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الفرائض: ۲/۲۹۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "سئل في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالاً ومات، هل هي لوالده خاصة أم تقسم بين ورثته؟ أجاب هي للابن تقسم بين ورثته على فرائض الله تعالیٰ، حيث كان له كسب مستقل بنفسه". (تنقيح الفتاوی الحامدية، كتاب الدعوی: ۲/۱۷، مکتبه إمداديه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوی الخيرية على هامش تنقيح الفتاوی الحامدية، كتاب الدعوی: ۲/۹۲، مکتبه إمداديه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة: ۴/۳۲۵، سعيد)

نے بارہ بنکی میں کام شروع کیا اور بقول زوجہ محمد رحمت اللہ نے جو روپیہ والد سے قرض لیا تھا وہ واپس کر دیا، محمد رضاء کی آمدنی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں تھا ان کا خرچ ہی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں بارہ بنکی کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگایا، اس سے ترقی ہوئی اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے۔

محمد شمس الدین نے جو مدد کی، وہ روپیہ لگا کر نہیں، بلکہ آرڈر بھیجنے پر مال تیار کرانے میں مدد کی تو وہ محض معین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا، اس لئے بنارس و بارہ بنکی میں محمد رحمت اللہ نے جو تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضاء کے ہیں نہ محمد شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں، محمد رضاء کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثہ کا حصہ ہوگا، محمد رحمت اللہ کے انتقال پر ان کے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثاء ایک بیوی دولڑ کے ایک لڑکی کا حصہ ہوگا (۱)، شمس الدین کا حصہ نہیں ہوگا (۲)، محمد شمس الدین نے جو محمد رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے روپیہ وغیرہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریدا ہے، یہ ان کو حق نہیں تھا، وہ اس کے مالک نہیں، ان کو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دے دیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۱۱/ ۶/ ۹۱ھ۔

---

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۴۳

(۲) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالميراث جزء الميت أي: البنون، ثم بنوهم ...... ثم أصله أي: الأب ...... ثم جزء أبيه أي: الإخوة، ثم بنوهم". (السراجي، باب العصبات، ص: ۱۴، قديمي)

"وعصبته أي: من يأخذ الكل أي: إذا انفرد والأحق الابن، ثم ابنه ...... ثم الأخ لأب وأم". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۸۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/ ۴۵۲، رشيديه)

(۳) "وعلى الغاصب رد العين المغصوبة، معناه: مادام قائماً، لقوله عليه السلام: "على اليد ما أخذت حتى ترد". وقال عليه السلام: "لايحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لاعباً ولا جاداً، فإن أخذه فليرده". (الهداية، كتاب الغصب: ۳/ ۳۷۳، مكتبه شركت علميه ملتان) ...... =

والد کے انتقال کے بعد مکان والدہ کے نام ہونے کی صورت میں تقسیمِ میراث کا حکم

سوال[۱۱۵۳۳]: میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا تو والدہ صاحبہ نے دوسرا نکاح کیا دوسرے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے اور دو بہنیں بھائی ہم ہیں، اب دوسرے شوہر کا بھی انتقال ہوگیا اور تحصیل میں والدہ صاحبہ کا نام چڑھ گیا، اب انہوں نے زمین اور گھر میرے نام سے بیع نامہ کردیا ہے، میں اب دونوں چیزوں کا مالک ہوگیا، میں نے اس زمین سے دوسری زمین کا تبادلہ کیا تو میں نے اس کے نام بیع نامہ کیا اور اس کی زمین اپنی لڑکیوں کے نام بیع نامہ کیا، میں نے جائز کیا یا ناجائز؟ اب آپ کی خدمت میں چوتھا فتویٰ بھیج رہا ہوں، مگر میں اس سے پہلے فتوے کے جواب کا منتظر ہوں۔ اب اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جواب ضرور ملے گا، لیکن جب والدہ صاحبہ نے جو زمین اور گھر میرے نام کیا تھا تو اس میں جو کچھ خرچ ہوا تھا وہ میں نے ہی کیا، کسی دوسرے کا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ والدہ صاحبہ کا نام تحصیل میں کس حیثیت سے چڑھ گیا ہے؟ کیا والد صاحب مرحوم نے ان کے نام بیع نامہ بعوض مہر ہبہ نامہ کرکے اس کا قبضہ کرادیا تھا، اس وجہ سے ان کا نام سرکاری کاغذات میں بیع نامہ درج کیا گیا یا حکومت کا قانون یہ ہے کہ جو زمین کسی شخص کے پاس حکومت کی طرف سے ہو، اس کے انتقال پر وہ زمین اس کی اہلیہ کو ملے گی؟(۱) پھر والدہ نے آپ کے نام بیع نامہ کردیا، تو آپ اس بیع نامہ کی رو

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب: ۶/۵ا۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الغصب: ۴/۷۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) اگر والد صاحب نے یہ مکان بطور مہر کے قبضہ کرا کر دیا ہے تو یہ والدہ کی ملک ہے، اس لئے کہ مہر بیوی کا حق ہے اور اگر حکومت نے دی ہے تو پھر بھی والدہ کی ملک ہے، اس لئے کہ جائز امور میں حکومت وقت کی پابندی ضروری ہے، لہٰذا اس کا آگے فروخت کرنا درست ہے۔

"(أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع وإلا فلا) أي: يتبع ولا تجوز مخالفته". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة: ۵/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة: ۱/۳۳۲، إدارة القرآن كراچی)

سے مالک ہوگئے (۱)، آپ کو اس کا بھی اختیار ہے کہ جس کے نام چاہیں بیع کردیں یا تبادلہ کرلیں، اگر ایسی صورت نہیں ہے، بلکہ زمین اور گھر کے والد صاحب مالک تھے اور کسی غلطی سے والدہ کا نام چڑھ گیا، تو پھر وہ والد مرحوم کا ترکہ ہے (۲)۔

آپ بھی اس میں حق دار ہیں، تنہا آپ مالک نہیں، آٹھواں حصہ آپ کی والدہ کا ہے، بقیہ میں سے دوہرا آپ کا، اکہرا آپ کی بہنوں کا ہے، یعنی ۲۴ حصہ بنا کر تین حصے والدہ کے ہیں، سات بہن کے، ۱۴ آپ کے (۳) اگر والدہ نے اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیع کردیا تو آپ اس کے مالک ہوگئے (۴)، بہن نے بھی اگر آپ کو دے دیا تو اس کے بھی مالک ہوگئے اور مذکورہ تصرف بھی آپ کا درست ہوگیا (۵)، والدہ سے پیدا شدہ

---

(۱) "وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول: ۳/۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع: ۵/۴۳۲، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب البيوع، حكم البيع: ۴/۴۸۲، رشيديه)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ماتركه الميت من الأمول صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال".

(ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية السراجي، ص: ۳، قديمى)

(۳) تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسـ ۸، تصـ ۲۴

بیوی	بیٹا	۷/۲۱	بیٹی
۱			
۳	۱۴		۷

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱

(۵) "ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء". (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۱/۶۴۳، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال ..... الخ: ۴/۵۰۲، سعيد)

دوسرے شوہر سے جولڑکی موجود ہے، اس صورت میں وہ حق دار نہیں (۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۷/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

فساد میں مرنے والے کے خون کا ملنے والا معاوضہ کس کا حق ہے؟

سوال[۱۱۵۳۴]: ۳۱/ مارچ ۵۷ء کو مالیگاؤں میں فساد ہوا، فساد میں پولیس کی گولی سے مرنے والوں میں ایک شخص امام الدین ولد نجم الدین بھی تھا، مذکورہ شخص کے پسماندگان میں ایک بیوی، ماں باپ اور دو بھائی، دو بہنیں ہیں، جن میں سے ایک بہن شادی شدہ ہے، جو اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے، بقیہ تمام لوگ ایک ہی مکان میں مشترکہ خاندان کے طور پر زندگی گزارتے ہیں، مرنے والے فرد کے مکان میں کل نو افراد رہتے ہیں، جس وقت امام الدین کی موت واقع ہوئی تو اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی، حادثہ وفات کے تین ماہ بعد لڑکا تولد ہوا، اس حادثہ کے کچھ عرصے بعد حکومت کی طرف سے بطور امداد مبلغ ۵۵۰۰/ سو روپے ملا، مرحوم کے بھائی بہنوں میں ایک بھائی اور ایک بہن شادی شدہ ہے اور ایک بھائی اور ایک بہن کی شادی کرنی ہے، لہٰذا اس رقم کا حق دار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حکومت کی طرف سے کسی کو متعین کرکے وہ روپیہ نہیں دیا گیا، بلکہ معاوضہ خون دیا گیا ہے تو فساد میں پولیس کی گولیوں سے مرنے والے کے ورثہ کو شرعی وراثت کے طور پر تقسیم ہوگا، پس اگر اس کے ایک لڑکا اور بیوی ہے، اولاد کوئی اور نہیں تو آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا، بقیہ لڑکے کو ملے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۸/۱/۹۶ھ۔

= (وكذا في شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۱/ ۶۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۷) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".
(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)
(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۶۲، سعيد)
(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/ ۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) سوال میں چونکہ ماں باپ کا بھی ذکر ہے، اس لئے تقسیم اس طرح ہوگی: .... =

ماں کے ساتھ رنجش کی صورت میں بیٹے کا مستحقِ میراث ہونا

سوال[۱۱۵۳۵]: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ہندہ زید کی والدہ ہے، بہواور ساس کی رنجش کی وجہ سے ہندہ اپنے لڑکے یعنی زید کو پورے مکان سے ہی بے دخل کرنا چاہتی ہے، جب کہ تقریباً بیس سال تک زید نے والدہ کی خدمت کی، گھر کے سب عزیزوں کا یہی مشورہ ہے کہ سب گھر کے لوگ ہمدردی اور محبت سے رہیں، دراصل ہندہ اپنے داماد کے کہنے پر اپنے لڑکے زید سے برگشتہ رہتی ہے، اس سلسلے میں احکام شرع کی روشنی میں دونوں کے حق میں فیصلہ صادر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھر کے عزیزوں اور بزرگوں کا مشورہ نہایت مناسب ہے، شریفانہ وہمدردانہ مشورہ ہے، شریعت کے بھی موافق ہے، اہل دانش کے رواج کے بھی موافق ہے، ماں کو لازم ہے کہ داماد یا کسی کے بھی اکسانے سے مشتعل نہ ہو، سب گھر کی بزرگ اور سرپرست ہو کر مربیانہ طریقہ سے شفقت وہمدردی کے ساتھ اس خدمت گزار وحق شناس بیٹے کے ساتھ رہے، بیٹا بہو اور ان کی اولاد سب خدمت کریں گے، راحت پہونچائیں گے، ان کو بھی راحت ہوگی۔ یکجہتی واتفاق کی برکات بھی حاصل ہوں گی، لڑکا والد کے ترکہ سے وراثت کا ضرور حق دار ہے (۱)،

= مسئلہ ۲۴

بیوی	ماں	باپ	بیٹا
۳	۴	۴	۱۳

یعنی کل جائیداد کے ۲۴ حصے بنا کر بیوی کو ۳، ماں باپ کو ۴، ۴ اور بقیہ ۱۳ حصے بیٹے کو ملیں گے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

قال الله تعالیٰ: ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترک إن كان له ولد﴾ (النساء: ۱۱)

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(۱) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". =

ماں فقط آٹھویں حصہ کی حق دار ہے(۱)، پورے مکان کی حق دار نہیں، لڑکے کو پورے مکان سے بے دخل نہیں کرسکتی، اپنے مہر کی بھی حق دار ہے(۲)۔ بہرحال جو طریقہ ماں اختیار کرنا چاہتی ہے، اس کو اختیار نہیں کرنا چاہیے، اس کا بھی خیال کرے کہ بیس سال کی مدت تک بیٹے نے حق ادا کیا ہے، اب اس سے رنجش کرکے تعلق کو ناخوشگوار بنالینا کس قدر غلط اور نازیبا کام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح :العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

وارث کا پتہ معلوم نہ ہو، تو اس کے حصہ کا کیا کیا جائے؟

سوال[۱۱۵۳۶]: عمر کے پاس اس کے چچا کی صندوقچی ہے، چچا کے صاحبزادے کلکتہ میں اور صاحبزادی غیر ملک میں تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا، شرعی حصہ چچا کی صاحبزادی کے پاس منی آرڈر کیا، وہ واپس آگیا، پھر خط لکھا کہ حصہ لے لیں یا معاف کردیں، تو کوئی جواب موصول نہیں ہوا، صاحبزادی کے شوہر و بچوں کا پتہ دریافت کیا، مگر ناکامی رہی، اس صندوقچی کی قیمت تخمیناً لگا کر عمر نے صدقہ کردیا، اب عمر مذکورہ صندوقچی کے متعلق کیا کرے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولدٌ فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

"وللزوجة الربع عند عدمهما، والثمن مع أحدهما". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۴، رشيديه)

(۲) "المسمى دين في ذمته وقد تأكد بالموت، فيقضى من تركته". (الهداية، باب المهر: ۲/۳۳۷، شركت علميه ملتان)

"والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الثاني: ۱/۳۰۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی صندوقچی کی قیمت تخمیناً کراکے صدقہ کرنا قبل از وقت ہے، صندوقچی محفوظ رکھیں، جب ورثاء مالک کی زندگی سے مایوس ہوجائیں، تب صدقہ کردیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۲ھ۔

مشترک زمین میں تقسیم کے بعد امرود کے درخت کا مالک کون ہے؟

سوال [۱۱۵۳۷]: ایک مکان موروثی دو سگے بھائیوں کے درمیان تقسیم ہوا، مثلاً: زید اور بکر کے درمیان اس تقسیم سے پہلے زید نے مکان مذکور میں ایک درخت امرود کا اپنے شوق سے لگایا، اس کی پرورش کی، وہ بڑا ہوکر پھل لایا، لیکن جب تقسیم ہوئی تو وہ درخت بکر کے حصہ میں چلا گیا، اب وہ درخت مع جڑ کے بکر کی زمین میں ہے اور درخت کی کچھ شاخیں دیوار اٹھنے کے باوجود زید کے حصہ میں لٹک رہی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ شرعاً وہ درخت کس کا ہے؟ اس کا کون مالک ہے، جو حصہ بکر کی طرف لٹک رہا ہے، کیا اس کے پھل کا بکر مالک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باہمی مصالحت سے یا سرکاری تقسیم سے جب وہ امرود کا درخت دوسرے بھائی کے حصہ میں آگیا اور اس تقسیم پر دونوں رضامند ہوگئے تو اب وہ اس کا ہے، جس کے حصہ میں آگیا اور اس کی ان شاخوں سے بھی امرود

---

(۱) "غاب رب الوديعة ولا يدرى أهو حي أم ميت، يمسكها حتى يعلم موته، ولا يتصدق بها خلاف الوديعة". (ردالمحتار، كتاب الإيداع: ۶۷۶/۵، سعيد)

"رجل غاب وجعل داره في يد رجل ليعمرها، أو دفع ماله ليحفظه، وفقد الدافع، فله أن يحفظه، وليس له أن يعمر الدار إلا بإذن الحاكم؛ لأنه لعله مات، ولايكون الرجل وصياً اهـ أي: فالتصرف حينئذ للورثة لا له". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب المفقود: ۵۰۸/۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب المفقود، الفصل الثالث في الخصومة في الميراث وفي ورثة المفقود: ۲۱۹/۵، إدارة القرآن كراچی)

توڑنا درست نہیں، جو لگانے والے کے مکان کی طرف ہیں، الا یہ کہ وہ بھی رضامند ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/ ۸۷ھ۔

بھائیوں کی کمائی میں بہنوں کے حصے کا حکم

سوال[۱۱۵۳۸]: آپس کی نااتفاقی سے بھائیوں میں بٹوارہ ہوا، جو مکانات والد صاحب کے پیدا کردہ اراضی ہم لوگوں کی پیدا کردہ مکانات وزمین کی کل مالیت تخمیناً ۲۴۰۰۰۰/ لگائی گئی ہے، آپ بتلائیں کہ ۲۴۰۰۰۰/ ہزار میں بہنوں کو حصہ ملے گا یا ۱۰۰۰۰۰/ ہزار کم کر کے ۱۴۰۰۰۰/ ہزار والدین کی وصیت کے بعد، اگر کوئی لڑکا والدین کی وصیت کو ٹھکراتا ہے، تو اس کے لئے کیا ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز والدین کا ترکہ ہے، اس میں وہ میراث کی مستحق ہیں، اس میں ان کا حصہ ملے گا(۲)، موجودہ بھائیوں نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور کمایا ہے، اس میں بہنوں کا حصہ نہیں ہے(۳) جو وصیت واجب العمل ہو اس کو پورا نہ کرنا حق تلفی اور گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲/۴/ ۸۷ھ۔

---

(۱) "قوم اقتسموا ضيعة فأصاب بعضهم بستان وكرم وبيوت، وكتبوا في القسمة بكل حق هو له أو لم يكتبوا، فله ما فيها من الشجر والبناء". (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب القسمة، فصل فيما يدخل في القسمة: ۳/۱۵۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب القسمة، الباب الرابع: ۵/۲۱۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ الوالوالجية، كتاب القسمة، الفصل الثاني: ۳/۲۱۳، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۲) "ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء". (الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

"ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "اعلم أن أسباب الملك ثلاثة: ناقل كبيع وهبة، وخلافة كإرث، وإصالة وهو الاستيلاء". (الدرالمختار، كتاب الصيد: ۶/۴۶۳، سعيد) .... =

کسی کا متبنیٰ بننے سے حقِ وراثت ساقط نہیں ہوتا

سوال [۱۱۵۳۹]: شیخ بندگی مرحوم کے دوفرزند محمد درویش علی مرحوم اور احمد علی مرحوم تھے، محمد درویش مرحوم کے چار فرزند بالترتیب، ۱-محمد عباس، ۲-محمد معین الدین، ۳-محمد بشیر الدین، ۴-محمد نذیر الدین ہوئے، لیکن احمد علی صاحب زمانہ دراز تک لاولد رہے اور آخر کار احمد علی صاحب نے اپنے سگے بھائی محمد درویش علی صاحب کے چھوٹے فرزند محمد نذیر الدین کو اپنا متبنیٰ بنالیا، محمد نذیر الدین کو متبنیٰ بنانے کے بعد احمد علی صاحب مرحوم کے دو لڑکے خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین پیدا ہوئے، لیکن احمد علی مرحوم نے اپنے متبنیٰ بیٹے کو بھی بذریعہ وصیت اپنی جائیداد میں سے حصہ دیا۔

احمد علی مرحوم کے انتقال کے تقریباً بیس سال بعد جب کہ خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین بالغ ہو چکے، احمد علی مرحوم کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تقسیم برمفاد خوشی ہر دو صاحبزادگان (یعنی خواجہ معین الدین وجمال الدین) عمل میں آئی اور محمد نذیر الدین کو بھی حصہ دیا گیا، جس حصہ پر محمد نذیر الدین آج پچھلے بارہ سال سے قابض اور مستفید ہے اور جس کے بارے میں ہر دو صاحبزادگانِ احمد علی مرحوم مسمیان خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین نے کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، محمد درویش علی صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد مکسوبہ وموروثی، منقولہ وغیر منقولہ صرف تین بڑے بھائیوں یعنی محمد عباس ومعین الدین اور محمد بشیر الدین کے درمیان تقسیم کی گئی، جس پر محمد نذیر الدین نے اعتراض کیا اور گاؤں کے پنچوں کے ذریعہ انصاف کروانے کی کوشش کی، لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوئی اور ہر سہ حقیقی برادرگان نے محمد نذیر الدین کو حصہ دینے سے انکار کردیا۔ اس درمیان میں ہر سہ برادرگان کو قائل کرنے کی کوشش جاری رہی، لیکن افسوس ان بھائیوں نے ایک نہ سنی اور یہ کہہ کر کہ تم کو کوئی حصہ نہیں مل سکتا، محمد نذیر الدین کو محروم کردیا۔

اب محمد نذیر الدین کی علماء سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس بارے میں فتویٰ دیں کہ آیا چونکہ محمد نذیر الدین کو احمد علی صاحب نے اپنا متبنیٰ بنایا اور اپنی جائیداد میں سے حصہ دلوایا، اس لئے محمد نذیر الدین اپنے والد محمد

= "لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلاسبب شرعي". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/۲۶۴، رشیدیه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثالث، القول في الملک: ۳/۱۳۳، إدارة القرآن كراچی)

درویش علی مرحوم کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں حصہ لینے سے محروم کردیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد نذیرالدین کو اگر احمد علی صاحب مرحوم نے متبنّیٰ بنالیا اور بذریعہ وصیت کچھ ان کو دے دیا تو اس کی وجہ سے وہ اپنے حقیقی والد محمد درویش علی کے ترکہ سے محروم نہیں ہوں گے (۱)، بلکہ اپنے تینوں بھائیوں محمد عباس، محمد معین الدین، محمد بشیر الدین کی طرح برابر کے وارث اور حصہ دار ہوں گے، بھائیوں کو لازم ہے کہ ان کو بھی پورا حصہ دیں، گاؤں کے پنچوں کو چاہیے کہ مستحق کو اس کا حصہ دلوائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۴ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۵ھ۔

مشترکہ جائیداد کی ایک صورت کا حکم

سوال [۱۱۵۴۰]: ۱...... والد کی معزولی سے پہلے زید نے پرانی گاڑی کی خرید وفروخت کی دلالی (کمیشن) اور ٹرانسپورٹ آفس کی ایجنسی سے کچھ روپیہ کمایا، زید اس رقم سے، پرانی گاڑی خرید کر مرمت کرکے فروخت کرنے کا دھندا بہت دنوں تک کرتا رہا، ایک کارکو جو فروخت نہیں ہوسکی ذاتی استعمال میں رکھا، مالی حالات خراب ہونے پر کار بے مرمت ہوگئی اور بند پڑی رہی، والد کے معزول ہوجانے پر زید نے مذکورہ گاڑی اور پرانے پارٹ پرزے کو ساڑھے انیس سو روپیہ میں فروخت کرکے اور بتیس سو روپیہ دوستوں اور ساڑھے بائیس سو روپیہ گورنمٹ سے قرض لے کر ایک چھوٹا موٹا کارخانہ کا آغاز کیا جس سے ترقی ہوئی، صورت مسئولہ یہ ہے کہ ساڑھے انیس سو روپیہ کی حیثیت موروثی کہلائے گی یا غیر موروثی؟

۲...... زید، عمر، بکر، خالد، والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنے بھائی رحمٰن، رحیم، کریم کی ضروریاتِ

---

(۱) "ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء". (الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۶۲، سعيد)

"ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

"الإرث جبري لايسقط بالإسقاط". (تكملة ردالمحتار، كتاب الدعوى: ۱/ ۵۰۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/ ۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

زندگی اور تعلیم کے حصول کا بار برداشت کرتے رہے، زید، عمر، بکر، خالد نے والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنی جدوجہد سے زمین خریدی، ایک مکان کی تعمیر کے ٹیکس میں تخفیف کی خاطر مذکورہ بالا زمین کی خریداری اور مکان کی تعمیر والد کے نام کردیا اور والد ہی کی زندگی میں بکر اللہ کو پیارا ہوگیا۔ دو مسئلے دریافت طلب ہیں:

الف...... بکر محنت وجدوجہد سے جائیداد کے حصول میں رہا، اس صورت میں ان کی اولاد محجوب کہلائے گی یا غیر محجوب؟

ب...... ٹیکس میں تخفیف کے تحت زید، عمر، بکر، خالد نے زمین ومکان کی تعمیر اپنے ناموں کے بجائے والد کے نام کیا، اب وہ مکان موروثی کہلائے گا یا غیر موروثی؟

۳...... والد نے اپنی کمائی سے ایک مکان والدہ کے نام سے بنوایا، والدین کی حیات میں زید، عمر، خالد نے ضروریات کے پیش نظر مکان کے مغربی حصہ میں برآمدہ کی نئی تعمیر کی، والدین کے وصال کے بعد جب یہ مکان ناکافی ہوا، تو زید، عمر، خالد نے اپنی کمائی سے اسی مکان پر بالائی مکان تعمیر کرایا اور اس پر قابض ودخیل ہیں، دریافت طلب یہ ہے کہ برآمدہ اور بالائی منزل کی تعمیر کی حیثیت کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید اور زید کے بھائیوں کے پاس جو کچھ روپیہ اور کاروبار تھا، وہ اصلاً والد کا تھا، والد نے ابتدا کی اور ان سب نے ان کے ساتھ تعاون کرکے کاروبار کو بڑھایا، والد کمزور ہوتے گئے کام میں حصہ کم لیتے گئے، یہ لوگ بڑھتے گئے کاروبار ترقی کرتا گیا اور والد نے ان کے کسی تصرف کو نہیں روکا تو اس صورت میں وہ سب کاروبار روپیہ اور انیس سو روپیہ والد کا تھا، جس لڑکے نے جو کچھ خرچ کیا، وہ والد کا روپیہ خرچ کیا، والد نے اپنی زندگی میں کسی سے کوئی محاسبہ مطالبہ نہیں کیا(۱)، والد کے انتقال پر جو کچھ باقی رہا، وہ سب والد مرحوم کا ترکہ

(۱) ''إذا كان الولد في عيال أبيه ومعيناً له يكون جميع ماتحصل من الكسب لأبيه، وما اشتراه ودفع ثمنه من مال أبيه إن كان شراؤه لأبيه بإذنه، لايكون الاختصاص بدون وجه شرعي، بل خاص بالأب، فإن كان شراؤه لنفسه ودفع ثمنه من مال أبيه بلا إذنه يكون خاصاً به وبدل الثمن مضمون للأب''. (الفتاوى الكاملية، كتاب الشركة، ص: ١٥١، رشيديه)

''الأب وابنه يكتسبان في صنعة، ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله؛ لكونه معيناً له، وألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب''. (ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في =

ہے(۱)،سب ورثاء اس میں حصہ دار ہیں،شرعی طریق پر میراث کے مستحق ہیں(۲)۔

۱......والد کی زندگی میں فروخت کرکے ساڑھے انیس سو روپیہ میں دوستوں وغیرہ سے روپیہ لے کر جو کچھ ملاکر کام کرلیا،اب اس روپیہ کے مطالبہ کا کسی وارث کوحق نہیں(۳)۔

۲......اصل روپیہ والد کا تھا،اسی میں جدوجہد کی اورلڑکوں نے کما کر جو کچھ والد کے نام پر خریدا وہ سب والد کا ہے(۴)۔

الف...... والد کے روپیہ کاروبار کے علاوہ بکر نے اگرکوئی اور ملازمت تجارت زراعت وغیرہ سے

= الشركة الفاسدة: ۴/۳۲۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشركة، الباب الرابع: ۲/۳۲۹، رشيديه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۱/۱۷، مكتبه إمداديه كوئته)

(۱) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال".

(ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في دليل الوارث على هامش السراجي في الميراث، ص: ۲، قديمي)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(۲) "أن أعيان المتوفى المتروكة مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، المادة: ۱۰۹۲: ۴/۳۱، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الفرائض: ۲/۳۹۷، إدارة القرآن كراچى)

(۳) "سئل: في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالاً ومات، هل هي لوالده خاصة أم تقسم بين ورثته؟ أجاب: هي للابن تقسم بين ورثته على فرائض الله تعالىٰ، حيث كان له كسب مستقل بنفسه". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الدعوى: ۲/۱۷، مكتبه إمداديه كوئته)

(وكذا في الفتاوىٰ الخيرية على هامش تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الدعوى: ۲/۹۲، إمداديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ...... الخ: ۴/۳۲۵، سعيد)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۵۳

روپیہ حاصل کیا ہو، تو وہ بکر کا ترکہ ہوگا (۱)۔ اور اس کی اولاد حق دار ہوگی (۲)۔

ب...... یہ جائیداد بھی اگر اس روپیہ سے خریدی گئی جو والد کے کاروبار کا تھا، جس کو لڑکوں نے ترقی دی تھی تو یہ بھی لڑکوں کی ملکیت نہیں، بلکہ والد کی ملک ہے (۳)۔

۳...... والد نے اگر تعمیر کرا کے اپنی اہلیہ کو وہ مکان دے دیا اور ان کا قبضہ کرادیا تو وہ اہلیہ کی ملک ہوگا (۴) وہ والد کا ترکہ نہیں (۵)، پھر اگر لڑکوں نے اس کی تعمیر میں اضافہ کیا، بالائی کمرے بنوائے اور کوئی معاملہ طے نہیں کیا تو والدہ کی صواب دید پر ہے، وہ چاہیں تو لڑکوں کو دے دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۹۹ھ۔



(۱) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۵۵۵

(۲) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۵۵۵

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۵۴

(۴) "وتتم الهبة بالقبض الكامل". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد)

"لا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة ويستوي فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني: ۴/۳۷۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۳/۲۸۱، شركة علميه)

(۵) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۵۵۵

الفصل السادس في موانع الإرث

(موانعِ ارث کا بیان)

اہلِ اسلام کے حق میں اختلاف دارین مانع ارث نہیں

سوال[۱۱۵۴۱]: زید ہندوستان کا شہری تھا، اس کے دو بیٹوں میں سے ایک پاکستان چلا گیا اور وہاں باضابطہ شہری بن گیا، دوسرا ہندوستان میں موجود ہے، زید کا ہندوستان ہی میں انتقال ہو گیا تو اس کے ترکہ کا حصہ شرعاً دونوں کو پہنچے گا یا صرف ہندوستانی بیٹے کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلِ اسلام کے حق میں تباین دارین مانع ارث نہیں، لہٰذا دونوں بیٹے شرعاً وارث ہوں گے۔

"ویمنع الإرث الرق، والقتل، واختلاف الملتين، واختلاف الدارين فيما بين الكفار حقيقة أو حكماً بخلاف المسلمين، وإن شطت دارهم كمستأمن وحربي اهـ" (سكب الأنهر: ۷٤۸/۲)(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸٦/۲/۲۳ھ۔



(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴۹۸/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وكذلك اختلاف الدارين سبب لحرمان الميراث ...... ولكن هذا في أهل الكفر لا في حق المسلمين، حتى إن المسلم إذا مات في دار الإسلام، وله ابن مسلم في دار الهند أو الترك يرثه".

(البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳٦۵/۹، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۷٦۷/٦، ۷٦۸، سعيد)

الفصل السابع في التصرف في التركة

(ترکہ میں تصرف کا بیان)

بیٹے کا والدہ کے حصے پر قبضہ کرنا

سوال[۱۱۵۴۲]: خاتون بیگم نے کچھ مکان اور کچھ زمین خود اپنے پیسہ سے اپنے دولڑکوں کے نام خریدی تھی اور ان میں ایک لڑکا نابالغ تھا، اس نابالغ لڑکے کا انتقال ہوگیا اور وہ جائیداد بڑے لڑکے کے قبضہ میں ہے، کیا خاتون بیگم بھی شرعی اعتبار سے اس جائیداد کی مالک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس نابالغ کے ترکہ میں سے ایک تہائی کی حق دار اس کی والدہ بھی ہے(۱)، بڑے بھائی کا سب پر قبضہ کرنا غلط ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "والثالثة: الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد وولد الابن أو اثنين من الإخوة والأخوات من أي جهة كانوا، والثلث عند عدم هؤلاء". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۴۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۰، ۳۷۱، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۱۱، ۱۲، قديمی)

(۲) "لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (البحرالرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۶۱، ۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/۲۶۴، رشيديه)

تقسیمِ میراث سے پہلے مشترک جائیداد میں سے کسی کو کچھ دینے کا حکم

سوال[۱۱۵۴۳]: زید نے ہندہ سے شادی کی، دولڑکیاں پیدا ہونے کے بعد ہندہ انتقال کرگئی، زید نے پھر دوسری شادی کرلی زینب سے، ایک لڑکا ہے اور تین لڑکیاں ہیں، گویا کہ زید کے کل چار بچے زینب سے ہیں۔ دولڑکیاں ہیں ہندہ مرحومہ سے اور تین لڑکیاں ایک لڑکا زینب سے ہیں، نیز زید نے کچھ جائیداد خریدنے کے لئے ایک صاحب کو روپیہ دے رکھا تھا اور جس جائیداد کے لئے یہ روپیہ دیا تھا جس شخص کو اس شرط پر کہ اگر تم مقدمہ میں کامیاب ہوگئے تو جائیداد دینا ورنہ واپس کرنا، ابھی روپیہ لینے والا شخص مقدمہ لڑ رہا تھا کہ زید کا انتقال ہوگیا اور انتقال کے بعد روپیہ لینے والا کامیاب ہوگیا، اب اس کو تو زید کے نام کرنا ہی تھا، مگر زید کے مرجانے کی وجہ سے زید کی بیوی زینب کے نام جائیداد کردیا، پھر زینب نے دوسری شادی عمر سے کرلی، اب زینب کو عمر سے ایک لڑکا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ زینب کے پاس جو کچھ مال ہے، اس میں سے اپنے شوہر ثانی عمر کو بھی دے سکتی ہے؟ شادی کے باوجود زینب ابھی زید ہی کے گھر پر ہے، چونکہ جائیداد کی مالک ہے، عمر اپنے یہاں سے آتا ہے، کبھی کبھی دو چار دن رہتا ہے، پھر چلا جاتا ہے تو زینب نے جب دوسری شادی کرلی ہے تو اس کو حق پہنچتا ہے کہ اس زید کے مال کو خود کھائے اور اپنے شوہر عمر کو بھی کھلائے؟

۲...... کیا زینب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اب عمر سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے، اس کو بھی کچھ حصہ دے دے؟

۳...... کیا زینب نکاح ثانی کے بعد زید کے مال میں حق رکھتی ہے؟

۴...... اگر ان لوگوں کو کچھ حق نہیں پہنچتا ہے تو پھر پانچ لڑکیوں، ایک لڑکا جو کہ ابھی یتیم نابالغ ہیں، زید کے متروکہ مال میں کتنا کتنا تقسیم کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے جائیداد خریدنے کے لئے روپیہ دے کر وکیل بنایا تھا، پھر زید کا انتقال ہوگیا جس سے وہ وکالت بھی ختم ہوگئی (۱) اور جو روپیہ دیا تھا، وہ ترکہ زید کا بن گیا، جس کے مستحق سب ورثہ ہیں، اس وکالت کی وجہ سے

(۱) "وینعزل الوکیل بلا عزل ...... بموت أحدهما". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوکالة، باب عزل الوکیل: ۵/۵۳۸، سعید) =

انتقال زید کے بعد اس شخص کو اس روپیہ سے جائیداد خریدنا درست نہیں تھا، بلکہ اس کو لازم تھا کہ وہ روپیہ ورثہ کو دے دے، تاہم جائیداد خرید لی اور ورثہ کے حق میں خریداری بہتر ہے، وہ سب ورثہ کی ہے، اس جائیداد اور تمام ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اگر زید کے ذمے کوئی قرض ہو، تو پہلے اس کو ادا کیا جائے، پھر اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو، تو ایک تہائی ترکہ سے شریعت کے موافق وہ پوری کی جائے، اس کے بعد آٹھ حصے بنا کر ایک حصہ زید کی زوجہ ثانیہ زینب کو اور ایک ایک حصہ پانچوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو اور دو حصے لڑکے کو(۱)، زینب نے اگر اپنا مہر وصول نہ کیا ہو، نہ معاف کیا ہو تو وہ مہر کی بھی حق دار ہے اور آٹھویں حصہ کی بھی حق دار ہے(۲)، اس لئے اپنے حصہ اور مہر

= "وتبطل الوكالة بالعزل إن علم به وموت أحدهما". (البحر الرائق، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل: ۳۱۷/۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل: ۳۳۸/۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) نقشہ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۸

بیوی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۲

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

وقال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"قال علماؤنا رحمه الله تعالىٰ: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة". (السراجي في الميراث، ص: ۳-۴، قديمى)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۴۴۷/۶، رشيديه)

"والعصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۴۵۱/۶، رشيديه)

"المسمى دين في ذمته وقد تأكد بالموت فيقضى من تركته". (الهداية، باب المهر: ۳۳۷/۲، شركت علميه ملتان)

چاہے تو اپنے دوسرے شوہر عمر کو دے دے اور چاہے تو اس سے پیدا شدہ اولاد کو دے دے(۱)، پوری جائیداد کی حق دار نہیں، نکاح ثانی کی وجہ سے اس کا مہر اور حق وراثت ساقط نہ ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۸۹ھ۔



(۱) "والملک مامن شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، کتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملک ..... الخ: ۵۰۲/۴، سعيد)

"کل يتصرف في ملکه کيف شاء". (شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۶۵۴/۱، دارالکتب العلمية بيروت)

(۲) "والدين الصحيح: هو في التنوير وغيره "مالا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، کتاب الکفالة، المادة: ۶۳۱: ۲۴/۳، رشيديه)

(وکذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الکفالة، مطلب في کفالة المال قسمان ..... : ۳۰۲/۵، سعيد)

(وکذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، کتاب الکفالة: ۱۶۵/۲، إدارة القرآن کراچی)

الفصل الثامن في إرث المال الحرام

(مالِ حرام میں وراثت کا بیان)

میراث میں کسی کی چیز ناحق آجائے تو اس کا حکم

سوال[۱۱۵۴۴]: میرے ماموں تصدیق حسین کے دولڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، بڑے لڑکے عبدالوحید کے ساتھ میری بہن کی شادی ہوئی تھی، شادی کے آٹھ سال بعد عبدالوحید کا انتقال ہوگیا تھا، اولاد کوئی نہیں ہوئی، عبدالوحید مرحوم کے نام ساٹھ بیگھہ (۱) زمین تھی، عبدالوحید مرحوم کے انتقال کے بعد ساٹھ بیگھہ زمین ان کی بیوہ کے نام ہوگئی، عبدالوحید کے انتقال کے بعد تحصیل دار گاؤں میں آئے اور عبدالوحید کے والد سے معلوم کیا کہ اس کا وارث کون ہے؟ یہ زمین کس کے نام منتقل کی جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کی بیوہ شمس خاتون کے نام کردی جائے، سرکاری قانون بھی یہی تھا، اب اس کے نام یہ زمین منتقل ہوگئی، اس کے چار پانچ سال بعد چک بندی ہوئی، جس میں دوسرے لڑکے سعید احمد نے بغیر شمس خاتون کو بتلائے اور دھوکہ دے کر دستخط وغیرہ کرا کے ساٹھ بیگھہ زمین اپنے نام درج کرالیا، جس سے دونوں کے نام آدھی آدھی زمین مشترکہ ہوگئی، اس کے بعد جب سعید احمد نے دیکھا کہ تصدیق حسین بہت ضعیف ہوگئے ہیں تو دیکھ بھال کرنے لگا، تصدیق حسین ہمیشہ اپنے بڑے لڑکے عبدالوحید مرحوم سے بہت خوش رہے۔

اس کے برعکس چھوٹے لڑکے سعید احمد سے ہمیشہ ناخوش رہے، اسی وجہ سے مکان کا بڑا حصہ شمس خاتون کے نام پر لکھ دیا کہ بعد میں اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، جب اس نے یعنی سعید احمد نے اپنا نام بیوہ کی آدھی زمین کرالی تو اس وقت بھی بہت برا بھلا کہا اور اس کے چار پانچ سال کے بعد تصدیق حسین کا انتقال ہوگیا، خود تصدیق حسین کے نام بھی ۸۰/ بیگھہ زمین تھی، جسے اب کل زمین ستتر ۷۷/ دونوں کو ملے گی، یہ سب زمین سید داری لیس زمین دار سے لگان پر کرایہ پر لی تھی، جو اب خود کاشت کا مالک ہوگیا ہے، میرے والد بھی زمین دار

---

(۱) ''بیگھہ: زمین کا ایک ناپ، چار کنال یا ۸۰ مرلے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۱، فیروز سنز لاہور)

تھے، ان کی بیس بیگھہ زمین بھی لگان پر تصدیق حسین لئے ہوئے تھے۔

ہمارے والد نے تصدیق حسین سے اپنی بیس بیگھہ زمین واپس مانگی، جس پر ماموں نے جواب دیا کہ آپ نہیں لے سکتے ہیں، لہٰذا میں واپس نہیں کروں گا، تصدیق حسین نے لڑکیوں کو بھی حصہ نہیں دیا، اب سوال یہ ہے کہ شمس خاتون کتنی زمین لے سکتی ہے؟ اگر قانوناً زیادہ زمین حاصل کرے اور میرے والد کی زمین مجھ کو اور تصدیق حسین کی لڑکیوں کا نکال کر ان کا حصہ اس میں سے واپس کردیں، یہاں ایک معتبر عالم مفتی بھی تھے اور حالات سے بخوبی واقف تھے، ان کا کہنا تھا کہ شمس خاتون لے سکتی ہے، دوسروں کا حصہ بھی واپس کرسکتی ہے، چار سال سے مقدمہ چل رہا ہے، چاروں لڑکیاں بھی سعید احمد کے خلاف ہیں۔

چنانچہ تین سال پہلے کی بات ہے کہ سعید احمد کے دو بھانجے شمس خاتون کا غلہ بٹوانے کے لئے کھلیان پر گئے، تو ان کو سعید احمد نے اور ان کے آدمیوں نے اتنا مارا کہ بارہ گھنٹے کے بعد وہ (اس کا بھانجہ) اللہ کو پیارا ہوگیا اور دوسرے کو بہت زیادہ چوٹیں آئیں، اس کی بیوہ یا اس کی ماں سعید احمد کے لئے یا مارنے والوں کے لئے بددعا یا کوئی عمل اعمال قرآن سے کراسکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی وراثت مورث کے مملوکہ ترکہ میں جاری ہوتی ہے، جو چیز اس کے پاس بطور کرایہ تھی، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۱)، بلکہ مالک سے معاملہ رضامندی کی ضرورت ہوگی، شرعی طور پر (بذریعہ وراثت ہبہ بیع) جس چیز پر ملک حاصل ہوجائے، مالک کو حق ہے کہ وہ پوری چیز یا اس کا کوئی حصہ دوسرے کو دے دے (۲)،

(۱) "لأن التركة في الاصطلاح ماتركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال".

(ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية السراجي، ص: ۲، قديمي)

(۲) "الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال ..... الخ: ۴/۵۰۲، سعيد)

"ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء". (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۱/۲۴۳، مكتبه حنفيه كوئٹه) .... =

جو بیٹا اپنے باپ کو نالائق حرکتوں سے ستائے وہ محروم قسمت ہے، دوسرے کی چیز پر غاصبانہ ظالمانہ قبضہ کرنا کبیرہ گناہ ہے(۱)۔ پھر اس کی وجہ سے مارنا پیٹنا کہ وہ بھی اہل قرابت کو؟! اتنا شدید جرم ہے کہ مرنے سے پہلے بھی اس کا وبال ضرور ہی چکھنا ہوگا، آخرت میں سزا کہیں گئی نہیں (۲)، ظالم کے ظلم سے تحفظ کی تدبیر بھی کی جاسکتی ہے اور یہ دعا بھی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظلم کی سزا دے، کسی کے پاس کسی کا حصہ ناحق آجائے تو اس کو واپس کردینا چاہیے یا اس کی رضامندی ہو، تو اس کی قیمت دے دی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۱/۶۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب وهو الاستيلاء على مال الغير ظلماً، أخرج الشيخان عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من ظلم قيد شبراً من أرض (أي: قدره) طوقه من سبع أرضين". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الغصب: ۱/۴۳۴، دار الفكر بيروت)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمی)

(۲) "وعن أبي بكرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما من ذنب أحرى ان يعجل الله لصاحبه العقوبة في الدنيا مع ما يدخر له في الآخرة من البغي وقطيعة الرحم".

(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة: ۲/۴۲۰، قديمی)

(وسنن أبي داود، كتاب الآداب، باب النهي عن البغي: ۲/۳۲۹، رحمانيه)

(وسنن الترمذي، أبواب الزهد، باب: ۲/۷۷، سعيد)

(۳) "قال: وعلى الغاصب رد العين المغصوبة، معناه: "مادام قائماً"، لقوله عليه الصلاة والسلام: "على اليد ما أخذت حتى ترد". ولقوله عليه السلام: "لايحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لا عباً ولا جاداً، فإن أخذه فليرده عليه ...... أو رد القيمة مخلص خلفا؛ لأنه قاصر إذا الكمال في رد العين والمالية".

(الهداية، كتاب الغصب: ۳/۳۷۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب: ۶/۲۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الغصب: ۴/۷۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

باب المتفرقات

بروقت ادائیگی نہ کی جانے کی صورت میں شیٔ مرہونہ پر ملکیت کا حکم اور کم قیمت اشیاء کی تقسیم کا طریقہ کار

سوال[۱۱۵۴۵]: ۱...... زید کا انتقال ہوگیا اور بکر اس کی جائیداد کا مالک بن گیا، ملکیت اس کے پاس جو آئی ہے اس میں ایک مکان ہے جو ایک سوسال قبل عمر نے زید کو ایک ہزار روپے میں رہن دیا تھا، شرط یہ تھی کہ اگر تین سال میں رقم ادا نہ کی گئی تو زید مکان کا مالک بن جائے گا، حکومت نے اس کو مالک تسلیم کرلیا اور زید اس کا مالک بن گیا، شرعاً اس مکان کو واپس کرنا چاہیے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ عمر کا انتقال ہو چکا ہے اور اب اس کا کوئی وارث باقی نہیں رہا، تو اس صورت میں بکر کیا اس مکان کا مالک بن جاتا ہے؟ اس مکان کو وقف کر دیا جائے اور اگر وقف کیا جائے تو کس نیت سے کیا جائے؟

۲...... زید کے چار وارث ہیں، زید نے اپنے مرنے کے بعد کئی مختلف اشیاء چھوڑی ہیں، جس میں کچھ اشیاء وارثوں کی تعداد سے کم ہیں اور کچھ اشیاء ایسی ہیں جو گھریلو کام کی ہیں، لیکن بازار میں ان کوئی خریدار نہیں۔ مثلاً: زید کے ذاتی کپڑے، ٹوپیاں، شیروانیاں، ازاربند وغیرہ وغیرہ، آئینہ ایک عدد، موزے دو جوڑے، بنیان، فاؤنٹین پین، پینسل، کچھ برتن کانچ کے اور کچھ تانبے کے، اس کے علاوہ تالے چھوٹے بڑے کئی عدد ہیں، جن کے داموں کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا، اس کے علاوہ رضائی، تکیہ اور گدے وغیرہ بھی ہیں، جواہرات میں کچھ ایسے ہیں جن میں کچھ اصلی اور نقلی کی تمیز ناممکن ہے، جوہری بھی ان کی صحیح رہبری نہیں کر پاتے، ان کے علاوہ کچھ موتی کچھ قیمتی پتھر مثلاً: زبرجد اور جواہر، مہرہ وغیرہ، بہت قلیل تعداد میں ہیں، جن کو بازار میں اگر فروخت کیا جائے تو قیمت بہت کم آئے گی اور خریدنے جائیں تو پھر قیمت بہت بڑھ جاتی ہے، نیز اس قسم کی اور کئی چھوٹی موٹی چیزیں ہیں، لہٰذا شرعاً وارثوں کا ہی تقسیم کا جو آسان طریقہ ہے، وہ بتایا جائے اور تقسیم کی نسبت فرداً فرداً بتایا جائے تا کہ اس کے

مطابق مذکورہ ملکیت کو تقسیم کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس طرح رہن رکھ کر شرعاً ملکیت کا استحقاق نہیں ہوتا(۱)، اس مکان کی واپسی لازم تھی یا زید کو مالک مکان اجازت دے دیتا کہ تم اس مکان کو فروخت کر کے اپنا روپیہ وصول کرلو اور بقیہ جو قیمت کا روپیہ قرض سے زائد ہو، وہ مجھے دے دو(۲)، لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور قانونی اعتبار سے زید کو مالک تجویز کر دیا گیا، پس اگر عمر نے اس کو تسلیم کرلیا اور رضامندی دے دی کہ قرض کے عوض یہ مکان تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور زید نے

(۱) "لایجوز غلق الرهن وهو أن يشترط المرتهن أنه له بحقه إن لم يأته به عند أجله". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۲۸۳: ۲/۲۸۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن سعيد بن المسيب أن رسول الله قال: "لا يغلق الرهنُ الرهن من صاحبه الذي رهنه، له غنمه، وعليه غرمه". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب السلم والرهن، الفصل الثاني، ص: ۲۵۰، قديمي)

"(سئل) فيما إذا رهن زيد عند عمرو كرماً معلوماً سلمه منه بدين استدانه، وقبضه منه إلى أجل معلوم على أنه إذا لم يعطه دينه عند حلول الأجل يكن الرهن بالدين، ثم حل الأجل ومات زيد عن ورثة أحضروا الدين لعمرو ليرد لهم الرهن، فامتنع زاعماً أن الرهن صار له بطريق البيع على الوجه المذكور فهل يكون البيع غير صحيح ولا عبرة بزعمه؟"

(الجواب) نعم! كما أفتى به في الخيرية من الرهن ناقلاً عن البزازية، قال للمرتهن إن لم أعطك دينك إلى كذا فهو بيع لك بما لك علي، لايجوز. وذكر في طريقة الخلاف، قال إن لم أوفيك مالك إلى كذا، وإلا فالرهن لك بما لك بطل الشرط، وصح الرهن، وقال الشافعي: بطل الرهن أيضاً، والله تعالى أعلم". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الرهن: ۲/۲۶۱، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "فإن وكل الراهن المرتهن أو وكل العدل أو غيرهما ببيعه عند حلول الأجل صح توكيله".

(الدرالمختار، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يد عدل ..... الخ: ۶/۵۰۳، سعيد)

"وأما حكمه فملك العين المرهونة في حق الحبس، حتى يكون أحق بإمساكه إلى وقت إيفاء الدين فإذا مات الراهن فهو أحق به من سائر الغرماء، فيستوفي دينه، فما فضل يكون لسائر الغرماء والورثة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرهن، الباب الأول، الفصل الأول: ۵/۴۳۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يد عدل ..... الخ: ۸/۴۷۰، رشيديه)

اس کومنظور کرلیا تو زید مالک ہوگیا(۱)۔

زید کے انتقال کے بعد اگر اس کا صحیح وارث صرف بکر ہے تو اب وہ مالک ہے(۲)، زید اور عمر کے درمیان مکان سے متعلق بیع کا اگر علم نہ ہو اور یہ ظاہر ہوتا ہو کہ محض قانونی مجبوری اور بے بسی کی وجہ سے عمر کچھ چارہ جوئی نہیں کرسکا، اس لئے اس مکان پر زید کا قبضہ رہا اور اتنی مدت میں بمقدار قرض اس مکان سے آمدنی بھی حاصل کرچکا، تو بکر اب اس مکان کو عمر کی طرف سے بطور صدقہ کسی غریب کو دے دے کہ اس کا ثواب عمر کو پہونچے اور زید کو اس کے وبال سے بچالے(۳)۔

۲..... چاروں وارث ہر چیز کی قیمت اہل تجربہ سے لگوا کر چھ حصے بنالیں اور تحریر بالا کے موافق تقسیم کرلیں، جو شئی جس وارث کے لئے مناسب ہو وہ ساری اس کے حصہ میں بھی لگا سکتے ہیں(۴)، مثلاً: اس طرح

---

(۱) "وأما تعريفه فهو مبادلة المال بالمال بالتراضي ..... وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول: ۳/۲، ۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع: ۵/۴۳۰-۴۳۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب البيع: ۴/۲۷۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "إن سبيل التوبة مما بيده من الأموال الحرام ..... فليردها على من أربى عليه، ويطلبه إن لم يكن حاضراً، فإن أيس من وجوده فليتصدق بذلك عنه". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۲۷۹: ۳/۳۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"أن من شرط التوبة: أن ترد الظلامة إلى أصحابها، فإن كان ذلك في المال، وجب أدائه عينا أو دينا مادام مقدوراً عليه، فإن كان صاحبه قد مات دفع إلى ورثته، وإن لم يكن فإلى الحاكم، وإلا تصدق به على الفقراء والمساكين". (القواعد للزركشي: ۲/۲۴۵، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

(۴) "ولو كان في الميراث رقيق وغنم وثياب فأقسموا وأخذ بعضهم الرقيق وبعضهم الغنم جاز =

کہ ایک شئ کی قیمت چھ سو روپے ہیں، وہ سب ایک وارث کو دے دی جائے، جو کہ ایک سو کا مستحق ہے اور پانچ پانچ سو کی مقدار جو کہ اس کے پاس دیگر ورثہ کی آگئی ہے، اس کے عوض کسی دوسری شئ سے اس کا حصہ ساقط کر کے دوسروں کو دے دیا جائے، اگر کچھ چیزیں خیرات کرنا چاہیں تو سب ورثہ بعد تقسیم کے ان سب کی طرف سے خیرات کر دیں۔

جب ہر چیز کی قیمت لگا کر چھ حصہ تصور کر لئے جائیں گے تو تقسیم آسان ہوگی، پھر جو وارث چاہے اپنا حصہ دوسرے کو فروخت بھی کر سکتا ہے، مثلاً: فاؤنٹین پین کی قیمت چھ روپیہ ہے، وہ ایک لڑکی لے لے اور ایک ایک روپیہ دونوں بہنوں کو دے دے، دو روپیہ بھائی کو دے دے سب رضامندی سے اس طرح طے کر لیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۳/۵ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۹۲/۳/٦ھ۔

رہائش مشترک ہونے کی صورت میں ایک بھائی کی کمائی میں دوسرے بھائی کا آدھا حصہ طلب کرنا

سوال [۱۱۵۴٦]: زید، خالد و عمرو یہ تینوں بکر کے حقیقی بیٹے ہیں، بکر ان میں سے ہر ایک کی باری باری شادی کر دیتے ہیں اور بکر نے تینوں بیٹوں کو الگ الگ کر دیا اور جائیداد کا کل حصہ برابر برابر تقسیم کر دیا، کچھ دنوں کے بعد بکر نے چھوٹے بیٹے سے کہا، کہ تم بڑے بھائی زید کے ساتھ ہو جاؤ، اس لئے کہ تمہارے افراد کی کمی کی وجہ سے زید کی امداد ہو سکے گی اور جب تم ضرورت سمجھنا، اسی تقسیم پر الگ ہو جانا۔

عمرو چونکہ زیادہ تر بمبئی میں رہنے والا اور مستقل ملازمت پیشہ ہے، اس لئے اس نے بمبئی میں ایک کمرہ رہنے کے لئے خرید لیا اور قانونی اعتبار سے جو فنڈ کارخانہ میں تنخواہ سے کٹ جاتا ہے، وہ عورت کے نام ہوتا ہے، آج دس سال سے زائد عرصہ ہو گیا، عمرو اپنی کمائی کا روپیہ اور کپڑا وغیرہ اخراجات برابر دیتا رہا، آج کسی بناء پر الگ ہو جانے کی صورت پیش آئی، تو زید نے کہا کہ فنڈ کے روپے میں اور کمرہ میں میرا آدھا حصہ ہوتا ہے، اس

= بالتراضي". (خلاصة الفتاوى، كتاب القسمة، الفصل الأول: ۲۰۹/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلح: ۲٦۸/۴، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

لئے مجھے ملنا چاہیے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعی اعتبار سے زید کو ان اشیاء میں جو صرف عمرو کی کوشش کا نتیجہ ہے، حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ مطالبہ صحیح نہیں، فنڈ کے روپیہ اور اس کمرہ میں زید کا کوئی حصہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۳۰ھ۔

کلالہ

سوال [۱۱۵۴۷]: ''الفاروق'' مصنفہ حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۵۷، میں لکھا ہے: ''ورثہ کے بیان میں'' کہ خدا نے ایک قسم کے وارث کو کلالہ سے تعبیر کیا ہے، لیکن چونکہ کلام مجید میں اس کی تعریف مفصل مذکور نہیں ہے، اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختلاف تھا کہ کلالہ میں کون کون وارث داخل ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند بار دریافت کیا، اس پر تسلی نہ ہوئی، تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک یادداشت لکھ دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کریں،

---

(۱) مذکورہ کمرہ اور فنڈ چونکہ والد کے میراث میں سے نہیں ہے، بلکہ خالص عمرو کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور ان کی اپنی ملک ہے، اس لئے اس میں زید کا کوئی حق نہیں اور نہ وہ اس میں تصرف کرسکتا ہے۔

''لأن التركة: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال''. (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، سعيد)

''المراد من التركة ماتركه الميت خالياً عن تعلق حق الغير بعينه''. (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشيديه)

''لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه، أو ولاية عليه''. (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۹۶: ۶۱/۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

''ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه''. (شرح الحموي، كتاب الغصب: ۴۴۴/۲، إدارة القرآن كراچی)

پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو جمع کرکے اس مسئلہ کو پیش کیا، لیکن ان تمام باتوں پر ان کو کافی تسلی نہیں ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں چیزوں کی حقیقت بتلا جاتے تو مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جتنا ان تین چیزوں کے متعلق بیان فرمادیا، وہ احادیث میں مذکور ہے اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اس کو سمجھ بھی لیا اور عمل بھی فرمایا(۱)، مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تھے کہ زیادہ تفصیل سے اس کا بیان فرما دیا جاتا، تاکہ مخالفین کو انکار کی مجال نہ رہتی، ''نور الانوار'' میں بھی ربوا کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی یہ شرح کی ہے(۲)۔'' کلالہ''

---

(۱) "فإذا مات الرجل وليس له ولد ولا والد، فورثته كلالة. هذا قول أبي بكر الصديق وعمر وعلي وجمهور أهل العلم. وذكر يحيى بن آدم عن شريك وزهري وأبي الأحوص، عن أبي إسحاق، عن سليمان بن عبد قال: ما رأيتهم إلا وقد تواطؤوا وأجمعوا على أن الكلالة من مات ليس له ولد ولا والد، وهكذا قال صاحب كتاب العين وأبو منصور اللغوي وابن عرفة والقُتَيبي وأبو عبيد وابن الأنباري".

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۱۲: ۳/۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"حدثنا الوليد بن شجاع السكوني، قال ثني على بن مسهر، عن عاصم، عن الشعبي قال: قال أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه: إني قد رأيت في الكلالة رأياً فإن كان صواباً فمن الله وحده لاشريک له، وإن يكن خطأً فمني والشيطان، والله منه برئ، إن الكلالة ما خلا الولد والوالد، فلما استخلف عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال إني لأستحي من الله تبارک وتعالى أن أخالف أبابكر في رأى رآه".

یہ اور اس طرح کی روایات کثیر تعداد میں تفسیر طبری میں علامہ محمد جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہیں۔ تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کریں۔

(تفسير الطبري، النساء: ۱۲: ۴/۱۹۱-۱۹۴، دار المعرفة بيروت)

(وتفسير الطبري، النساء تحت آية: ﴿يستفتونک قل الله يفتيكم في الكلالة﴾: ۶/۲۸-۳۱، دار المعرفة بيروت)

(۲) "ولهذا قال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: خرج النبي عليه السلام ولم يبين لنا أبواب الربوا هكذا قالوا. وفي قمر الأقمار: قوله: ولم يبين أي: بياناً شافياً". (نور الأنوار، مبحث المجمل، ص: ۹۳، سعيد)

کے سلسلہ میں شرح مؤطا میں ایسا ہی منقول ہے (۱)۔

مسئلہ خلافت کو ''ازالۃ الخفاء'' میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بسط سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ترتیب خلافت کو خوب سمجھتے تھے اور ان کے پاس دلائل موجود تھے، بلکہ مخالفین کی زبان بندی کرنے کے لئے بیان شافی ہونے کے متمنی تھے، تاکہ خوارج وغیرہ کے فتنوں کا دروازہ بند ہوجاتا (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۸۷ھ۔



(۱) (کشف المغطأ عن وجه المؤطا على هامش مؤطا الإمام مالک، کتاب الفرائض، میراث الکلالة، ص: ۲۶۳، قدیمی)

(۲) (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، مسند عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه، ص: ۲۲، ۲۳، سهیل اکیڈمی لاهور)